کتاب النکاح والرضاعت

مؤلف

مولانا شاہد حسن قاسمی

خادم الفقہ والقرآن الحکیم بدار العلوم دیوبند

باہتمام

شاکر حسن

توضیح الوقایۃ اردو شرح وقایہ

کتاب النکاح والرضاعت

مسمّٰی

اسلامی قانون فقہ

اور

جدید مسائل نکاح و رضاعت

جسمیں شرح وقایہ کا حلّ عبارت، اعراب، فقہی مسلک و دلائل ائمہ فقہی اصطلاحات لغات الفقہیہ و ارکان و شرائط فضائل و اقسام نکاح، شہادت نکاح و اسباب حرمت مسائل ولی نکاح، معیار کفو اور برادری پر فقہی تحقیق تاریخ و مسائل و اقسام مہر، مہر ازواج نبوی. مہر فاطمی کی مقدار اور جدید وزن کی مالیت مہر شرع محمدی اور کم سے کم مقدار مہر، اوزان شرعیہ اور جدید اوزان، گرام وغیرہ کے بنیادی ضوابط، نو مسلم عورت کا مہر، ایک سے زائد بیوی کے حقوق و مسائل رضاعت بچہ کے دودھ پینے سے رشتوں کی فقہی تفصیلات اور دیگر فقہی احکام کا مدلل بیان ہے۔

ماتن وقایہ: فقیہ العصر علامہ محمود
شارح وقایہ: عبیداللہ بن مسعود النسفی رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف:

شاہد حسن قاسمی

خادم الفقہ والقرآن الحکیم بدار العلوم دیوبند (ہند)

— ناشران —

مولوی عارف حسن قاسمی، شاکر حسن قاسمی بی۔اے

مکتبہ سیرۃ النبی سید منزل جنیک لیوری (نزد جامع مسجد) پن ۲۴۷۵۵۴ دیوبند یوپی (انڈیا)

کتبہ احسان الٰہی کاتب دیوبند ۹۴ء جلد اول دوم یکجا ہدیہ 95/- مجلد 105/-

ماخذ وکتابیات

توضیح الوقایہ تالیف کیلئے اِن کتب سے مدد لی گئی ہے

بخاری شریف۔ مسلم شریف
ترمذی شریف۔ ابوداؤد شریف
طحاوی شریف۔ مشکوٰۃ شریف
المعجم الوسیط

تفسیر مظہری
تفسیر معارف القرآن
ترجمہ شیخ الہند

قواعد الفقہ فی اصول الفقہ
ہدایہ۔ کنز الدقائق۔ عمدۃ الرعایۃ
مستخلص الحقائق۔ عینی شرح کنز الدقائق
اوزانِ شرعیہ و امداد الاوزان وغیرہ
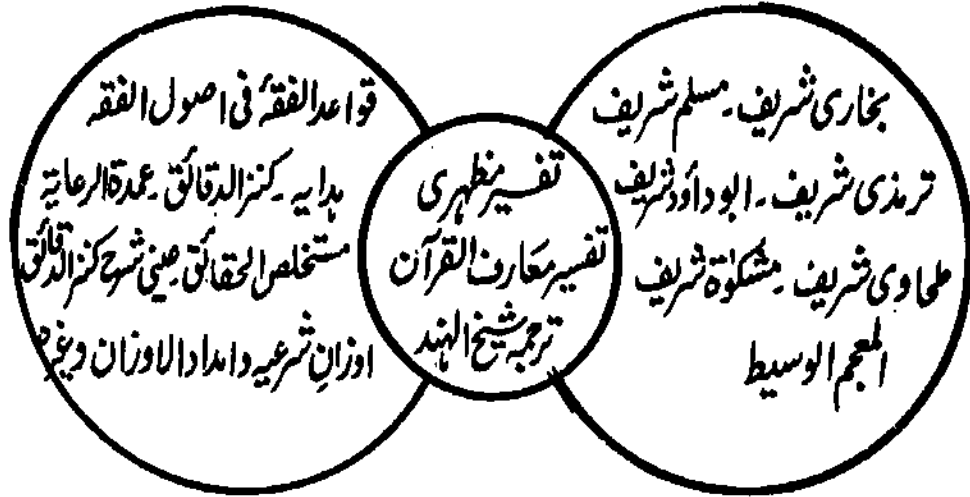
تعارفِ مصنف و فقہاء درسِ نظامی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	وطن	سن ولادت	سن وفات
۱	نور الایضاح	حسن بن عمار الشرنبلالی	مصری	سنہ ۹۹۴ھ	سنہ ۱۰۶۹ھ قاہرہ
۲	قدوری	ابوالحسن احمد بن محمد قدوری	بغداد	سنہ ۳۶۲ھ	سنہ ۴۲۸ھ (بغداد)
۳	ہدایہ	برہان الدین ابوالحسن علی مرغینانی صدیقی	سمرقند	۸ رجب سنہ ۵۱۱ھ	۱۴ ذی الحجہ سنہ ۵۹۳ھ
۴	کنز الدقائق	حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفی	اصفہان ایران	ابتدائے ساتویں صدی ہجری	سنہ ۷۱۰ھ ماوراء النہر ترکستان
۵	متن وقایہ	تاج الشریعۃ علامہ محمود	بخارا	ابتداء چھٹی صدی ہجری	سنہ ۶۷۳ھ (بخارا)
۶	شارح وقایہ	صدر الشریعۃ ثانی عبیداللہ بن مسعود	بخارا	چھٹی صدی ہجری	سنہ ۷۴۷ھ (بخارا)

تعارفِ علم فقہ اور اسکے طبقاتِ رجال

الفقہ لغۃً (س) سمجھدار ہونا کھولنا اصطلاحی معنیٰ الفقہ ھُوَ العِلمُ بالاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ المکتسبُ مِنْ اَدِلَّتِہا التفصیلیۃ مفہوم علم فقہ وہ ہے جسمیں احکام شریعت فروعی اور عملی کا علم ادلۂ اربعہ قرآن وسنت اجماع اور قیاسِ شرعی کے ذریعہ حاصل کیا جائے۔

طبقاتِ فقہاء دورِ نبوت صحابہؓ تابعین تبع تابعین ہر دور میں تفقہ اور فقہ آشنا جماعت سرگرم رہی ہے البتہ متاخرین مجتہدین کے اعتبار سے جماعتِ فقہاء کے چند طبقات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ طبقۂ اول :۔ مجتہد مطلق یا مجتہد فی الشرع یہ حضرات ادلۂ اربعہ قرآن وسنت، اجماع، قیاس شرعی کی روشنی میں اپنے اُصول اور احکام مستنبط کرتے ہیں جیسے امام ابوحنیفہ امام مالک امام شافعی، امام احمد بن حنبل وغیرہ

۲۔ طبقۂ ثانی :۔ مجتہد فی المذہب یا مجتہدِ منتسب، یہ حضرات اُصول میں اپنے امام کے تابع رہ کر فروع اور جزئیات میں اختلاف کرتے ہیں جیسے امام ابویوسف امام محمد امام زفر وغیرہ۔

۳۔ طبقۂ ثالث :۔ مجتہد فی المسائل۔ جن مسائل میں امام سے کوئی نص صریح اور حکم نہ ہو یہ حضرات اپنے امام کے اُصول کے تابع رہکر استنباط مسائل کرتے ہیں جیسے امام طحاوی خصاف کرخی، سرخسی فخر الاسلام علامہ بزدوی وغیرہ

۴۔ طبقۂ رابع :۔ اصحابُ التخریج۔ یہ حضرات اصول وفروع پر کمال نظر کے ساتھ امام صاحب کے قولِ مجمل کی تفصیل اور محتمل الامرین کی تعیین فرماتے ہیں جیسے قاضی خاں اور ابوبکر رازی وغیرہ

۵۔ طبقۂ خامس :۔ اصحابُ الترجیح یہ حضرات اپنے امام سے مروی افضل اور مفضول روایات کا فیصلہ فرماتے ہیں جیسے ھذا اولیٰ ھذا اَصَحُّ ھٰذا اَشْبَہُ بِالفِقْہِ کہنا جیسے امام قدوری مصنف ہدایہ وغیرہ۔

۶۔ طبقۂ سادس :۔ قادر علی التمییز یہ حضرات ظاہر الروایۃ اور غیر ظاہر الروایۃ شاذہ اور نادرہ روایات میں قول قوی وضعیف کا امتیاز فرماتے ہیں جیسے صاحب کنز، صاحب وقایہ، شارح وقایہ وغیرہ۔

طبقاتِ مسائل تین ہیں ۱۔ ظاہر الروایۃ یعنی جامع صغیر، جامع کبیر، سیر صغیر، سیر کبیر، مبسوط، زیادات ۲۔ نوادرات ۳۔ نوازل وواقعات۔ نیز مقدم متونِ اربعہ یہ ہیں مجمع البحرین۔ وقایہ۔ مختار، کنز الدقائق۔

العارض۔ شاہد حسن قاسمی خادم الفقہ والقرآن الحکیم بدار العلوم دیوبند ۱۲ رمضان ۱۴۱۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

M. NIZAMUDDIN
Raiș Darul Ifta
[DA]RUL-ULOOM, DEOBAND (U.P.)

الحاج المفتی نظام الدین الاعظمی باسمہ تعالیٰ
العضو المراسل للمجلس الفقھی لرابطۃ العالم الاسلامی
ورئیس قسم الافتاء بدارالعلوم دیوبند - (الھند)

۴

No. ....

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

Dated ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ
۲۷ - ۱۰ - ۱۹۹۲ء

وبعد، توضیح الوقایہ اردو شرح وقایہ (کتاب النکاح والرضاعۃ) سامنے ہے اسکے بالاستیعاب مطالعہ کی توفیق نصیب نہیں ہوئی، صرف چیدہ چیدہ مقامات دیکھ سکا اور کچھ مقامات خود مؤلف سے پڑھوا کر سنا بعض جگہ احقر نے کچھ مشورہ بھی دیا جسکو مؤلف موصوف نے اپنی سعادت مندی سے قبول بھی فرمایا۔

بڑی کاوش و محنت سے یہ مجموعہ تیار ہوا ہے شرح وقایہ کی تمام درسی ضروریات پر حاوی ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سے دیگر نادر تحقیقات و مسائل پر بھی مشتمل ہے جو طلباء اور مدرسین کے علاوہ دیگر طالب تحقیق کیلئے بھی مفید و نافع ثابت ہونگے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کی اس کوشش کو قبول فرماکر دوسری مزید شروح وحواشی لکھنے اور شائع کرنیکی توفیق عطا فرماکر امت کیلئے نافع بنائیں - آمین فقط کتبہ العبد نظام الدین

مفتی دارالعلوم

یا فتاح

عرضِ مؤلف

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

علم الفقہ جوہر العلوم اور شریعتِ اسلام کیلئے عنصر جامع کی حیثیت رکھتا ہے۔

علم الفقہ محافظ ملتِ اسلام اور عملی طور پر دوام دینِ مصطفےٰ کا ضامن بھی ہے۔

علم الفقہ بحیثیتِ فن شریعتِ مصطفےٰ کی پہچان اور امتیازِ عظیم ہے۔

علم الفقہ کی ہمہ گیر اہمیت کا یہ عالم ہے کہ اقوام یورپ بھی فقہ حنفی سے مستفید ہونے پر مجبور ہیں۔ یورپ امریکہ قانون فہمی اور مقننہ کی صلاحیت واستعداد کیلئے اپنے بیرسٹر اور وکلار کے درسی نصاب میں ہدایہ فقہ حنفی کو شامل رکھتے ہیں۔ ایسے ہی اسوقت چین میں اسلامی احیاء کے موقع پر شرح وقایہ کامل چار جلدیں، چائنیز اداروں میں شاملِ نصاب ہیں۔

راقم الحروف کو بفضلہ تعالےٰ یہ سعادت خداداد حاصل ہوئی کہ سالِ تعلیم ۱۳۹۸-۹۹ھ سے تاحال تقریباً سولہ ۱۶ سالہ مدتِ درس عربی دارالعلوم دیوبند میں فقہ اور تفسیرِ قرآن کریم احقر کا خصوصی موضوع درس رہا ہے۔ نورالایضاح سے قدوری کنز شرح وقایہ ہدایہ تک اسباق تاحال احقر سے متعلق درس رہے ہیں اور احقر خصوصی شوق ولگن کیساتھ یہ خدمت تدریس انجام دے رہا ہے۔

خصوصی طور پر شرح وقایہ وکنز قریب بارہ ۱۲ سال مسلسل زیر درس رہی ہیں اس درسی تجربہ کی روشنی میں احقر نے توضیح الوقایہ اُردو شرح وقایہ (کتاب النکاح والرضاع) مطابق نصابِ دارالعلوم دیوبند تالیف کی ہے جسمیں فقہ حنفی کے مسائل ودلائل کے ساتھ حلِ عبارت اعراب اور مطلب خیز ترجمہ کیا گیا ہے۔

اسکے بعد شرح وقایہ کتاب الطلاق اور توضیح الکنز اردو شرح کنز الدقائق مطابق نصاب زیر قصد ہیں اہلِ علم سے خصوصی دعا اور ایصالِ ثواب اساتذہ واہل خاندان کیلئے خصوصی درخواست ہے۔

شاہد حسن قاسمی خادم الفقہ والقرآن الکریم بدارالعلوم دیوبند یو۔پی (ہند)

بدھ ۲۲؍ رجب المرجب ۱۴۱۴ھ مطابق ۴؍ جنوری (بعد مغرب) ۱۹۹۴ء

کتاب النکاح والرضاعت

(توضیح الوقایۃ اردو شرح وقایۃ)

فہرست مضامین	صفحہ نمبر	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
الاصطلاحات الفقہیہ (حل اللغات) من مسائل کتاب النکاح والرضاع	۱۱	رکن اور شرط میں فرق	۴۸
		قرآن حکیم اور شہادت	۵۵
نکاح کی اصطلاحی تعریف	۳۹	لفظ وصیت سے نکاح کا حکم	۶۳
نکاح کی تعریف فقہاء کی نظر میں	۳۹	الفاظ نکاح اور قانون فقہ	۶۴
فضائل واقسام النکاح	۴۰	خصوصیت ازواج مطہرات اور قرآن کریم	۶۶
فضائل نکاح اور قرآن کریم	″	دلائل امتیاز وخصوصیت ازواج مطہرات	″
نکاحِ واجب	۴۱	معیار شہادت اور قرآن کریم	۶۹
اقسام النکاح باعتبار العقد والعاقد	۴۲	اقسام شہادت	″
النکاح الصحیح، النکاح الفاسد	″	اسلام اور قانونِ شہادت	۷۰
النکاح الباطل، النکاح السّر	۴۳	مراتبِ شہادت، مسلک امام شافعی	۷۳
النکاح التمتع، النکاحِ المؤقت	″	شہادت کی دوسری حیثیت قضاءً	۷۴
النکاح الفضولی، النکاح الموقوف	″	اسباب حرمتِ نکاح، معیار شباب	۷۹/۸۰
تعریف نکاح مصنف کی نظر میں	۴۴	عمر بلوغ کا معیار، مشتہاۃ کی تعریف	۸۴/۸۵
حیض سے پاکی کی علامت	″	دو بہنوں کی حرام صورتیں	۸۹
ایجاب وقبول کی تعریف	۴۷	دو حرام عورتوں کی ایک اور صورت	۹۰

فہرست مضامین	صفحہ نمبر
صابیہ کی تعریف، تاریخ فرقہ صابیہ	۹۸
حالتِ احرام اور نکاح	۱۰۱
نیک عورت نعمت ہے	۱۰۵
ازواج اور بیویوں کی تعداد	۱۰۷
زنا سے حمل کا شرعی حکم	۱۰۸
عورتوں کے مخصوص حالات اور حرمت نکاح	۱۱۳
حرمت نکاح کی شرعی بنیادیں	۱۱۴
نکاح متعہ و نکاح مؤقت کی تعریف	۱۱۹
نکاح اور اسلام	″
نکاح متعہ اور مؤقت کا فرق	″
تاریخ حرمت متعہ	۱۲۰
حرمتِ نکاح متعہ اور حضرت علیؓ کا فتویٰ	۱۲۱
نکاح مؤقت اور مسلک فقہاء	۱۲۲
متعہ اور مؤقت نکاح کی اخلاقی و شرعی حیثیت	″
بابُ الولی والکفوٗ	۱۲۳
اختیار ولی اور قانون شرع	″
اقسام العاقد	۱۲۴
شرائط وکالت	″
اقسام الوکالت	۱۲۵
وکیل کیلئے بنیادی ضابطہ	۱۲۵
شرائطُ الولی	۱۲۶
غیر کفو میں نکاح اور احناف	۱۲۷
نکاح اور باپ دادا کی ضرورت	۱۲۸
اقسام الاجبار	۱۲۹
دورِ حاضر اور طریقہ فسخ نکاح	۱۳۰
ولایتِ اجبار کا ضابطہ	۱۳۴
نکاح کے وقت شوہر کا تعارف و نام	۱۳۷
لڑکی سے اجازتِ نکاح	۱۳۸
شوہر اور بیوی کا اختلاف اور ثبوت نکاح	۱۴۱
چھ مسائل جن میں حلف نہیں ہے	۱۴۲
وہ مسائل جن میں سکوت قانوناً رضامندی ہے	″
مسئلہ نکاح نابالغہ، ولی کا اختیارِ نکاح	۱۴۶/۱۴۸
ولی کے قانونی اختیارات	″
لڑکی کے لئے فسخِ نکاح کی مدت	۱۵۰
قانونِ شرع سے ناواقفیت کا حکم۔	۱۵۱
کیا نابالغ پر بھی حصول علم فرض ہے؟	۱۵۵
بنیادی ضابطے	۱۶۲
نابالغ میاں بیوی کی میراث	۱۶۴

فہرست مضامین	نمبر صفحہ
اصطلاحات الفقہیہ کی تشریحات	۱۶۵
تفصیل قسم اول عصبہ نسبی	۱۶۶
وارث نکاح افراد عصبہ بنفسہ	۱۶۷
اقسام القرابت باعتبار میراث	″
دیانت کی فقہی تعریف	۱۸۰
دباغت کی فقہی تعریف	۱۸۲
برصغیر ہندو پاک اور کفو کا تاریخی جائزہ	۱۸۳
علمائے ربانیین دین اور اصلاح معاشرہ	۱۸۴
الکفو فی الاسلام، کفو کی حقیقت شرعی	۱۸۵
معاشرہ کے لئے کفو کی فطری ضرورت	″
نکاح میں کفو کا مقصد کیا ہے۔	۱۸۸
معیار کفو، اوصاف حسنہ	۱۸۹
مسئلہ کفو کا تجزیہ و تحقیق فقہی	۱۹۱
معیار کفو مصنف کی نظر میں	″
نکاح فضولی اور حکم شرعی	۱۹۳
لڑکے اور لڑکی کا ایک ہی ولی اور قانون شرع	۱۹۵
مسائل و تاریخ مہر حصہ دوم (۲)	۲۰۴
موجودہ دور میں مہر نبوی کی مالیت	۲۰۶
ازواج نبوی کا مہر اور اختلاف روایات کا حل	۲۰۷

فہرست مضامین	نمبر صفحہ
مہر فاطمی اور رسول کی بیٹیوں کا مہر	۲۰۷
مہر فاطمی اور رسول کی دیگر بیٹیوں کا مہر	۲۰۹
کم سے کم کتنا مہر شرعاً ضروری ہے۔	۲۰۹
مہر معاف کرا لینا اور حکم شرعی	۲۱۰
نقشہ مقدار زکوٰۃ اور جدید اوزان	۲۱۱
نقشہ قدیم و جدید فقہی اوزان	۲۱۲
ملک بضعہ سے مراد؟	۲۱۴
مہر کے مختلف فقہی نام	″
اقسام مہر شرعی؟	″
مہر کا ثبوت اور قرآن کریم	″
درہم کی مقدار کیا ہے؟	۲۱۵
مقدار مہر اور اختلاف ائمہ	″
مہر کی شرعی حیثیت	۲۱۶
مہر قرض کی طرح واجب ہے؟	۲۱۷
وطی اور خلوت صحیحہ کی تفسیر	۲۲۰
خلوت صحیحہ کی تعریف؟	″
خلوت صحیحہ اور قرآن کریم	۲۲۱
خلوت صحیحہ کا ثبوت بالآثار والروایات	
مہر کی شرعی طاقت و نحوی مسئلہ	۲۲۳
وجوب مہر المثل کی شرطیں	۲۲۷
معیار متعہ، مقدار متعہ	۲۳۰

فہرست مضامین	صفحہ نمبر
متعہ کی بنیادی شرطیں	۲۲۱
میاں بیوی کی خلوت اور حکم مہر	۲۲۹
خلوتِ صحیحہ اور احادیث	۲۴۰
خلوتِ صحیحہ کا ثبوت بآثار الصحابۃ	〃
خلوت صحیحہ کا معیار	۲۴۲
نامرد انسان کی خلوت کا حکم	۲۴۳
مسلکِ فقہاء، صوم نذر کا حکم	۲۴۴
الخمسۃ المتقدمۃ سے کیا مراد ہے؟	〃
مہر مطلقہ کی چار صورتیں	۲۴۸
درہم اور دینار اور روپے کا حکم	۲۵۳
ادائے مہر کی مختلف صورتیں	۲۵۵
فرقِ مسائل	۲۵۸
عقد ثانی اور شریعت اسلام	۲۶۳
مہر مثل کا اعتبار کس عورت کیلئے ہے	۲۷۳
مہر مثل اور شرائطِ و معیار	۲۷۴
مہر مثل کا اعتبار، اوصافِ مماثلت	۲۷۵
باپ کے خاندان سے کیا مراد ہے؟	۲۷۶
اوصافِ مماثلت کی مقدار	۲۷۷
باپ کے خاندان میں لڑکیاں نہ ہوں	۲۸۲
بیع اور نکاح میں بنیادی فرق	۲۸۶

فہرست مضامین	صفحہ نمبر
عورت کے اختیارِ خصوصی اور قانون اسلام	۲۹۲
اختلاف مہر کی تفصیلات	۳۰۲
پیشی مقدمات اور ضابطۂ شرعی	۳۰۳
اختلاف فی المہر کی صورتیں	〃
اختلافِ مہر بعد طلاق	۳۱۲
اختلاف مہر اور طلاق بعد الوطی	۳۱۳
اختلاف المہر بعد موت احد من الزوجین	۳۱۶
غیر مسلم اور انکا پرسنل لاء	۳۲۰
مذہبی آزادی اور اسلام	۳۲۱
اسلامی ملک میں اقلیتوں کے حقوق	〃
نومسلم اور حالتِ کفر کا مہر	۳۲۳
باب نکاح الرقیق والکافر	۳۲۶
احکام الفقہیہ	۳۲۸
غلام کی قیمت اور مہر	۳۳۴
خودکشی اور مہر	۳۳۹
فرمانِ رسول ؐ اور باپ دادا کے حقوق	۳۴۸
مسلک امام ابوحنیفہ اور ملکیتِ زوجین	۳۵۴
غیر مسلم بچہ اور قانون شرع	۳۶۰
عورت اور اختیار طلاق	۳۶۲

فہرست مضامین	صفحہ نمبر
دو ملک اور قید خانہ میں زوجین کا حکم	۳۶۵
مرتد میاں بیوی اور قانونِ شرع	۳۶۶
باب القسم	۳۶۷
ایک سے زائد بیوی اور قانونِ شریعت	۳۶۸
مذہبِ اسلام اور انسانی فطرت کا احترام	۳۶۹
نکاح کے بعد مرد کی ذمہ داری	۳۷۰
حقوق خواتین اور قرآن کریم	۳۷۱
انصاف نہ کرنے پر صرف ایک بیوی	۳۷۲
بیوی پر ظلم اور اسلامی عدالت	۳۷۳
بیویوں سے انصاف اور فرمان رسول علیہ السلام	۳۷۵
مذہبِ اسلام اور باندیوں کے حقوق؟	۳۷۶
ایک سے زائد بیوی ہو تو سفر میں کس کو لیجائے؟	۳۷۷
کتاب الرضاع	۳۷۸
ثبوت رضاعت اور قرآن کریم	۳۷۹
ثبوت رضاعت اور ارشاد نبی علیہ السلام	〃
رضاعت کی فقہی تعریف، حکم رضاعت	۳۸۰
مقدارِ رضاعت اور مسلکِ فقہاء	۳۸۱
مسلک امام اعظم رح ابو حنیفہ	〃
امام شافعی رح کی دلیل کا جواب	۳۸۲

فہرست مضامین	صفحہ نمبر
امام نووی رح کا قول	۳۸۳
اجماعِ امت، مدت رضاعت اور مسلک فقہاء	۳۸۳/۸۴
مدت رضاعت کے بعد عدمِ حرمت	۳۸۵
وہ تین صورتیں جو مراد ہیں	۳۸۹
ایک علمی اعتراض، فقہی اعتراض	۳۹۰/۹۱
جوابِ اعتراض	۳۹۲
رضاعت میں حلال رشتے	〃
حرمت رضاعت کی استثنائی صورتیں	۳۹۳
الضوابط الفقهية في مسألة الرضاعة	۳۹۷
معیارِ حرمت	۴۰۵
عورت کا دودھ کسی دوسری چیز میں ہو تو	۴۰۹
کھانے میں عورت کا دودھ؟	۴۱۰
عورت کا دودھ بغیر پکے ہوئے کھانے میں	۴۱۱
کنواری لڑکی کا دودھ؟	〃
مردہ عورت کا دودھ پینا؟	۴۱۲
مرد کا دودھ؟	〃
چھوٹے بچے کے پچھلے حصہ میں عورت کا دودھ	〃
وضاحت حرمت	۴۱۵
ثبوتِ رضاعت کیلئے نصابِ شہادت	۴۱۶

توضیح الاصطلاحات الفقھیہ

(علیٰ ترتیب الکتاب)

لغات الفقہیہ	توضیح لغات الفقہیہ بلغۃ العربیہ	بلغۃ الاردویہ
اَلنِّکَاحُ	ھو فی اللغۃ الضَمُّ والجمعُ والوطی و فی الشرع عَـقْـدٌ موضوع لِملك المتعۃ	لغت میں نکاح ملانا۔ جمع کرنا اور ہمبستری کرنا ہے اور اصطلاح شرع میں ایک ایسے عقد کا نام نکاح ہے جو ایک خاص قسم کے فائدہ کا مالک ہونے کے لیے وضع ہوا ہے۔
عَقْدٌ	ھو ربط اجزاء التصرف شرعًا بالایجاب والقبول او ھو التزام المتعاقدین وتعمدھما امرًا، فھو عبارۃ عن ارتباط الایجاب والقبول بحیث لاینفكُّ احدٌ من الآخر	شرعًا ایجاب وقبول کے ذریعہ اجزائے تصرف (یعنی ایجاب وقبول) کو جوڑنا یا متعاقدین کا کسی چیز کا قصدًا پابند بننا گویا ایجاب وقبول کے جڑنے کا نام عقد ہے اس طریقہ پر کہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو سکے۔
مَوضُوعٌ	المادۃ الّتی یبنی علیھا المتکلم او الکاتب کلامہ۔	وہ مادۂ کلام جس پر متکلم یا کاتب اپنا کلام قائم کر سکے۔
مِلْكٌ	ھو شرعًا اختصاص العمل	کسی حلال چیز یا حلال کام کے لیے

	فی التصرف بحسب الشرع ۔	حق تصرّف کسی کے لیے خاص طور پر حاصل ہو جانا قانون شرع کے مطابق ۔
مُتْعَةٌ	هی اسم للتمتع وهی ما یتمتع وما ینتفع به من الصید والطعام والمرءة مطلقًا۔	تمتع کا اسم مصدر ہے یعنی ہر فائدہ مند اور نفع بخش چیز مثلاً شکار کھانا اور بیوی سے بقدر جواز فائدہ اٹھانا ۔
مِلْكُ مُتْعَةٍ	یطلق خاصة لربط الخاص بین الزوجین او بین المولی وامته۔	مجموعی طور پر ملک متعہ میاں بیوی یا آقا، باندیوں کے درمیاں مخصوص رشتہ زوجیت یا حکم زوجیت کے لیے بولا جاتا ہے۔
اِسْتِمْتَاعٌ	طلب نفع الحلال من المراة ۲ وامته۔	عورت یا اپنی باندی سے جائز منافع حاصل کرنا
اَلْاِیْجَابُ	اول کلام یصدر من احد العاقدین لاجل انشاء التصرف وبه یوجب ویثبت التصرف۔	معاملہ اور عقد کے وقت قول اوّل ایجاب ہے جو حق تصرف حاصل کرنے کے لیے عاقدین میں سے کسی ایک نے ابتداء کی ہے اور اس سے حق تصرف ثابت ہو جاتا ہے۔
اَلْقَبُوْلُ	کلام ثانی یصدر من احد العاقدین لاجل انشاء التصرف وبه یتم العقد۔	وقت عقد قول ثانی جبکہ متعاقدین میں سے کسی ایک نے حق تصرف حاصل کرنے کے لیے ایجاب کیا ہو۔ اور قبول سے عقد اور معاملہ مکمل ہو جاتا ہے۔
اَلشَّرْطُ	هو تعلیق شیء بشیء بحیث	ایک چیز کو دوسری چیز پر اس طرح معلق

	اذا وجد الاول وجد الثانی وقیل الشرط ما یتوقف علیه وجودُ الشیٔ ویکون خارجاً عن ماهیته ولا یکون موثراً فی وجوده۔	کرنا کہ جب پہلی چیز پائی جائے، تو دوسری چیز ضرور پائی جائے۔ تعریف ثانی۔ یا شرط کی ایک دوسری تعریف یہ بھی ہے کہ جس پر کسی چیز کا وجود موقوف ہو۔ اور وہ شی کی ماہیت سے خارج ہو اور شی کے وجود و قوام میں اس کا کوئی اثر نہ ہو
اَلتَّنْقِیْحُ	اختصار اللفظ مع وضوح المعنی المراد فی شرح الوقایه تنقیحُ الاصول کتابٌ عظیمٌ فی اصولِ الفقه اَلمُؤَلَّفُ من شارح الوقایه۔	وضاحت معنی بیان کرنے کے ساتھ الفاظ مختصر رکھنا۔ اور شرح وقایہ میں التنقیح سے مراد شارح وقایہ کی کتاب تنقیح الاصول ہے جو اصول فقہ میں اہم کتاب ہے۔
حِسٌّ	القوۃُ الحاسّه الظاهره اِی الباصرۃ والسامعه والشامّة والذائقة واللامسه۔	محسوس قوت، حواس خمسہ ظاہرہ جیسے دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے، چھونے کی قوتیں۔
اَلْبَیْعُ	مبادلةُ المال المتقوم تملیکاً وتملکاً بالتراضی بین العاقدین۔	باہمی رضامندی سے مال متقوم محترم مالِ حلال کا لین دین کرنا۔ دوسرے کو مالک بنانے یا خود مالک بننے کے لیے
اِرْتِبَاطٌ حُکْمِیٌّ	المراد به الرّبط الخاصُّ الثابت بحکم الشرعی۔	حکم شرع کے نتیجہ میں حاصل ہونے والا خاص تعلق مراد ہے۔
آلَةٌ	الواسطة بین الفاعل ومفعوله فی وصول اثره الیه۔	فاعل کا اثر مفعول تک پہنچنے کا واسطہ اور ذریعہ آلہ کہلاتا ہے۔

اصطلاح	عربی	اردو
التوکیل	هو اقامة الغير مقام نفسه في التصرف ممن يملكه۔	کسی کو اپنا قائم مقام اور وکیل بنانا عملی تصرف اور کارکردگی کے لیے ان چیزوں میں جن کا وہ موکل مالک ہو۔
اَقسامُ الوَکیل	الاوّل الوکیل الخاصّ هوَ الذی یُوکَّلُ به الامرُ الخاصّ والثانی الوکیل العامّ هو الذی تُوکَّلُ به الامورُ العامّةُ بقولِ المالِکِ اِعمَل برائِک	وکیل کی دو قسمیں ہیں (۱) وکیل خاص۔ جس کو صرف کسی خاص معاملہ کا اختیار مؤکل نے دیا ہو۔ (۲) وکیل عام جس کو موکل نے تمام معاملات کے لیے مختار عام بنا دیا ہو۔
شَرائِطُ التَّوکِیل	من شرطه ان یکون حرًّا عاقلاً بالغًا امینًا غیرَ سفیهٍ۔	وکیل شرعی، آزاد، عاقل، بالغ، باشعور، دیانت دار شخص ہو سکتا ہے۔
حُکمُ الوَکالَة	مایجوز للموکل، یجوزُ للوکیل فی الخصومات والمقدمات الّا ان یکون من الوکیل خیانةٌ واضِحَةٌ۔	یعنی وکیل کو موکل کی برابر اختیار مقدمہ تک حاصل ہے تاوقتیکہ وکیل کی جانب سے کھلی بد دیانتی نہ ہو۔
بُطلانُ الوکالة	الوکالة تبطل بابطال الموکل او بموته او بکونه مرتدًا او بلحوقه بدار الحرب وهکذا بموت الوکیل او بلحوقه بدار الحرب او بکونه مرتدًا او بفسخ الموکل او بحضور	یعنی وکیل کی وکالت ان حالات میں فسخ اور باطل ہو جاتی ہے (۱) موکل یا وکیل کا مرتد ہو جانا (۲) دار الحرب چلے جانا (۳) موکل یا وکیل کا مر جانا۔ یا مؤکل کی جانب سے وکالت وکیل کو منسوخ، ختم کر دینا۔ نیز مجلس مقدمہ میں پیروی سے مؤکل کے آنے سے

	الموکّل فی مجلس الخصم	بھی وکیل کی وکالت کا حکم ختم ہو جاتا ہے۔
اَلْھِبَۃُ	تملیكُ العین بلاعوضٍ	کسی شخص کو بغیر معاوضہ کے کسی چیز کا مالک بنا دینا۔
تَمْلِیْكٌ	ھو جعلُ الرّجل مالكًا بالعوض او بغیر العوض	معاوضہ یا بغیر معاوضہ کسی چیز کا مالک بنا دینا۔
صَدَقَۃٌ	ھی العطیۃ التی تبتغی بھا المثوبۃ من اللّٰہ تعالٰی	ایسا عطیہ جس کے ذریعہ حصول ثواب من اللّٰہ مقصود ہو
اِجَارَۃٌ	تملیك المنافع بالعوض، کاُجرۃ الحمّال وغیرہ۔	معاوضہ کے ساتھ کسی چیز کے منافع کا مالک بنا دینا۔ جیسے مزدور کی مزدوری وغیرہ۔
اِعَارَۃٌ	تملیكُ المنفعۃ بلاعوضٍ۔	کسی چیز کے نفع کا مالک بنانا بغیر معاوضہ کے جیسے کسی کو اپنا کوئی سامان مانگا ہوا دینا۔
وَصِیَّۃٌ	تملیكٌ مضافٌ الٰی بعد الموت۔	کسی کو ایسا مالک بنانا جس میں نسبت ملکیت موت کے بعد حاصل و نافذ ہو۔
مَھْرٌ	مایقابل البُضع من المال حلالاً۔	حلال طریقہ پر "مثلاً نکاح یا باندی کے" مخصوص حصّہ سے نفع اٹھانے کا۔۔۔ معاوضہ مالِ مہر ہے
اَلْفَاسِقُ	یعنی من یرتکب الکبائر	جو شخص گناہ کبیرہ انجام دینے کے ساتھ

	ويصرّ على الصغائر	گناہ صغیرہ پر مسلسل قائم رہے۔
أقسام الفاسق	لهٗ قسمان الاول الذى لم يعلن الكبائر والثانى الفاسق الذى يعلن الكبائر هو اشدّ	دو ہیں (۱) جو کھلے عام بدکاری کرتا ہو (۲) وہ فاسق جو اعلانیہ بدکاری نہ کرتا ہو دونوں کے احکام میں فرق ہے۔
ذِمّيٌّ	هو المعاهد من الكفّار لانهٗ أُومِنَ على ماله ودمه ودينه بالجزية۔	دارالاسلام میں وہ غیر مسلم جس سے معاہدہ امن کے نتیجہ میں سالانہ محصول جزیہ ادا کرنے کی وجہ سے اس کا اپنا مذہب اور جان و مال کی ذمہ داری لی گئی ہے۔
صَغِيرٌ	هو الصبى الذى لم يفهم البيع والشراء ولم يفرق الربح والغبن ويُقدَّر عمرهٗ قبل السبع	نابالغ بچہ جو معاملات کو نہ سمجھ سکے جس کی عمر کا اندازہ سات سال تک ہے۔
بَالِغَةٌ	هى التى تجاوزت عن حد الصِّغر ليحكم عليها الشارع بالتكاليف الشرعية	جو لڑکی بچپن کی حدود سے نکل کر مکلّف شرعی اور ذمہ دار بن گئی ہو جس کی عمر نو سال سے زائد ہو۔
مُولِيَةٌ	المراة التى يلى الولىّ امرها۔	وہ لڑکی جس کی ولایت اور معاملات کی ذمہ داری ولی کو حاصل ہو۔
أَصْلٌ	ما يُبتنىٰ عليه غيره وفى الشرع عبارة عمّا يُبتنىٰ عليه غيرهٗ ولا يُبتنىٰ هو على غيره۔	جس پر کسی چیز کی بنیاد رکھی جائے اور فقہی اصطلاح میں اصل وہ ہے جس پر دوسری چیز کی بنیاد اور قیام شئ ہو وہ اصل خود اپنے غیر کے وجود پر

		قائم ہو۔
فَرُعٌ	خلاف الاصل وھو اسم لشی یَبْتنیٰ علیٰ غیرہٖ ویقاس علیہ ای مایتفرّع من اصلہٖ۔	یہ اصل کی ضد ہے۔فرع نام ہے ایسی چیز کا جو اپنے غیر کے وجود پر قائم ہو۔ اور اس کو کسی چیز پر قیاس کیا جاسکے اور فرع اپنی اصل سے نکلتی ہے۔
اَلرِّضَاعُ	مصُّ الرّضیع من ثدیی الادمیّۃِ من مدۃ الرّضاع۔ مصّۃً اواکثرَ۔	مدّت رضاعت دو سال تک کسی بچہّ یا کسی بچیّ کا عورت کی پستان سے دودھ چوسنا ایک مرتبہ یا زیادہ۔
مَزْنِیَّۃٌ	الموطوءۃ من قُبُلٍ خالٍ عن ملکٍ وشبھۃِ ملکٍ	وہ عورت جس کے اگلے راستہ میں ہمبستری کی جائے بشرطیکہ وہ عورت ملک نکاح ملک یمین اور شبہ ملک سے خالی ہو،"مثلاً کسی غیر کی باندی یا اجنبیہ یا مطلقہ اندر عدّت نہ ہو"۔
مَمْسُوْسَۃٌ	ھی التی مسّھا بلا حائلٍ بالشھوۃِ	ایسی عورت جس کو شہوت کے ساتھ رکاوٹ دکپڑے کے بغیر مرد نے چھوا ہو۔
مَاسَّۃٌ	ھی التی مسّتِ الرّجلَ بالشّھوۃِ بلاحائلٍ۔	جو عورت مرد کو شہوت کے ساتھ کسی رکاوٹ اور کپڑے کے بغیر چھولے۔
مَنْظُوْرَۃٌ	ھی التی نظر فرجَھا الدّاخلَ بالشھوۃ بلاحائلٍ وبلا ضرورۃِ طبٍّ وشرعیٍّ قصداً	جس عورت کی اندرونی شرمگاہ مرد شہوت کے ساتھ پردہ کے بغیر شرعی اور بیماری کے علاج کی ضرورت کے بغیر دیکھے قصداً۔

مُشْتَهَاةٌ	امراة یرغب فیها الرّجال وھی بنت تسع سنین فصاعدًا	ایسی لڑکی جس کی طرف مردوں کی خواہش نفس ہونے لگے اور یہ لڑکی نو سال یا اس سے زیادہ کی ہونی چاہیے۔
عِدَّةٌ	تربصٌ یلزمُ المرأۃ عند زوال النکاح المتاکدِ اوشبهہٖ او موت الزوج۔	انتظار کی وہ مدت جو عورت پر لازم ہوا کرتی ہے جب اس کا نکاح شرعی یا شبہ نکاح ختم ہو یا شوہر مر جائے۔
یَمِیْنٌ	تقویۃ احد طرفی الخبر بذکر اللّٰہ او بصفاته الذاتیۃ او التعلیق	وہ کلام جس کے دو طرف (مبتدا و خبر) میں سے کسی ایک کو اللہ یا صفات یا شرط سے مضبوط کرنا ہو
اَلْمُخْتَصَرُ	کتاب معروف بالقدوری	یہ ایک کتاب کا نام ہے جو "قدوری" کے نام سے مشہور ہے۔
کِتَابِیَۃ	ھو الکافر الذی یدین بعض الادیان السماویہ کالیہود والنصاری وغیرھم	ایسے غیر مسلم جو کسی سماوی دین کے معتقد ہوں مثلاً یہودی یا عیسائی وغیرہ۔
الصَّابِی	ھم الذین اعرضوا من الادیان کلها واشرکوا باللّٰہ تعالیٰ و اختاروا عبادۃ الملائکہ والکواکب ھذا عند الصاحبین وعلیٰ قول ابی حنیفۃ ھم قوم من النصاریٰ معتقدون الـــزبـــور والـــداؤد۔	اس قوم کو کہا جاتا ہے جو کسی دین کے معتقد نہ ہوں، اللہ کا شریک مانتے ہوں فرشتوں اور ستاروں کی عبادت کرتے ہوں یہ تعریف تو صاحبین کے نزدیک ہے لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ نصاریٰ کی ایک جماعت ہے جو عقیدہ رکھنے والے ہیں زبور داؤدؑ پر اس لیے یہ کتابی ہیں۔
اَلْکَافِرُ	الذی یُنکرُ الدین کلهٗ او بعضهٗ	کافر وہ ہے جو پورے اسلام یا جزء کا منکر ہو۔

اصطلاح	عربی تعریف	اردو ترجمہ
اَلاِحْرَامُ	نیۃُ الحجِّ والعمرۃِ مع التلبیۃِ ومجازاً ردا آنِ غیرُ مصبوغینِ	حج اور عمرہ یا دونوں کی نیت مع تلبیہ کرنا اور مجازاً دو چادر جو رنگین اور سلی ہوئی نہ ہوں
مُحْرِمٌ	من اَحرم بالعمرۃ او بالحج اوبہما من المیقات او قبل المیقات	جو عمرہ —— یا حج یا دونوں کا احرام باندھے۔ میقات میں یا میقات سے پہلے :
طَولُ الحُرَّۃِ	ھی القدرۃ علی تزوجِ الحُرّۃِ شرعاً۔	ایسی قدرت کا نام ہے جس کی بدولت آزاد عورت سے شادی ہو سکے۔
الحِلُّ الاصلی	المراد بہ ما احلّ اللہ تعالیٰ بقولہ اُحِلّ لکم ما وراءَ ذالکم الایۃ بعد ذِکر المحرمات فی سورۃ النِّسَاءِ ۔	اس سے مراد واحلّ لکم کے ذریعہ نکاح کے لیے اصلاً حلال عورتیں علاوہ ان محرمات عورتوں کے جن سے نکاح حرام ہونیکا تذکرہ سورۃ النساء پارہ ۴ میں ذکر ہے۔
زِنًا	الوَطأُ مِن قُبُلٍ خالٍ عن ملکٍ وشبہۃِ ملکٍ ۔	ایسا فعل جو عورت کے اگلے راستے میں کیا جائے جس پر نہ اپنا ملک نہ شبہ ملک ہو۔
سَیِّدَۃٌ	ھی التی تملِکُ العبدَ المملوکَ	کسی غلام کی آقا اور مالک عورت۔
مَجُوسِیۃٌ	ھی التی تَعبد النّار۔	آگ کی عبادت اور پوجا کرنے والی عورت۔
اَلوَثَنِیَّۃُ	ھی التی تعبدُ الصّنم وتُشرِکُ	بت کی عبادت اور پوجا کرنیوالی عورت۔
حَامِلٌ	ھی الحبلیٰ من المرأۃِ واَصلُھَا حاملۃٌ ۔	حاملہ عورت حامل کی اصل حاملہ ہے۔
نَسَبٌ	النِّسبۃُ الحاصلۃ عن الابوینِ من الشرافۃ والدنائۃ	اعلیٰ یا ادنیٰ نسبت خاندانی جو والدین سے حاصل ہو۔
مَسْبِیَّۃٌ	المرأۃُ التی سُبِیَت وَاُخِذَت	جو عورت کفار کے قبضہ سے قید کرلی گئی ہو

اصطلاح	تعریف	ترجمہ
	من ايد الكفار	
اَلفِرَاشُ	كون المراة متعينةً لثبوتِ نسبِ ماتاتى به من الولد او تعلقٌ خاصٌ بالمراة ۔	جو عورت اپنے بطن سے پیدا ہونے والے بچہ کا نسب ثابت ہونے کیلیے متعین ہو یا کسی مرد کا حلال مخصوص تعلق ہونا فراش ہے
نِكَاحُ الْمُوَقَّتُ	هو ان يتزوج امراةً بشهادةِ شاهدين لزمانٍ موقّتٍ مثلاً عشرةَ ايامٍ (الهداية) ۔	کسی عورت سے دو گواہ کی موجودگی میں محدود وقت کا نکاح کرنا مثلاً دس دن کے لیے نکاح کرنا (ھدایہ)
وَلِیُّ (بالنكاح)	من له ولايةُ التزويج وهو الولیُّ العصبه بنفسه بترتيب الارث والحرمان ۔	جسے نکاح کرانے کا حق شرعی حاصل ہو اس میں وہی تفصیل ہے جو باب الفرائض میں عصبہ بنفسہٖ ونسبی میں مستحق وراثت یا محروم ہونے کے اعتبار سے ہے۔
کُفُوٌ	مساواةٌ مخصوصةٌ بين الزوجين اوكونُ الزوجِ نظيراً للزوجةِ باعتبار النسبِ اوباوصافٍ مخصوصةٍ عرفيةٍ ۔	میاں بیوی کے درمیان ایک خاص قسم کی برابری یا دوسرے لفظوں میں شوہر کا بیوی کے ہم مثل ہونا۔ یا باعتبار نسب یا باعتبار خصوصی صفات معاشرتی عرفی کی نسبت کا نام کفوٗ ہے۔
مُكَلَّفَةٌ	هى المسلمةُ العاقلةُ البالغة	مسلمان عاقلہ بالغہ عورت ۔
اِعْتِبَارٌ	النظر فى الحكم الثابت والحاق نظيره	ثابت حکم پر نظر کرنا اور حکم کی نظیر کو حکم سے ملانا۔
اِجَازَةٌ	هى جعل الشئ جائزا اى نافذاً ۔	کسی چیز کو جاری کرنا، نافذ کرنا۔
عِبَارَةٌ	هى الالفاظ الدالة على المعانى	مقصود پر دلالت کرنے والے الفاظ

	لانها تفسير ما في الضمير الذي	کا نام عبارت ہے کیونکہ عبارت سے ہی
	هو مستور۔	دل میں چھپی ہوئی باتوں کو واضح کیا جاتا ہے۔
فَسخٌ	هو رفع العقد على و...	بغیر کسی کمی و زیادتی کے ... وہ ...
	كان قبله بلا زيادة ونقصانٍ	پر ہی عقد اور کسی معاملہ کو ختم کر دینا۔
الوَلَايَةُ	هي تنفيذ القول على الغير	قانوناً اپنی بات دوسرے پر لازم کرنا خواہ اس
الاِجبار	شرعًا شاء الغير اولا	کی مرضی کے مطابق ہو یا نہ ہو۔
اَقسامُ	الاول ولاية الاجبار مع	ولایت اجبار کی پہلی قسم ہمیشہ لازم رہنے
الاِجبار	الالزام كولاية الاب والجدّ	والا اختیار ولی ہے جیسے باپ یا دادا کا
	والثاني ولايت الاجبار محض	ولی نکاح ہونا دوسری قسم ایسا ولی ہونا جو
	اي بغير الالزام كولايت غير الاب والجدّ	بالغ ہونے پر لازم نہ رہ سکے جیسے چچا اور بھائی وغیرہ
ثَيِّبٌ او	خلاف الباكرة وهي التي	باکرہ کی ضد ہے اور ثیبہ وہ عورت ہے
ثَيِّبة	جامعها بالغة او قريبَ البلوغ	جس سے مرد نے ہمبستری کر لی ہو۔
بِكرٌ او	هي المرأة التي لم توطا	باکرہ وہ کنواری عورت ہے جس سے
باكرةٌ	قطّ او توطأ اتفاقًا ولم تشهر به	کبھی وطی نہ کی گئی ہو یا اتفاقی وطی کی شہرت نہ ہوئی ہو
ضِحكٌ	انبساط الوجه بحيث يُظهِرُ	چہرہ کا اس طرح کھلنا جس سے انسان
	من الانسان السرورَ فانْ	کی خوشی معلوم ہوتی ہے اگر اس میں آواز
تبسم	كان بلا صوت فتبسمٌ ان كانَ	نہ ہو تو تبسم ہے۔ اور اگر آواز ہو، اور اسے
	بصوت يُسمع من بعيدةٍ	دور سے بھی سنا جا سکتا ہے تو قہقہہ ہے
قهقهه	فقهقهةٌ والا فضحكٌ	ورنہ اسے ضحک کہا جاتا ہے۔
رِضَاءٌ	الاختيار والقبول وعند	پسندیدگی اور قبولیت اور حضرات
	الصوفية سرورُ القلبِ	صوفیاء کے نزدیک رضا نام ہے دل

	بمرّ القضاء	کا تقدیر پر خوش رہنا۔ ان کا محاورہ ہے رضاء بالقضاء۔
حَيْضٌ	هو دم ينفض رحمُ امرأةٍ بالغةٍ لاداءَ بها ولا حبل مدة ثلاثة ايامٍ عند ابي حنيفة	بالغہ عورت کے رحم سے خاص خون کا نکلنا جس کا سبب کوئی بیماری نہ ہو اور حمل نہ ہو بلکہ شرط یہ ہے کہ خون ۳ دن جاری رہے۔
جَرَاحَةٌ	تفرق اتصال من اللحم من غير قيح	گوشت کے ملے ہوئے حصوں کا پھٹ جانا پیپ کے بغیر زخم ہے۔
تَعْنِيسٌ	المرأةُ التي طال مكثها بعد ادراكها من منزلِ أهلِها حتى خرجت من عدادِ الابكارِ	جو عورت بغیر شادی کے بہت دنوں تک بالغ ہونے کے باوجود بیٹھی رہ جائے حتیٰ کہ وہ ثیبہ معلوم ہونے لگے۔
مَجْلِسٌ	موضع الجلوس وهيئةٌ مخصوصة والمجلس يتبدلُ باحدِ الامرينِ الاول بالقيام والاعراض ۲ والاشتغال بعملٍ آخر	بیٹھنے کی جگہ یا مخصوص ہیئت ونشست فقہۃً مجلس بدلنا یہ ہے (۱) اعراض اور کھڑا ہو جانا (۲) کسی ایسے دوسرے کام میں لگ جانا جو پہلے کام سے مختلف ہو۔
جَهْلٌ	هو اعتقاد الشئ على خلافِ ما هو۔	خلاف واقعہ چیز کا یقین کرلینا۔
سُدىٰ	التعطل عن العمل۔	زندگی کو بیکار اور بے عمل چھوڑ دینا۔
صِبْيَانٌ	جمعُ صبيٍ وهو الصَّغيرُ قبلَ الغلامِ۔	صبی کی جمع ہے۔ وہ بچہ جس کی عمر غلام کی حد کو نہ پہونچی ہو۔ یعنی عمر شعور نہ ہو۔
اَلْغُلَامُ	هو من حين يولد الىٰ ان	پیدائش سے لیکر جوان ہونے سے پہلے

	يشبّ۔	پہلے تک کی عمر کے بچہ کو کہا جاتا ہے۔
اَلْقَضَاءُ	هو فصلُ الخصوماتِ وقطعُ المنازعاتِ۔	ایسا فعل جس سے مقدمات کا تصفیہ اور جھگڑے کے فیصلے کئے جائیں۔
اَلعَصَبَةُ	المراد هنا العصبة بنفسه وهو كلّ ذكرٍ من بنيهِ وقرابتِ ابيهِ	یہاں کتاب میں عصبہ بنفسہ مراد ہے اور وہ ایسا مذکر رشتہ ہے جو میت کے بیٹیا باپ کی قرابت اور رشتہ سے ثابت ہو۔
اِرْثٌ	بقيةُ الشئِ وَالميراثُ والامرُ القائمُ توراثهُ الأخرُ عن الاوّلِ۔	کسی چیز کا باقی حصہ، میراث اور روایۃً ایسا امر موجود جس کو بعد کے لوگ پہلے لوگوں سے وراثۃً حاصل کریں۔
حَجْبٌ	منعُ شخصٍ معينٍ عن ميراثهِ إمّا كلّه او بعضه بوجودِ شخصٍ اٰخر،	کسی معیّن آدمی کا اپنی میراث سے بالکلیہ یا کچھ حصے سے محروم ہونا کسی دوسرے آدمی کے مستحق میراث ہونے کی وجہ سے۔
اَلتَّكْلِيْفُ	الزامُ الكلفةِ علی المخاطبِ المكلّفِ	عاقل اور بالغ انسان پر احکام شرعیہ لازم ہو جانا۔
اِسْلَامٌ	هو تصديقُ محمدٍ عليه السلام قلبًا ولسانًا فی جميعِ ماجاء بهِ عنِ اللّٰه تعالیٰ ممّا علم مجيئهُ قطيعةً وبداهةً	حضرت محمدؐ کی تصدیق قلب و زبان سے کرنا تمام احکام کے بارے میں جنکے آنے کا علم بدیہی اور قطعی طور پر ہوا ہے۔
مُوَالَات	معاهدةُ شخصٍ شخصًا اٰخر علیٰ انه اِن جَنیٰ فعليهِ اَرشهُ وان ماتَ فميراثهُ لَهُ	کسی انسان کا دوسرے سے ایسا معاہدہ کرنا کہ اگر وہ کوئی جنایت اور نقصان کرے تو اس کا شرعی ضمان اس دوسرے

عصبۂ سببی		شخص پر ہوگا اس ایفائے معاہدہ کے بعد اگر وہ معاہدہ کرنے والا مر گیا تو اس کی میراث اور ترکہ اس دوسرے کو بحق موالات ملے گا اس کو عصبۂ سببی کہتے ہیں۔
الوَلِیّ	نافذُ القول علی الغیر شرعًا شاءَ الغیرُ أم لا للولی قِسمان	ولی وہ شخص ہے جو قانون شرع کے مطابق اپنی بات دوسرے پر جاری کر سکتا ہے۔ ولی کی دو صورتیں ہیں
ولیٔ اقرب	من له ولایة الاجبار حالاً لِنکاح الصغیرةِ وغیرِ ذلك۔ کالاب والجدِّ۔	ولی قریب وہ شخص ہے جس کو فی الحال نابالغ کا نکاح اور دیگر معاملات میں شرعًا قانونی اختیار حاصل ہو۔
ولیٔ ابعد	من له ولایةٌ علی الصغیرةِ للنکاح وغیر ذلك بعدمِ ولیٍ اقربَ کالعمّ بعدمِ الاَبِ وَالجدِّ۔	ولی بعید وہ ہے جس کو نابالغ پر اختیار نکاح وغیرہ حاصل ہو ولی قریب کے نہ رہنے کی وجہ سے جیسے چچا ولی بعید کو حق ولایت حاصل ہے باپ اور دادا کے نہ رہنے کی بنا پر۔
الخَبَرُ	هو الکلام محتمِل للصدقِ وَالکِذبِ۔	ایسا کلام جس میں صدق وکذب دونوں کا احتمال ہو۔
مجنونۃ	هو من لم یستقم کلامها وَافعالها حِساً	ایسی عورت جس کے اقوال افعال محسوس طریقہ پر درست نہ ہوں۔
العَرَبُ	هو الذی له نسبٌ صحیح من سکان العرب ولسانه عربی مبینٌ	وہ اصل باشندگان عرب جن کا نسب نامہ درست ہو اور جن کی مادری

		زبان عربی ہو۔
عَجَمٌ	من غیر العرب سواء کان فصیحًا اوغیر ذالك ۔	عرب کے علاوہ دوسرے باشندے خواہ وہ فصیح الکلام ہوں یا نہ ہوں ۔
اَبَوَیْن	المراد به الاب والام اوالاب والجد ۔۔۔	ماں باپ یا باپ دادا کے لیے بولتے ہیں
مُسْلِم بِنَفسِہٖ	الّذی اسلم حَال کون اصلہٖ کافراً ۔	جو خود ایمان لایا ہو، اور اصلاً اس کے باپ دادا غیر مسلم ہوں
اَلدِّیَانَۃُ	عبارۃ عن التقوٰی والصلاح والحَسَبُ ۔	پرہیزگاری، نیکی اور ذاتی شرافت کو دیانت کہتے ہیں ۔
اَلفَضْلِیُّ	شیخ الاسلام محمّدُ بن الفضْلِ الکماری البخاری	بخارا کے رہنے والے شیخ الاسلام محمد بن فضل حنفی فقیہ مراد ہیں ۔
اَلمَھْرُ المُعَجَّل	ھوامایعجل من دین المھرِ فی الحَالِ ۔	جو دین مہر فی الحال وقت خاص ادا کردیا جائے ۔
نَفَقَۃٌ	اسم من انفاق ھی عبارۃ عن الادرار علی الشی بمایہ یقوم بقائہٖ والمراد بالنفقۃِ السکنیٰ والرزق واللباس	اسم مصدر ہے انفاق سے خرچ اور وظیفہ کی وہ مقدار جس سے زندگی باقی رہ سکے، اور نفقہ سے مراد یہ ہے۔ رزق لباس، رہنے کا کمرہ بقدر ضرورت ہو۔
اَلمِسْکِیْنُ	المحتاج ھو من له دون النصابِ اوقدر نصابٍ غیرِ نَامٍ مُستغرقٍ فی الحاجَتِہٖ	ایسا محتاج آدمی جس کے پاس نصاب سے کم مال ہو یا نصاب کے بقدر تو ہو لیکن وہ ضرورت میں مصروف غیر نامی مال ہو۔
اَلفَقِیْرُ	من لاشیٔ لهٗ بدلیلِ القراٰنِ	فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ مال نصاب

	رَبِّ اِنِّیْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ	نہ ہو جیسا کہ آیت کریمہ میں فقیر کے یہی معنی ہیں
دَبَّاغٌ	ھو الذی یزیل النتن و النجاسات من الجلدِ	چمڑے سے گندگی اور بدبو زائل کرنیوالا۔
غَیْبَۃٌ مُنْقَطِعَۃٌ	اِذا کانَ الولیُّ الاقربُ بمکانٍ بعیدٍ اَوْ مفقودَ الخبرِ یفوت الکفوُ غالبًا باستطلاعِ رائہٖ	جب کوئی قریب دور مقام پر نا معلوم ہو اور پیغام نکاح کے لیے ولی کے انتظار سے رشتہ ٹوٹنے کا گمان غالب ہو۔
الدِّبَاغَۃُ	ازالۃ النتن من الجلدِ بثلٰثۃ انحاءٍ الاوّل التتریب (الثانی) التقریظ (الثالث) التشمیس	سورج یا مٹی یا دواؤں کے استعمال کے ذریعہ کچی کھال کو صاف بنانا دباغت ہے۔
صَرَّافٌ	بیّاع الدراھمِ والدنانیرَ بدراھمِ ودنانیر قیل لہ ذالك لانہ یمیّز صرف الدراھم وفضلھا علیٰ بعضٍ۔	سونے اور چاندی کو سونا اور چاندی کے عوض بیچنے والا۔ صراف کو صراف کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کھرے اور کھوٹے میں تمیز دیتا ہے
فُضُولِیٌّ	ھو من یتصرّف لغیرہ بغیر ولایۃٍ او وکالۃٍ اولنفسہٖ و لیس اھلاً للتصرفِ کعقدِ الاجنبی والعبدِ۔	بغیر حق ولایت وکالت کے دوسرے کے حق میں تصرف کرنا یا خود اپنے بارے میں کوئی معاملہ کرنا جب کہ وہ اس کا اہل نہ ہو جیسے اجنبی یا غلام کا عقد کرنا
غَبْنٌ فَاحِشٌ	ھی الخدیعۃ من البیع والشراء العقود فاحشًا۔	خرید وفروخت اور دیگر معاملات میں کھلا ہوا بھاری نقصان۔
الفَاحِشُ	مَالایدخل تحت تقویمِ المتقوّمینِ وقیلَ مَالایتغابنُ	قیمت کا اندازہ کرنے والوں کی قیمت سے زیادہ ہو اور ایک قول یہ بھی ہے

	الناس فیہ۔	کہ اتنا نقصان جس میں لوگ عام طور پر برداشت سے زیادہ سمجھتے ہوں۔
ثَمَنٌ	مایتعلق بالذمۃ ویکون بدلاً للمبیع وھو حالٌّ ومُؤجلٌ	جو کسی انسان کے ذمہ عقد بیع کے بعد معین بدل مبیع واجب ہو۔ اور یہ نقد و ادھار ہے
خَلْوَةٌ صَحِیْحَةٌ	ھی الاختلاء وغلق الرّجل الباب علی منکوحتہ بلا مانع وطیٍ، شرعًا، حسًّا، طبعًا۔	یعنی تنہائی ایسی ہو جس میں مرد اور اس کی بیوی ایک کمرے میں بند ہو جائیں اور کوئی وطی سے مانع شرعی، طبعی و حسی ہو۔
المَانِعُ الشَّرْعِیُّ	مَایوجبُ انعدامَ الحکمِ عندَ وجوب السببِ الشرعی کصومِ رمضان وصلوٰۃ الفرضِ واحرامِ الحج مانع شرعیٌّ لِلخلوۃ	وہ مانع اور رکاوٹ ہے جو شرعی سبب پائے جانے پر کسی حکم کے ثابت ہونیکو روکتا ہے جیسے حج کا احرام فرض نماز و رمضان کے روزے مانع خلوۃ صحیحہ ہیں۔
المَانِع الطَّبْعِیُّ	مایمنع الطبعُ ارتکابَہ کالوطی فی الحیض اوفی مرض شدید	جس کو انجام دینے سے طبیعت سلیمہ روکتی ہو جیسے ہمبستری کرنا حالتِ حیض ونفاس یا شدید بیماری میں۔
مَانِعٌ حِسِّیٌّ	مَایَمنعُ الخلوۃَ محسوسًا بالخمسۃِ الظاھرۃ ککونِ الانسانِ موجودًا مَانع حِسیٌّ لِلخلوۃِ بینَ الزوجین	جو مانع خلوت صحیحہ ہو محسوس طور پر حواس خمسہ ظاہرہ کے ساتھ جیسے میاں بیوی کی تنہائی میں کوئی بھی انسان ہونا مانع خلوت ہے
نَفْیٌ	ای الانکارُ وھٰذا مقابلٌ للایجاب۔	یعنی انکار، یہ ایجاب کی ضد ہے۔
خَمْرٌ	ھی التی مِن ماءِ التمرِ وَ الزبیبِ وغیرھمَا اذا غلی	جو شراب کشمش اور کھجور وغیرہ سے تیار ہو جب اس میں جوش ہو اور جھاگ آجائے

	واشتدَّ وقذفَ بالزَّبدِ و هكذا كلّ مسكرٍ من مصنوعاتِ الجديدة للسكرِ كلّها حرامٌ	تو وہ شراب حرام ہے ایسے ہی تمام نشہ آور جدید چیزیں شراب کیطرح حرام ہیں پوری طرح ۔
اَلْخَلُّ	مَا حَمِضَ من عصيرِ العنب وغيرہٖ ۔	سرکہ وہ سیال جو انگور وغیرہ کے رس سے تیار کی گئی ہو اور ترشی مائل ہو۔
دَابَّةٌ	كل ما يَدُبُّ على الارض من الحيوان وفي العرف بما لهٗ قوائمُ اربعةٌ كالفرس وغيرہٖ	زمین پر ہر رینگنے والا جاندار اور عرف میں اس جاندار کو دابہ کہا جاتا ہے جس کے چار پاؤں ہوں جیسے گھوڑا وغیرہ
جِنْسٌ	عند الفقهاء ما لايكون بين افرادہٖ تفاوتٌ فاحشٌ بالنسبة إلى الغرض ۔	نزد فقہاء ایسی چیز کا نام ہے جس کے افراد میں مقاصد کے اعتبار سے کوئی زیادہ فرق نہ ہو۔
مَالٌ	ما يباح الانتفاع به	شریعت نے جس مال کیلئے لین دین
مُتَقَوَّمٌ	وكذا يُطلق على المال المحرز عرفاً ۔	اور نفع حاصل کرنا جائز قرار دیا ہو نیز عرفاً محفوظ مال پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے
وَسْطٌ	محركة ما بين طرفي الشئ كمركز الدائرة وبسكون السين اسم مبهمٌ لما داخل الدائرة ۔	جب یہ متحرک الاوسط ہوگا تو اس وقت کسی چیز کے بیچوں بیچ کا نام ہے جیسے مرکز دائرہ۔ اور جب ساکن الاوسط ہو تو اندروں دائرہ کا مبہم نام ہے۔
مُوسِعٌ	الغنى ضدّهٗ المقتر اى المفلس ۔	مالدار اس کی ضد مقتر یعنی مفلس و نادار ہے۔
اَلْكَرْخِيُّ	هُوَ امامٌ معروفٌ مجتهدٌ	مشہور امام جو حنفی مجتہد فی المذہب

	فی مذهب ابی حنیفة	ہیں
خِمَارٌ	بالکسر ما تغطی به المرأة راسها۔	ف کلمہ بکسر الخاء وہ کپڑا جس سے عورت اپنا سر ڈھکے۔ مثلاً اوڑھنی دوپٹہ وغیرہ
مِلْحَفَةٌ	بکسر المیم ما تلحف به المراة من قرنها الی قدمیها	وہ چیز جس سے عورت سر سے پیر تک لپٹی رہے اور ساڑی کا بھی یہی حکم ہے۔
اِمْرَاۃٌ مُفَوِّضَةٌ	المراة التی فوضت نفسها الی الزوج بلا مهر۔	جو عورت بغیر مہر کے اپنے آپ کو شوہر کے نکاح میں سپرد کر دے۔
حَطٌّ	اسقاط الزوجة المهر عن الزوج کلاً او بعضاً۔	عورت کا اپنے مہر کو مکمل یا اس کی کچھ مقدار شوہر کے لیے معاف کر دے
نِفَاسٌ	دم یخرج من الرحم عقیب الولادة۔	وہ خون جو پیدائش کے بعد رحم سے نکلے۔
مَجْبُوبٌ	هو مقطوع الذکر۔	جس مرد کا آلہ تناسل کٹا ہوا ہو۔
عِنِّیْنٌ	هو من لا یقدر علی الجماع لکبر سن او مرض او سحر او تنفر طبعی وغیرها۔	جو مرد ہمبستری نہ کر سکے یا وہ عمر یا بیماری یا جادو یا نفرت و بے رغبتی کی وجہ سے۔
خَصِیٌّ	من کانت له آلة قائمة ونُزِعَتْ وسُلت خُصْیاه۔	جس مرد کا آلہ تناسل تو ہو لیکن اسکے خصیے نکال دیے گئے ہوں۔
نَذْرٌ	ایجاب العبد الفعل علی نفسه بالقول تعظیماً لله تعالی بشرط کونه من جنس الواجب۔	کسی فعل کو اپنے اوپر قول کے ذریعہ واجب کر لینا محض اللہ کی عظمت پیش نظر ہو۔ بشرطیکہ اس نذر جیسا فعل شریعت میں واجب ہو۔

لفظ	عربی	اردو
دَرَاهِمُ	اسم للمضروب المدور من الفضة ووزنه ۲٫۹۷۵ گرام	ـــــــ چاندی کا ڈھلا ہوا سکہ جس کا وزن ۲ گرام ۹۷ ملی گرام آٹھ سو رتی
دِيْنَارٌ	اسم للمضروب المدور من الذَّهَبِ وَزْنُهُ مختلفٌ	سونے کا ڈھلا ہوا گول سکہ۔ جس کا وزن مختلف ہوتا ہے۔
أَخَسُّ	هو ادنیٰ قيمةً واعزُّ اعلیٰ قيمةً۔	اخس کم قیمت والی چیز اور اعزا، اعلیٰ قیمت والی چیز۔
ثَوْبٌ هَرَوِيٌّ	ثوب مصنوعٌ من بلدةِ هرات۔	ہرات شہر افغانستان کا بنا ہوا مخصوص عمدہ کپڑا۔
قَوْمٌ	الجماعة من الرجال خاصة وقد يدخله النساءُ علىٰ تبعية۔	صرف مردوں کی جماعت کے لیے ہے اور ایک قول یہ بھی ہے اس میں عورتیں، بچے بھی تابع مرد داخل ہیں
جَمَالٌ	حسن الصورة بتناسب اعضاء البدن۔	تناسب اعضاء کے ساتھ خوبصورت بدن والا ہونا ہے۔
اَلْعَقْلُ	مَا يُعْقَلُ بِهٖ حَقَائِقُ الْاَشْيَاءِ وقيل القوة المدركة المميزة بين الحسن والقبح۔	جس سے اشیاء کی حقیقتیں معلوم کی جائیں۔ بعض حضرات کے نزدیک انسان کی عقل قوت مدرکہ اور سمجھنے کی طاقت جس سے حسن وقبیح، اچھے اور برے کے درمیان امتیاز اور پہچان حاصل کرتے ہیں۔
دِيْنٌ	طريقُ الانسان اعتقاداً ومعنى الشرعي وَضْعُ الذي يدعو اَصْحَابُ العقول إلى قبول ما	مطلقاً مذہب اور انسانی طریقہ اعتقاد کا نام اور معنیٔ شرعی یہ ہیں ایسا قانون الٰہی جو انسانوں کو دعوت قبول دے اس

	هو عند الرسول عليه السلام	ضابطۂ حیات کی طرف جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں موجود ہے۔
اَلْبَلَدُ وَالْمِصْرُ	المصر الجامع لحوائج الانسان تمدنًا وتهذيبًا بالاميرِ اَوِ القاضيِ۔	حاکم وقت اور عرفاً کثیر آبادی اور تہذیب وتمدن کیساتھ آراستہ شہر جہاں بنیادی ضروریات خوب فراہم ہوں
عَصرٌ	الزمانُ المخصوص اقلُّهُ عشرةَ سنةٍ۔	مخصوص زمانہ، تہذیب وتمدن کے اعتبار سے جس کی اقل مقدار دس سال ہے۔
اجنبیٌّ	من لايكون اصيلا ولا وكيلاً ولا وليًّا۔	جو شخص ولی، یا وکیل یا اصیل نہ ہو۔
ضَمانٌ	عبارةٌ عن ردّ مثل الهالك ان كان مثليًا او قيمتُهُ إن كان هُوَ مِن ذواتِ القيم كالحيواناتِ كلِّها۔	ہلاک شدہ چیز کا مثل واپس کرنا۔ اگر شئی مثلی ہو جیسے کیلی وزنی عددی اشیا، یا قیمت دینا اگر وہ ذوات القیم میں سے ہو جیسے بکری یا اونٹ وغیرہ حیوانات تمام
مُطالِبٌ	الذى يَطلب عن الغير شيئًا۔	دوسرے سے کسی چیز کی مانگ مطالبہ کرنے والا۔
سفیر	الرسول[1] والمصلح بين قومين (وفي القانون الدَّولي) مبعوثٌ يُمثّلُ الدولةَ لدى رئيسِ الدولة المبعوث اليها او في	یعنی قاصد اور دو قوموں کے بیچ صلح کرانے والا اور گورنمنٹ کی اصطلاح میں سفیر نمائندہ ہوتا ہے اور اپنی حکومت کی ترجمانی کرتا ہے جس ملک کے

[1] المعجم الوسيط ٣٣٢ بتغير شئ

	المدارس السفير هو محصل الصدقات من المسلمين وكالةً۔	ذمہ دارا طلاء کی جانب اس کو سفیر بنایا مدارس کا سفیر وکالۃً محصل صدقات ہے۔
قَدَرَ	تبيين كمية الشئ وتعيينه وزنا وكيلا وعددا	کسی چیز کی مقدار معین کرنا وزن، ناپ عدد وغیرہ کے اعتبار سے
عُرف	ما استقرت النفوس عليه بشهادة العقول وتلقته الطبائع السليمة بالقبول والعرف معتبر بشرط ان لا يكون مخالفا للشرع اصلاً۔	عقل سلیم کی تائید سے صالح معاشرہ میں جو طریقے اور منصفانہ رواج ہوں اور صالح فکر اہل عقل نے ان طریقوں کو قبول بھی کیا ہو۔ عرف شرعا اعتبار ہے بشرطیکہ یہ رواج قانون شرع کے مخالف نہ ہوں۔
مَفهُومٌ	ما دلّ عليه اللفظ لا في محل النطق بان يكون حكماً بغير المذكور۔	جس پر لفظ دلالت کرے۔ ایسا نہ ہو کہ انداز گفتگو سے غیر مذکور چیز کو بھی حکما مذکور مان لیا جائے
مَہرٌ مُعَجَّلٌ	مقابل المؤجّل هو ما عجّل من الدين	یہ مؤجل کی ضد ہے یعنی جو دین جلد ادا کر دیا جائے۔
اَلمَالُ مُطلَقًا	ما يميل اليه الطبع وما يجري فيه البذل والمنع ويُدَّخَر وقت الحاجة عرفاً سواءٌ كان منقولاً او غير منقولٍ، و المالُ امرٌ اضافيٌ باعتبارِ	مال وہ ہے جس کی طرف انسانی طبیعت رغبت کرتی ہو، اور مال میں صرف و عدم صرف جاری ہوتا ہے اور مال کیلیے یہ مقدار ہو کہ وقت ضرورت عرفاً قابل ذخیرہ ہو سکے، شے منقول ہو یا غیر منقول اور مال

	الزمان والمکان والقلة والکثرة۔	ایک امر اضافی اور نسبتی شئے ہے۔ مختلف زمان ومکان اور مقدار کی کثرت وقلت کے اعتبار سے۔
اَلْمَالُ فِی الْکُفُوِ	هو مقدارُ ما یکون النفقةَ الواجبةَ والمهرَ المعجل۔	کفو میں مال سے مراد وہ مقدار ہے جو بیوی کے نان ونفقہ اور مہر معجل کیلیے کافی ہو۔
اَلتَّخْصِیْصُ	هو قصر العام علی بعض منه بدلیلٍ مستقلٍ مقترنٍ به	کسی مستقل دلیل کی بدولت عام حکم کو بعض افراد ہی پر نافذ کرنا بشرطیکہ وہ دلیل بغیر فصل کے آئی ہو۔
مُتَاخِرِیْنَ	هم الذین لم یدرکوا الائمة الثلاثه۔	یعنی جن حضرات نے ائمہ ثلاثہ کا زمانہ نہ پایا ہو۔
ظَاهِرُ الرِّوَایَة	المراد به ما فی المبسوط والجامع الکبیر والجامع الصغیر والسیر الکبیر والسیر الصغیر وزیاداتٌ من المسائل الفقهیّه۔	مبسوط، جامع کبیر، جامع صغیر، سیر کبیر، سیر صغیر، زیادات کتب ظاہر الروایہ ہے اور حنفی فقہ کے لیے مفتی بہ ہیں۔
اَبُواللَّیث	فقیه کبیرٌ حنفیٌ اسمهُ نضر بن محمّد السمرقندی۔	یہ اونچے درجے کے حنفی فقیہ ہیں، ان کا نام نضر بن محمد سمرقندی ہے۔
اِجْمَاعٌ	اتفاقُ المجتهدین من امة محمدٍ صلی الله علیه وسلم فی عصرٍ علی امرٍ دینیٍ۔	امت محمدیہ میں سے مجتہدین کا کسی زمانہ میں کسی دینی معاملہ کے اندر اتفاق از روئے شرع حاصل کرلینا۔

مُوْدِعٌ	هو المستحفظ ماله بعقد الوديعة ـ	عقد ودیعت کے ذریعہ اپنے مال کی حفاظت کرانے والا۔
وَدِیْعَةٌ	المال المتروك عند انسان يحفظه وهي شرعاً عقد امانة	اصطلاح شرع میں عقد امانت ہے جو دوسرے کے پاس حفاظت کی نیت سے قصداً چھوڑ دیا جاتا ہے امانت عام ہے۔ قصداً یا بغیر قصداً ارادے یا بغیر ارادے کے از خود حفاظت کیلئے پہنچ جائے
اَمَانَةٌ	ما تركت عند الغير للحفظ قصداً ـ والامانت عام تركت قصداً او بغير قصد	
مُدَّعِی مدعیٰ علیہ	من لا يُجبَر على الخصومة والمدعى عليه من يجبر عليها قضاءً ـ	وہ آدمی جسے فریق مخالف بننے پر مجبور نہ کیا جائے۔ اور مدعیٰ علیہ وہ شخص کہلاتا ہے جو فریق مقدمہ کیلئے مجبور کیا جائے۔
مِثْلِی	ما يوجد مثله في السوق بدون تفاوت يُعتدّ به كيلاً وزناً وعدداً وغير ذالك	بغیر نمایاں فرق کے اس جیسی چیزوں کا بازار میں ملنا ممکن ہو۔ تول، ناپ اور عددی چیزوں کے اعتبار سے۔
ذَوَاتُ القِیَم	اى غير مثلى وهو شرعاً مالا يوجد له مثل في السوق او يوجد لكن مع التفاوت المعتد به في القيمة كالحيوانات كلها البقر والغنم وغيرها	جس کا مثل نہ ہو۔ شرعاً ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جس کا مثل بازار میں نہ ہو یا مثل ہو لیکن زائد فرق کے ساتھ ملتا ہو جیسے تمام حیوانات بکریاں گائے وغیرہ میں فطری طبعی قیمت کا فرق ہے۔
اَلسَّیِّدُ	رئيس القوم ومالك العبد	قوم کا سردار اور غلام کا مالک۔
اِذْنٌ	هو فك الحجر واطلاق التصرف لمن كان ممنوعاً	ممانعت ہٹا دینا اور جس پر منجانب شرع پابندی تھی اسے تصرف کی

	شرعًا	آزادی دیدینا ہے۔
مَاذُونٌ	هو الذی فُکَّ الحجرُ عنهُ وَاُذِنَ للتجارة واُطلِقَ لهُ التصرّفُ مِن مولاه ان کان عبداً ومن ولیّہٖ ان کان صغیراً۔	جس سے ممانعت ہٹادی گئی۔ اور تجارت کی اجازت مل گئی ہے اور مولیٰ کی طرف سے تصرف کی آزادی ہو یا ولی کی طرف سے آزادی ہو اگر وہ نابالغ ہو
اَلْغَرِیْمُ	لغةً الالزامُ وَالمرادُ بہٖ الدائن والمدیون مستعملٌ بحسبِ المحل وَھذا مِن الاضداد	مقروض یعنی جس پر دَین واجب ہو اور مالک قرض کے لیے حسب موقع بولتے ہیں یہ لفظ غریم اضداد میں سے ہے۔
الاکراہ وَالمُکرَہ والمُکرِہ	اِجبار احد علی اَن یَعمل عملاً حق من دون رضاه بالاخافة ویقال له المکرِه ویقال لمن اُجبِر المجبُرُ والمکرَہ ۔	ناحق، زبردستی کسی کو ڈراکر کام لینا اور جس پر جبر کیا گیا ہے اسکو مجبر و مکرہ کہتے ہے اور زبردستی کرنے والے کو مکرہ کہتے ہیں۔
اِقتِضاءٌ	ای اقتضاء النّص عبارة عما لَم یعمل النصُّ الا بشرط تقدمه علیه ۔	اصول فقہ میں ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جس کو مقدم ملانے بغیر نص پر عمل کرنا ممکن نہ ہو۔
اَلْمُقتَضٰی	عند الاصولین ھو ما اُضمِرَ فی الکلام ضرورةَ صدقِ المتکلم ونحوہ ۔	اصول فقہ میں ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جو کلام میں پوشیدہ اس لیے مانا گیا ہو کہ متکلم ایسا سچا ہونا بدیہی ہی
ضَرُورِیٌّ	یطلق علی ما اکرہ علیه وعلی ما تدعو الحاجة الیه دعاءً	جس پر انسان کو مجبور کیا جائے یا جس کی ضرورت سخت تقاضہ کرے۔

اصطلاح	تعریف	ترجمہ
	قوياً ۔	
اَلْمَلْفُوْظُ	اللفظ الخارجُ من فم الانسان	جو لفظ انسان کے منہ سے نکلے۔
لَازِم	مَا يمتنع انفكاكه من الشئ و استعماله عند الفقهاء بمعنى الواجب ۔	جس کا شئ سے جدا ہونا محال ہو فقہاء کے یہاں اس کا استعمال "وجوب" کیلیے ہوتا ہے۔
اَلْوِلَاءُ	هو ميراثٌ يستحقه المرء بسببِ عتقِ شخصٍ في ملكه او بسبب عقدِ الموالات ۔	وہ ایک قسم کی میراث ہے جس کا انسان اس وقت مستحق ہوتا ہے جب کسی کو اپنی ملک سے آزاد کیا ہو یا کسی سے عقد موالات کیا ہو۔
اَلْاِعْتَاقُ وَالْحُرِّيَّةُ	اثباتُ القوةِ الشرعية في المملوك بازالة الملك ۔	ایک قوت شرعیہ کا نام ہے جو مملوک میں اپنی ملکیت کو زائل کرکے نافذ کیا ہے (قوت شرعیہ سے مراد آزادی کی قوت ہے)۔
قَبْضٌ	خلافُ البسط يقال قبضَ عليه بيده اذا ضمّ عليه اصابعه ۔	بسط کی ضد ہے اہل عرب "قبض علیہ بیدہ" اس وقت بولتے ہیں جب کوئی ہاتھ کی انگلیاں ہتھیلی سے ملالے۔
رُكْنٌ	مَا يقوم به ذلك الشئ ويكون داخلاً فيه ۔	جس سے کسی چیز کا قیام ہو اور وہ اس شئ کی حقیقت میں داخل ہو۔
اَلتَّعَاطِي	اى البيع التعاطى اعطاء العاقدين الثمن المبيع عن تراض منهما من غير لفظ الايجاب والقبول	ایجاب وقبول کئے بغیر عاقدین کا باہمی رضامندی کے ساتھ قیمت اور مبیع کا لین دین کرنا۔

الخیر	مایرغب — فیہ الکل کالعقل والعدل والفضل والشیٔ النافع والمال۔	وہ شئ جس میں سارے حضرات رغبت کریں مثلاً عقل، انصاف، احسان، نفع بخش چیز اور مال و دولت۔
فَسخٌ عَاجِلٌ	رفعُ العقدِ علیٰ وصفٍ کان قبلہٗ بلا زیادۃٍ ونقصانٍ من غیر توقفٍ کفسخ نکاح الباطل	قانونی طور پر کسی معاملہ کو اس کے متعلقات کے ساتھ کمی زیادتی کے ساتھ فوری ختم کر دینا جیسے نکاح باطل کا فسخ کرنا
اِرتِدَادٌ	ھوالجحود من الاسلام و الدخول فی الکفر۔	کسی مسلمان کا کفر کو اختیار کر لینا۔
قَسمٌ	تسویۃ الزوج بین الزوجات فی الماکول والمشروب والسکنیٰ والملبوس والبیتوتۃ والحوائج	شوہر کا اپنی بیویوں کے درمیان برابری کرنا اور یہ برابری کھانا، پینا، لباس اور رہنے کا مکان اور رات گذارنے کے اعتبار سے
عَدلٌ	عبارۃ عن الامر المتوسط بین الافراط والتفریط۔	عدل کے معنی افراط وتفریط کے درمیان راہ عمل کو اختیار کرنا۔
قُرعَۃٌ	حیلۃٌ یتعین بھا سھم الانسان ای نصیبہٗ۔	ایک تدبیر ہے جس کے ذریعہ انسان کے حصہ کو متعین کیا جاتا ہے۔
مَصَّۃٌ	ھو عمل الشَّفۃ خاصَّۃً	ہونٹ کا ایک مخصوص عمل یعنی چوس
مَصٌّ	ھوالرشف والشُّربُ شربًا رقیقا ای مع جذب نفس۔	کر آہستہ آہستہ پیتے رہنا۔ اسی حال میں سانس بھی جاری رہے۔
مُرضِعَۃٌ	ھی التی ترضع ولدھا او ولد غیرھا۔	دودھ پلانے والی عورت جو اپنے یا دوسرے کے بچے کو دودھ پلائے۔
رَبِیبَۃٌ	ھی ابنۃ امراۃ الرجل۔	بیوی کی وہ لڑکی جو دوسرے شوہر سے ہو

اَلْجَدُّ الصَّحِیْحُ	هو الذی لاتدخل فی نسبته الی المیت ام کاب الاب۔	جس میں دادا کی نسبت میت کیطرف کرنے میں کسی ماں کا واسطہ نہ ہو جیسے دادا۔
اَلْجَدُّ الْفَاسِدُ	هو الذی تدخل فی نسبته الی المیت امٌّ کاب الام۔	جس دادا کی نسبت میت کیطرف کرنے میں کسی ماں کا واسطہ ہو مثلاً نانا۔
رَضِیْعٌ	هو الولد الذی یرتضع	دودھ پیتا بچہ مدت رضاعت میں۔
ثَدْیٌ وَ ثُنْدُوَةٌ	للمرءة کالثندوة للرجل	ثدی کا استعمال عورت کے پستان کے لیے ہوتا ہے جیسے ثندوہ مرد کے پستان کے لیے مستعمل ہے۔
اَلْحِلُّ	ضِدُّ الحرام	حرام کی ضد ہے۔
اِحْتِقَانٌ	هو ایصالُ الدواءِ الیٰ باطن الانسان المحتقن من دبره	دوا کا پچھلے راستے سے انسان کے پیٹ میں پہنچانا۔
حُجَّةٌ	مادلّ به علیٰ صحة الدعویٰ وهی بینةٌ عادلةٌ او اقرار اونکولٌ عن یمین او یمینٌ اوقسامةٌ او علمُ القاضی بعد تولیته اوقرینة قاطعة کذا فی الاشباه۔	ایسی چیز سے دعویٰ کا صحیح ہونا معلوم ہو اور وہ شئی یا تو شرعی گواہ ہے یا مدعیٰ علیہ کا اقرار یا قسم سے انکار یا قسم کھا جانا۔ اسی طرح قسامت یا قاضی بننے کے بعد قاضی کو اس کا علم ہونا یا کوئی قطعی قرینے کا پایا جانا۔
اَلْقِیْمَةُ	بدلُ الشئِ بدلاً معیناً عرفاً۔	کسی چیز کا وہ بدلہ اور عوض جو عرف عام میں معین ہو جیسے کسی چیز کی بازاری قیمت دس روپیہ ہے۔

کتاب النکاح

اسلام ایک جامع اور کامل مذہب ہے اسلامی معاشرہ میں نکاح صحیح کو ایک خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ نکاح کے لفظی معنی، باب ضرب و فتح سے، دو چیزوں کا نتیجہ خیز طریقے سے ملنا ہے،، عربی محاورہ میں بولتے ہیں نَکَحَ الْمَطَرُ الْاَرْضَ، بارش کا پانی زمین میں مل گیا۔ اور نتیجۃً پانی ملنے کے بعد زمین سے نباتات اور درخت نکلتے ہیں شریعت میں نکاح کے معنی شرعی قوانین کے مطابق مرد و عورت کا ملنا مراد ہوتا ہے اور اکثر مرد و عورت کا ملنا ولادت اور اولاد کی صورت میں پھل اور نتیجہ دینے والا ہوتا ہے

نکاح کی اصطلاحی تعریف

صاحب کنز نے یہ تعریف کی ہے هُوَ عَقْدٌ یَرِدُ عَلٰی مِلْكِ الْمُتْعَةِ قَصْدًا یعنی نکاح ایسا معاملہ ہے جو ملک متعہ یعنی عورت کے خاص حصہ جسم سے جائز نفع اٹھانے کی ملکیت اور حق دیتا ہے اس میں قصداً کی قید احترازی سے بیع یا ہبہ وصیت یا وراثت کے ذریعہ حاصل شدہ باندی کے جسم سے نفع اٹھانا نکاح میں شامل نہیں ہے کیوں کہ باندی میں اصلاً مِلْكِ ذَاتِ رَقَبَہٗ اور ضمناً مِلْكِ مُتْعَہ اور جسم سے نفع اٹھانے کی ضمنی اجازت ہے۔ اس طرح باندی سے مولیٰ اور مالک کا ہمبستری کرنا نکاح نہ کہلائے گا۔ یہ تعریف زیادہ جامع اور بہتر ہے۔

نکاح کی تعریف فقہاء کی نظر میں

هُوَ عَقْدٌ مَوْضُوْعٌ لِمِلْكِ الْمُتْعَةِ یعنی نکاح ایسا معاملہ ہے جو ملک متعہ اور بیوی کے جسم سے مخصوص اور جائز نفع اٹھانے کے لیے وضع کیا گیا ہے اس کے بعد شارح وقایہ نے ای حرف تفسیر کے ذریعہ فرمایا ای حِلُّ اِسْتِمْتَاعِ الرَّجُلِ مِنَ الْمَرْاَۃِ یعنی اپنی بیوی سے مرد کا مخصوص تعلق ضابطہ شرعی کے مطابق حلال ہو جانا۔ نکاح کے فقہی معنی:۔ امام شافعیؒ کے

نزدیک نکاح کے حقیقی معنی عقد ہے اور مجازی معنی وطی اور ہمبستری مراد ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نکاح کے حقیقی معنی وطی اور ہمبستری ہے اور مجازی معنی عقد مراد ہے۔ حنفیہ کی دلیل آیت کریمہ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ ہے۔ یہاں تک کہ مطلقہ عورت ہمبستری کرلے دوسرے شوہر سے۔ اس آیت میں تَنْکِحَ صیغہ مؤنث ہے اور یہاں نکاح بمعنی حقیقی ہمبستری کے مراد ہے اور آیت کریمہ وَلَا تَنْکِحُوا الْمُشْرِکَاتِ حَتّٰی یُؤْمِنَّ میں مجازی معنیٰ عقد مراد ہیں اور اصولاً مجاز محتاج قرینہ ہے جب کہ حقیقی معنی بغیر قرینہ بھی معتبر ہوتے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھئے کہ نکاح من وجہٍ معاملہ اور من وجہٍ عبادت ہے" کتاب النکاح کی اصل عبارت یہ ہے۔ ھٰذا المذکور مبتدا۔ کتاب النکاح خبر ہے۔

فضائل واقسام النکاح

نکاح سنت ہے فرمان نبی علیہ السلام ہے النِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ، مفہوم:۔ نکاح میری سنت ہے جو میری سنت سے منہ موڑے وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے:۔

تَنَاکَحُوْا تَوَالَدُوْا تَکَاثَرُوْا فَاِنِّیْ اُبَاھِیْ بِکُمُ الْاُمَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ
تم لوگ نکاح کیا کرو تاکہ اولاد اور کثرت افراد کی قوت حاصل ہوسکے اسلئے کہ روز قیامت تمہاری تعداد پر دوسری قوموں کی نسبت مجھے خوشی اور فخر حاصل ہوگا۔

فضائل نکاح اور قرآن کریم

قولہ تعالیٰ وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی[1] مِنْکُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَائِکُمْ اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِھِمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔ اور تم لوگ اپنوں میں سے غیر شادی شدہ لوگوں کا نکاح

---

[1] پ۱۸ سورۃ النور

کرادیا کرو اور اپنے صلاحیت مند غلاموں اور باندیوں کا نکاح بھی اگر وہ لوگ کمزور حال سے ہوں تو اللہ نکاح کی برکت سے خوشحال بنا دے گا۔ اپنے خصوصی کرم سے۔ اور اللہ بہت گنجائش والا اور خوب جاننے والا ہے۔ اس آیت کریمہ میں فلاحی معاشرہ کیلیے نکاح کو اہمیت دی گئی ہے۔ آیت کریمہ میں ایامیٰ کے معنیٰ ایسے مرد و عورت جو فی الحال نکاح کے بغیر ہیں بیوہ عورت اور بے نکاح مرد کے لیے بھی نکاح کی ترغیب ہے اس ارشاد قرآنی سے معاشرہ کے لیے یہ روشنی ملتی ہے۔

الف :۔ نکاح مرد عورت کا پاکیزہ تعلق ہے، نکاح کے نتیجہ میں انسان کی دو تقدیریں حل کر فضل اللہ اور خوشحالی کا موقع دیتی ہیں۔ اس لیے نکاح سنّت النبی اور نصف الایمان ہے۔

ب :۔ زیادہ مال زیادہ وسائل کی تلاش میں اس فطری عمل نکاح کو تاخیر نہ کرنا چاہیے خصوصاً لڑکیوں کا کفو، اور مناسب ماحول ملنے پر فریضۂ نکاح کے لیے خصوصی توجہ دینا ضروری ہے، بے جا رسومات بڑا جہیز شرعاً منع ہے اور نکاح کے مٹھاس اور خوشحالی کو یہ رسومات پریشان حالی میں بدل دیتی ہیں۔

ج :۔ دور جدید میں اخلاقی اقدار کے زوال کے ساتھ اور اس کے نتیجہ میں جرائم کا اضافہ کھلی کتاب کی طرح روشن حقیقت ہے۔ اس دور کی نئی نسل زیادہ تر آزاد جنسی تعلقات گرل فرینڈ، بوائے فرینڈ وغیرہ عنوان سے قائم رکھنا چاہتے ہیں جس کے نتیجہ میں جنسی بھوک، اور مجرمانہ ذہنیت جنم لے رہی ہے۔ نکاح کا چلن اس مسئلہ کا تریاق ہے اور نکاح انسانی اعصاب کیلئے سکون کا ذریعہ ہے۔

نِکَاحٌ وَاجِبٌ

وعند التوقان واجبٌ، یعنی بالغ ہونے کے بعد کسی مرد و عورت کے اعصاب پر غلبۂ شہوت اور گناہ کا خطرہ ہو تو اس وقت نکاح واجب ہے، اور اس معاشرتی و شرعی فریضہ کے لیے سماجی کارکن اور اہل خیر تعاون کر سکتے ہیں۔

نکاح مکروہ، جس کو صاحب عینیؒ نے اس طرح بیان فرمایا ہے وَهُوَ اِذَا خَافَ الْجُوْرَ لِاَنَّهُ اِنَّمَا شُرِعَ لَهُ الْمَصَالِحِ كَثِيْرَةٍ وَاِذَا خَافَ الْجُوْرَ لَمْ تَظْهَرْ تِلْكَ الْمَصَالِحُ یعنی انسان کو اس خطرے کا احساس ہو کر وہ نکاح کے بعد بیوی کے شرعی حقوق زوجیت ادا نہ کر سکے گا جیسا کہ کوئی شخص جانتا ہے کہ وہ عنین محض اور نامرد ہے یا ایک مرد کثیر العمر اعصابی ضعف کی حالت میں پہنچ چکا ہے اور کافی بے جوڑ کم عمر لڑکی سے شادی کرلے یہاں بھی جور وظلم پایا جائے گا۔ ایسے ہی ایک شخص کے قویٰ اعصابیہ اور قوت وحالت عقد ثانی کے متحمل اور لائق نہیں ہے اور وہ پہلی بیوی کی موجودگی میں عقد ثانی کر رہا ہے اور اس کو یقین ہے کہ میں دوسری بیوی کے حقوق ادا نہ کرسکوں گا، وغیرہ صورتیں ممنوع رہیں گی جن صورتوں میں بیوی کے قانونی حقوق پورے نہ ہوتے ہوں۔

اقسام النکاح باعتبار کیفیۃ العقد والعاقد

۱۔ النکاح الصحیح :۔ آزاد انسان کا نکاح کرنا، یا غلام کا نکاح باجازت ولی ہونا بشرطیکہ دو شرعی گواہ کی موجودگی میں شرعاً حلال عورت سے جملہ شرائط شرعیہ کے ساتھ نکاح منعقد ہو۔

۲۔ النکاح الفاسد :۔ یہ وہ نکاح ہے جو صحت نکاح کے شرائط میں سے کسی شرط کے بغیر منعقد ہو مثلاً بغیر گواہوں کے نکاح یا معتدۃ الغیر کی عدت میں، یا چوتھی بیوی کو مرد نے طلاق دی اور وہ عدت ہی میں ہو، دوسرا جدید عقد کرلینا یا ایسی عورت سے نکاح کرلینا اَيَّتُهُمَا فُرِضَتْ ذَكَرًا لَمْ تَحِلَّ لَهُ الاخرىٰ مثلاً خالہ، بھانجی یا پھوپھی، بھتیجی، زید نے پہلے خالہ سے نکاح کیا پھر خالہ کو طلاق دیدی لیکن خالہ ابھی عدت میں ہے کہ اس کی بھانجی سے مرد نے نکاح کرلیا۔ تو خالہ کی عدت میں بھانجی سے نکاح فاسد ہے اور یہی حکم پھوپھی بھتیجی سے نکاح کا ہے۔ بس یہ سب صورتیں نکاح فاسد کی ہیں ایسے نکاح کو توڑنا واجب ہے۔ البتہ نکاح توڑنے سے پہلے ہمبستری ہوگئی ہے تو پورا مہر واجب ہے ورنہ کچھ مہر واجب نہ ہوگا۔

النکاح الباطل:۔ اللہ تعالیٰ نے جن عورتوں کو حرام قرار دیا ہے جس کی تفصیل حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّھٰتُکُمْ وَبَنٰتُکُمْ سے لیکر وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ تک آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے ایسی حرام عورت سے نکاح کر لینا، یا زوجۃ الغیر جو دوسرے کے نکاح میں ہے اس سے نکاح کر لینا قطعاً باطل ہے۔

النکاح السر:۔ فرمان نبیؐ ہے اَعْلِنُوْا بِالنِّکَاحِ۔ اس لیے نکاح میں اعلان اور مناسب شہرت بھی مطلوب ہے اور دو گواہوں کا وجود بھی ضروری ہے تاکہ زنا اور نکاح میں امتیاز ہو سکے، بلا شہرت نکاح کرنا یہ نکاح الفاسد کی ایک قسم ہے لیکن اسکے دو حال ہیں اگر صرف بلا تشہیر ہے تو مکروہ اور خلاف اولیٰ ہوگا اور بلا شہود ہے تو نکاح فاسد میں شمار ہوگا۔ اس لیے قریبی لوگوں کو نکاح کا علم کر دینا چاہیے۔

النکاح المتعہ:۔ اس کی صورت یہ ہے کہ مرد عورت سے کہے اَتَمَتَّعُ بِكِ كَذَا مُدَّةً مَثَلاً شَهْرًا اَوْ شَهْرَيْنِ بِكَذَا مِنَ الْمَالِ مَثَلاً مِائَةَ دِرْهَمٍ اَوْ مِائَتَيْنِ یعنی مرد عورت سے ایک دو ماہ یا کسی بھی مدت کے لیے بغیر ایک وقت خاص کئے کچھ مال کے بدلے جسمانی نفع یعنی عمل وطی کا معاملہ کر لے جیسے ۱۰۰ یا ۲۰۰ درہم چاندی پر طے کرنا یا کم و بیش یہ شرعاً حرام اور ممنوع ہے۔

النکاح المؤقت:۔ یہ نکاح بھی متعہ کی طرح حرام ہے لیکن فرق یہ ہے کہ متعہ میں لفظ تمتع اور استمتاع کا استعمال ہوتا ہے اور نکاح موقت میں لفظ نکاح کا استعمال ہے، اور بعض فقہاء نے ایک خاص فرق واضح فرمایا ہے مثلاً اَنْ يَتَزَوَّجَ رَجُلٌ اِمْرَاَةً شَهَادَةَ شَاهِدَيْنِ عَشَرَةَ اَيَّامٍ اَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ مِنَ الْمُدَّةِ۔ مرد گواہوں کی موجودگی میں خاص زمانے کے لیے مثلاً دس ۱۰ دن یا اس سے کم و بیش کے لیے نکاح کر لے علت توقیت کی بنا پر یہ صورت بھی ممنوع ہے، نکاح دائمی کی جگہ کوئی خاص وقت مقرر کرنا توقیت ہے

النکاح الفضولی:۔ جو ولی اصیل یا وکیل نہ ہو وہ عقد نکاح انجام دے وہ شخص فضولی کہلاتا ہے مثلاً کوئی شخص کسی غائب مرد یا عورت کی طرف سے بطور فضولی کسی مرد یا عورت یا اسکے وکیل یا ولی کی اجازت کے بغیر از خود ایجاب و قبول کر لے۔

یہ نکاح الفضولی ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ نکاح موقوف رہتا ہے ولی یا اصیل یا وکیل زوجین کی اجازت پر۔ اس نکاح کا مطلب یہ ہے کہ مان نہ مان، میں تیرا مہمان خوامخواہ کوئی غیر متعلق کسی دوسرے کا نکاح اپنے گھر بیٹھے ان کے علم و اجازت کے بغیر انجام دینے لگے۔ یہ نکاح بغیر اجازت زوجین یا ولی یا وکیل زوجین کے قابل قبول نہیں ہے۔

اَلنِّکَاحُ الْمَوْقُوْف جیسے غلام یا باندی اپنے آقا کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح از خود کرلیں یا کوئی فضولی شخص بغیر اجازت کسی کا نکاح کرادے یہ نکاح غلام اور باندی کا ان کے آقا کی اجازت پر شرعاً موقوف ہوتا ہے اور فضولی کا حکم اوپر مذکور ہے۔

تعریف نکاح مصنف کی نظر میں صاحب وقایہ نے فرمایا ھُوَ عَقْدٌ مَوْضُوْعٌ لِمِلْکِ الْمُتْعَۃِ۔ یعنی نکاح ایسا معاملہ ہے جو بیوی سے جائز نفع اٹھانے کی ملکیت اور مخصوص قسم کا حق حاصل ہونے کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ لِمِلْکِ الْمُتْعَۃِ میں لام غرض و غایت کے لیے ہے اور المتعہ کا الف لام معہود، مخصوص نفع اٹھانے کے لیے ہے جس کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے۔ جیسے عورت کے سامنے کا حصہ محلِ جماع سے جائز نفع کے لیے شرعی اجازت ہے لیکن حیض و نفاس میں یہ نفع اس حصہ سے بھی ممنوع ہے ارشاد قرآنی ہے یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِیْضِ قُلْ ھُوَ اَذًی فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِی الْمَحِیْضِ، وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ حَتّٰی یَطْھُرْنَ۔

مفہوم۔ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں حیض کے بارے میں۔ آپ فرما دیجیے۔ کہ حیض گندگی ہے اس لیے تم اپنی بیویوں سے حالت حیض میں ایک طرف رہا کرو ان عورتوں کے پاک ہونے تک۔ ان سے ہمبستری نہ کرو۔ حیض سے پاکی کی علامت یہ ہے کہ سفیدی آنے پر حیض ختم ہوجاتا ہے۔ ایسے ہی نفاس یعنی بچہ کی پیدائش کا خون بند ہونے تک، اور عورت کے پچھلے حصہ سے ہمبستری حرام ہے۔ حالتِ نفاس وحیض اور پچھلے حصہ سے علتِ اذی اور گندگی کی وجہ سے استمتاع اور ہمبستری حرام ہے۔

ــــــــــ
ل پ۲ البقرہ

اس طرح شریعت اسلام نے نکاح کے ذریعہ کچھ شرائط و پابندی لگا کر انسانی معاشرہ کو دوٌ خاص مقاصد اور منافع عطا فرمائے ہیں۔

پہلا خاص مقصد عورت کا مقام اور مرتبے کی پہچان کرانا ہے یعنی عورت اسلام کی نظر میں ایک محترم اور مکرم صنف نازک ہے کوئی ہوس مزاج نکاح کو ہوس رانی اور من مستی کے برابر نہ سمجھے، بلکہ عورت کا صرف وہی حصہ استمتاع کے لیے درست ہے جس کو اللہ نے اسی مقصد کے لیے بنایا ہے اور وہ صرف سامنے کا حصہ ہمبستری کیلئے حلال ہے۔ دوسرا خاص مقصد قرآنی حیض ونفاس کا خون آنے کی حالت میں ہمبستری سے روکنا ہے اصول صحت اور نفاستِ طبع کا تقاضائے فطرت یہی ہے کہ شوہر اس قسم کی غلاظت اور گندگی کے ماحول میں ہمبستری سے دور رہے، حیض کے خون کے بعد سے سفیدی آنے تک اور بچے کی پیدائش سے خون بند ہونے تک جماع و ہمبستری حرام تصور کرتا رہے۔

عبارت اِیْ حِلُّ اِسْتِمْتَاعِ الرَّجُلِ مِنَ الْمَرْأَةِ فَالْعَقْدُ هُوَ رَبْطُ اَجْزَاءِ التَّصَرُّفِ اَیْ الْاِیْجَابِ وَالْقَبُوْلِ شَرْعًا لٰكِنْ هُنَا اُرِيْدَ بِالْعَقْدِ الْحَاصِلُ بِالْمَصْدَرِ وَهُوَ الْاِرْتِبَاطُ لٰكِنَّ النِّكَاحَ هُوَ الْاِيْجَابُ وَالْقَبُوْلُ مَعَ ذٰلِكَ الْاِرْتِبَاطِ وَاِنَّمَا قُلْنَا هٰذَا لِاَنَّ الشَّرْعَ يَعْتَبِرُ الْاِيْجَابَ وَالْقَبُوْلَ اَرْكَانَ عَقْدِ النِّكَاحِ لَا اُمُوْرًا خَارِجِيَّةً كَالشَّرَائِطِ وَنَحْوِهَا۔

ترجمہ: یعنی مرد کا نفع اٹھانا حلال ہوتا ہے عورت سے پس عقد کے معنی وہ مربوط ہونا ہے اجزاء تصرف یعنی ایجاب و قبول کا شرعی اعتبار سے لیکن یہاں پر عقد سے مراد وہ مفہوم ہے جو حاصل ہو رہا ہو۔ مصدر کے معنے سے اور وہ خاص ربط ہے لیکن نکاح شرعًا وہ مجموعہ ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایجاب

وقبول کا اس ربط خاص کے ساتھ ، اور ھم نے یہی تعریف کی ہے اس لیے کہ شریعت ایجاب وقبول کو عقد نکاح کے لیے رکن اعتبار کرتی ہے یعنی ایجاب وقبول کو عقد نکاح کی ماہیت میں داخل سمجھتی ہے نہ کہ امر خارجی جیسا کہ شرائط اور اسی جیسی چیزیں (خارج ماہیت ہیں)۔

توضیح الوقایۃ صاحب متن نے اپنے متن میں هُوَ عَقْدٌ مَوْضُوْعٌ لِمِلْكِ الْمُتْعَةِ یعنی نکاح ملک متعہ سے نفع کیلئے وضع کیا گیا ہے یہ فرمایا تھا، اب شارح وقایہ ای حل استمتاع الرجل من المرأۃ سے ای حرف تفسیر کے ذریعہ متن کی تشریح فرماتے ہیں۔ اس عبارت میں فوائد قیود محل عبارت یہ ہیں۔ حِلٌّ باب ضرب سے مصدر ہے بمعنی حلال ہونا۔ استمتاع باب استفعال سے مصدر ہے بمعنی نفع اٹھانا استمتاع کی اضافت الرجل کی جانب ہے یعنی مرد کا نفع اٹھانا۔ استمتاع کی اضافت مرد کی طرف ہے اگرچہ استمتاع بالوطی عورت کو بھی حاصل ہے کیونکہ اَلرِّجَالُ قَوَّامُ یعنی مرد افضل ہے۔ پھر آگے مِن المرأۃ کی قید لگا کر عورت کو محل استمتاع اور محل نکاح بیان کیا گیا ہے۔ گویا کہ استمتاع مرد کو صرف جائز عورت سے اٹھانا چاہیئے اور اپنی امۃ اور باندی سے بھی اگرچہ استمتاع اور ہمبستری جائز ہے لیکن اس کی علت ملک یمین ہے نکاح نہیں ہے اور یہاں موضوع ہے۔ عقد نکاح نیز من المرأۃ کی قید سے عورت کے علاوہ دوسرے استمتاع کے طریقے ممنوع ھیں اور الف لام عہد کا لیا جائے گا، یعنی اُن مخصوص عورتوں سے استمتاع درست ہے جو نکاح کے ذریعہ حلال ہیں۔ اس کے بالمقابل محرمات اور حرام عورتیں جنکی تفصیل قرآن وسنت میں موجود ہے وہ المرأۃ کے مفہوم کے تحت داخل نہ ہوگی۔

فَالْعَقْدُ هُوَ رَبْطُ اَجْزَاءِ التَّصَرُّفِ۔ باب ضرب سے عَقْدٌ مصدر ہے اس کے لفظی معنی گرہ لگانا۔ دو چیزوں کو جوڑنا اور معاملہ کرنا ہے۔ اصطلاح فقہ

میں عقد کے معنیٰ اجزاء التصرف یعنی ایجاب وقبول اور وہ ربط ہے جو شرعی ضابطہ کے مطابق ہو۔ عاقدین، معاملہ کرنے والے دونوں شخص کہلاتے ہیں خواہ وہ زوجین ہوں عقد نکاح میں یا بائع مشتری ہوں عقد بیع میں۔

ایجاب وقبول کی تعریف ایجاب باب افعال کا مصدر بمعنے کسی چیز کو ثابت کرنا ہے۔ اور اصطلاح فقہ میں عاقدین میں سے کسی بھی ایک شخص کا اوّل کلام اور معاملات میں ابتدا کرنا ایجاب کہلاتا ہے قبول، یہ سمع کا مصدر ہے۔ بفتح القاف وبضم القاف قَبُوْلُ الشَّیْءِ کسی چیز کو لے لینا۔ قُبُوْلُ الْکَلَامِ کلام کی تصدیق کرنا۔ اور اصطلاح فقہ میں عاقدین میں سے کلام ثانی کو قبول کہتے ہیں۔ یعنی عاقدین میں سے ایک شخص جب ایجاب کرے تو اس کے بعد دوسرے کا ایسا کلام جو مرتب ہو پہلے سے۔ وہ قبول ہے۔ جیسے زید عمر سے کہے بِعْنِیْ ھٰذَا الْفَرَسَ بِاَلْفٍ مجھے گھوڑا ایک ہزار میں بیچ دو۔ یہ قول ایجاب ہے۔ اور عمر جواباً کہے بِعْتُ ھٰذَا الْفَرَسَ بِاَلْفٍ میں نے یہ گھوڑا ہزار روپے کے بدلے بیچ دیا یہ قبول کہلاتا ہے۔

شارح فَالْعَقْدُ کہہ کر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ایجاب وقبول عقد نکاح کی حقیقت میں داخل ہیں شرعاً یہ واضح کر دیا کہ عقد نکاح کے اجزاء کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنا وجود شرعی بھی رکھتے ہوں یعنی حکم شرعی کے مطابق ہوں۔

عبارت لٰکِنْ ھُنَا اُرِیْدَ بِالْعَقْدِ الْحَاصِلُ بِالْمَصْدَرِ وَھُوَ الْاِرْتِبَاطُ لٰکِنَّ النِّکَاحَ ھُوَ الْاِیْجَابُ وَالْقُبُوْلُ مَعَ ذٰلِکَ الْاِرْتِبَاطِ۔

ترجمہ:۔ لیکن یہاں کتاب میں عقد سے حاصل مصدر خاص معنی مراد لیے اور وہ خاص معنی ربط شرعی ہے۔ اور نکاح وہ ایجاب وقبول اور اس ربط کے ساتھ مرکب ہے۔

لٰکن حرف استدراک ہے جس کے ذریعہ فَالْعَقْدُ کے مفہوم عام میں معنی مصدری سے اعراض کر کے مفہوم خاص یعنی عقد کے حاصل مصدر معنی مراد لے

رہے ہیں حاصل مصدر بمعنی بندھن اور نکاح سے حاصل ہونیوالا خاص تعلق شرعی مراد ہے ۔

عبارت | وَاِنَّمَا قُلْنَا هٰذَا لِاَنَّ الشَّرْعَ يَعْتَبِرُ الْاِيْجَابَ وَالْقَبُوْلَ اَرْكَانَ عَقْدِ النِّكَاحِ لَا اُمُوْرًا خَارِجِيَّةً كَالشَّرَائِطِ وَنَحْوِهَا۔

ترجمہ :۔ اور بیشک ہم نے یہ بات کہی اس لئے کہ شریعت اعتبار کرتی ہے ایجاب وقبول کا عقد نکاح کے رکن کی حیثیت سے نہ کہ امر خارجی۔ جیساکہ شرط اور اس جیسی چیزیں حقیقت سے خارج ہوتی ہیں ۔

مصنف اس کے ذریعہ ایجاب وقبول کے بارے میں کہنا چاہتے ہیں کہ نکاح میں ایجاب وقبول عقد نکاح کے لیے شرعًا رکن ہیں۔ اور رکن نکاح ہونے کی وجہ سے نکاح کی حقیقت میں داخل ہیں لَا اُمُوْرًا خَارِجِيَّةً سے اس قول کو رد کرنا چاہتے ہیں کہ ایجاب وقبول عقد نکاح کے لیے رکن نہیں ہیں۔ بلکہ شرط کے درجے میں حقیقت شی سے خارج ہیں۔ مصنف تاکیدًا فرمانا چاہتے ھیں ایجاب وقبول شرط نہیں بلکہ رکن کے درجہ میں ہیں ماہیت نکاح میں داخل ہیں۔

رکن اور شرط میں فرق | رکن، حقیقت شی میں اس طرح داخل ہے کہ اگر وہ رکن نہ ہو تو وہ شی بھی نہ ہو جیسے حج بیت اللہ میں وقوف عرفہ نو ذی الحجہ بعد الزوال رکن حج ہے اگر یہ وقوف عرفہ نہ ہو تو حج نہیں ہے۔ اور رکن وقوف عرفہ اتنا اہم حج کا جزء ہے کہ اس کی تلافی بعد میں ممکن نہیں ہے۔ لیکن حج میں احرام شرط ہے۔ اور میقات سے احرام ضروری لیکن اگر کوئی شخص میقات سے بغیر احرام آگے بڑھ گیا تو بھی دم اور قربانی ادا کر کے بعد میں احرام کرسکتا ہے۔ یہ بنیادی فرق ہے رکن اور شرط کے درمیان ۔

عبارت | وَقَدْ ذَكَرْتُ فِيْ شَرْحِ التَّنْقِيْحِ فِيْ فَصْلِ النَّهْيِ كَالْبَيْعِ ۔

اس عبارت کے حوالے سے مصنف ایجاب وقبول کو رکن عقد نکاح ثابت کرنا چاہتے ہیں

التنقیح، اصول فقہ کی ایک بنیادی کتاب ہے۔ شارح وقایہ نے اسکی شرح التوضیح کے نام سے کی ہے۔ اس عبارت سے مصنف اپنا مقصد نکاح کی ترکیب اور ایجاب وقبول کا رکن ہونا ثابت کرنا چاہتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ میں نے شرح تنقیح میں نہی کی فصل میں بیع کی مثال دیکر عقد بیع کے لیے ایجاب وقبول کو رکن ہونا ثابت کیا ہے، اور جس طرح عقد بیع میں ایجاب وقبول کی رکنیت ثابت ہے اور نکاح بھی ایک عقد اور معاملہ ہے اس لیے نتیجۃً نکاح کے لیے بھی ایجاب و قبول کا رکن ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ تنقیح کی اصل عبارت یہ ہے هٰكذا النهي اِمَّا عَنِ الحِسِّيَّاتِ كَزِنَا وَشُرْبِ الخَمْرِ فَيَقْتَضِي القُبْحَ لِعَينِهٖ اِتِّفَاقًا الاِدَلِيْلِ اَنَّ النَّهْيَ لِقُبْحِ غَيْرِهٖ وَاِمَّا عَنِ الشَّرْعِيَّاتِ كالصوم والبيع عقد بیع میں اگر ایجاب وقبول غیر محل میں واقع ہو، جیسے آزاد انسان کی بیع غیر محل اور زنا جائز ہے تو وجود حسی کے ساتھ وجود شرعی کے نہ ہونے کی بنا پر شریعت اسلام نے ایسے عقد و بیع کو شرعاً بیع تسلیم نہیں کیا۔ اس طرح ثابت ہوا کہ تمام عقود و معاملات میں مثلاً عقد بیع اور عقد نکاح وغیرہ میں۔ وجود حسی کے ساتھ وجود شرعی کا بھی پایا جانا ضروری ہے اور ان کے پائے جانے کے نتیجۃً عقد بیع اور عقد نکاح دونوں میں ایجاب وقبول رکن اور داخل ماہیت ہیں۔ اور اس طرح نتیجۃً عقد نکاح مرکب ہے بسیط نہیں ہے۔

عبارت: فَاِنَّ الشَّرْعَ يَحْكُمُ بِاَنَّ الْاِيْجَابَ وَالْقُبُوْلَ الْمَوْجُوْدَيْنِ حِسًّا يَرْتَبِطَانِ ارْتِبَاطًا حُكْمِيًّا۔ ترجمہ: پس یہ بات اس لیے کہ شریعت اسلام حکم دیتا ہے کہ ایجاب قبول دونوں موجود ہونا چاہیے۔ محسوس طور پر کہ مربوط ہوں حکمی اور معنوی تعلق کے اعتبار سے۔

عبارت: فَيَحْصُلُ مَعْنًى شَرْعِيٌّ يَكُوْنُ مِلْكُ الْمُشْتَرِيْ اَثَرًا لَهٗ فَذٰلِكَ الْمَعْنٰى هُوَ الْبَيْعُ فَالْمُرَادُ بِذٰلِكَ الْمَعْنَى الْمَجْمُوْعُ الْمُرَكَّبُ مِنَ الْاِيْجَابِ وَالْقُبُوْلِ مَعَ ذٰلِكَ الْاِرْتِبَاطِ الشَّرْعِيِّ لَا اَنَّ الْبَيْعَ هُوَ مُجَرَّدُ ذٰلِكَ الْمَعْنَى الشَّرْعِي

وَالْاِیْجَابُ وَالْقَبُوْلُ اٰلَۃٌ لَہٗ کَمَا تَوَہَّمَ الْبَعْضُ۔

ترجمہ [پس نتیجہ] حاصل ہو جائیں گے ایسے شرعی معنیٰ اور حقیقتِ شرعی (مثلاً بیع میں) مشتری کی ملک اس حقیقتِ شرعی کا اثر اور نتیجہ ہوگا پس یہی معنیٰ شرعی عقدِ بیع ہے اور اس عقد سے وہ معنی مجموعی جو مرکب ہے ایجاب وقبول سے مراد ہے اس ارتباط شرعی کیساتھ [یعنی مجموعہ کا اعتبار ہوگا] یہ بات نہیں ہے کہ عقدِ بیع وہ تنہا اِس معنیٰ شرعی کا نام ہے اور ایجاب وقبول محض آلہ ہیں (عقدِ بیع کے لیے جیسا کہ بعض لوگوں نے ایسا خیال ظاہر کیا ہے)۔

توضیح الوقایہ شارح وقایہ اپنی اس عبارت مذکورہ کے ذریعہ اپنے اس مدعی کو دلائل وبراہین کی روشنی میں ثابت فرمانا چاہتے ہیں اُن کا مقصد یہ ہے کہ ایجاب وقبول عقدِ بیع اور ایسے ہی عقدِ نکاح میں بحیثیتِ رکن اور جزوِ ماہیت میں شامل ہیں خارجِ ماہیت نہیں ہیں مثلاً عقدِ بیع میں مشتری اور خریدار ایجاب اور قبول کے بعد مبیع پر اپنی ملکیت حاصل کرلیتا ہے اور اس بیع سے ایک ربط شرعی اور جواز استمتاع اور مبیع سے نفع اٹھانے کی جو اجازت شرعاً حاصل ہوتی ہے اس کو معنی شرعی سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ معنی شرعی بسیط نہیں ہے بلکہ مرکب ہیں اور معنی شرعی مجموعہ ہے ایجاب وقبول، ربط شرعی کے حصول اور مجموعہ ترکیبی کے ساتھ۔ اور شارح وقایہ نے لَا اَنَّ الْبَیْعَ ھُوَ مُجَرَّدُ ذٰلِکَ الْمَعْنَی الشَّرْعِیِّ کہہ کر ان لوگوں کی تردید کی ہے جو عقود اور معاملات میں ایجاب وقبول کو خارج ماہیت تصور کرتے ہیں اور معنی شرعی کو بسیط قرار دیتے ہیں۔ اس عبارت سے عقدِ بیع اور عقدِ نکاح دونوں ایجاب وقبول حسیؔ اور ربط شرعی کے مجموعہ سے مرکب ہو جاتے ہیں اور یہی شارح کا مقصود ہے۔

عبارت لِاَنَّ کَوْنَھُمَا اَرْکَانًا یُنَافِیْ ذٰلِکَ فَلَا شَکَّ اَنَّ لَہٗ عِلَلًا اَرْبَعًا فَالْعِلَّۃُ الْفَاعِلِیَّۃُ ھُوَ الْمُتَعَاقِدَانِ وَالْمَادِیَّۃُ الْاِیْجَابُ وَالْقَبُوْلُ وَالصُّوْرِیَّۃُ ھُوَ الْاِرْتِبَاطُ الْمَذْکُوْرُ الَّذِیْ یَعْتَبِرُ الشَّرْعُ وُجُوْدَہٗ

والغائیۃ المصالح المتعلقۃ بالنکاح۔

ترجمہ ۔ اس لیے کہ ایجاب وقبول کا رکن عقد ہونا اس کے خلاف ہے یعنی بسیط ہونے کے خلاف ہے۔ پس کوئی شک نہیں ہے کہ عقد نکاح کے لیے چار علتیں ثابت ہیں پس اوّل علت فاعلی وہ عاقدین ہیں۔ دوم علت مادی ایجاب وقبول کا موجود ہونا۔ سوم علت صوری وہ ربط خاص ہے جس کے وجود کو شریعت اعتبار کرتی ہے۔ چہارم علت غائیہ ہے یعنی وہ مصلحتیں اور منافع جو نکاح سے متعلق ہوتے ہیں۔

توضیح الوقایۃ شارح وقایہ اپنے اس قول کی تائید فرما رہے ہیں کہ نکاح مجموعہ اور مرکب شئی ہے نکاح بسیط نہیں ہے اس قول کی تائید کے لیے شارح وقایہ نے عقلی دلائل اور منقول روایات دونوں طریقے اختیار فرمائے ہیں اوپر کی عبارت فِی فَصْلِ النَّھْیِ کَالْبُیُوْعِ کے ذریعہ شرعی اور روایتی طریقے سے نکاح کا مرکب ہونا ثابت کرنے کے بعد عقلی اور فلسفی ضابطہ کے مطابق بھی عقد نکاح کو مرکب ثابت کر رہے ہیں۔

دلیلاً فرماتے ہیں فَلَاشَکَّ اَنْ لَہٗ عِلَلاً اَرْبَعًا یعنی عقلی طور بھی اس دعویٰ میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ عقد نکاح ایک مرکب شئی ہے اور شرائط ترکیب وعلل اربعہ اور چار علتِ ترکیب نکاح میں موجود ہیں، تفصیل یہ ہے اوّل علت فاعلی جس کی تعریف یہ ہے کہ ایسی علت اور نسبت جس سے فعل صادر اور واقع ہو۔ مثلاً زوجہ اور زوج کا وجود علت فاعلی کے طور پر نکاح میں ضروری ہے۔ نکاح کا جز ثانی علت مادّی ہے۔ تعریف یہ ہے کہ جس چیز کے ذریعہ کسی چیز کا وجود بن سکے اور وجود بالقوہ اس کے ذریعے سے پایا جائے وہ علت مادی ہے جیسے عقد نکاح میں ایجاب وقبول، علت مادی ہے۔ ثالث علت صوریہ، اس کی تعریف یہ ہے کہ جس چیز کے ذریعہ سے وجود بالفعل حاصل ہو یا جسکے ذریعہ سے کسی چیز کے وجود کی صورت بن سکے وہ علت صوریہ۔ مثلاً نکاح سے میاں بیوی کا خاص تعلق شرعًا اور محسوس طور پر

عاقدین کے درمیان ربط خاص زوجیت اور تعلق کا حلال ہونا استمتاع کے ذریعہ علت صوریہ ہے۔ رابع علۃ غائیہ :۔ عقد نکاح میں علت غائیہ کا وجود بھی ہے، علت غائیہ کی تعریف یہ ہے۔ عاقدین جن مقاصد اور فوائد اور منافع کے لیے کوئی کام کریں یا جو چیز فاعل کے لیے ارتکاب فعل کا باعث وسبب ہو وہ علت غائیہ ہے اور ظاہر ہے کہ نکاح کا بھی ایک مقصد شریعتِ اسلام، معاشرہ اور عاقدین کی نگاہ میں ملحوظ رہتا ہے۔ جس میں بنیادی غرض وغایت لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا قرآن نے بیان کیا ہے تاکہ مرد عورت کے ذریعہ سکون حاصل کر سکے، دوسرا اہم مقصد بقائے نوع بنی آدم اور توالد و تناسل سے سلسلہ اولاد کا وجود زوجین کو مطلوب ہوتا ہے یہ مقاصد علت غائیہ ہیں۔ بہر حال ان چاروں علتوں کے وجود اور ثابت ہونے کے بعد عقلی طور پر بھی شارح وقایہ رح کا یہ قول اور مدعی ثابت ہوگیا کہ عقد نکاح ایک مرکب شئ ہے بسیط نہیں ہے اور ایجاب وقبول حقیقتِ نکاح میں داخل ہیں۔

عبارت :۔ وَاِنَّمَا قُلْنَا عَقْدٌ مَوْضُوْعٌ لِاَنَّ الْبَيْعَ وَالْهِبَةَ وَنَحْوَهُمَا يَثْبُتُ بِهِ مِلْكُ الْمُتْعَةِ لٰكِنَّ غَيْرَ مَوْضُوْعٍ لَهٗ فَلِهٰذَا يَصِحُّ الْبَيْعُ وَنَحْوُهٗ فِىْ مَحَلٍّ لَا يَحِلُّ الْاِسْتِمْتَاعُ فِيْهِ بِخِلَافِ النِّكَاحِ :۔

ترجمہ :۔ اور اس کے سوا نہیں ہے کہ ہم نے کہا ہے [نکاح] عقد موضوع اس لیے کہ بیع اور ہبہ اور ان جیسے عقود، ان سے ثابت ہوتا ہے ملک متعہ اور نفع اٹھانے کی ملکیت حاصل ہوتی ہے لیکن بیع اور ہبہ جیسے الفاظ نہیں وضع کئے گئے ہیں عقد نکاح کے لیے، پس اس لیے بیع وغیرہ درست ہے اس جگہ میں بھی [جہاں پر] استمتاع اور جسمانی نفع اٹھانا حلال نہیں ہے بخلاف نکاح کے۔ [اور وہ صرف وہاں حلال ہے جہاں سے استمتاع اور جسمانی تعلق درست ہے۔

توضیح الوقایہ :۔ شارح وقایہ عقد نکاح کے لیے ماتن کا قول وَهُوَ عَقْدٌ مَوْضُوْعٌ لِمِلْكِ الْمُتْعَةِ سے تشریح فرمارہے ہیں کہ ماتن نے نکاح کے لیے عقد موضوع کی قید کیوں لگائی ہے جواباً فرماتے ہیں کہ دوسرے عقد

ومعاملات مثلاً بیع اور ہبہ وغیرہ سے امتیاز اور فرق ظاہر کرنے کے لیے عقد موضوع کی قید مصنف نے بیان فرمائی تاکہ فرق معلوم ہو سکے کہ ملک متعہ یعنی جماع اور وطی اور اسباب وطی اور ہمبستری جیسے تقبیل وغیرہ کی حلت کے لیے نکاح وضع شرعی ہے۔ مثلاً زید نے ہندہ سے نکاح کیا۔ ہندہ حرّہ ہو یا باندی عقد نکاح کے بعد زید کے لیے استمتاع اور نفع اٹھانا حلال ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ بھی شرط ہے کہ عقد نکاح ایسے مرد وعورت میں ہو جس کو شریعت نے نکاح کے لیے حلال کیا ہے اسکے برخلاف بیع اور ہبہ عقود عام ہیں جن سے نکاح حلال ہے یا نہیں ہے عقود عام سب کو شامل ہے۔ جیسے حلال باندی کی بیع، اور ہبہ جائز ہے اور نکاح بھی درست ہے اور غلام لڑکا یا مرد کی بیع اور ہبہ درست ہے لیکن ان سے مرد کا نکاح نہیں ہو سکتا ہے کیوں کہ نکاح ایک عقد خاص ہے جو حلال محل اور جائز افراد سے ہی درست ہے اس طرح فرق ظاہر ہو جاتا ہے بیع اور نکاح کے درمیان۔ پس نتیجۃً عقد نکاح خاص ہے اور بیع وہبہ عام ہیں۔

عبارت | هُوَ يَنْعَقِدُ بِإِيْجَابٍ وَقُبُوْلٍ لَفْظُهُمَا مَاضٍ كَزَوَّجْتُ وَتَزَوَّجْتُ أَوْ مَاضٍ وَمُسْتَقْبَلٌ كَزَوِّجْنِيْ فَقَالَ زَوَّجْتُ وَ اِنْ لَمْ يَعْلَمَا مَعْنَاهُ۔

ترجمہ:۔ اور نکاح منعقد ہو جاتا ہے ایجاب وقبول کے ذریعہ جب کہ ان دونوں کے لفظ ماضی سے ہوں جیسے زَوَّجْتُ تَزَوَّجْتُ یا ایک لفظ ماضی کا صیغہ ہو اور دوسرا مستقبل کا صیغہ ہو جیسے زَوِّجْنِیْ اگرچہ اسکے لفظی معنی وہ دونوں نہ جانتے ہوں۔

توضیح الوقایۃ | عبارت بالا متن وقایہ ہے جس کی تشریح آئندہ عبارت میں شارح وقایہ فرما رہے ہیں لَفْظُهُمَا میں هما ضمیر کا مرجع ایجاب وقبول ہے لفظ کی قید سے کتابت محضہ یعنی زوجین کا بغیر تلفّظ صرف تحریر کے ذریعہ نکاح کرنا درست نہ ہوگا اگر نکاح کیلئے بطور اجازت زوجین میں سے کوئی تحریر لکھے تو اس تحریر کو ایک بار زبان سے ادا کر لینا کافی ہوگا نکاح منعقد ہونے کیلئے۔

قولہ ماضٍ۔ یعنی نکاح کیلئے ماضی کا صیغہ زوجین کو استعمال کرنا ہوگا، کیونکہ صیغۂ ماضی اپنے دلالت معنی میں اگرچہ اخبار گذشتہ کو بیان کرتا ہے لیکن شرعی اصطلاح میں عند العقود ماضی انشاء عقد کیلئے مستعمل ہوتا ہے اور ماضی کا فائدہ تاکید اور اظہار تیقّن اور ثبوت تام ہوتا ہے، عبارت میں مستقبل کہہ کر زوجتی کی مثال سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مستقبل سے مراد صیغۂ امر ہے، کیونکہ صیغہ امر مستقبل قریب کے معنی ہی ادا کرتا ہے

قولہ وان لم یعلما معناہ۔ یعنی زوجین ایجاب و قبول میں جو الفاظ بول رہے ہیں عربی میں یا غیر عربی میں ہوں یا کوئی عجمی زبان ہوں اور عاقدین اسکے معنی لغوی کو نہ جان سکیں تب بھی نکاح شرعاً منعقد ہو جائے گا بس اتنا جاننا کافی ہیکہ جو کچھ میں بول رہا ہوں اسکا مقصد اور منشاء انعقاد نکاح ہے یعنی دلالت غیر لفظیہ عقلیہ کے ذریعہ سے بصورت قرائن اگر زوجین یہ جانتے ہیں کہ جو کچھ ہم بول رہے ہیں ان کا آخری مقصد نکاح اور زوجیت ہے تو عقد نکاح منعقد ہو جائے گا اگرچہ زوجین ان الفاظ نکاح کے معنی مطابقی اور ترجمہ لفظی نہ جانتے ہوں راجح قول یہی ہے اور اگر زوجین دلالت عقلیہ اور وضعیہ دونوں کے ذریعہ یہ نہ سمجھ رہے ہوں کہ عقد نکاح ہو رہا ہے تو فقہا کی ایک طائفہ جماعت کے نزدیک یہ نہ جاننا نکاح کے لئے مانع ہے اور نکاح منعقد نہ ہوسکے گا

دلیل مسئلہ وَاِنْ لَّمْ یَعْلَمَا مَعْنَاہُ، شرعی قانون نکاح شہادت شاہدین، اور اعلان بالنکاح ایک ایسا اہم بنیادی حکم شرع ہے جس کے ہوتے ہوئے عاقدین مرد و عورت ایجاب و قبول کرنیوالے دونوں افراد معنی لغوی جاننے کے محتاج نہیں ہیں ظاہر ہیکہ جب انعقاد نکاح کے لئے دو گواہوں کا ایک ساتھ ایجاب و قبول سننا اور سمجھنا کہ نکاح ہو رہا ہے، اور دو فرد نکاح کے گواہ ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے تو ان دو گواہوں کی موجودگی میں عاقدین اور نکاح کرنیوالے دونوں افراد کیلئے،

قرینہ خارجیہ اور ماحول نکاح کی روشنی میں سمجھ لینا بہت آسان ہے کہ
ہمارا نکاح ہو رہا ہے اور ہم ایک دوسرے کے لئے نکاح کے بندھن میں
آرہے ہیں اسی لیے فقہاء نے فرمایا وَاِن لَّمْ یَعْلَمَا مَعْنَاہُ کہ عاقدین
نکاح کرنے والے لوگ ایسے الفاظ سے نکاح کریں کہ ان کا ترجمہ اور لغوی
معنی نہ سمجھے ہوں تب بھی نکاح درست ہو جائے گا عند الجمہور،
قرآن حکیم اور شہادت | وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ
ترجمہ الحکم تم لوگ دو مومن گواہ بنالیا کرو اس حکم کے ذریعہ ایک ایسی
بنیادی شرط مقرر کر دی گئی ہے کہ نکاح کرانے والے گواہوں کے آنے سے مقصدِ
عقد اور مفہوم نکاح کو قرینے اور ماحول سے سمجھ جاتے ہیں، دلیل ثانی
ارشاد رسول علیہ السلام ہے اَعْلِنُوْا بِالنِّکَاحِ نکاح کا اعلان کیا کرو
مختصر تعداد میں عزیزوں دوستوں کو جمع کرنا، دعوت ولیمہ مسنون طریقے
پر ادا کرنا یہ سب اعلان بالنکاح کا ذریعہ ہے، نکاح السر اور پوشیدہ
طور سے چھپ چھپائے نکاح کرنا ممنوع ہے، شریعت اسلام نکاح کو
کھلا ہوا اور اعلانیہ عقد قرار دیتی ہے نکاح میں گواہوں کے ساتھ اور
اعزہ و اقارب کو بغیر کسی طوالت کے مدعو کرنا شرعاً ایک امر پسندیدہ ہے
اور اسطرح اعلان نکاح کا حکم پورا ہو جاتا ہے بہر حال معاشرے کو
نکاح سے باخبر رکھنا، شہادت شاہدین (دو معیاری اور مناسب گواہ
جو نیک اور لائق ہوں انکا موجود ہونا) اور اعلان بالنکاح کرنا ایسی
ٹھوس حقیقتیں ہیں جس کے بعد معنی لغوی جاننا عاقدین کے لئے زیادہ
ضروری محسوس نہیں ہوتا ہے اور فقہاء کا یہ فرمان وَاِن لَّمْ یَعْلَمَا
مَعْنَاہُ درست ثابت ہو جاتا ہے،

وان لم یعلما کی حکمت؟

فقہی احکام شرعیہ ہمیشہ حکمت کثیر منافع اور مصالح دین ودنیا پر مشتمل ہوتے ہیں یہاں بھی شریعت نے سد اللباب یہ حکم صادر فرمایا کہ نکاح منعقد ہونے کے لیے متکلم عاقدین میاں بیوی کا اقرار نکاح غیر زبان میں معتبر ہے نکاح کے قرائن خارجی گواہوں کی پوری موجودگی کے ساتھ الفاظِ نکاح ایجاب وقبول کی دلالتِ لفظیہ اور لغوی معنیٰ اگرچہ معلوم نہ ہوں تب بھی نکاح منعقد ہو جائے گا کیوں کہ اگر لغوی معنیٰ جاننے کی شرط کو معتبر مان لیا جائے اور یہ شرط لگائی جائے کہ شوہر بیوی یا ان کے ولی یا وکیل کو ایجاب وقبول کے لفظی معنے۔ اور ترجمہ جاننا ضروری ہو تو اس سے فساد و انحراف کا راستہ کھل جاوے گا اور کوئی بھی مرد وعورت یہ کہنے لگے گا، کہ میں نے نکاح کا ترجمہ نہیں سمجھا تھا اس لیے میرا نکاح درست نہیں ہے، نزاع اور اختلافات کے مواقع پر ایسے امکانات اور واقعات کے لیے شریعتِ اسلام نے سدباب اور فساد واختلافات کا دروازہ بند کرتے ہوئے مرد وعورت کا ایجاب وقبول دو گواہ کے ساتھ معتبر ہوگا اگرچہ ان الفاظ کے معنیٰ لغوی سے ناواقف ہوں تاکہ کوئی شک وشبہ باقی نہ رہ سکے، اور نکاح ایک کھیل نہ بن جائے۔

عبارت: اَلْاِنْعِقَادُ هُوَ الْاِرْتِبَاطُ الشَّرْعِيُّ الْمَذْكُوْرُ وَالْمُرَادُ بِالْمُسْتَقْبَلِ الْاَمْرُ وَقَوْلُهُ زَوِّجْنِيْ حُذِفَ مَفْعُوْلُهُ نَحْوُ زَوِّجْنِيْ بِنْتَكَ اَوْ نَفْسَكَ۔

ترجمہ انعقاد سے مراد وہ ربط شرعی ہے جس کا تذکرہ کیا جا چکا اور مستقبل سے مراد امر ہے اور ماتن کا زَوِّجْنِیْ اس کا مفعول حذف کر دیا گیا ہے جیسے زوجنی بنتک یا نفسکِ یعنی تو شادی کرے اپنی لڑکی سے یا اپنی ذات سے۔

توضیح الوقایہ: ربط الخاص مع الایجاب والقبول والشرائط مجموعی حیثیت سے مراد انعقاد ہے اور متن میں لفظ مستقبل سے مراد صیغہ مضارع نہیں ہے بلکہ

---

[1] بنتک میں مرد وعورت دونوں سے ایجاب ممکن ہے لیکن نفسکِ میں صرف عورت سے ایجاب ہے۔ شاہد حسن قاسمی

صیغہ امر ہے اور مضارع اس صورت میں مفید ہو سکتا ہے جس میں تردد زمان نہ رہے بلکہ بطور ایجاب فعل معنیٰ حال کے لیے معین ہو جائے، اور ماتن کا قول زَوِّجْنِیْ میں زوج امر کا صیغہ ہے باب تفعیل سے اور اس کا مفعول محذوف ہے اگر خطاب ولی زوجہ ـــــ سے ہو تو زَوِّجْنِیْ بِنْتَكَ کے معنی ہوں گے یعنی اپنی لڑکی سے میری شادی کرا دو، اور اگر خطاب اصل زوجہ سے ہے تو عبارت یوں ہوگی زَوِّجْنِیْ نَفْسَكِ یعنی اپنی ذات سے میری شادی قبول کرلے۔ اس تشریح سے شارح رہ کا مقصود یہ ہے کہ زوّجنی درحقیقت توکیل ہے یعنی مخاطب کو نکاح کے لیے وکیل بنانا ہے اور باب نکاح میں ایک ہی شخص کا اصیل اور وکیل ہونا درست ہے۔

عبارت وَاعْلَمْ اَنَّ قَوْلَهٗ زَوِّجْنِیْ لَیْسَ فِی الْحَقِیْقَةِ اِیْجَابًا بَلْ هُوَ تَوْكِیْلٌ ثُمَّ قَوْلُهٗ زَوَّجْتُ اِیْجَابٌ وَّقُبُوْلٌ فَاِنَّ الْوَاحِدَ یَتَوَلّٰی طَرَفَیِ النِّكَاحِ بِخِلَافِ الْبَیْعِ فَاِنَّهٗ اِذَا قَالَ بِعْنِیْ هٰذَا الشَّیْئَ فَقَالَ بِعْتُ لَا یَنْعَقِدُ الْبَیْعُ اِلَّا اَنْ یَّقُوْلَ الْاٰخَرُ اِشْتَرَیْتُ فَاِنَّ الْوَاحِدَ لَا یَتَوَلّٰی طَرَفَیِ الْبَیْعِ وَذَالِكَ لِاَنَّ حُقُوْقَ الْعَقْدِ تَرْجِعُ اِلَی الْعَاقِدِ فِیْ بَابِ الْبَیْعِ اَمَّا فِی النِّكَاحِ فَحُقُوْقُهٗ تَرْجِعُ اِلَی الزَّوْجِ وَالزَّوْجَةِ لَا اِلَی الْعَاقِدِ فَاِنَّ الْعَاقِدَ اِنْ كَانَ غَیْرُهُمَا فَهُوَ سَفِیْرٌ مَّحْضٌ۔

ترجمہ:۔ اور یہ جان لیجئے کہ یہ کہنا مجھ سے نکاح کر لیجئے ایجاب نہیں ہے بلکہ وہ دوسرے کو وکیل بنانا ہے۔ پھر دوسرے کا قول میں نے نکاح منظور کر لیا یہ ایجاب و قبول دونوں ہے اس لیے کہ ایک ہی آدمی نکاح کے دونوں حصوں (ایجاب و قبول) کا ذمہ دار شرعًا ہو سکتا ہے بخلاف عقد بیع کے اسلیے کہ بیع میں جب کوئی کہے مجھے یہ چیز بیع دیجئے اور دوسرا کہے میں نے بیع دیا تو بیع منعقد نہ ہوگی مگر یہ کہ دوسرا کہے میں نے خرید لیا۔ اس لیے کہ ایک ہی شخص بیع کے دونوں حصوں کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔ اور یہ حکم اس لیے ہے کہ عقد کے حقوق عاقد کی طرف عقد بیع میں لوٹتے ہیں اور نکاح میں حقوق نکاح شوہر اور بیوی

کی طرف لوٹتے ہیں نہ کہ عقد کرانے والے کی طرف۔ اس لئے کہ عاقد اگر شوہر و بیوی کے سوا ہو تو محض پیغام رساں ہے۔ اور صرف بات پہنچانے والا ہے۔

توضیح الوقایہ:۔ بخلاف البیع سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ بیع میں ایک شخص ایجاب و قبول کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا ہے یعنی جس طرح نکاح میں زوجنی کے جواب میں دوسرا شخص زوّجتُ کہدے تو صرف زوّجتُ ایجاب و قبول کو مستلزم ہو جائے گا اور شخص اوّل کو قبلتُ کہنا ضروری نہیں ہوگا لیکن عقد بیع میں ایسا نہیں ہے فَاِنَّہٗ اِذَا قَالَ بِعْنِیْ ھٰذَا الشَّیْئَ یعنی اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ یہ چیز بیچ دے اور پھر بائع نے کہا بِعتُ میں نے بیچ دیا تو اس صورت میں بیع منعقد نہ ہوگی کیونکہ بعتُ کہکر بائع نے صرف ایجاب کیا ہے اس لئے مشتری کو قبول کیلئے اشتریتُ میں نے خرید لیا کہنا ضروری ہوگا،

فَاِنَّ الْوَاحِدَ لَا یَتَوَلّٰی طَرَفَیِ الْبَیْعِ، اس لئے کہ یہ ضابطۂ شرعی ہیکہ اقسام بیوع اور لین دین میں صرف ایک شخص بیع کے دونوں طرف یعنی ایجاب و قبول کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا ہے بلکہ بائع اور مشتری بیچنے والا اور خریدار کا دو مستقل شخص ہونا ضروری ہے اور یہ فرق نکاح اور بیع کے درمیان اسلئے ہے کہ بیع کے معاملات میں حقوق عقد بیع یعنی مبیع یا ثمن کا لینا دینا عاقد اور معاملہ کرنے والے کی طرف لوٹتے ہیں، اور عاقد ذمہ دار ہوتا ہے خواہ عاقد اصیل ہو یا ولی ہو یا وکیل ہو لیکن عقد نکاح کے حقوق مثلاً ادائے مہر اور تسلیم زوجہ یعنی بیوی کو سپرد زوج کر دینا یہ جملہ امور زوجین کی طرف لوٹتے ہیں عاقد کی طرف براہِ راست ذمہ داری نہیں آتی یعنی وکیل نکاح سے زوجہ مطالبہ مہر نہیں کر سکتی ہے اور شوہر تسلیم زوجہ اور بیوی کو شوہر تک پہونچانے کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے فَاِنَّ الْعَاقِدَ اِنْ کَانَ غَیْرَھُمَا فَھُوَ سَفِیْرٌ مَحْضٌ اس لئے کہ بطور وکیل یا ولی عقد نکاح کرانے والا شخص جب کہ زوجین کے علاوہ کوئی اور شخص ہے وہ سفیر محض اور پیغام پہنچانے والے کے حکم میں ہے اور شرعاً عقد کی پوری ذمہ داری ——————

زوج اور زوجہ پر رہتی ہے۔

عبارت وَقَوْلِهِمَا دَادُو پَذِيرُفْتُ بِلَا مِيْمٍ بَعْدَ دَادِي وَپَذِيرُفْتِي اِيْ اِذَا قِيْلَ لِلْمَرْاَةِ خَوِيْشْتَنْ رَا بِزَنِي بِفُلَانٍ دَادِي فَقَالَتْ دَادْ ثُمَّ قِيْلَ لِلْآخَرِ پَذِيرُفْتِي فَقَالَ پَذِيرُفْتُ بِحَذْفِ الْمِيْمِ يَصِحُّ النِّكَاحُ كَبَيْعٍ وَشِرَاءٍ اِيْ اِذَا قِيْلَ لِلْبَائِعِ فُرُوخْتِي فَقَالَ فُرُوخْتُ ثُمَّ قِيْلَ لِلْمُشْتَرِيْ خَرِيْدِيْ فَقَالَ خَرِيْدُ يَصِحُّ الْبَيْعُ لَا بِقَوْلِهِمَا عِنْدَ الشُّهُوْدِ مَا زَنُ وَشُوْيِيْمْ "

ترجمہ: اور جیساکہ عاقدین کا قول داد دے دیا اور پذیرفت بغیر میم کے قبول کر لیا دادی اور پذیرفتی کے بعد (تونے دیدیا اور تونے قبول کر لیا) یعنی جب کہ عورت سے کہا گیا کہ اپنے کو فلاں شخص کی زوجیت کے لئے تونے اجازت دیدی اس کے بعد اس عورت نے کہا دیدیا پھر دوسرے عاقد یعنی شوہر سے کہا گیا تونے قبول کر لیا زوج نے کہا قبول کر لیا حذف میم کے ساتھ نکاح درست ہے جیساکہ خرید و فروخت میں میم متکلم کے بغیر ایسا بولنا درست ہے، یعنی جب کہ بائع سے کہا جائے تونے فروخت کر دیا اس کے بعد بائع نے کہا فروخت کر دیا اس کے بعد مشتری سے کہا گیا تونے خرید لیا اور مشتری یعنی خریدار نے کہا خرید لیا یہ بیع شرعاً درست ہے اور نکاح صحیح نہیں ہے گواہوں کے سامنے زوجین کا کہنا کہ ہم دونوں میاں بیوی ہیں! (یعنی پہلے سے میاں بیوی ہیں کہنا غیر معتبر ہے)

توضیح الوقایہ: ہما ضمیر کا مرجع عاقدین اور زوجین ہیں، اس عبارت میں مسئلہ یہ ہے جو سابق سے مربوط ہے کہ عقود اور معاملات خواہ وہ نکاح ہو یا بیع و شرا ہو ماضی کا لفظ تاکید معنی کے ساتھ قطعی طور پر مفید عقد ہے لیکن دنیا کی ہر زبان میں صیغوں کا اعتبار ہوتا ہے مثلاً اردو زبان میں ضمیر میں واحد متکلم کیلئے ایسے ہی فارسی میں میم واحد متکلم کے لئے ہے اب اگر کوئی شخص کہہ دے کہ داد یعنی زوجیت میں دے دیا اور ضمیر میں کا استعمال نہ کرے یعنی یوں نہ کہے کہ دادم ——

میں نے اجازت دی، ایسے ہی فارسی میں پزیرفتم، معنی میں نے قبول کیا، کی جگہ صرف
پزیرفت بمعنی قبول کیا، میم متکلم کو حذف کر دینا بہ قرینہ کلام کی بناء پر درست ہے اور شرعاً
نکاح درست ہوجائے گا۔ ایسے ہی خرید وفروخت فارسی میں میم ضمیر متکلم کے بغیر کلام درست
ہے۔ مثلاً بائع، فروختم" بمعنی میں نے بیچ دیا۔ کی جگہ صرف "فروخت" بمعنی بیچ دیا کہے، تو
درست ہے۔ جیسا کہ اردو میں میں نے نکاح قبول کرلیا۔ کی جگہ صرف نکاح قبول کرلیا
کہنا درست ہے۔ قولہ، وَقَوْلِهِمَا۔ اس کا عطف ماقبل عبارت کَزَوَّجْتُ پر ہے
اور کاف حرف تشبیہ سے عطف کی بناء پر یہ مجرور ہے قولہ لا بقولهما عند
الشهود مَازن وَشوئيم اس جملہ کی اصل عبارت یہ ہے ای لَا يَصِحُّ النِّكَاحُ
بِالْاِقْرَارِ وَالْاِخْبَارِ عند الشُّهُوْدِ بِالزَّوْجِيَّتِ بِدُوْنِ كَلَامٍ يَدُلُّ عَلٰى
اِنْشَاءِ الْعَقْدِ۔

مفہوم۔ یعنی نکاح درست نہ ہوگا محض خبر دینے کے اقرار سے گواہوں کے سامنے
میاں بیوی ہونے کے بارے میں ایسے انشائی کلام کے بغیر جو نکاح پر فی الحال دلالت
نہ کر رہا ہو، یہ کلام انشائی صیغہ ماضی اور مضارع سے بمعنے زمانہ حال جائز ہے یہ
صیغہ ماضی تاکید کلام کے لیے فقہی طور پر انشاء، اور فی الحال عقد نکاح پر دلالت
کرتا ہے:۔

دلیل مسئلہ — یہ ہے کہ یہاں میاں بیوی فی الحال نکاح کرنا چاہتے ہیں تو انکو
کلام ایسا بولنا چاہیے جو فی الحال نکاح کرنے پر دلالت کرتا ہو جیسے
نَتَزَوَّجُ یا تَزَوَّجْنَا یا نَكَحْنَا۔ یعنی ہم نے نکاح کرلیا فقہی طور پر ایسے کلام انشائی سے
نکاح درست ہے اور مَازَنُ وَشوئم کہنا ہم میاں بیوی ہیں اس کلام سے نکاح نہ ہوگا۔

عبارت: وَيَصِحُّ بِلَفْظِ نِكَاحٍ وَتَزْوِيْجٍ وَهِبَةٍ وَتَمْلِيْكٍ وَصَدَقَةٍ وَبَيْعٍ وَشِرَاءٍ
لَا بِلَفْظِ الْاِجَارَةِ وَالْاِعَارَةِ وَالْوَصِيَّةِ لَفْظُ الْمُخْتَصَرِ هٰذَا وَيَصِحُّ بِلَفْظِ نِكَاحٍ وَتَزْوِيْجٍ
وَمَا وُضِعَ لِتَمْلِيْكِ الْعَيْنِ حَالًا هٰذَا هُوَ الْنظنا بِطَـة فَلَا يَصِحُّ

بِلَفْظِ الإِجَارَةِ وَالاِعَارَةِ لِاَنَّهُمَا لَمْ تُوضَعَا لِتَمْلِيْكِ العَيْنِ وَلَا بِلَفْظِ الْوَصِيَّةِ لِاَنَّهَا وُضِعَتْ لِتَمْلِيْكِ العَيْنِ لَا فِى الْحَالِ فَاللَّفْظُ الَّذِىْ وُضِعَ لِتَمْلِيْكِ العَيْنِ حَالًا اِذَا اُطْلِقَ وَتَكُوْنُ القَرِيْنَةُ دَالَّةً عَلىٰ اَنَّ المَوْضُوْعَ لَهٗ غَيْرُ مُرَادٍ بِاَنْ تَكُوْنَ الزَّوْجَةُ حُرَّةً فَيَثْبُتُ المَعْنَى المَجَازِىُّ وَهُوَ مِلْكُ المُتْعَةِ فَاِنَّ مِلْكَ العَيْنِ سَبَبٌ لِمِلْكِ المُتْعَةِ فَيَكُوْنُ اِطْلَاقُ لَفْظِ السَّبَبِ عَلىَ المُسَبَّبِ وَعِنْدَ الشَّافِعِىِّ رحمہ اللہ لَا يَنْعَقِدُ بِهٰذِهِ الاَلْفَاظِ وَانْعِقَادُهٗ بِلَفْظِ الْهِبَةِ مُخْتَصٌّ بالنبی علیہ السلام لِقَوْلِهٖ تَعَالىٰ خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُوْنِ المُؤْمِنِيْنَ وَلَنَا قولہٗ تعالیٰ اِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِىِّ الاٰيَةَ مَجَازٌ وَالمَجَازُ لَا يَخْتَصُّ بِحَضْرَةِ الرِّسَالَةِ وَقَوْلُهٗ تعالیٰ خَالِصَةً لَكَ فِىْ عَدَمِ وُجُوْبِ الْمَهْرِ اَوْ اَحْلَلْنَا هُنَّ خَالِصَةً لَكَ اِىْ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ نِكَاحُهُنَّ ۔

ترجمہ اور عقد نکاح درست ہوجاتا ہے لفظ نکاح اور تزویج اور ھبہ اور تملیک وصدقہ اور بیع وشراء کے ذریعہ البتہ نکاح منعقد نہیں ہوتا ہے لفظ اجارہ وعاریت سے اور وصیت سے [اس موقعہ پر] مختصر الوقایہ کے الفاظ وعبارت یہ ہیں اور نکاح درست ہوجاتا ہے لفظ نکاح اور تزویج سے اور ایسے لفظ سے جو [اصلاً] وضع کیا گیا ہو تملیک شئ کے لیے زمانہ حال میں ــــ یہ ایک عام ضابطہ ہے [نکاح کے سلسلے میں] پس نکاح نہیں درست ہوتا ہے لفظ اجارہ اور عاریت سے اس لیے کہ وہ دونوں الفاظ اجارہ اور عاریت [اصلاً] کسی شئ کی تملیک کے لیے وضع نہیں گئے ہیں اور نیز نکاح منعقد نہیں ہوگا لفظ وصیّت سے اگرچہ تملیک شی کے لیے وضع کیا گیا ہے لیکن وصیّت سے فی الحال ملک نہیں ہوتی پس وہ لفظ جو وضع ہوا ہو اصلاً تملیک شئ فی الحال کے لیے جب اس لفظ کو مطلقاً بولا جائے اور قرینہ دلالت کرنے والا ہو اس بات پر کہ حقیقی معنے

مراد نہیں ہے۔ مثلاً اس طریقہ پر کہ زوجہ حرّہ اور آزاد ہے تو اس صورت میں ہبہ
اور بیع سے معنی مجازی مراد لینا ثابت ہو جائے گا اور وہ معنی مجازی ملکیت استمتاع
اور عورت سے جائز نفع اٹھانے کا حق ہے اس لیے کہ ملکیتِ شی سبب ہے ملکیتِ
استمتاع اور جائز نفع اٹھانے کی ملکیت کے لیے۔ اس صورت میں سبب کا اطلاق
مسبب پر ہو جائے گا البتہ امام شافعیؒ کا اختلاف ہے انکے نزدیک نکاح منعقد
نہیں ہوتا ہے۔ ان الفاظ نکاح ہبہ، بیع وغیرہ سے اور امام شافعیؒ
کے نزدیک، انعقاد نکاح لفظ ہبہ سے (قرآن پاک میں) حضرت نبی علیہ السلام کیلئے
خاص ہے جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے۔ خَالِصَةً لَّكَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ
یعنی آپؐ کے لیے خاص ہے مومنین کے سوا۔ (پ ۲۲)

اور ہماری (یعنی احناف کی) دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول قرآن
پاک میں وَإِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اگر عورت ہبہ کر دے اپنے آپ کو
نبی کے لیے، یہ پوری آیت معنی مجازی میں ہے اور معنی مجازی عام ہیں خاص
نہیں ہوتے رسالت اور ذات رسول کے لیے اور اللہ تعالیٰ کا قول خَالِصَةً
لَّكَ یعنی آپؐ کے لیے خاص ہے اس کا تعلق مہر مثل واجب نہ ہونے کے
بارے میں ہے یا یہ معنی ہیں کہ (ہم نے ان عورتوں کو حلال کر دیا خالص آپ
کے لئے یعنی ان عورتوں کا نکاح ثانی کرنا کسی شخص سے بھی صحیح
نہیں ہے۔

توضیح الوقایہ

نزد امام شافعی عقد نکاح کیلئے لفظ تزویج و نکاح خاص ہیں اور
انعقاد نکاح کیلئے دیگر زبانوں میں نکاح کے مرادف
اور ہم معنی لفظ سے نکاح ہو سکتا ہے عند الشافعی
اور احناف کا محتاط عمل بھی یہی ہے کہ لفظ نکاح اور تزویج سے بھی نکاح کرتے ہیں
لیکن انکے علاوہ حضرت امام شافعی اور احمد کے نزدیک لفظ ہبہ یا بیع وغیرہ کلمات
جو تملیک شی فی الحال کیلئے مستعمل ہیں انکے معنی حقیقی اور معنی مجازی سے نکاح
منعقد نہیں ہوتا ہے۔

مسلک احناف: حضرت امام ابو حنیفہ کا ظاہر مسلک یہ ہے کہ جو کلمات

اور الفاظ کسی چیز کی ملکیت حاصل کرنیکے لیے بطور انشاء کلام زمانہ حال کے اعتبار سے وضع کئے گئے ہیں ایسے تمام الفاظ مثلاً ہبہ، ملکیت، بیع وشراء وغیرہ کے ذریعہ معنی مجازی کے قرینہ سے نکاح صحیح منعقد ہوجاتا ہے۔

صاحب شرح وقایہ اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ھٰذَا هُوَ الضَّابِطَةُ فَلَا يَصِحُّ بِلَفْظِ الْإِجَارَةِ وَالْإِعَارَةِ لِأَنَّهُمَا لَمْ تُوضَعَا لِتَمْلِيكِ الْعَيْنِ یعنی تملیک شی فی الحال کے معنی جن الفاظ میں ہوں ان سے نکاح درست ہے جیسے زوجہ حرہ کہے بِعْتُ نَفْسِي بِكَ میں نے اپنے آپ کو تیرے ہاتھ بیچا بطور ایجاب کے اور جواب میں مرد بطور قبول کے کہے اِشْتَرَيْتُ نَفْسَكَ میں نے تجھے خرید لیا۔ زوجہ اگر آزاد ہے تو ظاہر ہے کہ حرہ کی بیع وشراء حرام ہے اس لیے قرائن و علامات نکاح کی بناء پر اس کلام میں عقد نکاح کے معنی مجازی مراد ہونگے اور اس صورت میں مجاز کے اسباب و تعلق میں سے ایک تعلق سبب (ملکیت شئ) بول کر مسبب (بضعۂ زوجہ سے نفع اٹھانے کی ملکیت) مجازاً امر نکاح مراد ہوگا لیکن جو الفاظ ملکیت شئے کیلئے نہیں ہیں ان سے نکاح نہ ہوگا مثلاً عاریت اور مانگنے کے الفاظ یا اجارہ اور کرایہ کے الفاظ جیسے زوجہ شوہر سے کہے اَعَرْتُ نَفْسِي اِلَيْكَ یعنی میں نے بطور ترعا اور مانگی ہوئی چیز کے اپنی ذات کو دیدیا تو ایسے الفاظ سے نکاح منعقد نہ ہوگا کیوں کہ عاریت میں تملیک شی نہیں ہوتی بلکہ تملیک منافع ہے ایسے ہی اجارہ سے تملیک منافع کا مفہوم پایا جاتا ہے تملیک شی کا نہیں اس لیے نکاح منعقد نہ ہوگا۔

لفظ وصیت سے نکاح کا حکم:

اسی لیے لفظ وصیت بولنا اگرچہ تملیک شی کے لیے ہے لیکن زمانہ حال کے بجائے زمانہ مستقبل کے لیے وصیت ہوتی ہے اور عقد نکاح کے لیے زمانہ حال معتبر ہوتا ہے اس لیے لفظ وصیت سے نکاح منعقد نہیں ہوتا ہے۔

لیکن بعض فقہاء نے لفظ وصیت کی تجرید زمانہ مستقبل کی صورت میں زمانہ حال کی قید بڑھا کر لفظ وصیت سے نکاح کو معتبر مانا ہے۔ مثلاً زید

ہندہ کا ولی ہے اور دو شرعی گواہوں کی موجودگی میں اس طرح کہے اَوْصَیْتُ بِابْنَتِي فِی الْحَال۔ یعنی میں زمانہ موجود میں اپنی بیٹی کو لفظ وصیت کے ذریعہ نکاح میں دے رہا ہوں، اور جواباً زوج کہے قَبِلْتُ، میں نے قبول کر لیا۔ تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔ بشرطیکہ ماحول نکاح اور قرینۂ نکاح موجود ہو۔

الفاظ نکاح اور قانون فقہ | اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں :۔

اوّل : (الف) لفظ تزویج ونکاح سے متفق علیہ نکاح ہوتا ہے بین الشافعی وابی حنیفہ والجمہور۔ (ب) ھبہ، صدقہ، تملیک اور بیع کے الفاظ بھی معتبر ہیں مثلاً زوجین میں سے کوئی وَھَبْتُ نفسی، یا صدقتُ، یا بِعْتُ کہدے اور دوسرا فوراً قَبِلْتُ کہدے دو گواہوں اور شاہدوں کی موجودگی میں تو نکاح منعقد ہو جائے گا متفق بین الاحناف خلافاً للشافعی۔

دوم : دوسرے وہ الفاظ جن سے نکاح ہونے کے بارے میں احناف کا باہمی اختلاف ہے اور نکاح میں ترجیح حاصل ہے۔ مثلاً لفظ بیع، بیچنا اور شرا، خریدنا لفظ قرض اور اقسام بیوع میں بیع السلم اور بیع الصرف اور لفظ الصلح جیسے الفاظ کے ذریعہ بعض فقہاء کے نزدیک نکاح منعقد ہو جاتا ہے، اور بعض کے نزدیک نہیں۔

سوم : تیسری صورت وہ ہے جس میں اختلاف احناف ہے لیکن ترجیح عدم نکاح اور نکاح نہ ہونے کو ہے جیسے لفظ اجارہ اور وصیت، البتہ لفظ وصیت کو زمانہ حال کی قید لگا کر معتبر مانا گیا ہے گویا الفاظ نکاح میں تملیک شئے اور زمانہ حال کا مفہوم ضروری ہے۔

چہارم : چوتھی صورت وہ ہے جن میں متفقاً نکاح منعقد نہیں ہوتا ہے۔ جیسے اباحت، احلال، عاریت، رہن، تمتع، اقالہ، اور خلع وغیرہ ان الفاظ میں تملیک شئ فی الحال کا مفہوم نہ ہونے کی وجہ سے نکاح جائز نہیں ہے۔

قولہ عند الشافعیؒ لَا یَنْعَقِدُ بِھٰذِہِ الْاَلْفَاظِ وَ اِنْعِقَادُہٗ بِلَفْظِ الْھِبَۃِ مُخْتَصٌّ بِالنَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَام۔ یعنی امام شافعی کے نزدیک احناف کا یہ اصول وضابطہ معتبر نہیں ہے کہ جو الفاظ تملیک شئ فی الحال کے لیے موضوع ہیں وہ نکاح کے لیے کافی ہیں۔ اور احناف کی دلیل قرآنی

اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ ۔ (اگر کوئی عورت ہبہ کردے اپنی جان کو نبی کیلئے. اس کا جواب امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ عمومی ضابطہ امت کے لیے نہیں ہے بلکہ لفظ ہبہ سے عقد نکاح منعقد ہونا صرف نبی کی ذات گرامی کے ساتھ خاص ہے کیوں کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ پارہ ۲۲ یعنی خصوصیت ہے آپکی ذات کے لئے الخ اور صاحب شرح وقایہؒ نے امام شافعی کی اس دلیل کا جواب ان الفاظ سے دیا ہے وَ لَنَا اَنَّ قَوْلَهٗ تَعَالٰی اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ الایہ مَعْبَارٌ یعنی احناف کی دلیل یہ ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا یا ام شریک رضہ کا تذکرہ اس آیت کے شان نزول میں آتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر وہ عورت اپنی ذات کو نبی کے لیے ہبہ کریں ظاہر ہے کہ یہ آیت معنی مجازی میں مستعمل ہے کیوں کہ زوجین میاں بیوی کبھی ایک دوسرے کے لیے حقیقۃً مالک نہیں ہو سکتے ہیں بلکہ مجازی طور پر ملک استمتاع اور شوہر بیوی کی ذات سے صرف نفع اٹھانے کا مالک ہے جیساکہ معلوم ہے کہ ملکیت منافی نکاح ہے یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے کی باندی سے نکاح کرلیا باجازت مولیٰ جائز ہے لیکن اس باندی کو زوج نے خرید لیا تو نکاح فوراً ختم ہوجاتا ہے. اگرچہ بطور باندی کے اس سے قربت وجماع حلال رہے گا اس سے معلوم ہوا کہ آیت کریمہ میں لفظ ہبہ اور اس کے نتیجہ میں مستنبط مسلک احناف ثابت ہوجاتا ہے کہ تملیک شئی فی الحال کے لفظ سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے اور یہ سب معنی مجازی مراد ہے اور معنی مجازی قرائن کے ساتھ تمام انسانوں کے لیے معتبر اور جائز ہے اس لیے خصوصیت نبیؐ اس آیت میں نہیں پائی گئی بلکہ یہ حکم امت کے لیے عام ہے۔

امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب اوّل

خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ سے خصوصیت نبیؐ لفظ ہبہ کے ساتھ جو امام شافعیؒ کی دلیل ہے صاحب شرح وقایہ اسکے اس طرح دو جواب دے رہے ہیں ۔

جواب اوّل | وقولہ تعالیٰ خَالِصَةً لَّكَ ۔ یعنی لفظ خاص سے جو خصوصیت نبی علیہ السلام مراد ہے اس کے دو متعلق مراد ہیں ۔ اوّل عدم وجوب مہر یعنی اگر کوئی عورت بغیر مہر نبی علیہ السلام سے نکاح کرلے تو یہ خالص صرف آپ کے لیے جائز ہے جب کہ عام مسلمان بغیر مہر ھبہ جیسے الفاظ سے نکاح کرے تو اس پر مہر مثل واجب ہوتا ہے ۔ اس صورت میں حضرت نبی علیہ السلام پر کوئی مہر لازم نہیں تھا ۔

جواب ثانی | دوسری مراد یہ ہے کہ خَالِصَةً لَّكَ یعنی آپ کی ازواج مطہرات اور بیویاں خالص آپ کے لیے جائز ہیں، یعنی دوسرے مومنین کیلئے ان ازواج میں سے کسی کا عقد ثانی کرنا درست نہیں ہے ۔ کیوں کہ یہ ازواج مطہرات امہات المومنین اور امّت کی مائیں ہیں ان کا احترام مثل ماں کے ہر طریقے پر ہے اس لیے کسی نے بھی عقد ثانی ازواج مطہرات سے نہیں کیا ۔ ان دو جوابات کے نتیجہ میں احناف کا مدّعی و مسلک و مقصد ثابت ہو جاتا ہے کہ لفظ ہبہ سے تملیک العین فی الحال کا ضابطہ پوری امت کے لیے مستنبط ہے اور نتیجۃً ہبۃ جیسے الفاظ سے ہر مسلمان کا نکاح مع وجوب مہر المثل معتبر ہے ۔

خصوصیت ازواج مطہرات اور قرآن کریم : يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ ۔ مفہوم : اے نبی علیہ السلام کی منکوحہ عورتوں تم اپنی خصوصیات اور مرتبے کے اعتبار سے کسی دوسری عورت جیسی نہیں ہو بلکہ تمہارا مقام مرتبہ نظام اور تعداد ازواج وغیرہ دوسری عورتوں سے کافی مختلف اور جدا ہے جیسا کہ تاریخ اسلام سے ثابت ہے کہ ازواج مطہرات کا مرتبہ اہمیت اور خصوصیات نکاح پوری ملّت اسلامیہ اور دنیا کی عورتوں سے ممتاز اور الگ رہا ہے ۔

دلائل امتیاز و خصوصیت ازواج مطہرات | اوّل یہ کہ بیک وقت نو بیویاں بعقد نکاح رسول علیہ السلام وقت واحد میں مجتمع اور منکوحہ رہی ہیں ۔

خصوصیت دوم : رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ۔۔۔۔ ازواج

لہ پ ۲۲

مطہرات پوری امت کے لیے مثل ماں اور والدہ کی طرح محترم و مقدس تھیں اس لیے پوری امت نے ان کا احترام بعد وفاتِ نبی علیہ السلام بھی مثل والدہ اور ماں کی طرح جاری رکھا اور کسی بھی فرد نے بیوہ ہونے کے باوجود ان ازواج مطہرات سے عقد ثانی نہیں فرمایا اور یہی دلیل احناف ہے، آیت کریمہ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ کے مفہوم معنی مرادی کے اعتبار سے کہ ازواج آپ کے لیے خاص ہیں ۔ اور ان کا نکاح غیر نبی سے جائز نہیں ہے ۔

خصوصیت سوم :۔ اگر کوئی زوجہ محترمہ بغیر مہر اپنے کو نکاح کے ذریعہ ہبہ کر دے اور مہر مقرر نہ کرے تو مہر ساقط ہے نبی علیہ السلام کے لیے جب کہ عام امتی کے لیے مہر مثل واجب ہوگا

عبارت :۔ وَشَرْطُ سِمَاعُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لَفْظَ الْآخَرِ وَحُضُوْرُ حُرَّيْنِ اَوْ حُرٍّ وَحُرَّتَيْنِ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ اِذْ عِنْدَهٗ لَا يَصِحُّ اِلَّا بِشَهَادَةِ الرِّجَالِ مُكَلَّفَيْنِ مُسْلِمَيْنِ سَامِعَيْنِ مَعًا لَفْظَهُمَا فَلَا يَصِحُّ اِنْ سَمِعَا مُتَفَرِّقَيْنِ كَمَا اِذَا نَكَحَا بِحُضُوْرِ وَاحِدٍ ثُمَّ غَابَ هُوَ وَحَضَرَ اٰخَرُ فَاَعَادَا بِحُضُوْرِهٖ ۔

ترجمہ :۔ اور عقد نکاح کے لیے شرط ہے ۔ عاقدین میں سے ہر ایک کا سننا دوسرے کے الفاظ کو اور (شرط ہے شہادت کے لیے) دو آزاد مرد یا ایک آزاد مرد اور دو آزاد عورتیں ۔ حضرت امام شافعی رح کا اس میں اختلاف ہے کیوں کہ ان کے نزدیک نکاح بغیر مردوں کی شہادت کے درست نہیں ہوتا ہے وہ دو شخص (گواہ) مکلف یعنی عاقل و بالغ ہوں ۔ دونوں مسلمان ہوں، دونوں سننے والے ہوں ایک ساتھ ایک وقت میں عاقدین کے الفاظ نکاح کو یہ ضروری ہے پس نکاح درست نہ ہوگا اگر ان دونوں گواہ نے علیحدہ علیحدہ وقت میں سنا ہو، ایجاب و قبول کو، مثلاً نکاح کریں عاقدین ایک گواہ کی موجودگی میں (اور وہ گواہ مجلس گواہی سے غائب ہو جائے اور دوسرا

گواہ حاضر ہوجائے اور دوسرے گواہ کے سامنے عاقدین الفاظ نکاح دہرا دیں۔

توضیح الوقایہ: نکاح میں شہادت کی قانونی حیثیت: ارشاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے لَا نِكَاحَ اِلَّا بِشُهُوْدٍ کہ نکاح معتبر نہیں ہے مگر دو گواہوں کی موجودگی میں شرعاً نکاح کا اعتبار ہوگا، حضرت عمر فاروقؓ کا اثر ہے کہ آپؓ نے بغیر شہادت نکاح کو نکاح السر، شل رنا اور فاسد قرار دیا ہے نیز نکاح کے لیے نصاب شہادت شرط ہے، حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نصاب شہادت کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے، وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ، سورۃ البقرہ پارہ ۳۔

مفہوم یعنی تم لوگ عند العقد گواہ بنا لیا کرو، دو گواہ اپنے مردوں میں سے پس اگر وہ گواہ دو مرد نہ ہوسکیں۔ تو ایک مرد اور دو عورتیں نصاب شہادت کے لیے کافی ہیں، اس آیت کریمہ میں من رجالکم کی قید سے مجنون، صبی، اور کافر خارج ہیں۔

من رجالکم کی قید، جس کے معنی ہیں اے اہل ایمان تمہارے مردوں میں سے دو گواہ ہونے چاہئیں اور وہ مرد مسلمان عاقل و بالغ ہونا ضروری ہے اور اتفاقاً اگر ایک مرد گواہ ملے تو پھر دو عورتیں قائم مقام ایک مرد کے قرار دی جائیں گی۔ اس طرح ایک مرد اور دو عورتیں گواہ کے لیے کافی ہیں۔ یہ حکم بدرجہ ضرورت ہے ورنہ صرف دو مرد گواہ ہونا بہتر ہے۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دونوں گواہ نکاح کے لیے مرد ہونے چاہئیں عورت کی گواہی نکاح کے بارے میں امام شافعیؒ کے نزدیک معتبر نہیں ہے امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ وَّشَاهِدَيْ عَدْلٍ یعنی نکاح بغیر ولی کے اور دو گواہوں کے معتبر نہیں ہوتا ہے اور شَاهِدَيْنِ صیغہ تثنیہ مذکر ہے اس لیے امام شافعیؒ کے نزدیک صرف دو مردوں کو گواہ بنانا چاہیے

امام ابوحنیفہؒ کا جواب اس روایت کے سلسلہ میں یہ ہے کہ روایت بالا میں شَاهِدَيْ عَدْلٍ کے الفاظ مطلقاً جنس گواہ کو ثابت کرتے ہیں۔ اور مذکر و مونث جیسے وصف کا اس روایت میں نہ تذکرہ ہے اور نہ لحاظ ہے ۔۔۔ اور نہ

عورتوں کی شہادت پر نفی ہے۔ بلکہ آیات کلام اللہ فَرَجُلٌ وَّامْرَأَتَانِ یعنی ایک مرد دو عورتیں گواہ ہو سکتی ہیں یہ درست ہے،

معیارِ شہادت اور قرآن مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ، گواہی دینے والے ایسے افراد ہونے چاہیئے جن کو اخلاق و کردار کے اعتبار سے تم لوگ اہل ایمان معاشرے اور سماج میں اچھی نظر اور پسندیدہ نگاہ سے دیکھتے ہو قرآن حکیم نے شہادت اور گواہی کیلئے ایک بنیادی اصل اور رہنما ضابطہ تعلیم فرما دیا ہے کہ گواہی دینے والا آزاد، عاقل بالغ پسندیدہ صفات اور اچھے کردار والا مومن شخص ہونا چاہیئے، ایسا اچھا فرد گواہ ہونا چاہیئے جو ذاتی نیکی و الاتقوی کے ساتھ صالح معاشرے میں پسندیدہ نگاہ اور ایماندار امانت دار اور صادق القول ہو

اقسامِ شہادت قضاء شہادت کے چار مراتب ہیں۔

اوّل:۔ شہادت ثبوت الزنا اس کے لیے چار مردوں کا ہونا ضروری ہے۔ قسم ثانی حدود اللہ

،، حَدُّ الْقَذْفِ، حَدُّ الْخَمْرِ، حَدُّ السَّرِقَةِ، اور حَدِّ قَتْلٍ وَقِصَاصٍ،

اسمیں دو مردوں کا گواہ ہونا ضروری ہے شہادت میں شبہ سے حد ختم ہو جاتی ہے

ثالث، دیگر حقوق مالی یا غیر مالی جیسے نکاح، طلاق عتاق، وصیت، رجعت، وکالت وغیرہ ان معاملات میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں شہادت کیلئے کافی ہیں عند الاحناف۔ خلاف امام مالک و شافعی کے البتہ انکے نزدیک عورتوں کی گواہی عقد مالی یا عقد تابع مالی میں مردوں کے ساتھ معتبر ہے جیسے عاریت، اجارہ، کفالت، شرط خیار، شفعہ اور اقسام بیوع، وغیرہ ہیں

رابع، شہادت - احوال نساء کیلئے یعنی عورتوں کے مخصوص معاملات کے لئے، اس قسم کی شہادت جسکو بطور مشاہدہ شہادت دینا مردوں کیلئے ممکن نہیں ہے، اسکے لئے امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک ایک عورت کی گواہی کافی ہے اور دو عورتوں کی گواہی افضل ہے مگر امام شافعیؒ

البقرہ پ۳

کے نزدیک چار عورتوں کی شہادت ضروری ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک دو عورتیں شہادت کے لیے کافی ہیں۔

اسلام اور قانون شہادت: شاہد اور گواہ کے لیے لفظ اشہد (میں گواہی دیتا ہوں) کہنا شاہدے کی بنیاد پر ضروری ہے، گواہ کے لیے ضروری ہے کہ اپنے مشاہدے کی بنیاد پر گواہی دے، البتہ معتمد خبر کی بنیاد پر نسب نکاح، وراثت، دخول اور ولایت قاضی کی شہادت دی جا سکتی ہے۔ وصف شاہد اور گواہ کی صفت شرعًا یہ معتبر ہے کہ گواہی دینے والا ان صفات سے موصوف نہ ہو۔ (۱) نابینا (۲) مملوک (۳) محدود فی القذف نہ ہو اگرچہ وہ توبہ کرلے۔ یعنی کسی عاقل و بالغ شخص نے دوسرے آزاد عاقل و بالغ پر شرائط شرعیہ کے ساتھ تہمت زنا لگائی ہو۔ اور شرعی شہادت، چار گواہ پیش نہ کر سکا ہو۔ ایسے شخص کی سزا قرآنی آیت کے مطابق اسّی کوڑے ہیں اور وہ مردود الشہادت ہے (۴) والدین کی شہادت اپنے بیٹے کے لیے اور پوتے کے لیے اور اولاد کی شہادت ماں باپ کے لیے (دادی دادا، نانا نانی کیلئے اوپر تک قضاءً معتبر نہیں ہے (۵) زوجین میں سے کسی ایک کی شہادت دوسرے کے لیے معتبر نہیں ہے (۶) مولیٰ اور مالک کی شہادت اپنے غلام محض کے لیے یا مکاتب کے لیے معتبر نہیں ہے (۷) کسی شریک تجارت و زراعت کی شہادت ان کے عقد شرکت کے بارے میں اپنے دوسرے شریک تجارت یا زراعت کے لیے معتبر نہیں ہے (۸) خنثیٰ اور ہیجڑے کی شہادت معتبر نہیں ہے (۹) پیشہ ور ماتم کرنیوالا مرد و رونیوالی عورت کی گواہی معتبر نہیں ہے (۱۰) پیشہ ور گانے اور ناچنے والی بازاری عورت کی شہادت معتبر نہیں ہے اور شرابی کی شہادت معتبر نہیں ہے (۱۱) جوا اور سٹہ کھیلنے والا، پرندوں سے بازی کھیلنے والے کی گواہی معتبر نہیں ہے

(۱۲) کھلے عام گناہ کرنے والا، سود خور، بازاری گھٹیا کام کرنے والا جیسے سڑک پر چلتے پھرتے کھانا کھانا وغیرہ۔ ایسے امور جو گواہ کی شخصیت کو اعمال حقیر کے ساتھ معروف بنا چکے ہوں ایسے لوگوں کی شہادت مذکورہ بالا صفات کے ساتھ شرعاً معتبر نہیں ہے نیز قضاءً قابل قبول نہیں ہے۔

قولہ، مُكَلَّفَيْنِ مُسْلِمَيْنِ سَامِعَيْنِ مَعًا لَفْظَهُمَا، یعنی شہادت کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ دونوں گواہ عاقل، بالغ ومسلمان بشرطِ حریت ہوں۔ اور عاقدین کے ایجاب وقبول کو وقت واحد میں ایک ساتھ سننے اور سمجھنے والے ہوں یعنی گواہوں کی موجودگی اور حاضری ہی کافی نہیں بلکہ سماعت مع الفہم ضروری ہے اس لیے ایجاب وقبول ایسی زبان میں ہونی چاہیے جو شاہدین و عاقدین دونوں اس زبان کو سمجھتے ہوں یہ مسنون ہے۔

عبارت وَصَحَّ عِنْدَ فَاسِقَيْنِ أَوْ مَحْدُوْدَيْنِ فِي قَذْفٍ وَعِنْدَ أَعْمَيَيْنِ وَابْنَيِ الزَّوْجَيْنِ أَوِ ابْنَيْ أَحَدِهِمَا لٰكِنْ لَا يُظْهَرُ بِهِمَا إِنِ ادَّعَى الْقَرِيْبُ أَيْ إِذْ نَكَحَا بِحُضُوْرِ ابْنَيِ الزَّوْجِ فَإِنِ ادَّعٰى هُوَ لَمْ تُقْبَلْ شَهَادَةُ ابْنَيْهِ لَهٗ أَمَّا إِذَا ادَّعَتِ الْمَرْأَةُ تُقْبَلُ شَهَادَتُهُمَا لَهَا وَإِنْ نَكَحَا عِنْدَ ابْنَيِ الزَّوْجَةِ فَإِنِ ادَّعَتْ لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُمَا لَهَا وَإِنِ ادَّعَى الزَّوْجُ تُقْبَلُ لَهٗ كَمَا صَحَّ نِكَاحُ مُسْلِمٍ ذِمِّيَّةً عِنْدَ ذِمِّيَيْنِ وَلَمْ يُظْهَرْ بِهِمَا إِنْ جَحَدَ فَإِنَّ شَهَادَةَ الْكَافِرِ عَلَى الْمُسْلِمِ لَا تُقْبَلُ وَإِنِ ادَّعَى الْمُسْلِمُ تُقْبَلُ لَهٗ۔

ترجمہ اور (دیانۃً) نکاح درست ہو جائے گا دو فاسق انسانوں کی شہادت پر یا محدود فی القذف یا دو نابینا کی موجودگی میں یا زوجین کے دو بیٹوں کی گواہی سے یا زوجین میں سے کسی ایک کے دو بیٹوں کی گواہی میں، لیکن (مذکورہ بالا صفات) دو گواہوں کے ساتھ اظہار عند القاضی[1] معتبر نہ ہوگا۔ اگر کسی گواہ کے قریب نے دعوے کیا (یعنی عاقدین

[1] یعنی عدالت قاضی میں یہ شہادت معتبر نہ ہوگی۔ (شاہد حسن)

نے نکاح کیا شوہر (کی سابقہ بیوی) کے دو بیٹوں کی موجودگی میں پس اگر پھر شوہر نے دعوی کیا تو اس کے اپنے دو بیٹوں کی شہادت قضائً قبول نہ کی جائے گی. لیکن اگر زوجہ نے دعوی کیا تو شوہر کے ان دو بیٹوں کی شہادت اس (مدعیہ زوجہ) کے لیے قبول ہوگی اور اگر نکاح کیا عاقدین نے زوجہ کے [سابقہ شوہر سے] دو بیٹوں کی گواہی میں [تو اس کا حکم یہ ہے کہ] اگر یہ عورت دعوی کرے تو اس کے دونوں بیٹوں کی شہادت اس عورت کے لیے قبول نہ ہوگی اور اگر زوج نے دعوی کیا تو زوج کے لیے ان کی شہادت قبول ہوگی جیساکہ نکاح صحیح ہے مسلمان مرد کا ذمیہ (کتابیہ) سے دو ذمی (کتابی) کی گواہی پر البتہ دونوں ذمیوں کی شہادت عند القاضی قبول نہ ہوگی . اگر شوہر انکار (نکاح) کر دے اس لیے کہ کافر کی شہادت مسلمانوں کے خلاف قبول نہیں کی جاتی ہے اور اگر مسلمان دعوی کرے تو شہادت قبول کی جائے گی .

توضیح الوقایہ

شرائط النکاح کی تفصیلاتِ فقہیہ

ان شرائط کی تفصیلات کے مطابق قضائً یعنی عدالت قاضی میں اگر نکاح کا مقدمہ پیش کیا جائے تو نفس نکاح یا حقوق متعلقاتِ نکاح ثابت کرنے کے لیے عموماً دو مسلمان آزاد مرد یا ایک مرد دو عورتیں مسلمان عاقل و بالغ اور کامل الصفات یعنی غلام ، فاسق ، معلن ، بدکار یا محدود القذف نہ ہو یعنی کسی پر تہمت زنا لگانے کی بنا پر اس کو قذف میں کوڑے نہ مارے گئے ہوں ، وہ ایسا شخص کامل الصفات کے علاوہ دوسرا وصف مشروط کامل الخلقت باعتبار تحمل شہادت ہونا چاہیے ایسے شخص ہوں جن میں مشاہدہ موجود ہو اور دیکھنے کی قوت موجود ہو اعمی و نابینا اور آنکھ سے معذور نہ ہوں جو لوگ ان صفات سے محروم ہیں ان کی شہادت عند القاضی معتبر نہیں ہے . تیسری صفت مشروط محل التہمت نہ ہو جیسا کہ زوجین کے اپنے بیٹے کا معاملہ ہے یعنی ایک مرد کے پہلی بیوی سے دو یا ایک بیٹا ہے تو عدالت قاضی میں زوجہ کے انکار کی صورت میں شوہر کی سابقہ بیوی سے ان دو بیٹوں کی شہادت

اپنے ماں باپ کے حق میں معتبر نہ ہوگی قول اِنْ اِدَّعیٰ الْغَرِیْب سے اسی موضع
تہمت کی طرف اشارہ ہے یعنی شوہر کے بیٹوں کے اپنے قریب رشتہ یعنی باپ
کے لیے شہادت قضاءً مفید نہیں ہے البتہ غیر القریب کے لیے اس کے حق میں
گواہی قبول ہوتی ہے اور اپنے قریب کے لیے شہادتِ اولاد معتبر نہیں ہے مثلاً
باپ سوتیلی ماں، تو یہاں بیٹے کو باپ کے حق میں اور سوتیلی ماں کے خلاف
شہادت میں قبول نہ کیا جائے گا۔ اور سوتیلی ماں کے حق میں ان کی شہادت معتبر
ہے ایسی ہی زوجہ کے اپنے دو یا ایک بیٹوں کی شہادت کا حال ہے کہ ان کی
شہادت بھی سوتیلے باپ کے حق میں مفید ہو سکتی ہے لیکن اپنی حقیقی ماں یا
باپ کے حق میں اولاد اور بیٹوں کی شہادت قضاءً قابل قبول نہیں ہے۔

مراتب شہادت | اوّل شہادت منعقدہ یہ قضاءً عدالت میں معتبر ہے اور
اس سے نکاح کے حقوق قضاءً ثابت ہوتے ہیں اسمیں گواہ مسلمان
آزاد عاقل بالغ تندرست صالح اور امین ہونا ضروری ہے اور دیگر شرائط
ہم نے معیار شہادت میں ذکر کی ہیں۔

ثانی شہادت ممیزہ: ہے یہ شہادت فاسق، اعمیٰ، معذور، ذمی، کتابی اور محدود فی القذف
وغیرہ کی شہادت ہے یہ شہادت ممیزہ نکاح کو زنا سے جدا کرتی ہے یعنی اس شہادت
سے عدالت میں شرعاً حقوق نکاح وقتِ نزاع تو ثابت نہ ہو سکیں گے لیکن نکاح
دیانۃً جائز مانکر زنا نہ کہیں گے نزد امام ابو حنیفہ وابو یوسفؒ خلافاً لمحمد۔

مسلک امام شافعی | یہ ہے کہ فاسق اور نابینا کی شہادت دیانۃً بھی معتبر ہے انکے نزدیک
محدود فی القذف کی شہادت تہمت سے توبہ کے بعد درست ہے نیز کتابی ذمیوں
کی گواہی ذمیہ کتابیہ سے مسلمان مرد کے نکاح کے وقت عند ابی حنیفہ درست ہے
لیکن امام احمد و شافعی و زفر و محمدؒ کے نزدیک درست نہیں ہے انکی دلیل یہ ہے کہ
لَاشَہَادَۃَ لِلْکَافِرِ عَلَی الْمُسْلِمِ یعنی مومن کے مقابلہ پر اہل کفر کی شہادت معتبر نہیں ہے
اسکے علاوہ قرآن پاک نے فرمایا وَلَنْ یَّجْعَلَ اللّٰہُ لِلْکٰفِرِیْنَ[1]

---

[1] سورۃ النساء پ ۵۔

عَلَی المومنین سبیلا۔ یعنی اہل کفر کو اہل ایمان پر کوئی فضیلت اور برتری حاصل نہ ہوگی۔ کیوں کہ شہادت اعلیٰ درجہ کی برتری اور فضیلت ہے اس لیے شہادت زانی کافر معتبر نہ ہوگی۔ مسلک شیخین یعنی امام ابو حنیفہؒ ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ سب مذکورہ بالا صورتیں دیانۃً درست ہیں۔ اگرچہ قضاءً اعتبار نہ ہوگا۔ امام ابو حنیفہ ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ شہادت کی دو حیثیت ہے ایک تمیز بین النکاح والزنا دیانۃً شہادت سے یعنی اس شہادت سے نکاح اور میاں بیوی کے تعلق حلال ہیں، لیکن شرعی عدالت میں حقوق نکاح کے لیے یہ شہادت قضاءً معتبر نہ ہوگی۔ کیوں کہ یہ شہادت فاسق و محدود فی القذف جیسے لوگ ادا کرتے ہیں جن کی شہادت قضاءً معتبر نہیں ہے شیخین کی دلیل یہ ہے کہ فاسق اور محدود فی القذف عاقل و بالغ ہونے کی بناء پر ارباب ولایت اور ولی نکاح ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں اس لیے ان کی شہادت سے نکاح زنا کہلائے گا اور نکاح حلال ہوگا۔ خِلَافًا لِلْمُحَمَّدِ

۲۔ شہادت کی دوسری حیثیت قضاءً ہے اس شہادت کے لیے عاقل و بالغ مسلمان صالح اور متقی ہونا ضروری ہے۔ قضاءً شہادت عدالت شرعیہ میں حقوق نکاح اور مہر وغیرہ جیسے معاملات میں معتبر ہے متفق علیہ۔ (بین الفقہاء)

قولہ کَمَا صَحَّ نِکَاحُ مُسْلِمٍ ذِمِّیَّۃً۔ یہاں ذمی اور ذمیہ سے مراد اہل کتاب ہیں بعض فقہا نے ذمیین کو کتابیین سے مقید نہیں کیا ہے۔ لیکن حربی کتابی شہادت سے خارج ہے۔ قولہ وَلَمْ یُظْهِرْ بِهِمَا اِنْ جَحَدَ یعنی شوہر حقوق نکاح سے منکر ہو تو ذمی، کتابی کی شہادت قضاءً معتبر نہ ہوگی۔ اظہار عند القاضی کے فقہی معنی عدالت قاضی میں شہادت کا اعتبار کرنا۔

عبارت اَمَرَ اٰخَرَ اَنْ یُنْکِحَ صَغِیْرَتَہٗ فَنَکَحَ عِنْدَ فَرْدٍ اِنْ حَضَرَ اَبُوْهَا صَحَّ وَاِلَّا فَلَا فَاِنَّ الْاَبَ اِذَا کَانَ حَاضِرًا

يَنْتَقِلُ عِبَارَةُ الْوَكِيْلِ إِلَى الْأَبِ فَصَارَ كَأَنَّ الْأَبَ عَاقِدٌ وَالْوَكِيْلُ مَعَ ذٰلِكَ الْفَرْدِ شَاهِدَانِ كَأَبٍ يُنْكِحُ بَالِغَةً عِنْدَ فَرْدٍ إِنْ حَضَرَتْ صَحَّ فَصَارَ كَأَنَّ الْبَالِغَةَ عَاقِدَةٌ وَالْأَبُ وَذٰلِكَ الْفَرْدُ شَاهِدَانِ وَعِبَارَةُ الْمُخْتَصَرِ هٰذَا وَالْوَكِيْلُ شَاهِدٌ إِنْ حَضَرَ مُوَكِّلُهُ كَالْوَلِيِّ إِنْ حَضَرَتْ مُوَلِّيَتُهُ بَالِغَةً۔

ترجمہ :۔ (باپ نے) حکم دیا دوسرے شخص کو کہ وہ نکاح کرے اس نابالغ لڑکی کا۔ پس اس شخص نے نکاح کر دیا ایک گواہ کی موجودگی میں۔ بشرطیکہ وہاں نابالغہ کا باپ موجود ہو تو نکاح درست ہے ورنہ نہیں۔ اس لیے لڑکی کا باپ (مجلس نکاح میں موجود ہے) تو وکیل کا اختیار (موکل) یعنی باپ کی طرف منتقل ہوجائیگا پس (صورت مسئلہ) ایسے ہوجائے گی گویا کہ باپ (بطور ولی) خود عاقد اور نکاح کرانے والا ہے اور وہ وکیل اس ایک فرد کے ساتھ ملکر دو گواہ ہو گئے ہیں۔ جیسا کہ (نکاح درست ہے) کہ باپ نکاح کرے بالغہ لڑکی کا ایک گواہ کی موجود گی میں بشرطیکہ لڑکی بالغہ موجود ہو (مجلس نکاح میں) تو نکاح درست ہے۔ پس (صورت مسئلہ) ایسے ہوجائے گی گویا کہ وہ لڑکی (باپ کی اجازت سے) خود عقد نکاح کرنے والی ہے اور باپ اور وہ دوسرا شخص دونوں (نکاح کے) گواہ ہو گئے۔

مختصر الوقایہ کی عبارت اس طرح ہے۔ اور وکیل گواہ بن جاتا ہے اگر اسکا مؤکل موجود ہو جیسا کہ ولی (یعنی باپ وغیرہ گواہ بن جاتے ہیں) اگر مجلسِ نکاح میں حاضر ہو جائے نکاح کے وقت مولیہ یعنی بالغہ لڑکی۔

توضیح الوقایۃ

اَمَرَ کا فاعل اَلْاَبُ ہے اور صغیرہ سے مراد مطلقاً نابالغہ ہے۔ حَضَرَ کا ظرف مقدر مجلس النکاح ہے یَنْتَقِلُ عِبَارَةُ الْوَكِيْلِ۔ یہ فقہی ضابطہ ہے کہ ولی کی موجودگی میں وکیل، نکاح کی وکالت باطل ہو جاتی ہے اور مؤکل وکیل بنانے والا شخص اگر خود مجلس

نکاح میں حاضر ہو جائے (باپ ہو یا کوئی اور ولی ہو) وکیل کا اختیار مؤکل کی طرف منتقل ہو جائے گا اسی طرح یہ وکیل بھی ایک گواہ کا کام دے گا ایک فرد کی موجودگی میں یعنی ایک مرد گواہ پہلے سے موجود ہو تو یہ وکیل اور فرد ثانی مل کر دو گواہ نصاب شہادت کے لیے کافی ہوں گے۔

مسئلۃ الثانیہ:۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بالغہ باجازت ولی عندالاحناف خود عاقدہ اور نکاح کرانے والی ہو سکتی ہے۔ اس کی صورت مسئلہ یہ ہے کہ زید باپ ہے اور اس کی بالغہ لڑکی ہندہ ہے اور ایک اجنبی شخص خالد ہے جو گواہ ہے اگر مجلس نکاح میں اس کی بالغہ لڑکی ہندہ حاضر ہو جائے تو باپ اس اجنبی شخص کے ساتھ مل کر دونوں گواہ ہو جائیں گے اور یہ بالغہ لڑکی خود عقد نکاح کرنے والی ہو گی اس طرح نکاح درست ہو جائے گا۔ نیز بالغہ کے ساتھ مولیہ کی قید لگائی گئی ہے۔ یہ اسم مفعول کا صیغہ مونث باب حَسِبَ سے ہے یعنی وہ لڑکی جس کے ذریعہ سے ولی کو صفت ولایت حاصل ہوئی ہے کیوں کہ بلوغ کے بعد لڑکی باپ کی باجازت نکاح کر سکتی ہے۔

عبارت وَحَرُمَ عَلَى الْمَرْءِ اَصْلُهٗ وَفَرْعُهٗ وَاُخْتُهٗ وَبِنْتُهَا وَبِنْتُ اَخِيْهِ وَعَمَّتُهٗ وَخَالَتُهٗ وَبِنْتُ زَوْجَتِهٖ اِنْ وُطِئَتْ وَاُمُّ زَوْجَتِهٖ وَاِنْ لَمْ تُوْطَأْ وَزَوْجَةُ اَصْلِهٖ وَفَرْعِهٖ لَفْظُ المختصر هٰذا وَحَرُمَ اَصْلُهٗ وَفَرْعُهٗ وَفَرْعُ اَصْلِهِ الْقَرِيْبِ وَصُلْبِيَّةُ اَصْلِهِ الْبَعِيْدِ فَالْاَصْلُ الْقَرِيْبُ الْاَبُ وَالْاُمُّ وَفَرْعُهُمَا الْاِخْوَةُ وَالْاَخَوَاتُ وَبَنَاتُ الْاِخْوَةِ وَالْاَخَوَاتِ وَاِنْ سَفَلْتَ فَيَحْرُمُ جَمِيْعُ هٰؤُلَاءِ وَالْاَصْلُ الْبَعِيْدُ الْاَجْدَادُ وَالْجَدَّاتُ فَتَحْرُمُ بَنَاتُ هٰؤُلَاءِ الصُّلْبِيَّةِ اَىِ الْعَمَّاتُ وَالْخَالَاتُ لِاَبٍ وَاُمٍّ اَوْ لِاَبٍ اَوْ لِاُمٍّ وَكَذَا

عَمَّاتُ الْاَبِ وَالْاُمِّ وَعَمَّاتُ الْجَدِّ وَالْجَدَّةِ لٰکِنَّ بَنَاتِ هٰؤُلَاءِ اِنْ لَّمْ تَکُنَّ صُلْبِیَّةً لَا تَحْرُمُ کَبِنْتِ الْعَمِّ وَالْعَمَّةِ وَ بِنْتِ الْخَالِ وَالْخَالَةِ ۔

ترجمہ اور حرام ہے مرد کے لیے اس کا اصل اور فرع اور اپنی بہنیں اور بہن کی بیٹی [بھانجی] اور بھائی کی بیٹی یعنی بھتیجی اور اس کی پھوپھی اور اس کی خالہ اور اس کی بیوی کی بیٹی (یعنی مرد کی سوتیلی بیٹی) بشرطیکہ اس زوجہ سے وطی بھی ہو گئی ہو۔ اور مرد کی بیوی کی ماں یعنی خوش دامن اور ساس اگرچہ بیوی سے وطی نہ کی گئی ہو [بلکہ صرف نکاح سے خوش دامن حرام ہے] اور اس کے اصل کی بیوی اور اس کے فرع کی بیوی [اس موقع پر] مختصر الوقایہ کی عبارت یہ ہے۔ اور حرام ہے مرد کے لیے اس کی اصل اور فرع، اور اس کے اصل قریب کی اولاد اور اس کے اصل بعید کی صلبی اولاد۔ پس اصل قریب سے مراد باپ اور ماں ہیں اور ان کی فرع سے مراد بھائی اور بہنیں اور بھائی کی بیٹیاں [بھتیجی] اور بہن کی بیٹیاں [بھانجی] اگرچہ نیچے تک ہوں پس حرام ہیں تمام تمام مذکورہ افراد۔ اور اصل بعید سے مراد دادا، نانا، دادی، نانی ہیں ان اصل بعید کی صلبی [بلا واسطہ] بیٹیاں یعنی پھوپھی اور خالہ باپ اور ماں شریک یعنی عینی یا باپ شریک یعنی علاتی، رشتہ ہو یا صرف ماں شریک ہو یعنی اخیافی رشتہ ہو۔ اور ایسے ہی حرام ہیں ماں اور باپ کی پھوپھی اور دادا اور نانا اور دادی اور نانی کی پھوپھیاں۔ لیکن اگر اصل بعید کی اولاد صلبی [یعنی بلاواسطہ نہیں ہیں] تو حرام نہ ہوں گی جیسے چچا، اور پھوپھی کی بیٹیاں اور خالہ و ماموں کی بیٹی حرام نہیں ہے بلکہ ان سے نکاح کرنا درست ہے۔

توضیح الوقایہ قرآن پاک نے محرمات شرعیہ وہ حرام عورتیں جن سے موبد اور ہمیشہ حرمت نکاح ہے ـــــ جیسے

ماں اور بہن یا حرمت موقت جیسے دو بہنوں کا جمع کرنا یا حرمت جزئیت جیسے بیٹی کی حرمت، یا حرمت شبہ بالجزئیت جیسے حقیقی بیٹے کی بہو اور داماد کی حرمت اور پرورش کردہ لڑکی کی حرمت بحالت خاص یعنی بشرطیکہ رَبِیبَہ (پرورش کردہ لڑکی) کی ماں سے وطی ہو چکی ہو یا حرمت آصل ہو جیسے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی، یا حرمت مصاہرت جیسے ساس سسر کی حرمت کو واضح طور پر اس آیت کریمہ کے ذریعہ ارشاد فرمایا ہے۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا. وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ الخ پ۴ ع۵ سورۃ النساء

ترجمہ:۔ اور حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور تمہاری پھوپھیں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجی اور بھانجی اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا، اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور تمہاری ازواج کی مائیں یعنی (خوشدامن) اور تمہاری ربیبہ جو تمہاری پرورش میں ہیں وہ تمہاری ان عورتوں کی (اولاد ہیں) جن کے ساتھ تم نے وطی کی ہے اور اگر تم نے اپنی عورتوں کے ساتھ دخول اور وطی نہیں کیا ہے تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے ربیبہ کے بارے میں اور موطوءہ عورتیں تمہارے بیٹوں کی جو تمہاری پشت سے پیدا ہوئے ہیں وہ بھی حرام ہیں اور دو بہنوں کو ایک کے نکاح میں جمع کرنا حرام ہے مگر وہ جو پہلے گذر چکا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا مغفرت فرمانے والا اور بہت مہربان ہے اور منکوحۃ الغیر دوسرے کی بیوی جو دوسرے کے نکاح یا عدت میں ہو حرام ہے:۔ یہ بھی یاد رہے کہ

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الخ' اس آیت کریمہ میں لفظ ام ماں' دادی اور نانی حقیقی یا سوتیلی سب کو شامل ہے۔

نیز اصل کی دو قسمیں ہیں۔ اصل قریب جیسے ماں باپ حقیقی یا سوتیلے حرام ہیں۔ اصل بعید جیسے دادا' دادی' نانا' نانی حقیقی یا سوتیلے حرام ہیں۔

اسبابِ حرمتِ نکاح

فقہی نقطۂ نگاہ سے اقسامِ حرمت مختلف اسباب کے ساتھ یہ ہیں (۱) المحرمات بالنسب جیسے بیٹا' بیٹی' بہن' بھائی' وغیرہ کہ علتِ نسب کے بناء پر ان کے درمیان حرمت نکاح ہے (۲) حرمت بالمصاہرت یعنی داماد' بہو' ساس' سسر کے رشتے ان چاروں اقسام کیلئے باہمی نکاح حرام ہے (۳) حرمت بالرضاعت یعنی مدت رضاعت کے اندر کسی بچہ یا بچی کا کسی اجنبی عورت سے دودھ پینا' اس سببِ رضاعت سے یہ بچہ اپنی مرضعہ... اور دودھ پلانے والی کے لیے نکاحاً و وطیاً حرام ہے اور یہ دودھ پینے والی بچی دودھ پلانے والی عورت کے شوہر کے لیے نکاحاً و وطیاً حرام ہے (۴) حُرْمَتُ الجمع یعنی دو بہنوں کو نکاحاً وطی کے اعتبار سے جمع کرنا یا ایک بہن کو نکاح کے ذریعہ اور دوسرے کو باندی کی حیثیت سے وطیاً جمع کرنا' یہ تینوں صورتیں حرام ہیں' البتہ اگر دونوں بہنیں باندی ہوں تو ایک بہن کو نکاحاً یا وطیاً رکھ کر دوسری کو صرف گھریلو کام کاج کے لیے باندی کی حیثیت سے رکھ سکتا ہے۔ ایسے ہی حرمت بالجمع میں وہ دو عورتیں بھی شامل ہیں جن میں سے ایک کو اگر مرد فرض کر لیا جائے تو دوسری عورت کا اس مرد سے نکاح حرام ہو جیسے خالہ' بھانجی' پھوپھی اور بھتیجی ان کو بھی شخص واحد کا جمع کرنا نکاحاً و وطیاً حرام ہے۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے مثلاً خالہ اور بھانجی کی صورت میں ہندہ خالہ ہے اور زینب بھانجی ہے۔ ہندہ کو اگر لڑکا مان لیا جائے تو وہ ماموں کہلائے گا اور یہ ظاہر ہے کہ ماموں بھانجی میں نکاح کرنا حرام ہے ایسے ہی زینب کو لڑکا

لے حرمت نکاح کا جامع تذکرہ آیت کریمہ حرمت علیکم امہاتکم الخ' پچ نوٹ میں مذکور ہے

مان لیا جائے تو وہ بھانجا کہلائے گا اور ظاہر ہے کہ خالہ ماں کے درجہ میں ہوتی ہے اور اصل بعید کا جزو صلبی بھی ہے اس لیے ان کے درمیان نکاح حرام ہے۔ اسی لیے اس قسم کی دو عورتوں کو نکاحاً و وطیاً جمع کرنا حرام ہے۔

(۵) حرمت بحق الغیر یعنی وہ عورت جس کا نکاح کسی اور شخص سے باقی ہے یا وہ عورت جو ابھی عدّت وفات یا عدت طلاقِ زوج گذار رہی ہے، عدت کے اندر اس سے نکاح حرام ہے (۶) حرمت لعدم دین سماوی یعنی ایسی عورت حرام ہو گی جو کتابیہ نہ ہو، اس کا کوئی آسمانی دین یا کتاب نہ ہو۔ جیسے مجوسی یا بت پرست وغیرہ (۷) حرمت بسبب الملک جیسے مولیٰ کے لیے اپنی مملوکہ باندی سے نکاح حرام ہے ایسے ہی غلام کے لیے اپنی مالکہ عورت سے نکاح حرام ہے۔

قولہٗ وَالْخَالَاتُ لِاَبٍ وَ اُمٍّ الخ تمام رشتے تین قسم پر منقسم ہیں، ایک وہ رشتہ جس میں باپ اور ماں ایک ہوں اس کو عینی کہتے ہیں، دوم وہ رشتہ جس میں باپ صرف ایک ہو اور ماں دو ہوں، اس کو عَلَّاتِی کہتے ہیں۔ سوم وہ رشتہ جس میں صرف ماں ایک اور باپ ایک نہ ہو اس کو اخیافی کہتے ہیں۔ حرمت کی بابت شرع میں عموماً ان تینوں رشتوں کو ایک ہی حکم دیا گیا ہے۔ البتہ میراث اور ولی نکاح ہونے میں ——— ایک کو دوسرے پر فضیلت حاصل ہے یعنی پہلا مرتبہ عینی پھر علاتی پھر اخیافی رشتہ ہے اور خالہ تینوں قسم کے رشتوں میں مثل ماں حرام ہے۔

قولہٗ، وَکَذَا عَمَّاتُ الْاَبِ الخ اس عبارت کے ذریعہ مصنف بتانا چاہتے ہیں کہ ماں باپ اور دادا، دادی کے اصول اور جزء اصول جیسے پھوپھی اور چچا سے نکاح حرام ہے لیکن اِنْ لَمْ تَکُنْ صُلْبِیَّۃً یعنی اصول کی صلبی اولاد نہ ہو تو نکاح حرام نہیں ہے جیسے چچا پھوپھی ماموں خالہ کی بیٹی اور بیٹے کے درمیان نکاح حرام نہیں ہے۔

عبارت وَكُلُّ هٰذِهٖ رِضَاعًا هٰذَا يَشْمُلُ عِدَّةَ اَقْسَامٍ كَبِنْتِ الْاُخْتِ مَثَلًا تَشْمُلُ الْبِنْتَ الرِّضَاعِيَّةَ لِلْاُخْتِ النَّسَبِيَّةِ وَالْبِنْتَ النَّسَبِيَّةَ لِلْاُخْتِ الرِّضَاعِيَّةِ وَالْبِنْتَ الرِّضَاعِيَّةَ لِلْاُخْتِ الرِّضَاعِيَّةِ ۔

ترجمہ اور یہ مذکورہ محرمات کے تمام رشتے رضاعت کے اعتبار سے بھی حرام ہیں۔ اور یہ حرمت نکاح رضاعت میں شامل ہے۔ چند صورت۔ جیسا کہ بھانجی۔ مثلاً شامل ہے نسبی بہن کی رضاعی بیٹی کو اور رضاعی بہن کی نسبی بیٹی کو اور رضاعی بہن کی رضاعی بیٹی کو۔

توضیح الوقایہ ماتن وقایہ نے گزشتہ عبارت وَحَرُمَ عَلَى الْمَرْءِ اَصْلُهٗ سے تفصیلی طور پر محرمات شرعیہ باعتبار نسب بیان فرمایا ہے۔ یہاں اس عبارت کے ذریعے ماتن یہ وضاحت فرمانا چاہتے ہیں کہ حَرُمَ عَلَى الْمَرْءِ اَصْلُهٗ سے جو حرمت نکاح باعتبار نسب بیان کی گئی ہے وہ حرمت فقط نسب تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ مذکورہ بالا حرمت رضاعت سے بھی ثابت ہوجاتی ہے اور اب شارح وقایہ وَهٰذَا يَشْمُلُ عِدَّةَ اَقْسَامٍ سے یہ اشارہ فرمانا چاہتے ہیں کہ رضاعت میں کچھ مزید صورتیں حرمت نکاح کی موجود ہیں مثلاً نسب میں نسبی بھانجی حرام ہے لیکن رضاعت میں تین قسم کی بھانجیاں مزید شامل ہیں۔

صورت مسئلہ زید کی ہندہ نسبی بہن ہے ہندہ نے زینب کو مثلاً ایام رضاعت اور دودھ پینے کے زمانے میں دودھ پلایا تو زینب زید کے لیے رضاعی بھانجی ہے پس یہ بھی حرام ہے۔ مثال ثانی اَلْبِنْتُ النَّسَبِيَّةُ صورت مسئلہ۔ بکر اور فاطمہ نے ایک ساتھ کسی عورت کا دودھ پیا

دونوں رضاعی بھائی بہن ہیں۔ فاطمہ کی ایک نسبی بیٹی رشیدہ ہے یہ رشیدہ بکر کے لیے بھانجی ہے اور نکاح حرام ہے۔

تیسری مثال۔ اَلْبِنْتُ الرِّضَاعِيَّةُ صورت مسئلہ یہ ہے کہ خالدہ اور راشد نے ایک ساتھ کسی عورت کا دودھ پیا یہ دونوں رضاعی بھائی بہن ہیں اس کے بعد راشد نے خالدہ کو دودھ پلایا تو خالدہ خالد کی بھانجی ہے رشتہ رضاعت سے اب ان دونوں کے درمیان نکاح حرام ہے۔ اس طرح شارح وقایہ نے حرمتِ نکاح کے سلسلے میں نسبتِ رضاعت سے بھانجیوں کی اقسام و انواع کا حکم جامع فرما دیا ہے۔

عبارت | وَفَرْعُ مَزْنِيَّةٍ وَمَمْسُوسَةٍ وَمَاسَّةٍ وَمَنْظُوْرَةٍ إِلَى فَرْجِهَا الدَّاخِلِ بِشَهْوَةٍ وَأَصْلُهُنَّ الْمَسُّ بِشَهْوَةٍ عِنْدَ الْبَعْضِ أَنْ يَشْتَهِيَ بِقَلْبِهِ وَيَتَلَذَّذَ بِهِ فَفِي النِّسَاءِ لَا يَكُوْنُ إِلَّا هٰذَا وَأَمَّا فِي الرِّجَالِ فَعِنْدَ الْبَعْضِ أَنْ يَنْتَشِرَ آلَتُهُ أَوْ يَزْدَادَ انْتِشَارًا هُوَ الصَّحِيْحُ وَمَا دُوْنَ تِسْعِ سِنِيْنَ لَيْسَتْ بِمُشْتَهَاةٍ وَبِهِ يُفْتٰى ۔

ترجمہ | اور نکاح حرام ہے اس عورت کی اولاد سے جس سے زنا کیا ہے یا جس کو شہوت سے چھوا ہے یا خود چھونے والی عورت [مرد کو] یا وہ عورت جس کی داخلی شرمگاہ کی طرف شہوت کی حالت میں دیکھا ہو ایسی تمام عورتوں کی اولاد [اس مرد کیلئے] حرام ہیں جس نے زنا وغیرہ اس عورت سے کیا ہو ایسے مرد کیلئے ان عورتوں کی اصل بھی حرام ہے [جیسے ماں باپ] شہوت سے چھونے کا مطلب بعض علماء کے نزدیک یہ ہے کہ مرد کے دل میں شہوت ولذت محسوس ہو پس عورتوں میں تو اسی بات کا اعتبار ہو سکتا ہے لیکن بعض علماء کے نزدیک مرد کا مخصوص عضوِ شہوت متحرک ہو جائے یا اس میں حرکت بڑھ جائے یہی صحیح قول ہے اور وہ لڑکی جس کی عمر نو سال سے کم

ہے وہ مشتہات نہیں ہے۔ یہی مفتیٰ بہ قول ہے۔

توضیح الوقایہ

زنا کے متعدی اثرات۔ وفُرُوعُ مَزْنِیَّۃٍ کا عطف حُرِّمَ عَلَی الْمَرْءِ پر ہے۔ علتِ جزئیت اور شبہ بالجزئیت کی بنیاد پر یہ مسلک امام ابوحنیفہ رح ہے۔ اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ جیسے منکوحہ بیوی کی اولاد اور ماں باپ شوہر کے لیے حرام ہیں ایسے ہی زنا اور مثلِ زنا افعال کا حکم ہے جس کی تفصیل یہ ہے زانی اور مزنیہ زنا کرنے والے مرد وعورت اور مَاسَّۃ یعنی مرد کو بلا حائل اور بغیر کپڑوں کے شہوت کے ساتھ چھونے والی عورت اور ممسوسہ یعنی وہ عورت جس کو مرد نے بغیر کپڑوں کے شہوت کے ساتھ چھوا ہو۔ ایسے ہی منظورہ وہ عورت جس کی فرجِ داخل اور شرمگاہ کو بغیر کپڑوں کے شہوت کے ساتھ مرد نے دیکھا یا عورت نے ایسے ہی مرد کو دیکھا۔ ان تمام صورتوں کا حکم فقہی یہ ہے کہ (الف) یہ زانی مرد وعورت تو باہمی نکاح کر سکتے ہیں لیکن ان کے ماں باپ زانی مرد وعورت دونوں کے لیے ایک ہی طرح حرام ہیں (ب) وفُرُوعُ مَزْنِیَّۃٍ اور دوسرا حکم یہ ہے کہ زانی مرد وعورت کسی دوسرے سے نکاح کر لیں تو ایک دوسرے کے لیے اولاد حرام ہیں مثل حقیقی اولاد کے اور یہی حکم ماسّہ، ممسوسہ اور منظورہ کا ہے کہ ان مرد وعورت کی اولادیں ایک دوسرے کیلئے حرام ہیں، البتہ زانی مرد وعورت کا نکاح جائز ہے۔

اولاد کی فقہی تفصیلات

فرع کی دو قسمیں ہیں (۱) فرع قریب (۲) فرع بعید۔ فرع قریب سے مراد بغیر کسی واسطے کے اپنی اولاد جیسے بیٹا، بیٹی اور فرع بعید سے مراد بالواسطہ اولاد جیسے بیٹے کی اولاد پوتا، پوتی۔ و بیٹی کی اولاد نواسا اور نواسی۔ ایسے ہی اصل کی دو قسمیں ہیں (۱) اصل قریب (۲) اصل بعید۔ اصل قریب کے معنی یہ ہے کہ بغیر کسی واسطے کے اصل وجڑ ہو۔ جیسے والدین۔ اصل بعید کے معنی یہ ہیں کہ بالواسطہ ہماری اصل و جڑ ہو جیسے دادا، دادی اور نانا، نانی باپ اور ماں کے واسطے سے ہماری اصل ہیں

عبارت: اِعْلَمْ اَنَّ بِنْتَ تِسْعِ سِنِيْنَ اَوْ اَكْثَرَ قَدْ ... تَكُوْنُ مُشْتَهَاةً وَ قَدْ لَا تَكُوْنُ وَهٰذَا يَخْتَلِفُ بِعِظَمِ الْجُثَّةِ وَصِغَرِهَا، اَمَّا قَبْلَ اَنْ تَبْلُغَ تِسْعَ سِنِيْنَ فَالْفَتْوٰى عَلٰى اَنَّهَا لَيْسَتْ بِمُشْتَهَاةٍ

ترجمہ! جان لو کہ نوسال یا نوسال سے زاید عمر کی لڑکی کبھی قابل شہوت ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی ہے اور یہ مختلف حال بدن کے نشو نما اور چھوٹے بڑے بدن کے اعتبار سے ہے لیکن نوسال تک عمر پہونچنے سے پہلے فتویٰ اس پر ہے کہ وہ لڑکی مشتہاۃ اور قابل شہوت نہیں ہے!

توضیح الوقایہ | معیار شباب، لڑکے اور لڑکی کے لئے معیار عمر بیان کیا جارہا ہے جس میں شہوت ابھرتی ہے کہ عام حالات میں پندرہ[۱۵] سال عمر بلوغ ہے لڑکے اور لڑکی دونوں کے لئے لیکن خاص حالات میں لڑکی کے لئے کم سے کم نوسال اور لڑکے کے لئے کم سے کم بارہ[۱۲] سال میں امکان بلوغ ہے، خاص حالات سے مراد یہ ہے کہ آب و ہوا، تندرستی اور مزاج طبعی کے اعتبار سے زیادہ عمدہ صحت اور قدآور فربہ بدن لڑکی نوسال کی عمر میں بالغ ہوسکتی ہے ایسے ہی زیادہ اچھا و تندرست اور فربہ لڑکا بارہ سال میں بالغ ہوسکتا ہے ''

عمر بلوغ کا معیار! اس ضابطہ کے اطلاق کی دو صورتیں ہیں (۱) لڑکا اور لڑکی دونوں پندرہ سال کے ہوں (۲) دونوں یا دونوں میں سے ایک پندرہ سال سے کم ہو تو مفتی ان کی بدنی حالت اور بڑھوتری کو دیکھے گا اگر آثار اور ظاہری حالات بلوغ کے ہیں بشرطیکہ خود اقرار بلوغ کریں تو بلوغ کا حکم شرعی طور پر نافذ ہوجائے گا اور وہ بالغ قرار دیا جائے گا، مشتہاۃ کے بارے میں مختلف اقوال ارشاد فرمائے گئے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کم سے کم پانچ سالہ لڑکی مشتہاۃ نہیں ہے اور چھ و سات سالہ اور آٹھ سالہ عمدہ صحت اور فربہ بدن

والی لڑکی مشتہاۃ اور قابلِ شہوت ہوسکتی ہے اس کے علاوہ نوسالہ یا اس سے اوپر عمر والی لڑکی اگر تندرست اور فربہ ہے تو متفق علیہ وہ مشتہاۃ ہوسکتی ہے البتہ نوسال سے کم عمر والی لڑکی کو مشتہاۃ قرار دینا ائمہ کے درمیان مختلف فیہ مسئلہ ہے اور نوسالہ یا اس سے اوپر عمر والی لڑکی متفق علیہ طور پر مشتہاۃ ہوسکتی ہے بلوغ کے شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ لڑکی اقرار بھی کرلے کہ میں بالغ ہوں، تو ظاہری علامت بعمر نوسال لڑکی کو بالغ مان لیا جائے گا یہی حال اور حکم لڑکے کے لئے بعمر بارہ[۱۲] سال ہے لڑکا تندرست وعمدہ صحت ہے اور اقرار بلوغ بارہ[۱۲] سال میں کرلے تو اس کا قولِ بلوغ تسلیم کرتے ہوئے بالغ قرار دیا جائے گا،

مشتہاۃ کی تعریف مشتہاۃ وہ لڑکی ہے جس کو شریعت قابلِ شہوت قرار دے بہتر صحت کیساتھ سات سالہ اور اوسط صحت کیساتھ نوسالہ یا اس سے اوپر عمر ہو

بالغ اور مشتہاۃ میں فرق یہ ہے کہ مشتہاۃ عام ہے بالغ اور قرب البلوغ نابالغ دونوں کو مشتہاۃ کہہ سکتے ہیں اور بالغ صرف اس کو کہیں گے جو مشتہاۃ کے ساتھ علامات اور اقرار بلوغ کے مطابق ہوں اور علامات واقرارِ بلوغ کے ساتھ لڑکی نو سال اور لڑکا بارہ سال کی عمر کا کم سے کم ہونا ضروری ہے،

توضیح المسئلہ امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ہیکہ اگر کوئی مرد کسی عورت کو شہوت کی حالت میں چھولے اور مرد بغیر کسی رکاوٹ کے عورت کے فرجِ[۱] داخل کی طرف بغیر حائل کے دیکھ لے یا چھولے تو اس صورت میں حرمت مصاہرت اور جزئیت کا رشتہ ثابت ہوجاتا ہے (عندابی حنیفہؒ) امام شافعیؒ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے ان کے نزدیک مس باشہوت نظر الی الفرج یا الی الذکر اور شرمگاہ کو دیکھ لینا دخول اور جماع کے معنیٰ میں نہیں ہے امام شافعیؒ کی دلیل ہے کہ اسی لئے (متفق علیہ طور پر) روزہ اور

---

[۱] یعنی مخصوص حصہ شرمگاہ ،

احرام حج وعمرہ مس بالشہوت اور نظر بالشہوت سے فاسد نہیں ہوتے ہیں اس دلیل سے امام شافعیؒ امام اعظمؒ کے مسلک پر تردید کرتے ہیں

امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ قُلْنَا اِنَّ المَسَّ وَالنَّظَرَ سَبَبٌ دَاعٍ اِلَی الْوَطْیِ فَیُقَامُ مَقَامَہٗ فِیْ مَوْضِعِ الْاِحْتِیَاطِ،

مفہوم یہ ہے کہ مس بالشہوت اور نظر بالشہوت الی الفرج والی الذکر اور شہوت کی حالت میں کسی کو برہنہ طور پر دیکھ لینا اور چھونا اور بغیر رکاوٹ اور حائل کے شرمگاہ تک نظر ڈالنا طبعی اور نفسیاتی طور پر عموماً سبب داعی الی الوطی وہمبستری کا ذریعہ بن جاتا ہے اور یہ ایسا سبب ہے جس میں اکثر فعلِ جماع متوقع ہے اس لئے تغلیظاً اور تنبیہاً احتیاطاً سبب کو مسبب کے قائم مقام مان کر وطی کا حکم لگایا جائے گا،

نتیجۂ حکم یہ ہوگا حرمتْ علیہِ اُمّھا وَ بنتھا یعنی کسی اجنبیہ کو شہوت کے ساتھ چھونا اور دیکھنے کے نتیجہ میں حکماً جماع ہوا اور نتیجۃً چھونے والے پر اور چھوئی ہوئی عورت پر ایک دوسرے کی اولاد اور ماں حرام ہوجائے گی اور یہ حرمت اصل اور فرع تک محدود رہے گی،

شارحِ وقایہ کا مقصدِ عبارت بقولہٖ وما دون تسع سنین لیست بمشتہاۃ اور جو لڑکی کہ نو سال سے کم عمر ہے وہ مشتہاۃ اور لائقِ شہوت نہیں ہے وَبِہٖ یُفْتٰی سے اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ مفتی بہ قول یہی ہے اگرچہ نوسال سے کم عمر لڑکی کے مشتہاۃ ہونے کے بارے میں دیگر اقوال بھی ہیں لیکن وہ اقوال راجح اور مضبوط نہیں ہیں، اس عبارت کا اصل تعلق ماقبل عبارت ماتنِ وقایہ کا یہ متن ہے وَفُرُوْعُ مَزْنِیَّتِہٖ وَ مَمْسُوْسَتِہٖ اِلٰی اٰخِرِہٖ واؤ سے ماقبل حرم علی المرء پر عطف ہے مقصدِ عبارت یہ ہے کہ زانی اور شہوت سے چھونے والے مرد کے لئے اس عورت کی

لہ ہدایہ جلد ثانی صفحہ ۳۰۹

اولاد اور ماں حرام ہیں اور ایسے ہی لڑکا بارہ سالہ ہو تو شہوت سے چھونے والی عورت کے لئے اس لڑکے کی اولاد اور اصل یعنی باپ حرام ہے اس عبارت پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شہوت سے چھونے کیوقت کیا بلوغ شرط ہے یا نہیں صاحب شارح وقایہ نے اعلم ان بنت تسع سنین الخ سے وضاحت مسئلہ فرمائی ہے کہ مس بالشہوت کے سلسلے میں قبل البلوغ مراہق اور مراہقہ قرب البلوغ لڑکا اور لڑکی بالغ کے حکم میں ہیں اور اس سلسلے میں شہوت کا معیار بعمر نو سال لڑکی یا بارہ سال لڑکا معتبر مانا گیا ہے اس مقصد کو سامنے رکھ کر مذکورہ بالا عبارت ماتن اور شارح وقایہ کی وضاحت کی گئی ہے!

عبارت: وَالْجَمْعُ بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ نِكَاحًا وَعِدَّةً وَلَوْ مِنْ بَائِنٍ وَوَطْيًا بِمِلْكِ يَمِيْنٍ وَبَيْنَ اِمْرَأَتَيْنِ أَيَّتُهُمَا فُرِضَتْ ذَكَرًا لَمْ تَحِلَّ لَهُ الْأُخْرٰى عِبَارَةُ الْمُخْتَصَرِ هٰذَا وَيُحَرِّمُ نِكَاحُ اِمْرَأَةٍ وَعِدَّتُهَا نِكَاحَ اِمْرَأَةٍ أَيَّتُهُمَا فُرِضَتْ ذَكَرًا لَمْ تَحِلَّ لَهُ الْأُخْرٰى وَوَطْيُهَا مِلْكًا، وَكَذَا وَطْيُهَا مِلْكًا، وَطْيَهَا نِكَاحًا وَمِلْكًا لَا نِكَاحَهَا فَإِنْ نَكَحَهَا لَا يَطَاءُ وَاحِدَةً حَتّٰى يُحَرِّمَ الْأُخْرٰى اَىْ كَوْنُ الْمَرْأَةِ فِي نِكَاحِ رَجُلٍ اَوْ فِي عِدَّتِهٖ وَلَوْ مِنْ طَلَاقٍ بَائِنٍ يُحَرِّمُ نِكَاحَ اِمْرَأَةٍ أَيَّتُهُمَا فُرِضَتْ ذَكَرًا لَمْ تَحِلَّ لَهُ الْأُخْرٰى وَاَيْضًا يُحَرِّمُ وَطْيَ هٰذِهِ الْمَرْأَةِ بِمِلْكِ يَمِيْنٍ وَاَمَّا وَطْيُ اِحْدٰهُمَا بِمِلْكِ يَمِيْنٍ فَيُحَرِّمُ وَطْيَ الْاُخْرٰى نِكَاحًا وَمِلْكَ يَمِيْنٍ لٰكِنْ لَا يُحَرِّمُ نِكَاحَهَا حَتّٰى اِذَا نَكَحَهَا لَا يَطَأُ وَاحِدَةً حَتّٰى يُحَرِّمَ عَلَيْهِ الْاُخْرٰى وَهٰذَا مَعْنٰى مَا قَالَ الْمُصَنِّفُ!

ترجمہ: (اور حرام ہے مرد کیلئے) نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرنا عدت اور نکاح کے اعتبار سے اگرچہ یہ عدت طلاق بائن سے ہو (اور حرام ہے جمع کرنا) وطی اور ہمبستری کے اعتبار سے بذریعہ ملک یمین، یعنی باندی بناکر

(ہمبستری کرنا) (اور حرام ہے جمع کرنا نکاح میں ایسی دو عورتوں کے بیچ کہ ان میں سے جس کو مذکر مان لیا جائے تو دوسری عورت اس کے لئے حلال نہ ہو، مختصر کی عبارت اس موقع پر یہ ہے اور حرام کر دیتا ہے ایسی عورت کا نکاح اور اس کا عدت میں ہونا دوسری ایسی عورت سے نکاح کرنے کو کہ ان دونوں میں سے جس کو بھی مذکر اور مرد فرض کر لیا جائے تو دوسری عورت اس کے لئے شرعًا حلال نہ رہے اور ایسی عورت سے وطی کو ملکیت یا باندی بنانے کے اعتبار سے بھی حرام کر دیتا ہے اور ایسے ہی ایسی عورت سے وطی کرنا باعتبار ملک باندی کے حرام کر دیتا ہے دوسری عورت سے ہمبستری کو باعتبار نکاح اور باعتبار ملک باندی کے لیکن نہیں حرام کرتا ہے ایسی دوسری عورت سے محض عقدِ نکاح میں یعنی اگر کوئی شخص نکاح کرے ایسی دو عورتوں میں سے کسی ایک سے تو وطی نہ کرے کسی ایک عورت سے بھی یہاں تک کہ دوسری عورت کو عملاً حرام قرار دے لے یعنی ایک ایسی عورت کا ہونا کسی مرد کے نکاح میں یا اس مرد سے عدتِ طلاق میں اگرچہ طلاق بائن ہو حرام کر دے گا ایسی ہی دوسری عورت کے نکاح کو کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو مرد فرض کر لیا جائے تو اس کے لئے دوسری عورت حلال نہ رہے نیز حرام کرے گا وطی کو اس دوسری عورت سے اور البتہ ایسی دو عورتوں میں سے کسی ایک سے وطی کرنا بذریعہ ملکِ باندی کے بھی حرام کر دے گا۔ ایسی دوسری عورت سے وطی اور ہمبستری کو باعتبار نکاح اور باعتبار ملکِ باندی کے لیکن نہیں حرام کرے گا ایسے ہی دوسری عورت سے محض عقد نکاح اور اگر ایسی عورت سے نکاح کر لیا تو مرد ہمبستری نہ کرے کسی ایک سے بھی جب تک مرد حرام نہ کرے عملاً دوسری عورت کو اور یہی معنی و مقصد ہے جو ماتن وقایہ نے متن میں فرمایا

توضیح الوقایۃ شریعتِ اسلام نے جمع بین الاختین دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا ہر طرح حرام قرار دیا ہے، ارشادِ باری ہے

وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ (پ۴) اور حرام ہے تمہارے لئے دو بہنوں کو (نکاح اور ہمبستری کے لئے) جمع کرنا مگر جو قبل اسلام حالات گذر چکے ہیں وہ اس میں شامل نہیں ہیں وہ معاف ہیں اور جن لوگوں نے حرمت سے پہلے ایسے نکاح کر لئے ہیں وہ ماخوذ نہ ہوں گے، دو بہنوں کو جمع کرنے کی مختلف صورتیں ماتنِ وقایہ نے نکاحًا وعدۃً فرما کر اس مسئلے کی مختلف صورتیں بیان فرمائی ہیں اس مسئلے کی چند صورتیں نکلتی ہیں جس میں ایک صورت شرط کے طور پر حلال ہے اور تین صورتیں حرام ہیں،

حلال صورت یہ ہے کہ دو بہن نکاح وعدت میں اس طرح جمع نہ کی جائیں بلکہ باندی ہونے کی صورت میں ایک سے نکاح اور ہمبستری کا تعلق رہے اور دوسری بہن سے ہمبستری کے سوا دوسرے خدمات اور امور خانگی اور گھریلو محنت بجالائے تو یہ درست ہے۔ (دو بہنوں کی حرام صورتیں)

صورتِ اول، نکاحًا دو بہنوں کو جمع کرنا ایک شخص کے نکاح میں قطعی حرام ہے یہ دو بہنیں خواہ عینی یعنی دونوں ایک ماں اور باپ سے ہوں، یا علاتی یعنی باپ ایک اور ماں دو، یا اخیافی یعنی ماں ایک اور باپ دو ہوں ان تینوں نسبتوں کے ساتھ کسی طرح بھی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے

صورتِ ثانیہ، عدۃً، صورتِ مسئلہ یہ ہے حلیمہ اور رشیدہ دو حقیقی بہنیں ہیں زید نے پہلے حلیمہ سے نکاح کیا اور حلیمہ کو طلاقِ بائن یا رجعی دی حلیمہ عدت گذار رہی ہے اب حلیمہ کی عدت کے زمانے میں اس کی دوسری بہن، رشیدہ سے نکاح کرنا زید کے لئے حرام ہے،

صورتِ ثالثہ وطئًا بملک یمین، صورتِ مسئلہ خالدہ اور زاہدہ دو باندی حقیقی بہنیں ہیں بکر نے ان دونوں بہنوں کو خرید لیا تو بکر کے لئے بیک وقت دونوں باندیوں سے وطی کرنا حرام ہے بلکہ کسی ایک باندی کو وطی کے لئے

خاص کرے گا اور دوسری کو صرف گھریلو خدمت کے لئے رکھ سکتا ہے ایسے ہی اگر ایک بہن سے نکاح کر کے وطی کرے تو دوسری حقیقی بہن سے اپنی باندی ہونے کے باوجود وطی اور ہمبستری حرام رہے گی اس طرح ارشادِ رسول علیہ السلام پر عمل کرنا واجب ہوگا مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَجْمَعَنَّ مَاءَهُ فِيْ رَحِمِ اُخْتَيْنِ[1]

مفہوم جو شخص ایمان رکھے اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر تو اس کو چاہئے کہ دو حقیقی بہنوں سے ہمبستری نہ کرے کسی بھی طریقے سے نکاح یا بغیر نکاح بہر صورت دو بہنوں سے وطی اور ہمبستری کرنا شدید گناہ اور عظیم معصیت ہے اس طرح عرف عام میں سالیوں سے ناجائز تعلق کی ابتدا بھی بے تکلفی اور تنہائی سے ہوتی ہے اس لئے اس مسئلے میں پوری احتیاط کرنی چاہئے

دو حرام عورتوں کی ایک اور صورت جو ماتنِ وقایہ نے اَيَّتُهُمَا فرضت ذکرًا سے بیان کی ہے کہ ایسی دو عورتوں کو ایک شخص کے نکاح میں جمع کرنا منع ہے کہ اگر ایک عورت کو مرد مان لیں تو دوسری عورت اس مرد کے لئے حلال نہ ہو جیسے خالہ اور بھانجی اور پھوپھی اور بھتیجی کا رشتہ کوئی ایک شخص ایسے نکاح میں بیک وقت خالہ اور بھانجی کو جمع نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اگر خالہ کو مرد فرض کرلیں تو وہ ماموں کہلائے گا اور ماموں کے لئے بھانجی حرام ہے ایسے ہی پھوپھی اور بھتیجی کا رشتہ ہے اگر پھوپھی کو مرد مان لیں تو وہ چچا ہے اور چچا کا رشتہ بھتیجی سے حرمتِ نکاح کا رشتہ ہے اس ضابطۂ فقہی کی روشنی میں کوئی بھی شخص خالہ اور بھانجی یا پھوپھی اور بھتیجی کو بیک وقت اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا اور اگر خالہ کو طلاق دیدی ہو تو عدت کے زمانے میں بھی بھانجی سے نکاح نہیں کر سکتا بلکہ عدت کے بعد ہی دوسری عورت یعنی بھانجی سے نکاح کر سکتا ہے

---

[1] عمدة الرعایہ صـ ۱۲ [2] ہدایہ جلد ثانی صـ ۳۰۸ شاہد حسن قاسمی

مسئلے کی وضاحت شارحِ وقایہ نے اوپر متن مذکور میں مسئلے کی وضاحت عبارۃ المختصر ہٰذا کے ذریعہ کی ہے اس وضاحت کا خلاصہ یہ ہیکہ خالہ، بھانجی اور پھوپھی بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنا، یا باندی ہونے کی حیثیت سے دونوں سے ہمبستری کرنا، یا ایک عورت کو طلاق دیکر اس کی عدت کے زمانے میں دوسری ایسی عورت سے نکاح ممنوع ہے اور ممانعت خالہ بھانجی یا پھوپھی بھتیجی جیسے رشتوں تک محدود ہے اگر ایسے حرمت کے رشتے نہ ہوں تو مرد کے لئے جائز ہے کہ وہ ایک عورت کو طلاق دیکر دوسری سے نکاح کرلے،

صورتِ مسائل (۱) خالہ بھانجی جیسی عورتیں دونوں باندی ہوں تو باندی ہونے کی صورت میں بھی بیک وقت دونوں سے ہمبستری کرنا منع ہے، قولہٗ ووطیھا ملکًا سے شارح وقایہ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے (۲) شارحِ وقایہ نے وکذا وطیھا ملکًا سے بیان کیا ہے اس کی اصل عبارت یہ ہے وکذا (یُحَرَّمُ الْجَمْعُ) وَطِیھَا مِلْکًا وَطِیھَا نِکَاحًا وَمِلْکًا لَایُحَرِّمُ وَطِیھَا نِکَاحَھَا اَیْ نِکَاحُ الْمَرْأَۃِ الْاُخْرٰی،

مفہوم یہ ہے کہ زید کی دو باندیاں ہیں ہندہ اور زینب، زید نے باندی ہونے کی حیثیت سے ہندہ سے ہمبستری کرلی اور مثلاً ہندہ اور زینب کے بیچ خالہ اور بھانجی کا رشتہ ہے تو اب زید کے لئے زینب جو ہندہ کی بھانجی ہے اس سے ہمبستری بہر صورت حرام ہے باندی ہونیکی حیثیت سے بھی اور نکاح کے طریقے سے بھی، البتہ صرف زینب سے نکاح کرسکتا ہے ہمبستری اس وقت تک جائز نہ ہوگی جبتک کہ ہندہ سے ہمبستری نہ کرنیکے لئے وہ مرد عہد نہ کرلے اسطرح نکاح کرکے اور باندی بناکر ان دونوں طریقوں سے دو حرام عورتوں کو جمع نہیں کیا جاسکتا بلکہ ایکدوسرے کی عدت میں بھی نکاح ممنوع رہیگا

قولہٗ، ولو من طلاقٍ بائنٍ اور اگرچہ طلاق بائن کی عدت میں ہو تب بھی مذکورہ بالا دو عورتیں یعنی خالہ بھانجی، پھوپھی بھتیجی کو نکاح یا باندی کی حیثیت سے ہمبستری کے لئے جمع نہیں کر سکتا ہے، درحقیقت طلاق بائن کی قید سے ایک سوال مقدر کا جواب ہے،

سوال یہ ہے کہ طلاق رجعی میں تعلق نکاح باقی رہتا ہے اس لئے یہ حکم معقول اور مطابق قیاس ہے کہ دوسری عورتِ مذکورہ کو ہمبستری کے لئے نکاحاً یا ملکاً جمع نہ کرے لیکن طلاق بائن میں تعلق نکاح ختم ہو جاتا ہے کیونکہ بغیر نکاح جدید کے رجعت ممنوع ہے اس لئے قیاس یہ تھا کہ طلاق بائن والی عورت کا یہ حکم فقہی نہ ہونا چاہیئے!

جواب یہ دے رہے ہیں کہ طلاق بائن کی عدت میں رشتۂ عدت باقی رہتا ہے اور ایام عدت میں شوہر کے ذمے زوجہ کا نان ونفقہ واجب رہتا ہے اس لئے ایام عدت میں معتدۃ الغیر سے بہرصورت نکاح ممنوع اور فاسد ہے اور عدت گزرنے کے بعد ہی دوسری ایسی عورت سے نکاح درست ہوگا جن کو ایک ساتھ جمع کرنا ممنوع ہے،

وہ عورتیں جن کو نکاح میں جمع کرنا منع ہے وہ یہ ہیں پھوپھی، بھتیجی، خالہ بھانجی، اصولی طور پر ایسی دو عورتیں جن میں سے ایک کو مرد مان لیں تو دوسری عورت اس کے لئے حرام ہو جیسے پھوپھی کو مرد مان کر وہ چچا کہلائے گا اور چچا بھتیجی کا نکاح حرام ہے ایسے ہی خالہ کو مرد مان کر ماموں کہلائے گا ماموں بھانجی کا نکاح حرام ہے اس قسم کی عورتوں کو بھی جمع کرنا حرام ہے البتہ کسی ایک سے نکاح جائز ہے یعنی صرف پھوپھی سے نکاح کرے یا صرف خالہ سے نکاح کرے،

عبارت، فَاِنْ تَزَوَّجَ اُخْتَ اَمَةٍ وَطِئَهَا لَا يَطَأُ وَاحِدَةً حَتّٰى يُحَرِّمَ اِحْدٰهُمَا عَلَيْهِ اِمَّا بِاِزَالَةِ الْمِلْكِ عَنْ كُلِّهَا اَوْ بَعْضِهَا اَوْ بِالتَّزْوِيْجِ

ہدایہ ثانی صـ ۳۰۸ کتاب النکاح، شاہد حسن قاسمی

فَاِنْ تَزَوَّجَهُمَا بِعَقْدَيْنِ وَنَسِيَ الْاُوْلٰى فُرِّقَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهُمَا وَلَهُمَا نِصْفُ الْمَهْرِ لِاَنَّ النِّكَاحَ الْاَخِيْرَ بَاطِلٌ غَيْرُ مُوْجِبٍ لِلْمَهْرِ وَالنِّكَاحُ الْاَوَّلُ صَحِيْحٌ وَقَدْ فَارَقَ الْاُوْلٰى قَبْلَ الْوَطْیِ فَيَجِبُ نِصْفُ الْمَهْرِ وَ لَايُدْرٰى لِمَنْ هُوَ فَيُنَصَّفُ بَيْنَهُمَا وَاِنَّمَا قَالَ بِعَقْدَيْنِ حَتّٰى لَوْ تَزَوَّجَهُمَا بِعَقْدٍ وَاحِدٍ يَبْطُلُ نِكَاحُهُمَا فَلَا يَجِبُ شَيْئٌ مِّنَ الْمَهْرِ،

ترجمہ اگر کسی مرد نے نکاح کیا ایسی موطوٗۃ اور ہمبستر شدہ باندی کی بہن سے تو وہ مرد کسی ایک سے بھی اب وطی اور ہمبستری نہ کرے یہانتک کہ حرام کرے اپنے اوپر ان دو عورتوں میں سے کسی ایک کو

(حرام کرنے کی یہ صورتیں ہیں) ملکِ یمین ختم کرکے آزادی پوری طرح دیدے اس عورت کے کل حصہ کو آزاد کردے یا اس کے بعض حصے کو آزاد کردے یا دوسرے آدمی سے نکاح کرادے پس اگر ایسی دو عورتوں سے نکاح کیا دو الگ الگ عقدِ نکاح کے ذریعہ (اور اتفاق سے پہلی عورت کا نکاح بھول گیا تو تفریق اور جدائی کردی جائیگی اس مرد اور ان دونوں عورتوں کے درمیان، اور ان دونوں کو صرف آدھا مہر ملے گا کیوں کہ دوسری سے نکاح باطل اور ناجائز ہے مہر کو واجب کرنے والا نکاح نہیں ہے اور پہلی عورت سے نکاح درست ہے اور پہلی عورت ہمبستری سے پہلے جدا ہو گئی اس لئے آدھا مہر واجب ہوتا ہے اور یہ معلوم نہیں کہ نصف مہر کس کے لئے ہے اس لئے اس آدھے مہر کو تنصیف کے ذریعہ دونوں کے درمیان چوتھائی چوتھائی[1] دو حصے کرکے دیدیا جائے گا اور بیشک ماتنِ وقایہ نے بعقدین دو عقد کے ذریعہ کہا ہے اگر ایسی عورتوں سے عقدِ واحد میں نکاح کیا تو ان دونوں کا نکاح باطل ہے اس لئے مہر کا کچھ حصہ بھی اب واجب نہ ہوگا،

توضیح الوقایۃ ماتن اور شارح وقایہ نے اوپر کی عبارت میں جمع بین الاختین اور دو حقیقی بہنوں کو نکاح میں جمع ہونے

[1] ربع یعنی چوتھائی مہر۔

کی مخالفت کے سلسلہ میں تفصیلی گفتگو فرمائی ہے مذکورہ مسئلہ جمع اختین دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی مزید وضاحت اور تفصیل بیان کرنا چاہتے ہیں ،

صورت مسئلہ اولیٰ فان تزوج اخت أمتہ وطیھا ، مثلاً زید نے ہندہ باندی سے ہمبستری اور جماع کرلیا نکاح یا باندی ہونے کے اعتبار سے اس کے بعد ہندہ کی بہن رشیدہ سے بھی زید نے نکاح کرلیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان دونوں عورتوں سے وطی اور ہمبستری منع ہے ، حضرت امام شافعی امام مالک رحمہما اللہ اس مسئلہ میں اس تفصیل کے ساتھ اختلاف فرماتے ہیں کہ اگر ہندہ زید کی باندی ہے اور ہندہ سے ہمبستری باندی ہونے کی حیثیت سے ہوئی ہے تو منکوحہ رشیدہ سے وطی اور ہمبستری درست ہے صرف ہندہ سے وطی کی ممانعت رہے گی ہندہ باندی کو زید بیچ دے یا اس کی شادی کسی اور سے کرا دے تو پھر دوسری عورت زید کے لئے حلال ہو جائے گی متفق علیہ طور پر ،

صورت مسئلہ ثانیہ فان تزوجھما بعقدین ونسی الاولیٰ مثلاً زید نے دو ممنوع الجمع عورتوں سے دو الگ الگ عقد میں نکاح کیا اور اتفاق سے یہ بھول گیا کہ پہلا نکاح کون سی عورت سے ہوا تھا اب یہ دونوں عورتیں حلال نہیں ہیں ، یہ عورتیں خواہ خالہ ، بھانجی یا پھوپھی اور بھتیجی ہوں یا ایسی عورتیں ہوں جن کو ایک ساتھ ایک شخص کے نکاح میں جمع ہونا شرعاً حرام ہے اور اتفاق سے کوئی شہادت اور یادداشت یا کوئی گواہی اور ثبوت ایسا نہیں ہے جس سے یہ معین ہو سکے کہ پہلا عقدِ نکاح کس عورت سے ہوا تھا اور دوسرا نکاح کس عورت سے تو یہ نکاح فاسد ہے اور واجب التفریق ہے یعنی اس مرد اور ان دو عورتوں کے بیچ دیانتاً اور قضاءً تفریق اور علیحدگی واجب ہے اور چونکہ یہ تفریق طلاق قبل الوطی کے حکم میں ہے

پہلی عورت کے حق میں اور دوسری عورت کا نکاح باطل اور فاسد ہے تو اصلاً پہلی عورت کا آدھا مہر واجب ہے کیوں کہ پہلا نکاح شرعاً درست ہے اور پہلی کو طلاق قبل الوطی کی وجہ سے نصف مہر واجب ہے اور دوسری عورت کا کوئی حصۂ مہر واجب نہیں ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ معلوم نہیں ہورہا ہے کہ کونسی عورت پہلے نکاح والی ہے اور کون سی بعد والی ہے اس لئے ایک عورت کا آدھا مہر دونوں عورتوں کو آدھا آدھا چوتھائی کرکے دیدیا جائے گا !

صورت مسئلۂ ثالثہ لو تزوجهما بعقدٍ واحدٍ، اگر عمرو نے دو بہنوں یا ایسی عورتوں سے نکاح کیا جن کو جمع کرنا شرعاً حرام ہے اور یہ نکاح ایک ساتھ عقدِ واحد میں ہوا تو دونوں عورتوں کا نکاح باطل ہے اور مہر کا کوئی بھی حصہ واجب نہ ہوگا کیونکہ قصداً اور صراحۃً قانون شرع کی خلاف ورزی ہے اس لئے نکاح باطل ہونے کی وجہ سے کوئی بھی حصۂ مہر واجب نہ ہوگا تفریق قبل الوطی کی صورت میں اور بعد الوطی مہر المثل ہوگا

عبارت ،، لا بين امرأةٍ وبنتِ زوجها لانّ بنتَ الزّوجِ لو فُرِضَتْ ذكرًا كانَ ابنَ الزّوجِ وهو حرامٌ امّا المرأةُ الاُخرىٰ لو فُرِضَتْ ذكرًا لا تحرمُ عليه تلك المرأة

ترجمہ حرام نہیں ہے نکاح میں جمع کرنا کسی عورت اور اس عورت کے سابق شوہر کی بیٹی کو جو دوسری عورت سے ہے کیونکہ سابق شوہر کی بیٹی کو اگر مذکر و مرد فرض کرلیا جائے تو وہ سابق شوہر کا بیٹا کہلائے گا اور وہ اس عورت کے لئے حرام ہوگا لیکن یہ دوسری عورت کو اگر مذکر مان لیا جائے تو اس پر یہ عورت یعنی بنت الزوج حرام نہیں ہے کیونکہ یہاں حقیقۃً وحکماً علتِ حرمت جزئیت یا مصاہرۃ یا رضاعت جیسے اسباب موجود نہیں ہیں ،،

توضیح الوقایہ اصل عبارت یہ ہے لا يَحْرُمُ الجمعُ بينَ امرأةٍ وبنتِ زوجِها من زوجةٍ الاُخرىٰ

نکاح میں جمع کرنا حرام نہیں ایسی دو عورتوں کو جیسا کہ ایک عورت ہندہ ہے اور ہندہ کے سابق شوہر زید کی سابقہ بیوی کی بیٹی فاطمہ کو، امام زفرؒ کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کیوں کہ اس صورتِ مسئلہ میں بنتِ زوج کو مذکر ماننے کی صورت میں اس کا نکاح اس دوسری عورت سے حرام ہوگا کیونکہ اس کے باپ کی منکوحہ سوتیلی ماں ہے اس طرح ایک طرف یعنی بنت الزوج کی جانب سے علتِ حرمت موجود ہے البتہ دوسری جانب عورت کو مرد مان لیں تو بنت الزوج اس کے لئے حرام نہ ہوگی، اسطرح نزد امام زفرؒ ایک جانب کی حرمت مانع نکاح ہے "
جمہورِ احناف کی دلیل یہ ہیکہ اَیَّتُهُمَا فُرِضَتْ ذَكَرًا کا ضابطہ مذکورہ اس وقت معتبر ہے جب کہ دونوں طرف سے حرمت ہو یہاں بنت الزوج کو مرد مان کر تو حرمت ہے لیکن امرأۃ الزوج کو مرد ماننے کی صورت میں حرمت نہیں ہے اس لئے جمہور احناف کے نزدیک ایسی دو عورتوں کو جمع کرنا درست ہے البتہ امام زفرؒ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے وہ ایک طرف کی حرمت کو مانعت جمع فی النکاح کے لئے کافی سمجھتے ہیں احتیاط یہی ہے کہ مجتہد فیہ اور مختلف بین الائمہ صورتِ مسئلہ میں ایسی عورتوں کو جمع فی النکاح کرنے سے پرہیز کیا جائے!

عبارت وَصَحَّ نِكَاحُ الْكِتَابِيَّةِ وَالصَّابِيَةِ الْمُؤْمِنَةِ بِنَبِيٍّ الْمُقِرَّةِ بِكِتَابٍ لَا عَابِدَةِ كَوَاكِبَ لَا كِتَابَ لَهَا، اِعْلَمْ اَنَّ نِكَاحَ الصَّابِيَةِ يَحِلُّ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ لَا عِنْدَهُمَا فَقِيلَ هٰذَا الْخِلَافُ بِنَاءً عَلٰى تَفْسِيرِ الصَّابِي فَاَبُو حَنِيفَةَ زَعَمَ اَنَّ الصَّابِيَ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ فَاِنْ كَانَ كَذٰلِكَ يَجُوزُ نِكَاحُ الصَّابِيَةِ وَهُمَا زَعَمَا اَنَّهُ مِنْ عَبَدَةِ الْكَوَاكِبِ وَلَا كِتَابَ لَهُمْ فَلَوْ كَانَ كَذٰلِكَ لَا يَحِلُّ نِكَاحُهَا

ترجمہ اور درست ہے کتابیہ اور صابیہ سے نکاح کرنا بشرطیکہ وہ صابیہ ایمان رکھتی ہو کسی نبی پر اور اقرار کرنے والی ہو کسی کتاب آسمانی کا، اور نکاح درست نہیں ہے ستاروں کی پجاری اور ایسے ہی اس عورت سے جس کی کوئی آسمانی کتاب نہ ہو، یہ جان لیجئے کہ نکاح صابیہ عورت سے امام اعظم کے نزدیک حلال ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال نہیں ہے یہ بھی کہا گیا کہ اختلاف صابی کی تفسیر کی بنار پر ہے امام ابو حنیفہ کی تفسیر یہ ہیکہ صابی فرقہ اہل کتاب میں سے ہے پس اگر ایسا ہے تو درست ہو جائے گا نکاح صابیہ سے اور صاحبین نے تحقیق کی ہے کہ صابی ستاروں کے پجاری اور مشرکین میں سے ہیں اور صابیوں کے عقیدہ میں کوئی کتاب آسمانی نہیں ہے پس اگر ایسا ہو تو صابیہ سے نکاح حلال نہ ہوگا اس کے بعد ماتنِ وقایہ نے عطف کیا ہے نکاحُ المُحْرِم والمحْرِمَة والامةِ المسلمة والکتابیة کا ان سے بھی نکاح درست ہے!

توضیح الوقایہ ماتنِ وقایہ صابی اور صابیہ جو کسی آسمانی کتاب پر ایمان رکھتی ہو اور کتابیہ جو کسی آسمانی کتاب کو ماننے والی عورت ہو ان دونوں قسم کی عورتوں سے نکاح حلال ہونے کا مسئلہ بیان فرمارہے ہیں اس مسئلے کی دلیل قرآنی یہ ہے اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ الآية [1]

مفہوم اب تمہارے لئے حلال کر دیا گیا تمام پاکیزہ چیزوں کو اور قوم یہود پر جو اللہ کی طرف سے پابندی تھی کہ اونٹ اور کھر والے جانوروں کا گوشت بنی اسرائیل کے لئے منع کیا گیا تھا وہ سب چیزیں اب حلال ہیں اور ایسے ہی اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے،

---

[1] پ سورۃ النساء۔ شاہد حسن قاسمی

بشرطیکہ ذبح کرتے وقت ذبح کرنے والا اللہ کا نام لے اور وہ اپنے مذہب اصلی وسماوی پر قائم ہو اور ایسے ہی اہل کتاب کے لئے تمہارا ذبیحہ حلال ہے اور کتابیہ پاکدامن عورتیں بشرطیکہ کسی کی منکوحہ نہ ہوں تو ان سے بھی نکاح حلال ہے اور تمہارے لئے تم سے پہلے آسمانی کتابوں کے ماننے والے لوگوں میں سے پاکدامن اور آسمانی کتاب کے پابند کتابیہ عورتیں بھی نکاح کیلئے حلال ہیں" اہل کتاب آزاد عورت سے نکاح شرعی شرائط کے ساتھ جمہور فقہاء کے نزدیک حلال ہے لیکن کتابیہ باندی سے نکاح صرف امام ابوحنیفہ کے نزدیک حلال ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک حلال نہیں ہے،

قولہٗ لاعابدۃ کواکب ستاروں کی عبادت کرنے والی عورتیں جن کا عقیدہ کسی آسمانی کتاب پر نہیں ہے وہ حکماً مشرکہ ہیں ان سے نکاح حلال نہیں اس سلسلے میں ارشاد قرآنی ہے ولا تنکحوا المشرکٰتِ حتّٰی یؤمنّ[1] شرک کرنے والی عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں ایسے ہی مشرک مرد سے مسلمان عورت کا نکاح حلال نہیں ہے

صابیہ کی تعریف یہ عربی لفظ ہے باب نصر سے صبوًا مائل ہونا، صابی مائل ہونے والا، صابیہ مائل ہونے والی عورت

صابی ایک مذہبی فرقہ ہے جس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے اذا خرج من دینہٖ الی دینٍ آخر فھو الصّابی، جو شخص پہلے سے کسی آسمانی کتاب اور شریعت کو مانتا ہو اور وہ اس سابقہ شریعت کو چھوڑ کر دوسرا آسمانی دین اختیار کرلے وہی صابی مرد ہے اور وہی صابیہ عورت ہے،

تاریخ فرقۂ صابیہ بنی اسرائیل توراۃ کے ماننے والے گروہ میں سے کچھ لوگوں نے مذہب توراۃ کو چھوڑ کر حضرت داؤد علیہ السلام کے مذہب اور زبور پر ایمان قبول کیا وہ لوگ صابی مرد

---

[1] سورۃ البقرہ پارہ ۲

اور صابیہ عورت کے مصداق ہیں امام ابوحنیفہؒ نے فرقۂ صابیہ کی عورتوں سے نکاح درست فرمایا ہے، شارحِ وقایہؒ نے اعلمؒ سے اس مسئلے کی وضاحت فرمائی ہے فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ صابئی فرقہ کو زبور کے ماننے والے اہل کتاب میں شمار کرتے ہیں لیکن صاحبین کے نزدیک فرقۂ صابیہ مشرک ہیں اور غالبًا تاریخی اعتبار سے فرقۂ صابیہ تین جماعتوں میں تقسیم ہو گیا ہے

جماعتِ اُولیٰ وہ فرقۂ صابیہ جو زبور کو اللہ کی کتاب مان کر اللہ کی توحید اور رسالتِ داؤد علیہ السلام کا قائل ہے یہ فرقہ بلاشبہ اہل کتاب میں سے ہے اور اس فرقہ کی عورت کے ساتھ نکاح کرنا شرعی شرائط کے ساتھ بالاتفاق درست ہے اور ایسے فرقۂ صابیہ کے لئے امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے،

جماعتِ ثانیہ صابیہ میں سے وہ لوگ ہیں جو ملائکہ اور فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں یہ لوگ حکمًا مشرک ہیں ایسے فرقۂ صابیہ کی عورت سے نکاح بقولِ متفق علیہ حرام ہے!

جماعتِ ثالثہ صابیہ وہ گروہ ہے جو کواکب اور ستاروں کے پجاری ہیں اور کسی کتاب آسمانی کو نہیں مانتے یہ فرقہ بھی بلاشبہ مشرک ہے اور ایسے فرقہ کی صابیہ عورت سے نکاح متفق علیہ حرام ہے اس طرح فرقۂ صابیہ کی تین گروہ کے تفصیل کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین کا اختلاف رفع ہو جاتا ہے اور تطبیق بین الائمہ قائم ہو گئی ہے!

عبارت ثم عطف علی نکاح الکتابیۃ قولہ نکاح المحرم والمحرمۃ والامۃ المسلمۃ والکتابیۃ وفیہ خلاف الشافعی بناءً علی ان التخصیص بالوصف یوجب نفی الحکم عما عداہ عندہ لا عندنا

فَقَوْلُهٗ تَعَالٰی مِنْ فَتَیَاتِکُمُ الْمُؤْمِنَاتِ یَنْفِیْ جَوَازَ نِکَاحِ الْکِتَابِیَّۃِ عِنْدَہٗ وَلَوْ مَعَ طَوْلِ الْحُرَّۃِ اَلْمُرَادُ بِطَوْلِ الْحُرَّۃِ اَلْقُدْرَۃُ عَلٰی نِکَاحِہَا بِاَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ مَہْرُ الْحُرَّۃِ وَنَفَقَتُہَا وَفِیْہِ خِلَافُ الشَّافِعِیِّ بِنَاءً عَلٰی اَنَّ التَّعْلِیْقَ بِالشَّرْطِ یُوْجِبُ الْعَدَمَ عِنْدَ عَدَمِ الشَّرْطِ فَقَوْلُہٗ تَعَالٰی وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْکُمْ طَوْلًا اَنْ یَّنْکِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْاٰیَۃَ دَلَّ عَلٰی اَنَّہٗ لَوْ کَانَ طَوْلُ الْحُرَّۃِ لَہٗ لَمْ یَجُزْ لَہٗ نِکَاحُ الْاَمَۃِ اَمَّا عِنْدَنَا فَہُوَ سَاکِتٌ عَنْ ہٰذَا الْحُکْمِ فَیَبْقَی الْحُکْمُ عَلٰی تَقْدِیْرِ طَوْلِ الْحُرَّۃِ عَلَی الْحِلِّ الْاَصْلِیِّ وَکَذَا فِی الْاَمَۃِ الْکِتَابِیَّۃِ

ترجمہ پھر ماتنِ وقایہ نے عطف کیا ہے نکاحِ کتابیہ پر اگلی عبارت کا اور فرمایا کہ نکاح درست ہے احرام والے مرد اور احرام والی عورت کا اور کتابیہ اور مسلمان باندی کا اور اس مسئلے میں اختلاف ہے امام شافعی کا اس بنیاد پر کہ کسی وصف خاص کے ساتھ کسی حکم کو مخصوص کرنا ثابت کر دیتا ہے حکم کی نفی اس مخصوص حکم کے ماسوا سے عند الشافعی نہ کہ عند الاحناف پس اللہ تعالیٰ کا ارشادِ قرآنی مِنْ فَتَیَاتِکُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ایمان والی باندیاں (نکاح کے لئے، حلال ہیں یہ حکم نفی کرتا ہے کتابیہ باندی سے جوازِ نکاح کو عند الشافعی اگرچہ حرہ کی قدرت کے ساتھ ہو، مراد حرہ کی قدرت سے آزاد عورت سے نکاح کرنے کی طاقت ہے اس طریقے پر کہ نکاح کرنے والے کے پاس آزاد عورت کا مہر اور اس کا نان و نفقہ دینے کی طاقت ہو اور اس مسئلے میں بھی امام شافعیؒ کا اختلاف ہے اس بنیاد پر کہ کسی حکم کو کسی شرط کے ساتھ متعلق کر دینے سے نفی ثابت ہو جاتی ہے شرط نہ پائے جانے کی صورت میں پس اللہ تعالیٰ کا فرمانِ قرآن وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْکُمْ طَوْلًا الخ اور جو شخص تم اہل ایمان میں سے آزاد عورت سے نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو (یعنی باندی سے نکاح کرنے کی قدرت ہے) یہ حکمِ قرآنی امام شافعیؒ

کے نزدیک اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اگر کسی مسلمان کو آزاد عورت سے نکاح کی طاقت ہو تو اس کے لئے باندی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے لیکن احناف کے نزدیک اس مسئلے میں یہ حکم قرانی ساکت اور خاموش ہے اس لئے باقی رہے گا حکم نکاح حرۃ کی قدرت کے باوجود داخل الاصلی اور اصل حلال صورت پر اور مومنہ باندی سے نکاح مطلقًا درست ہوگا عندالاحناف اور ایسے ہی نکاح حلال ہونے کا حکم ہوگا کتابیہ باندی کے بارے میں بھی اگرچہ مومنہ باندی بھی نکاح کے لئے دستیاب ہو تو بھی کتابیہ باندی سے حسب شرائط شریعت نکاح درست ہے ،

توضیح الوقایہ ، حالتِ احرام اور نکاح !

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک احرام والے مرد اور محرمہ عورت دونوں کے لئے نفسِ نکاح درست ہے البتہ وطی اور ہمبستری حالتِ احرام میں حرام ہے امام شافعیؒ کا اس مسئلے میں اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ احرام حج اور احرامِ عمرہ میں عقد نکاح کرنا بھی حرام ہے امام شافعی کی دلیل یہ حدیث نبویؐ ہے لَا یَنکِحُ المُحرِمُ وَلَا یُنکِحُ وفی روایۃ لا یخطب (رواہ مسلم) مفہوم یہ ہے کہ محرم مرد یا عورت حالتِ احرام میں نکاح نہ کرے اور نہ اس سے نکاح کیا جائے اور ایک روایت میں ہے کہ حالتِ احرام میں خطبہ اور پیغام نکاح بھی نہ دیا جائے ،

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ واقعہ نبوت ہے بروایت ابن عباسؓ انہ علیہ السلام تزوج میمونۃ وھو محرم (رواہ مسلم)

مفہوم یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ سے عقد نکاح فرمایا جبکہ نبی علیہ السلام حالتِ احرام میں تھے ، اور وطی نہیں فرمائی ،

امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب ، لا ینکحُ المحرم میں نکاح بمعنی جماع و ہمبستری مراد ہے یعنی حالتِ احرام میں

ہر مومن مرد و عورت کے لئے جماع اور ہمبستری حرام ہے البتہ صرف عقدِ نکاح کرنا اور ایجاب وقبول کرنا حالتِ احرام میں ممنوع نہیں ہے دلیل حل اصلی ارشاد قرآنی وَاُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ (پ) اور حلال کیا گیا تمہارے لئے ان محرمات کے سوا دیگر عورتوں سے نکاح صحیح کرنا۔

وَالۡاَمَةُ الۡمُسۡلِمَةُ وَالۡکِتَابِیَّةُ ؛ مسلمان باندی اور کتابیہ باندی دونوں سے نکاح مطلقاً درست ہے نزدِ امام ابوحنیفہ، اور باندی کتابیہ سے نکاح کے سلسلہ میں امام شافعی کا اختلاف ہے کتابیہ باندی اور امۃِ مسلمہ کے سلسلۂ نکاح کے بارے میں امام شافعیؒ کا اختلاف یہ ہے کہ مسلمان، باندی سے نکاح اس وقت جائز ہے جب کہ کسی شخص کو حرہ اور آزاد عورت سے نکاح کی قدرت اور طاقت نہ ہو اور وہ آزاد عورت کا مہر اور نان ونفقہ نہ دے سکتا ہو تو ایسا شخص ہی مسلمان باندی سے نکاح کرسکتا ہے لیکن ایسا مالدار مسلمان جو آزاد عورت سے نکاح کرسکتا ہے اس کے لئے باندی سے نکاح کرنا ممنوع ہے نزدِ شافعیؒ ،

امام شافعی کا دوسرا اختلاف

کتابیہ باندی سے نکاح کے سلسلے میں امام شافعیؒ عدم جواز کے قائل ہیں جب کہ امام ابوحنیفہؒ کتابیہ باندی سے نکاح کے جواز کو مانتے ہیں امام شافعیؒ کے نزدیک صرف اس کتابیہ سے نکاح درست ہے جو آزاد عورت ہو دونوں اختلافات کیلئے امام شافعی کی دلیل یہ آیتِ کریمہ ہے ،

وَمَنۡ لَّمۡ یَسۡتَطِعۡ مِنۡکُمۡ طَوۡلًا اَنۡ یَّنۡکِحَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ فَمِنۡ مَّا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ مِّنۡ فَتَیٰتِکُمُ الۡمُؤۡمِنٰتِ (پ)

مفہوم: اور جو شخص تم میں سے طاقت نہ رکھتا ہو ایمان والی آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی تو نکاح کرے ایمان والی باندیوں میں سے جو کسی دوسرے مسلمان کی ملکیت ہوں اس آیتِ کریمہ کی روشنی میں امام شافعی ؒ

فرماتے ہیں کہ حرہ اور آزاد عورت سے نکاح کی قدرت اور مالی طاقت ہوتے ہوئے باندی سے نکاح کرنا درست نہیں ہے، اور ایسے ہی امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ ارشادِ قرآنی مِنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ میں مومن اور مسلمان باندی سے ہی نکاح درست ہے اور مومنہ کی قید سے غیر مومنہ یعنی مشرکہ اور کتابیہ باندی دونوں سے نکاح کرنا ممنوع ہے، کتابیہ کا تذکرہ آیت مذکورہ میں موجود ہے اور دوسری آیتِ قرآنیہ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ اور نکاح نہ کرو مشرکہ عورت سے جب تک کہ وہ مشرکہ ایمان نہ لائیں (پ۲) اس ارشادِ قرآنی کے ذریعہ متفق علیہ طور پر مشرکہ، مجوسیہ، پارسی اور نیچری بے دین عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے،

امام شافعیؒ کا ضابطہ فقہی نمبر ۱ یہ ہے کہ التَّخْصِيصُ بِالْوَصْفِ يُوجِبُ نَفْيَ الْحُكْمِ عَمَّا عَدَاهُ لَا عِنْدَ الْاَحْنَافِ، اس ضابطے کا مفہوم یہ ہے کہ کسی حکم کو کسی وصف کے ساتھ خاص کر دینے سے اس وصف خاص کے سوا دوسرے وصف اور حکم کی نفی ثابت ہو جاتی ہے مثلاً مِنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ میں فتیات کو المؤمنات کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے تو المؤمنات کا وصف غیر المؤمنات سے نکاح کی نفی کرتا ہے اور نتیجۃً کتابیہ باندی سے نکاح ممنوع ہے نزدِ شافعیؒ لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ ضابطہ نہیں ہے

امام شافعیؒ کا ضابطہ فقہی نمبر ۲ یہ ہے کہ التَّعْلِيقُ بِالشَّرْطِ يُوجِبُ الْعَدَمَ عِنْدَ عَدَمِ الشَّرْطِ، جیسے کہ آیتِ کریمہ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنَاتِ میں تعلیق ہے عدم استطاعت حرہ پر اس حرہ کی قدرت پر باندی سے نکاح جائز نہیں ہے عند الشافعیؒ، مفہوم، یہ ہے کہ کسی حکم کو کسی شرط کے ساتھ معلق اور مشروط کر دینے سے عدم حکم کا ثبوت ہو جاتا ہے شرط

پوری نہ ہونے کی صورت میں، اس ضابطہ میں بھی امام ابوحنیفہ کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ دونوں ضابطے قرآنی آیات میں معتبر نہیں ہیں البتہ کلامِ فقہاء و کلامِ محدثین و مفسرین اور دوسرے کلامِ انسانی میں یہ دونوں ضابطے متفق علیہ معتبر ہیں مثلاً زید ہندہ کو یہ کہے اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَاَنْتِ طَالِقٌ اگر تو گھر میں داخل ہو تو تجھ پر طلاق ہے، ظاہر ہے کہ شرط نہ پائے جانے کی صورت میں جزا مرتب نہ ہوگی اور دخولِ دار نہ ہونے کی صورت میں عدمِ طلاق اور طلاق نہ ہونے کا حکم ہوگا،

مسلکِ امام ابوحنیفہؒ اس مسئلے میں یہ ہے کہ تخصیص بالوصف یا تعلیق بالشرط جو دو ضابطے امام شافعی کے ہیں ان کا اعتبار کلامِ الٰہی اور قرآنی آیات میں نہیں ہے البتہ عام انسانی کلام میں ان دونوں ضابطوں کا اعتبار کیا گیا ہے! جیسا کہ اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَاَنْتِ طالق کی مثال سے اوپر بیان کر دیا گیا ہے یہ کلام انسانی ہے اور تعلیق بالشرط کا اعتبار

دلیل امام ابوحنیفہؒ اَمَّا عِنْدَنَا فَهُوَ سَاكِتٌ عَنْ هٰذَا الْحُكْمِ فبقی الحکم علی تقدیر طول الحرۃ علی الحِلِّ الاصلی، مفہوم یہ ہے کہ امام شافعیؒ تخصیص بالوصف اور تعلیق بالشرط کے ضابطوں کے ذریعہ جو مفہوم مخالف کا اعتبار فرما رہے ہیں مثلاً المؤمنات کی قید سے باعتبار مفہوم مخالف باندی کتابیہ کو منع فرما رہے ہیں تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک مفہوم مخالف کا اعتبار آیاتِ کریمہ میں نہیں ہوتا ہے بلکہ ان دونوں مسئلوں میں سکوتِ حکم مانا جائے گا اور اس سکوت کا جواب دوسری قرآنی آیات میں تلاش کیا جائے گا تو امام ابوحنیفہ نے وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا الخ آیاتِ کریمہ کا مفہوم مخالف کا اعتبار نہ کرتے ہوئے سکوتِ حکم کا اعتبار فرمایا اور دوسری قرآنی آیت پر غور فرمایا تو اس سکوت کا جواب دوسری آیت قرآنی ہی میں مل گیا اور اسی جوابِ قرآنی کو ماتنِ دقایہ نے

الحِلُّ الاصلی سے تعبیر فرمایا ہے اس جملے میں اشارہ کیا گیا ہے، آیت کریمہ
وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ الخ کی جانب، قرآنِ حکیم نے پارہ ۴
کی آخری آیتِ کریمہ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ سے پارہ ۵ کی شروع آیت کریمہ
وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ تک ان حرام عورتوں کا تذکرہ فرمایا ہے جن سے نکاح
قطعی ممنوع و حرام ہے ان حرام عورتوں کی فہرست میں کسی بھی کتابیہ باندی
سے نکاح کی حرمت یا حرہ کی قدرت ہوتے ہوئے مومنہ باندی سے
نکاح کی مخالفت نہیں ہے بلکہ ان محرمات کے بعد فرمایا گیا وَاُحِلَّ لَكُمْ
مَّا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ یعنی حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ سے وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ
تک جو محرمات کی فہرست ہے ان مذکورہ محرمہ عورتوں کے سوا دیگر عورتوں
سے نکاح کرنا تمہارے لئے حلال ہے یہ حلال ہونے کا حکم حلِّ اصلی ہے
اور اس دلیلِ قرآنی کے نتیجہ میں کتابیہ باندی سے نکاح حلال ہے اور
ایسے ہی حرہ کی قدرت ہوتے ہوئے مومنہ باندی سے نکاح حلال ہے
البتہ یہ حکم مختلف فیہ ہونے کی بناء پر افضل اور مستحب یہی ہے کہ حرہ کی
قدرت ہوئے آزاد عورت ہی سے نکاح کرے باندی سے نکاح نہ کرے
تو بہتر ہے۔ یہی حکم کتابیہ باندی کے بارے میں ہے بلکہ دورِ حاضر کے حالات
دیکھتے کتابیہ آزاد اور باندی سے نکاح کرنا بہت سی شرائط اور حالات کے
ساتھ مشروط ہے عیسائی مشن اور یہودی، صیہونی تنظیمی ادارے اس طرح
مسلمانوں کو گمراہ اور مرتد بنانے کے لئے اپنی لڑکیاں پیش کرتے ہیں
ان سے نکاح کرنے میں ایمان و عقیدہ کا فساد اور خطرہ یقینی ہے اسلئے
ان لڑکیوں سے نکاح دورِ حاضر میں نہیں درست ہے اور اس عالمگیر
سازش سے قومِ مسلم کو محتاط اور ہوشیار رہنا چاہئے،

نیک عورت نعمت ہے یہود و عیسائی لڑکیوں کے علاوہ مسلم قوم کی
ہونہار اور صالح وفادار، مخلص، خلوص شعار

اعلیٰ سیرت حسنِ کردار سے مزین اور اچھی لڑکیوں کی کمی نہیں ہے ذرا ذہن
ودماغ کو صاف کیا جائے فریب۔ افرنگ سے نکل کر حقائق کا مطالعہ کیا جائے
تو مسلمان لڑکیاں ہی بہر صورت عقدِ نکاح کے لئے بہتر ومناسب ثابت ہونگی
اور نتیجۃً ہماری آئندہ نسلیں بھی بہتر کردار کی حامل ہو کر ملت کے خوابیدہ
ماحول کو متحرک اور راہِ مستقیم پر گامزن کرتے ہوئے منزلِ خیر تک
پہونچ سکیں گی ۔

عبارت وَالْحُرَّةِ عَلَى الْاَمَةِ وَاَرْبَعٍ مِنْ حَرَائِرَ۔ وَاِمَاءٍ فَقَطْ
وَلِلْعَبْدِ نِصْفُهَا وَحُبْلٰى مِنْ زِنَا وَلَا تُوْطَأُ حَتّٰى تَضَعَ حَمْلَهَا
وَمَوْطُوْءَةِ سَيِّدِهَا اَوْزَانٍ اَىْ يَجُوْزُ نِكَاحُ اَمَةٍ وَطِيَهَا سَيِّدُهَا
وَلَا يَجِبُ عَلَى الزَّوْجِ الْاِسْتِبْرَاءُ وَكَذَا نِكَاحُ مَنْ وَطِيَهَا رَجُلٌ
بِالزِّنَاءِ وَلَا يَجِبُ عَلَى الزَّوْجِ الْاِسْتِبْرَاءُ ۔

ترجمہ اور نکاح درست ہے آزاد عورت سے سابقہ منکوحہ باندی
کی موجودگی میں اور نکاح درست ہے چار عورتوں سے
بیک وقت آزاد عورتیں ہوں یا باندی اور غلام کے لئے اس عدد کا
آدھا یعنی صرف دو عورتوں سے نکاح درست ہے اور نکاح حلال ہو
زنا کے سے حاملہ عورت سے اور اس سے وطی نہ کی جائے جب تک وہ
اپنے حمل کو نہ جنم دے اور آقا کی وطی کی ہوئی یا زانی کی وطی کی ہوئی
عورت سے بھی نفس عقد نکاح جائز ہے اور نکاح درست ہے ایسی
باندی سے کہ اس سے وطی کی ہو اس کے آقا نے اور اس صورت
میں شوہر پر استبراء (یعنی حیض کا انتظار کرنا) واجب نہیں ہے اور ایسے
ہی نکاح درست ہے اس عورت کا جس سے وطی کی ہو کسی شخص نے
زنا کے ذریعہ اور ضروری نہیں ہے زوج پر استبراء اور حیض کی مدت
گذارنا ۔

توضیح الوقایۃ "مسلکِ فقہاء" ماتنِ وقایہ فرماتے ہیں کہ اگر زید نے پہلے ہندہ باندی سے نکاح کر رکھا ہے تو بھی زید کیلئے آزاد عورت زینب سے نکاح کرنا درست ہے البتہ اس کا عکس جائز نہیں ہے یعنی حرہ آزاد عورت پہلے سے زید کے نکاح میں موجود ہو تو اس کے ہوتے ہوئے زید باندی سے نکاح نہیں کر سکتا نزدِ امام ابوحنیفہ نیز زید آزاد شخص ہو یا غلام دونوں صورتوں میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آزاد عورت پر باندی سے نکاح کرنا درست نہیں ہے امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ارشادِ نبی علیہ السلام ہے لَا تُنْكَحُ الْأَمَةُ عَلَى الْحُرَّةِ کہ آزاد عورت نکاح میں ہوتے ہوئے باندی کو نکاح میں نہ لایا جائے حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ آزاد عورت کی رضامندی اور اجازت حاصل کر کے باندی سے نکاح کرنا درست ہے، حضرت امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ غلام کے لئے ایسا نکاح کرنا درست ہے حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک حدیث مذکورہ کا تعلق اور خطاب آزاد شخص سے ہے ان کے نزدیک غلام کے نکاح میں آزاد عورت کے ہوتے ہوئے بھی باندی سے نکاح درست ہے حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر زید نے حرہ کو طلاق بھی دیدی ہو تو حرہ کی عدت کے زمانے میں بھی باندی سے نکاح درست نہیں ہے لیکن صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک طلاق بائن پانے والی حرہ کی عدت میں باندی سے نکاح درست ہے!

ازدواج اور بیویوں کی تعداد ماتنِ وقایہ نے فرمایا کہ اسلامی قانون نکاح میں آزاد مرد کے لئے چار عورتوں تک نکاح میں رکھنا درست ہے یہ چاروں عورتیں آزاد ہو یا باندی اس تعداد تک نکاح میں رکھنا درست ہے اور غلام کے لئے اس کا نصف دو عورتوں تک نکاح درست ہے نزد امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے

نزدیک صرف ایک باندی کا نکاح میں لانا درست ہے امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ باندی سے نکاح ضرورۃً جائز ہے اور ایک باندی سے ضرورت پوری ہوجاتی ہے،

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ آیتِ قرآنی ہے فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ (پ۴) حکمِ قرآنی یہ ہے کہ اے ایمان والو تم نکاح کرسکتے ہو جو عورتیں تم کو پسندیدہ ہوں دو، تین، چار تک، غلام کے سلسلہ میں حضرت امام مالکؒ چار عورتوں کے لئے اجازتِ نکاح آزاد مرد کے برابر مانتے ہیں، لیکن نزد ابی حنیفہ صرف دو نکاح تک غلام کو اجازت ہے،

زنا سے حمل کا شرعی حکم

اگر کوئی عورت زنا سے حاملہ ہوگئی ہو تو اس کا نکاح زانی سے درست ہے اور حالتِ حمل ہی میں زانی کے سوا دوسرے مرد سے بھی نکاح کرسکتی ہے البتہ فرق یہ ہے کہ اگر حاملہ عورت کا نکاح اسی مرد سے ہو جس کا حمل کا ٹھہرنا متعین ہے تو نکاح کے بعد یہ شخص حالتِ حمل ہی میں وطی اور ہمبستری کرسکتا ہے البتہ زانی کے سوا کسی دوسرے شخص نے نکاح کیا ہے تو وضعِ حمل اور بچہ پیدا ہونے تک شوہر ہمبستری نہیں کرسکتا یہ امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کا مسلک ہے، اور اس مسئلہ میں امام ابو یوسفؒ امام مالکؒ، امام احمدؒ اور امام زفرؒ کا اختلاف ہے ان حضرات کے نزدیک زنا سے حاملہ عورت کا نکاح حمل کی پیدائش سے پہلے درست نہیں ہے

اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ زنا سے حاملہ عورت کا نکاح اور اس سے ہمبستری حالتِ حمل میں کرنا درست ہے کیونکہ حمل ثابت النسب نہیں ہے ایسے ہی موطوۃ سید اپنے مالک اور آقا سے ہم بستری کی ہوئی باندی سے نکاح درست ہے اور زوج کے ذمہ استبرا واجب نہیں ہے، استبراء کے معنیٰ یہ ہیں کہ اپنے آقا سے ہمبستری کی ہوئی

لہ اے ایمان والو نکاح کرو ایسی عورتوں سے جو تمہیں بھلی معلوم ہوں دو دو اور تین تین اور چار چار تک،

باندی کو نکاح میں لاکر ایک حیض کامل گذرنے کا انتظار کریں کیونکہ ایک حیض گذرنے کے بعد یہ یقین کامل ہو جاتا ہے کہ اس منکوحہ باندی کا رحم حمل سے بری اور صاف ہے بس مستحب یہ ہے کہ استبراء کے لئے ایک حیض تک انتظار کر لیا جائے"۔

عبارت: وَمَنْ ضُمَّتْ اِلٰی مُحَرَّمَۃٍ اِی اِذَا تَزَوَّجَ امْرَاَتَیْنِ بِعَقْدٍ وَّاحِدٍ وَاحِدُھُمَا مُحَرَّمَۃٌ عَلَیْہِ صَحَّ نِکَاحُ الْاُخْرٰی "

ترجمہ: اور جو حلال عورت ملادی جائے حرام عورت کے ساتھ (نکاح میں) یعنی اگر زید نکاح کرے دو مختلف عورتوں سے ایک ہی عقد کے ذریعہ اور ان دو عورتوں میں سے ایک ایسی عورت ہو کہ اس کا نکاح حرام ہے اس مرد پر تو دوسری حلال عورت کا نکاح درست ہو جائیگا

توضیح الوقایہ: ماتنِ وقایہ نے حلال نکاح عورتوں کی فہرست میں اس عورت کو بھی شامل فرمایا ہے جس کا نکاح کسی حرام عورت کے ساتھ عقدِ واحد میں ہوا ہے !

صورت مسئلہ: زید نے ہندہ اور زینب دونوں سے ایک ساتھ نکاح کیا اور ایک ہی ساتھ ایجاب یا قبول کیا اتفاق سے زینب سے نکاح حلال ثابت ہوا اور ہندہ کسی سبب حرمت کی وجہ سے زید کے عقد نکاح کے لئے حرام ثابت ہوئی تو زینب کا نکاح معتبر ہو جائیگا اور ہندہ کے نکاح کا کوئی اعتبار نہ ہوگا جیسے بَیْعُ الْحُرِّ مَعَ الْعَبْدِ یعنی کسی غلام کے آزاد کو بیع میں شامل کر دینے سے صرف غلام کی بیع کا ہی اعتبار ہوتا ہے کیونکہ حر اور آزاد شخص محل بیع نہیں ہے جیسا کہ کوئی آدمی اپنی گائے بھینس کے ساتھ دوسرے کی گائے یا بھینس بیچ دے تو صرف اپنے جانور کی بیع کا اعتبار ہوگا اور درست مانی جائے گی اور دوسرے کے جانور کی بیع غیر معتبر ہوگی اور یہ سمجھا جائیگا کہ گویا بیع میں اس کا کوئی

ذکر ہی نہیں ہوا ہے اور معیت عقد واحد کی وجہ ثمن مبیع بھی وہی رہے گی

عبارت، لانکاح امتہ وسیدتہ والمجوسیۃ والوثنیۃ والخامسۃ فی عِدَّۃِ الرَّابِعَۃِ، ھٰذَا لِلحُرِّ واَمَّا لِلعَبدِ فلا یجوزُ الثالثۃ فی عِدَّۃِ الثانیۃِ "

ترجمہ نکاح درست نہیں ہے آقا کا اپنی مملوکہ باندی سے اور نہ غلام کا اپنی مالکہ عورت سے اور نکاح درست نہیں آگ کی پوجا کرنے والی عورت سے اور نہ بت پرست سے اور نکاح درست نہیں ہر پانچویں عورت سے چوتھی کی عدتِ طلاق میں یہ حکم آزاد شخص کے لئے ہے لیکن غلام کے لئے تیسری عورت سے نکاح درست نہیں ہر دوسری کی عدت میں،

توضیح الوقایہ " حرمتِ نکاح اور قانونِ شرع " ماتن اور شارح وقایہ لانکاح امتہ الخ سے عوارضاتِ نکاح اور ان اسبابِ حرمت کو بیان کر رہے ہیں جو کسی عارض اور وصف کی وجہ سے حرمت کا سبب ہیں اسبابِ حرمت یہ ہیں (۱) سبب ملکیت یعنی اپنی مملوکہ باندی سے نکاح اس کے آقا کے لئے حرام ہے، ایسے ہی کسی آزاد عورت کے پاس اس کا اپنا مملوکہ غلام ہو تو اپنے غلام سے نکاح منع ہے (۲) سببِ شرک " جیسے مجوسیہ اور وثنیہ اور ان سے مشابہ عورتوں سے نکاح حرام ہے، اور ایسی عورتیں جو آتش پرست یا بت پرست یا کواکب اور ستارہ پرست یا دہریت لادینیت، قادیانیت اور کافرانہ عقائد والی ہیں ان سے کسی بھی مسلمان کا نکاح حرام ہے، ایسے ہی لادین یورپین اور انگریز عورتیں جو حقیقت میں کتابیہ نہیں ہیں بلکہ نیچری اور لا مذہب ہیں، یا وہ عورتیں جو عیسائی مشن اور یہودی صیہونی تحریکیں خاص مقاصد ومفاسد کے لئے پیش کرتے ہیں مسلمان کے لئے وہ عورتیں ممنوع ہیں، ان کے علاوہ خامسہ یعنی چوتھی عورت کو طلاق دے کر ابھی اس کی عدت پوری نہیں ہوئی اور کوئی آزاد شخص

پانچویں عورت سے نکاح کرلے تو یہ نکاح بھی ممنوع ہے، اور غلام کے لئے آخری نکاح صرف دو عورتیں ہیں اگر وہ دوسری عورت کو طلاق دے تو دوسری کی عدت میں تیسری سے نکاح غلام کے لئے ممنوع ہے،

اس طرح نتیجۃً یہ ضابطۂ نکاح سامنے آتا ہے (الف) کہ چار عورت سے زائد آزاد مرد کے لئے اور دو سے زائد عورتیں غلام کے لئے ممنوع ہیں اور (ب) دوسرا ضابطہ یہ بھی ہے کہ اگر آزاد شخص نے چوتھی بیوی کو طلاق دی ہے تو جب تک چوتھی عورت کی عدت پوری نہ ہو جائے تب تک اگلی عورت سے نکاح درست نہ ہوگا، ایسے ہی غلام نے دوسری عورت کو طلاق دی ہے تو دوسری کی عدت میں اگلی دیگر عورت سے نکاح درست نہ ہوگا،

اور یہ بھی یاد رکھیے کہ یہ اوصاف ممنوعہ عارض ہیں ازالۂ عارض کے بعد اصل اباحت شی ثابت ہوکر وقت گذرنے کے بعد نکاح مباح ہوجاتا ہے۔ مع الکراہۃ

عبارت: وَأَمَةٍ عَلَى حُرَّةٍ أَوْ فِي عِدَّتِهَا وَحَامِلٍ مِنْ سَبْيٍ، وَحَامِلٍ ثَبَتَ نَسَبُ حَمْلِهَا وَلَوْ هِيَ أُمُّ وَلَدٍ حَمَلَتْ مِنْ سَيِّدِهَا تَزَوَّجَ مَسْبِيَّةً حَامِلاً لَا يَجُوزُ النِّكَاحُ لِأَنَّ حَمْلَهَا ثَابِتُ النَّسَبِ وَإِنَّمَا أَفْرَدَهَا بِالذِّكْرِ وَإِنْ كَانَتْ دَاخِلَةً تَحْتَ قَوْلِهِ وَحَامِلٍ ثَبَتَ نَسَبُ حَمْلِهَا لِأَنَّهُ قَدْ يُشْتَبَهُ أَنَّ وَلَدَهَا ثَابِتُ النَّسَبِ أَمْ لَا فَلَا يُعْلَمُ حُكْمُ نِكَاحِهَا فَأَفْرَدَهَا بِالذِّكْرِ، وَقَوْلُهُ وَلَوْ هِيَ أُمُّ وَلَدٍ إِنَّمَا قَالَ كَذَالِكَ وَمِثْلُ هٰذَا الْكَلَامِ يُسْتَعْمَلُ فِي مَقَامٍ يَحْتَاجُ إِلَى الْمُبَالَغَةِ لِأَنَّ الْحَامِلَ الَّتِي ثَبَتَ نَسَبُ حَمْلِهَا إِمَّا مَنْكُوحَةٌ أَوْ مُسْتَوْلَدَةٌ وَالْمَنْكُوحَةُ هِيَ الْفِرَاشُ الْقَوِيُّ فَلِدَفْعِ تَوَهُّمِ اخْتِصَاصِ هٰذَا الْحُكْمِ بِالْفِرَاشِ الْقَوِيِّ قَالَ بَطَلَ نِكَاحُ حَامِلٍ ثَبَتَ نَسَبُ حَمْلِهَا وَإِنْ كَانَ الْفِرَاشُ غَيْرَ قَوِيٍّ وَأَيْضًا قَدْ ذَكَرَ أَنَّ نِكَاحَ مَوْطُوْءَةِ السَّيِّدِ صَحِيحٌ فَهٰذَا الْمَعْنَى أَوْهَمَ صِحَّةَ نِكَاحِ الْحَامِلِ مِنَ السَّيِّدِ فَإِنَّهَا مَوْطُوْءَةُ السَّيِّدِ فَقَالَ بَطَلَ نِكَاحُ

حَامِلٍ ثَبَتَ نَسَبُ حَمْلِهَا وَإِنْ كَانَتْ هٰذِهِ الْحَامِلُ مَوْطُوْءَةَ السَّيِّدِ فَإِنَّ هٰذَا الْمَعْنٰى يُوْجِبُ صِحَّةَ النِّكَاحِ فَمَعَ ذَالِكَ بَطَلَ نِكَاحُهَا بِاعْتِبَارِ ثُبُوْتِ نَسَبِ حَمْلِهَا "

ترجمہ اور نکاح درست نہیں باندی سے حرہ اور آزاد عورت کی موجودگی میں یا حرہ عدتِ طلاق میں ہو اور نکاح درست نہیں ایسی حاملہ (حربیہ) عورت سے جو (دار الحرب) سے قید ہو کر آئی ہو اور نکاح درست نہیں ہے ایسی حاملہ عورت سے کہ اس کا حمل ثابت النسب ہو اگرچہ وہ عورت ایسی ام ولد ہو کہ حاملہ ہوئی ہو اپنے آقا سے مثلاً (زید نے) نکاح کیا حربیہ قیدی عورت سے حالتِ حمل میں اس کا نکاح درست نہیں ہے کیونکہ اس کا حمل بھی ثابت النسب ہے، اور بلاشبہ ماتنِ وقایہ نے وحامل من سبي کا تذکرہ فرمایا اگرچہ وہ عورت داخل تھی ماتن کے اس قول وحامل ثبت نسب حملها اور ایسی حاملہ عورت سے نکاح درست نہیں ہے کہ اس کے حمل کا نسب ثابت ہو (اس مسئلے کا شاید تذکرہ اس لئے بھی کیا) کیونکہ کبھی شبہ ہو سکتا ہے کہ اس حربیہ قیدی عورت کا ولد ثابت النسب ہے یا نہیں ہر اور اس شبہ کی وجہ سے ایسی عورت سے نکاح کا حکم معلوم نہ ہوتا، اس لئے ماتنِ وقایہ نے اس کا الگ سے تذکرہ فرمایا "

اور ماتن کا قول وَلَوْهِيَ اُمُّ وَلَدِهٖ اگرچہ وہ قیدی ام ولد ہو یہ بات ماتنِ وقایہ نے بلاشبہ اسی طرح (تاکید کے لئے) کہی ہے اور اس جیسا کلام استعمال کیا جاتا ہے ایسی جگہ میں جہاں مبالغہ اور تاکید کی ضرورت ہو کیوں کہ وہ حاملہ جس کا حمل ثابت النسب ہے وہ یا تو منکوحہ ہوگی یا ام ولد ہوگی اور منکوحہ عورت وہ ہے کہ اس کا تعلق فراش قوی اور مضبوط ہوتا ہے (بمقابلہ) ام ولد کے پس دور کرنے کے لئے وہم خصوصیت اس حکمِ حرمتِ نکاح کی فراش قوی کے ساتھ، ماتنِ وقایہ نے فرمایا کہ باطل ہے ایسی حاملہ کا نکاح کہ

اس کے حمل کا نسب ثابت ہو اگرچہ تعلقِ فراش قوی اور مضبوط نہ ہو (مثل نکاح) جیسے کہ ام ولد، اور نیز ماتن نے ذکر کیا ہے (ماقبل میں) کہ موطوءۃ السید جس سے آقا نے ہم بستری کی ہے اس باندی کا نکاح (دوسرے کے لئے) درست ہے پس اس حقیقتِ ماقبل عبارت نے وہم پیدا کر دیا تھا کہ حاملہ باندی کا نکاح صحیح ہو اس کے آقا سے (اس دفعِ وہم کے لئے) ماتنِ وقایہ نے فرمایا کہ نکاح باطل ہے ایسی حاملہ عورت کا کہ اس کے حمل کا نسب ثابت ہو اگرچہ وہ حاملہ عورت موطوءۃ السید اور آقا کی وطی کی ہوئی باندی ہی ہو پس بلاشبہ یہ حقیقت موطوءۃ السید ہونا نکاح کو درست ثابت کر رہا تھا۔ اور اس حقیقت کے باوجود کہ اس موطوءۃ السید کا نکاح باطل ہے " (جو حاملہ ہو) اس اعتبار سے کہ اس موطوءۃ السید کا حمل ثابت النسب ہے

توضیح الوقایۃ

وَأَمَةٍ عَلَى حُرَّةٍ کا عطف ماقبل عبارت لَا نِكَاحَ پر ہے ماتنِ وقایہ لَانِکَاحَ کے ذیل میں حرمتِ نکاح کی بعض ایسی صورتیں بیان کر رہے ہیں جن کا تعلق مخصوص حالات کی عورتوں سے ہے تفصیل یہ ہے "

عورتوں کے مخصوص حالات اور حرمتِ نکاح

ماتن وقایہ نے لانکاح امتہ سے وَلَوْهِيَ أُمُّ وَلَدٍ تک ایسی عورتوں کی فہرست بیان فرمائی ہے کہ جن سے اصلاً نکاح حلال ہے لیکن بعض عوارض اور خاص حالات کی وجہ سے وصفاً حرمتِ نکاح ہے دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان عورتوں میں حرمت لغیرہٖ ہے مثلاً امتہ اپنے مولیٰ کے لئے حرام مگر غیر مولیٰ کے لئے اس کا نکاح حلال ہے ایسے ہی سیدہ کا نکاح اپنے غلام سے حرام ہے لیکن دوسرے شخص سے جو اس کا غلام نہ ہو نکاح درست ہوگا ایسے ہی مجوسیہ کا نکاح مجوسی کے لئے حلال ہے اور اگر مجوسیہ

وصفِ مجوسیۃ ترک کردے اور ایمان لے آئے تو اس سے بھی نکاح درست ہے، ایسے ہی وثنیہ عورت اور مشرکہ مشرک کے لئے حلال ہے اور اگر وہ عورت صفتِ وثنیت اور شرک چھوڑ کر ایمان لے آئے تو مومن کے لئے بھی حلال ہے ایسے ہی خامسہ فی عدۃ الرابعہ کا مسئلہ ہے یعنی چوتھی عورت کی عدتِ طلاق ختم ہو جائے تو پانچویں سے نکاح درست ہے حر اور آزاد شخص کے لئے تو یہی حکم ہوگا اور غلام کے لئے دوسری عورت کے عدتِ طلاق ختم ہو جانے پر تیسری سے نکاح درست ہو جائے گا، ایسے ہی اگر کسی شخص کے نکاح میں حرہ ہے اور وہ اس کو طلاق دیدے اور حرہ کی عدت ختم ہو جائے تو اس عارض کے ہٹنے پر دوسرے شخص کی باندی سے باجازتِ مولیٰ نکاح درست ہو جائے گا

اور یہی حال حاملِ مِنْ سَبْیٍ کا ہے وہ عورت جو دارالحرب سے حالتِ حمل میں قید ہو کر آئی ہو اس سے حرمتِ نکاح صرف حالتِ حمل ہی میں ہے اور وضعِ حمل کے بعد یہ عارض ختم ہو جائے گا تو نکاح بھی درست ہو جائے گا اور یہی حال ام ولد اور دوسری حاملہ عورت کا ہے جس کا حمل ثابت النسب ہے وضعِ حمل اور بچہ پیدا ہونے کے بعد ان عورتوں سے نکاح درست ہے

حرمتِ نکاح کی شرعی بنیادیں

المحرمات الشرعیۃ

وہ عورتیں جن سے نکاح شرعًا ممنوع ہے ان سے حرمتِ نکاح کی دو صورتیں (۱) حرمتِ اصلیہ ایسی عورتیں جن سے اصلاً نکاح حرام اور ہمیشہ باطل ہے ان عورتوں کی حرمت لذاتہ ہے یہ وہ عورتیں ہیں جن کی حرمت کا تذکرہ قرآنِ کریم پارہ ۴ کے آخری رکوع میں فرمایا ہے، حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ سے الی قولہ تعالیٰ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ[1] یہ وہ عورتیں ہیں جو اصلاً محرماتِ شرعیہ ہیں ان سے نکاح کرنا کسی مومن کے لئے کسی بھی حال میں درست نہیں ہے بلکہ اگر کوئی کافر ان محرمات سے نکاح کرے اور پھر اسلام لے آئے تو یہ نکاح باطل

---

[1] اس آیت کی تفصیل وتشریح اس کتاب کے صفحہ گزشتہ پر ہے، شاہد حسن قاسمی

قرار دیکر توڑ دیا جائے گا ان محرماتِ اصلیہ میں کچھ اور عورتیں شامل اور ملحق ہوجاتی ہیں جیسے خالہ بھانجی یا پھوپھی بھتیجی وغیرہ عورتوں کو بیک وقت ایک مرد کے لئے نکاح میں جمع کرنا حرام ہے فقہاء کرام نے محرماتِ اصلیہ سے ملحق عورتیں تفصیلاً بیان فرمائی ہیں

محرمات کی دوسری قسم حرمت لغیرہٖ ہے اور کسی عارض اور مخصوص حالات کی بنا پر حرمت ہے حرمت لغیرہٖ کی فہرست ماتنِ وقایہ نے لا نکاح امتہٖ سے ولوھی ام ولدٍ تک بیان فرمائی ہے،

تشریح مسائل شارحِ وقایہ نے تَزَوَّجَ مَسْبِيَّةً حَامِلاً سے الیٰ قولہٖ باعتبارِ ثبوتِ نسبِ حملھا ماتنِ وقایہ کے متن کی تشریح اور تفصیل فوائدِ قیود اور مسائل کی وضاحت فرمائی ہے

مسئلۃ الاولیٰ تَزَوَّجَ مَسْبِيَّةً حَامِلاً اس عبارت میں مسبیۃً کا موصوف حربیۃ مقدر ہے مفہوم یہ ہے کہ اگر ہندہ دار الحرب سے قید ہوکر حالتِ حمل میں آئے تو اس سے نکاح کرنا وضعِ حمل سے پہلے درست نہیں ہے کیوں کہ حربیہ حاملہ کا حمل بھی ثابت النسب ہے اور جس عورت کا حمل ثابت النسب ہوتا ہے اس عورت سے حالتِ حمل میں نکاح درست نہیں ہے، ماتنِ وقایہ نے حربیۃً مسبیۃً یعنی وہ عورت جو دار الکفر سے قید ہوکر آئی ہے اور حالتِ حمل میں ہے اس عورت کا تذکرہ خصوصیت سے جداگانہ طور پر فرمایا حالانکہ یہ عورت ماتن کی دوسری عبارت وَحَامِلٍ ثَبَتَ نَسَبُ حَمْلِهَا میں داخل ہے ماتن کا مقصد افراد بالذکر اور جداگانہ بیان کرنے سے شبہ کو دور کرنا ہے اس لئے کہ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دار الکفر سے آنے والی عورتیں چونکہ باندی ہیں اور باندی سے ہر طرح کا استمتاع نکاح درست ہے نیز اس سے یہ بھی شبہ ہوسکتا تھا کہ حالتِ حمل

میں بھی حربیہ باندی سے نکاح درست ہوگا، ماتنِ وقایہ نے اسی شبہ کو دور کرنے کے لئے خصوصیت سے فرمادیا کہ حربیہ حاملہ عورت سے نکاح ممنوع ہے جب تک کہ وہ عورت وضعِ حمل اور بچہ نہ جن دے البتہ وضعِ حمل کے بعد شرعی قاعدے سے نکاح درست ہوگا ''

مسئلۃ الثانیہ وَلَوْھِیَ امُّ وَلَدٍ حَمَلَتْ مِنْ سَیِّدِھَا
ماتنِ وقایہ نے حاملہ ام ولد کا تذکرہ خصوصیت سے اس لئے فرمایا کہ باندیوں کے معاملے میں شرعاً زیادہ سہولتیں ہیں اس لئے کوئی یہ سمجھ سکتا تھا کہ ام ولد حاملہ حالت میں بھی دوسرے شخص کے نکاح میں آسکتی ہے کیونکہ خود ماتنِ وقایہ اسکو پہلے بیان کرچکے ہیں کہ موطوءۃ السید اور مولیٰ سے ہمبستری کی ہوئی باندی کا نکاح درست ہے دوسرے شخص سے اس لئے کسی شخص کو یہ خیال آسکتا ہے کہ ام ولد حالتِ حمل میں موطوءۃ السید ہے اس سے نکاح درست ہوگا اس لئے ماتنِ وقایہ نے اس شبہ کو دور کرنے کے لئے فرمایا حالتِ حمل میں ام ولد سے بھی نکاح حرام ہے البتہ وضعِ حمل کے بعد شرعی ضابطے کے مطابق باجازتِ مولیٰ نکاح درست ہوسکتا ہے ''

مراتبُ الفِراش اصطلاحِ شریعت میں فِراش کے معنیٰ مرد و عورت کے مخصوص جسمانی تعلق کے ہیں یہ تعلق بذریعۂ نکاح ہو یا بذریعۂ ملکِ یمین اور باندی کے اعتبار سے ہو، فراش کے چار مراتب ہیں '' جن سے ثبوت نسب بھی ہوتا ہے۔

(۱) فراش الاقوی، سب سے زیادہ مضبوط تعلقِ فراش جیسے مُعتَدۃُ البائن وہ عورت جسکو طلاقِ بائن دے دی گئی ہو اور عدت گذار رہی ہو اس زمانے میں اگر حمل اور بچہ ہو تو اس کی نسبت لازمی طور پر والد اور باپ کی طرف کی جائے گی اور باپ اگر بچے سے انکار بھی کردے

اور کہے کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے تو بھی باپ کا انکار قطعی غیر معتبر ہوگا اور باپ کا قول رد ہو جائے گا اس فراش کو اقوی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ نفی ولد اور بچہ کے انکار کی وجہ سے اس میں لعانِ شرعی کی گنجائش بھی نہیں ہے کیوں کہ لعان کے لئے زوجیت اور بیوی ہونا شرط ہے اور معتدۃ البائن طلاق بائن پڑتے ہی نکاح سے خارج ہو جاتی ہے اور شرعی ضابطوں کے مطابق اس زمانے کا بچہ باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے باپ کو انکار کی گنجائش نہیں رہتی ہے اس لئے یہ فراش قوی کہلاتا ہے"

فراشِ قوی یہ وہ تعلقِ زوجیت ہے جو منکوحہ یا معتدۃ الرجعی سے شوہر کا تعلق ہوتا ہے حالتِ نکاح یا طلاقِ رجعی کے زمانے میں اگر شوہر نفی ولد اور بچہ کا انکار کر دے تو لعان اور شرعی ضوابط کے بغیر نفی کا اعتبار نہیں ہوتا ہے اور لعان مرد و عورت کر لیتے ہیں تو پھر زوجین کے درمیان طلاقِ بائن کا حکم ہو جاتا ہے لیکن لعان کے بغیر نفی ولد اور بچہ سے انکار کا اعتبار نہیں کیا جاتا ہے "

فراشِ متوسط یہ امّ ولد باندی کا فراش ہے امّ الولد وہ باندی کہلاتی ہے جس کے بچہ کو مولیٰ یہ کہدے کہ ہٰذا الولد منی یہ بچہ مجھ سے ہے تو اس صورت میں مولیٰ بچے کا باپ کہلائے گا اور اس کے بعد جب اگلا بچہ پیدا ہوگا تو اس کی نسبت بھی دعوۃ اور دعویٰ کے بغیر مولیٰ کی طرف کی جائے گی البتہ اگر مولیٰ اگلے بچہ کا انکار کر دے تو مولیٰ کی نفی اور انکار تسلیم ہو جاتا ہے اس انکارِ ولد کی وجہ سے لعان واجب نہیں ہوتا اسلئے اسکو فراشِ متوسط کہتے ہیں "

فراشِ ضعیف یہ سب سے کمزور رشتۂ فراش ہے اس کا تعلق باندی سے ہے باندی کا آقا اپنی باندی سے نکاح کے بغیر ہمبستری کر سکتا ہے باندی سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے اس کا ثبوتِ نسب

دعوۃ کے بغیر آقا و مولیٰ کی طرف منسوب نہیں ہوگا، دِعوۃ کے معنیٰ یہ ہیں کہ مرد کی طرف سے بچے کا نسب قبول کرنے کے لئے اقرار کرنا، اس کو فراش ضعیف اسی لئے کہتے ہیں کہ جب تک مولیٰ باندی سے پیدا شدہ بچے کا ثبوتِ نسب اپنی جانب نہیں کرتا تو نسب ثابت نہیں ہوتا اس لئے فراش ضعیف کہلاتا ہے کیوں کہ باندی کے بچے کا نسب صرف مولیٰ کے اقرار پر موقوف رہتا ہے "

ضابطۂ فقہی ثبوتِ نسب ہونے کا خاص نتیجہ یہ ہے کہ جب کسی بچے کا نسب ثابت ہوجائے گا اور کوئی مرد بچے کا باپ کہلائے گا تو بچے کو حقوق حاصل ہوں گے اور نتیجۃً اس بچے کو میراث بھی ملے گی وغیرہ اور بچے کو بیٹا ہونے کی حیثیت سے اپنے شرعی وقانونی حقوق، مال وجائداد وغیرہ کا حقدار قرار دیا جائے گا "

عبارت ... "وَنِكَاحُ الْمُتْعَةِ وَالْمُؤَقَّتِ صُوْرَةُ الْمُتْعَةِ اَنْ يَّقُوْلَ اَتَمَتَّعُ بِكِ كَذَا مُدَّةً بِكَذَا مِنَ الْمَالِ وَصُوْرَةُ الْمُؤَقَّتِ اَنْ يَّقُوْلَ تَزَوَّجْتُكِ بِكَذَا اِلٰى شَهْرٍ اَوْ عَشَرَةِ اَيَّامٍ "

ترجمہ اور نکاحِ متعہ اور نکاحِ مؤقت دونوں حرام ہیں (عند الجمہور) متعہ کی صورۃ یہ ہے کہ کوئی مرد عورت سے کہے کہ میں تجھ سے ہمبستری کا فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں اتنی مدت تک اتنے مال کے بدلے، اور مؤقت کی صورت یہ ہے کہ مرد عورت سے یوں کہے کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا اپنے مال کے بدلے (اتنی مدت تک) مثلاً ایک مہینہ یا دس دن کی مدت کے لئے "

توضیح الوقایہ ماتنِ وقایہ آخرِ باب میں ان عورتوں کی فہرست بیان فرمارہے ہیں جن سے نکاح اور استمتاع کسی خاص سبب اور عارضِ شرعی کی وجہ سے ممنوع اور فاسد ہے وہ یہ دو صورتیں مزید ہیں

(۱) نکاح متعہ (۲) نکاحِ مؤقت یہ دونوں قسم کے نکاح ممنوع اور فاسد ہیں

نکاحِ متعہ کی تعریف کسی مرد کا کسی عورت سے ہمبستری کا نفع اٹھانے کا معاملہ کرنا مخصوص وقت کے لئے مثلاً زید ہندہ سے یوں کہے اَتَمَتَّعُ بِكِ يَوْمًا اَوْ شَهْرًا بِمِائَةِ دِرْهَمٍ اَوْ بِاَلْفٍ، یعنی زید ہندہ سے یہ کہے کہ میں تجھ سے ہمبستری کرنا چاہتا ہوں ایک دن یا ایک ماہ تک کے لئے سو روپیہ یا ایک ہزار روپیے کے عوض اس صورت میں اگر عورت راضی بھی ہو جائے تو بھی شرعاً ممنوع ہے ''

نکاحِ مؤقت کی تعریف مرد کا عورت سے یہ کہنا تَزَوَّجْتُكِ اِلٰى شَهْرٍ اَوْ سَنَةٍ بِعِوَضِ اَلْفِ دِرْهَمٍ میں تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں ایک ماہ یا ایک سال تک کے لئے ایک ہزار روپیے کے بدلے اگر عورت راضی بھی ہو جائے تو بھی یہ صورت ناجائز ہے'

نکاح اور اسلام شریعتِ اسلامیہ نے بنتِ حوّا اور عورت کو معاشرے میں مستقل اور محترم حیثیت بخشی ہے اسی لئے نکاح کے سلسلے میں شریعت کا ضابطہ یہ بھی ہے کہ مرد و عورت کا نکاح مستقل اور دائمی ہونا چاہئے اور شریعت چاہتی ہے کہ نکاح کرتے وقت کوئی عارضی اور ٹمپریری محدود وقت کا معاملہ نہ کیا جائے بلکہ میاں بیوی کا مقدس رشتہ دائمی اور مستقل بنیادوں پر قائم اور مضبوط ہو، نکاحِ متعہ اور نکاحِ مؤقت اسی لئے ممنوع قرار دیا گیا ہے کہ ان دونوں صورتوں میں عورت کو ایک کھلونے کی طرح کھیلنے اور استعمال کرنے کا آلہ بنا یا گیا ہے عورت کی مستقل حیثیت مجروح اور کمزور ہوتی ہے اس لئے نکاحِ متعہ اور مؤقت دونوں فاسد اور ممنوع ہیں ''

نکاحِ متعہ اور مؤقت کا فرق یہ ہے کہ متعہ میں لفظ تمتع کا استعمال ہوتا ہے جس کے معنیٰ عورت سے

ہمبستری کا نفع اٹھانا ہے بلفظ نکاح کا استعمال متعہ میں نہیں ہوتا، اور نکاح موقت میں لفظ تزویج یا تزوج اور نکاح جیسے الفاظ کا استعمال ہوتا ہے لفظِ نکاح کے استعمال سے ہی نکاح مؤقت ممتاز ہوجاتا ہے متعہ سے"

تاریخِ حرمتِ متعہ ابتدائے اسلام کے وقت کچھ خاص حالات تھے مذہب اسلام نے فاسد معاشرہ کی اصلاح تدریجی طور پر درجہ بدرجہ فرمائی ہے جیسا کہ شروعِ اسلام میں شراب حلال رہی ہے اور ۳ھ تک شراب جیسی ناپسندیدہ چیز کے لئے اجازت دیدی گئی تھی اور آہستہ آہستہ ذہن اور ماحول بنانے کے بعد ۴ھ میں حرمتِ شراب کا حکمِ قرآنی نازل ہوا اور شراب کو حرام قرار دیدیا گیا یہی حال نکاحِ متعہ کا ہے غزوۂ خیبر ۷ھ تک متعہ سے صرفِ نظر کیا گیا اور جب معاشرہ اصلاحی ماحول کی طرف آیا تو غزوۂ خیبر ۷ھ میں سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابۂ کرام کی موجودگی میں جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے ممانعت فرمادی اور نکاحِ متعہ ہمیشہ کے لئے حرام قرار دیا گیا، فتحِ مکہ ۸ھ کے موقع پر واضح اعلان کے ذریعہ حرمتِ نکاح کی تاکید جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمائی ہے

"یٰاَیُّھَا النَّاس اِنّی کُنتُ اَذِنتُ لَکُم فِی الاِستِمتَاعِ مِنَ النِّسَآءِ وَاَنَّ اللہَ حَرَّمَ ذٰالِکَ اِلیٰ یَومِ القِیٰمَۃِ فَمَن کَانَ عِندَہٗ مِنھُنَّ شَیءٌ فَلیُخَلِّ سَبِیلَہٗ وَلَاتَاخُذُوا مِمَّا اٰتَیتُمُوھُنَّ شَیئًا"[۱]

مفہوم جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو بے شک میں نے تم کو عورتوں سے متعہ کی اجازت دی تھی اور بلاشبہ اب اللہ نے متعہ کو حرام قرار دیدیا ہے قیامت تک کے لئے بس متعہ ختم کرنے کے بعد جس کسی کے پاس ان عورتوں کا کچھ واجب ہو تو اس کو ادا کر دے اور جو کچھ مال تم نے عورتوں کو دے رکھا ہے اسمیں سے کچھ بھی واپس نہ لے

---

[۱] بخاری و مسلم شریف، شاہد حسن قاسمی

حرمت نکاح متعہ اور حضرت علیؓ کا فتویٰ

متعہ اخلاقی اور معاشرتی طور پر دور حاضر میں بھی ناپسندیدہ فعل ہے کسی بھی مہذب معاشرے میں عورت کو عارضی کھلونے کی طرح کچھ وقت کے لئے کچھ پیسے دیکر استعمال کرنا ناپسندیدہ نگاہ سے دیکھا جاتا ہے طوائف اور داشتہ عورت سے بھی جو معاملات کئے جاتے ہیں وہ ساری صورتیں متعہ میں شامل ہو جاتی ہیں اور معاشرہ ان قباحتوں اور خرابیوں سے بری طرح متاثر ہوتا ہے غالباً معاشرے کی اسی خرابی اور دفع فساد کے لئے سیدنا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کی نظرِ بلاغتِ نظام نے خصوصی توجہ فرمائی اور بخاری و مسلم شریف کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے حرمتِ نکاح کے سلسلے میں "

[1] عَنْ عَلِیٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہٰی عَنْ مُتْعَۃِ النِّسَاءِ یَوْمَ خَیْبَرَ وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَھْلِیَّۃِ وَکَانَتْ غَزْوَۃُ خَیْبَرَ سَنَۃَ سَبْعٍ مِنَ الْھِجْرَۃِ ،

مفہوم سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے موقع پر عورتوں سے متعہ کرنے کو حرام قرار دیا ہے اور ایسے ہی اہلی گدھوں کے گوشت سے بھی منع فرمایا ہے اور غزوۂ خیبر سنہ ۷ھ میں ہوا ہے "

سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ کی یہ روایت پوری امت کے لئے مشعل راہ اور رہنما ہے اور حرمتِ متعہ کو یہ روایت ثابت و واضح کرتی ہے اور پوری امتِ مسلمہ افراد یا گروہ اور تمام فرقوں کے لئے صحیحین بخاری و مسلم شریف کی یہ روایت حرمتِ متعہ کے لئے کافی اور کامل ہے اور عقلی و شرعی طور پر متعہ ایک فعلِ قبیح اور امر ممنوع ثابت ہو جاتا ہے "

---

[1] بخاری و مسلم شریف ، شاہد حسن قاسمی

نکاحِ مؤقت اور مسلکِ فقہاءؒ

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نکاحِ مؤقت سے نکاحِ صحیحہ اس طرح ثابت ہوجاتا ہے کہ مؤقت کی شرط فاسد قرار دیکر نکاح کو مؤبد اور دائمی قرار دیدیا جائے یعنی مرد نے اگر سال اور مہینہ کی قید لگائی ہے تو اس قید کو باطل کرکے نفسِ نکاح کو شرائطِ شرعی کے ساتھ دائمی اور مستقل قرار دیدیا جائے گا اس طرح امام زفر کے نزدیک نکاحِ مؤقت مرادف اور نکاحِ صحیحہ کے ہم معنیٰ ہوجاتا ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ اور جمہور فقہاء لفظِ مؤقت کو نکاح مؤبد کا معارض مان کر اس نکاح کو درست نہیں فرماتے "

متعہ اور موقت نکاح کی اخلاقی وشرعی حیثیت؟ مذہب اسلام نے بنیادی طور پر کمزور طبقات اور صنف نازک کے احساسات، نزاکت ولطافتِ فطرت اور معاشرتی انصاف کے لیے پورا قانونی اور اخلاقی تحفظ دیا ہے ظاہر ہے کہ متعہ کے ذریعہ طوائف گردی کے مشابہ ایک شکل سامنے آتی ہے ایک مرد کچھ مرتبہ عورت کا جسم روندتا ہے پھر ایک طرف الگ ہوجاتا ہے۔ عورت کو مستعمل بنا کر معاشرے میں سکنڈ ہینڈ سامان کا درجہ دینا شریعت اسلام کو ہرگز پسند نہیں ہے اس لیے متعہ سے شدید ممانعت ہے۔ ایسے ہی نکاح موقت چند دن، یا چند ماہ یا کچھ سال کیلئے نکاح کی شکل بنانا یہ بھی پیشہ ور عورتوں سے مشابہت ہے۔ عورت مرد سے قریب آکر اپنی نازک زندگی سپرد کردے اور مرد استمتاع اور فائدہ اٹھاکر کچھ وقت کے بعد عورت کو سرِ راہ زندگی کی دوڑ میں تنہا چھوڑ کر علیحدہ ہوجائے یہ عورت کی توہین اور ناانصافی ہے۔ جس کو مذہب اسلام نے ممنوع قرار دے کر عورت کے مرتبہ واحترام میں اضافہ کیا ہے۔ اور یہ قانون بنا دیا ہے کہ نکاح میں دوام اور ہمیشہ ساتھ رہنے کا یقینی وعدہ اور عمل ہونا چاہیے ۔۔۔۔۔ یہ اور بات ہے کہ مخصوص مجبور حالات میں طلاق کی اجازت بھی ہے۔ لیکن طلاق کو ناپسند نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔

بَابُ الوَلِیِّ وَالکُفُوِّ

نَفَذَ نِکَاحُ حُرَّۃٍ مُکَلَّفَۃٍ وَلَوْ مِنْ غَیْرِ کُفُوءٍ بِلَا وَلِیٍّ وَلَہٗ الاِعْتِرَاضُ هُنَا اَیْ لِلْوَلِیِّ الاِعْتِرَاضُ فِیْ غَیْرِ الکُفُوءِ وَرَوَی الحَسَنُ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَدَمَ جَوَازِہٖ اَیْ عَدَمَ جَوَازِ النِّکَاحِ مِنْ غَیْرِ کُفُوءٍ وَ عَلَیْہِ فَتْوٰی قَاضِیْخَان۔ اِعْلَمْ اَنَّ الحُرَّۃَ العَاقِلَۃَ البَالِغَۃَ اِذَا زَوَّجَتْ نَفْسَهَا فَعِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَاَبِیْ یُوْسُفَ یَنْعَقِدُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ لَا یَنْعَقِدُ اِلَّا بِوَلِیٍّ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ یَنْعَقِدُ مَوْقُوْفًا عَلٰی اِجَازَۃِ الوَلِیِّ وَعِنْدَ مَالِكٍ وَالشَّافِعِیِّ لَا یَنْعَقِدُ بِعِبَارَۃِ النِّسَاءِ وَاَمَّا مَسْئَلَۃُ الکُفُوءِ فَفِیْ ظَاهِرِ الرِّوَایَۃِ النِّکَاحُ مِنْ غَیْرِ کُفُوءٍ یَنْعَقِدُ لٰکِنْ لِلْوَلِیِّ الاِعْتِرَاضُ اِنْ شَاءَ فَسَخَ وَاِنْ شَاءَ اَجَازَ وَفِیْ رِوَایَۃِ الحَسَنِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ لَا یَنْعَقِدُ۔

اختیارِ ولی اور قانونِ شرع

ترجمہ: نافذ ہو جاتا ہے نکاح آزاد عاقلہ بالغہ عورت کا اگرچہ وہ نکاح غیر کفو میں ہو بغیر اجازت ولی کے کیا گیا تو البتہ ولی کو حق اعتراض ہوگا۔ اس مسئلہ میں یعنی ولی کے لیے حق اعتراض ہے نکاح غیر کفو میں ہونے کی وجہ سے۔ اور روایت کیا ہے حضرت حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہؒ سے اس نکاح کے عدم جواز کا یعنی جائز نہیں ہے نکاح کرنا لڑکی کے لیے غیر کفو میں۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ صاحب کتاب مفتی قاضیخان رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بات جان لیجئے کہ آزاد عاقلہ اور بالغہ اگر اپنا نکاح کرے بغیر اجازتِ ولی کے تو (اس کا حکم) یہ ہے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف

کے نزدیک یہ نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ اور روایت ثانی امام ابو یوسفؒ سے یہ ہے کہ یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا۔ مگر ولی کی اجازت سے، اور امام محمدؒ کے نزدیک نکاح منعقد ہو جائے گا اس شرط کے ساتھ کہ موقوف رہے گا ولی کی اجازت پر، اور حضرت امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔ محض عورتوں کی تعبیر اور اختیار سے اور بہر حال کفو میں نکاح) کا مسئلہ پس ظاہر روایت میں یہ ہے کہ نکاح غیر کفو میں منعقد ہو جاتا ہے لیکن ولی کو اعتراض کا حق حاصل ہے اگر ولی چاہے تو نکاح فسخ اور ترڑا دے اور اگر ولی چاہے تو (نکاح کی) اجازت دے اور نکاح کو جائز قرار دیدے اور ایک دوسری روایت میں امام ابو حنیفہؒ سے بواسطہ حضرت حسن بن زیاد یہ بھی منقول ہے کہ (ولی کے بغیر از خود لڑکی کا کیا ہوا) نکاح شرعاً منعقد اور قائم ہی نہیں ہوتا ہے۔

توضیح الوقایۃ | صاحب کتاب نے تفصیلات نکاح کے بعد عاقد نکاح ولی کی تفصیلات کے لیے مستقل باب الولی قائم فرمایا۔ اور ولی کے ساتھ کفو کا بھی ذکر فرمایا۔ کیونکہ کفو کی ذمہ داری بھی ولی سے متعلق ہے۔

اقسام العاقد | عقد نکاح منعقد کرنے والے افراد تین قسم کے ہوتے ہیں (۱) اصیل (۲) وکیل (۳) ولی۔

اصیل خود اپنا نکاح کرنے والا شخص کہلاتا ہے۔ وکیل اصیل کے قائم مقام ہوتا ہے وکیل وہ شخص ہے جس کو کسی اصیل نے اپنا اختیار عقد دے دیا ہو اور زوجنی میرا نکاح کرا دو کہا ہو ایسا شخص وکیل نکاح کہلاتا ہے

شرائط وکالت | آزاد عاقل و بالغ مسلمان شخص وکیل ہو سکتا ہے وکیل کی بقاء موکل کی رائے پر موقوف رہتی ہے۔ موکل کی رائے سے وکیل کی وکالت باطل ہو جاتی ہے۔ اور مجلس عقد میں موکل کی شرکت سے وکالت بے اثر ہو جاتی ہے۔

اقسام الوکالت

وکیل دو قسم کا ہوتا ہے (۱) وکیل خاص (۲) وکیل عام
وکیل خاص وہ وکیل ہوتا ہے جس کو کوئی خاص معاملہ سپرد کیا جائے۔ مثلاً زید نے عمر و کو اپنا وکیلِ نکاح بنایا تو عمر کی وکالت صرف نکاح کے لیے خاص ہے دیگر معاملات عقد بیع وغیرہ میں وہ وکیل نہیں بن سکتا جس کو صرف نکاح کے لیے وکیل بنایا گیا ہو۔ (۲) وکیل عام وہ شخص ہے جس کو موکل نے اپنے تمام کاموں کا وکیل بنایا ہو، اور اس کو اپنے تمام معاملات کا اختیار دیدیا ہو اِعْمَلْ بِرَأْیِکَ۔ اپنی رائے سے کام انجام دیتے رہو یہ جملہ مؤکل نے وکیل سے کہا تو اب وکیل عمومی ہے اس کا حکم بھی قسم اول کی طرح ہے اور موکل کی رائے تک یہ وکیل عام ہے۔ اور جب مؤکل چاہے وکیل عام کی وکالت محدود اور مخصوص بھی کر سکتا ہے اور باطل بھی کر سکتا ہے۔

وکیل کے لیے بنیادی ضابطہ

یہ بھی ہے وکیل کا مرتد ہو جانا یا دارالاسلام چھوڑ کر دار الحرب چلے جانے سے وکیل کی وکالت خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی شرائط وکالت ــــ پوری نہ کرنے سے وکیل کی وکالت ختم ہو جاتی ہے۔

۳:۔ ولی

لغت میں ولی کے معنی نزدیک قریبی شخص اور مددگار (سرپرست) اور دوست کے معنیٰ بھی آتے ہیں، اصطلاح شریعت میں ولی کی تعریف یہ ہے۔ اَلْوَلِیُّ هُوَ الَّذِیْ یُنَفِّذُ قَوْلَهٗ عَلَی الْغَیْرِ شَاءَ اَوْاَبٰی ۔۔۔ نیز الولی سے مخصوص ولی شرعی مراد ہے الف لام معہود کے لیے ہے۔

مفہوم:۔ ولی وہ شخص ہے جو اپنی بات اپنے غیر پر شرعاً نافذ اور جاری کر سکے۔ خواہ وہ دوسرا آدمی اس نفاذ کو چاہتا ہو یا نہ چاہتا ہو، جیسے نابالغ لڑکی کو نکاح کرانے کا ولی باپ ہے اور باپ نہ ہو تو دادا ہے اور پھر دوسرے عصبات ہیں۔ اور شرعی ضابطہ کے مطابق ان سب کی ولایت نافذ ہوتی ہے۔

باب الولی والکفو اس عبارت میں الف لام معہود کے لیے ہے خاص وہ ولی اور کفو مراد ہے جس کا اعتبار شریعت نے کیا ہے

شرائط الولی ولی ہونے کیلئے بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ عاقل و بالغ آزاد مسلمان ہو شریعت اسلام نے لڑکی کو بلوغ سے پہلے اپنا نکاح خود کرنے سے منع فرمایا ہے بلکہ بلوغ سے پہلے نکاح وغیرہ ---------
کے بنیادی مسائلِ زندگی کی ذمہ داری باپ پر ہے باپ موجود نہ ہو تو دادا ولی اور ذمہ دار ہوتا ہے اور اگر دادا بھی نہ ہو تو پھر شرعی ضابطہ کے مطابق بھائی چچا وغیرہ ولی کہلاتے ہیں۔ ولی نکاح کے سلسلہ میں ماں کو سیدھا حق نہیں پہنچتا، باپ دادا اور بھائی اور چچا وغیرہ عصبات موجود نہ ہونے کی صورت میں ماں کو ولایت نکاح حاصل ہوتی ہے اس طرح دور حاضر میں ماں سب سے مقدم ہو جاتی ہے۔ باپ دادا، چچا کی رائے نظر انداز کر دی جاتی ہے یہ عمل قانون شرع کے خلاف ہے عورتوں کو ماں یا کسی بھی صورت میں اپنی حدود اور دائرہ میں رہ کر اپنا اپنا کردار ادا کرنا چاہیے لڑکی کے نکاح کے لیے ماں کو باپ داد اور عصبہ بنفسہ کے بعد اختیار نکاح ہے اس مسئلہ کی دلیل یہ ہے کہ ماں ایک عورت بھی ہے اور عورت میں انفعال اور حالات سے جلد متاثر ہونا ایک فطری حقیقت ہے منفعل ماں کا اکثر جلد فیصلہ لڑکی کی زندگی خراب کرسکتا ہے اس لیے مخلص رشتہ باپ دادا مقدم ہیں۔ ان کے بعد ماں ہے۔

توضیح الوقایہ وحل عبارت شارح وقایہ نے اختیار نکاح کے سلسلہ میں اشارہ فرمایا نَفَذَ نِكَاحُ حُرَّةٍ مُكَلَّفَةٍ
یعنی آزاد عاقلہ بالغہ عورت اگر اجازت ولی کے بغیر غیر کفو میں بھی۔ نکاح کرلے تو یہ نکاح قانون کے اعتبار سے نافذ ہو جاتا ہے البتہ غیر کفو، اور غیر خاندان میں عورت نکاح کرے تو ولی کو حق اعتراض ہے اور امام ابوحنیفہ کی دوسری روایت کے مطابق غیر کفو میں نکاح جائز نہیں ہے اور فتاوی قاضیخان میں بھی اسی

قول کی تائید موجود ہے ۔

مسلکِ فقہاء شارح وقایہ اِعْلَمْ اَنَّ المَرْأَۃَ العَاقِلَۃَ البَالِغَۃَ اِلیٰ آخرہ، سے ائمہ مجتہدین اور فقہاء کے مسلک کا تذکرہ فرمانا چاہتے ہیں ۔

مسلکِ شیخین امام ابو حنیفہؒ ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ آزاد عاقلہ بالغہ اپنا نکاح خود کرے اگرچہ غیر کفو میں کرے تو مع الکراہت یہ نکاح منعقد ہوجاتا ہے ۔

روایتِ ثانی امام ابو یوسف سے یہ ہے کہ اجازت ولی کے بغیر آزاد عاقلہ بالغہ کا نکاح معتبر اور منعقد ہی نہیں ہوتا ۔

مسلک امام محمدؒ یہ ہے کہ نکاح منعقد ہوجاتا ہے اس شرط پر کہ ولی کی اجازت پر موقوف ہے اگر ولی اجازت دے دے تو قانون شرع میں یہ نکاح معتبر سمجھا جائے گا

مسلکِ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ یہ ہے کہ نکاح بغیر ولی کے منعقد نہیں ہوتا ۔ عورتوں کے تعبیر و اختیار سے ۔ ان حضرات کی دلیل فرمانِ نبی لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ ہے یعنی کوئی بھی نکاح ولی کی اجازت کے بغیر معتبر نہیں ہوتا

غیر کفو میں نکاح اور احناف غیر کفو میں نکاح کرنے کا مسئلہ ظاہر الروایۃ میں یہ ہے کہ یہ نکاح منعقد ہوجاتا ہے ۔ لیکن ولی کو حق اعتراض باقی رہتا ہے ۔ ولی اگر چاہے تو بلا اجازت نکاح کالعدم اور فسخ قرار دے دے ۔ اور اگر ولی چاہے تو اجازت دے کر اس نکاح کو جائز قرار دے دے ۔ ایسا نکاح فسخ کرانے کی صورت میں ولی کو براہ راست حق فسخ از خود نہیں ہے بلکہ قاضی اور حاکمِ وقت اس نکاح کو فسخ کرائے گا ۔ —— امام ابو حنیفہ سے ایک دوسری روایت بواسطہ حضرت حسن بن زیاد یہ بھی منقول ہے کہ

ایسا نکاح معتبر اور منعقد ہی نہیں ہوتا ہے یعنی یہ نکاح کسی بھی شمار میں شامل نہیں ہوگا الا کالعدم سمجھا جائے گا...

نکاح اور باپ دادا کی ضرورت | نکاح کے سلسلہ میں باپ دادا اور اکثر چچا بھی مخلصانہ جذبہ اخلاص رکھتے ہیں ان کے مسلسل تجربات کے مقابلہ میں لڑکی زیادہ تر ناتجربہ کار ہوتی ہے لڑکی کی نظر حال اور موجودہ وقت پر، اور بزرگوں کی نظر موجودہ اور آئندہ پوری زندگی پر ہوتی ہے اسلئے والدین کی رائے اور مشورہ سے نکاح کرنا بہتر ثابت ہوگا اور نوجوان لڑکیاں اپنے وقتی جذبات میں بہہ کر آج جو کر رہی ہیں ان کے غلط نتائج زیادہ تر سامنے آتے ہیں مذہب اسلام نے اس لیے والدین کو بنیادی اہمیت بخشی ہے۔

عبارت: لَا يُجْبَرُ وَلِيٌّ بَالِغَةً وَلَوْ بِكْرًا۔ اِعْلَمْ اَنَّ وَلَايَةَ الْاِجْبَارِ ثَابِتَةٌ عَلَى الصَّغِيْرَةِ دُوْنَ الْبَالِغَةِ عِنْدَنَا وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ ثَابِتَةٌ عَلَى الْبِكْرِ دُوْنَ الثَّيِّبِ فَالْبِكْرُ الصَّغِيْرَةُ تُجْبَرُ اِتِّفَاقًا لَا الثَّيِّبُ الْبَالِغَةُ اِتِّفَاقًا وَالْبِكْرُ الْبَالِغَةُ لَا تُجْبَرُ عِنْدَنَا وَتُجْبَرُ عِنْدَهٗ وَالثَّيِّبُ الصَّغِيْرَةُ تُجْبَرُ عِنْدَنَا لَا عِنْدَهٗ ثُمَّ عِنْدَنَا كُلُّ وَلِيٍّ فَلَهٗ وَلَايَةُ الْاِجْبَارِ وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ الْوَلِيُّ الْمُجْبِرُ لَيْسَ اِلَّا الْاَبُ وَالْجَدُّ۔

ترجمہ:۔ اور ولی کو ولایت اجبار حاصل نہیں ہے بالغہ لڑکی پر اگرچہ وہ لڑکی بالغہ یا باکرہ اور کنواری ہو (یہ بات) جان لیجئے کہ (ولی کے لیے) حق ولایت اجبار ثابت ہے (صرف) صغیرہ اور نابالغہ کیلیے البتہ بالغہ کے لیے ولایت اجبار نہیں ہے۔ عندالاحناف اور حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک اجبار ثابت ہے۔ باکرہ اور کنواری ہونے کی شرط پر اور ثیبہ پر اجبار نہیں لہٰذا باکرہ نابالغہ پر ولایت اجبار حاصل ہوگا ولی کو متفق علیہ طور پر (بین الاحناف و الشافعی) نہ کہ ثیبہ بالغہ پر متفق علیہ طور پر اور بالغہ باکرہ پر اجبار نہ ہوگا۔ عندالاحناف

اور بالغہ باکرہ پر اجبار ہوگا عندالشافعی اور ثیبہ نابالغہ پر اجبار ہوگا عندالاحناف البتہ عندالشافعی اجبار نہ ہوسکے گا۔ پھر ایک فرق یہ بھی ہے کہ عندالاحناف ہر ولی کے لیے ولایت اجبار حاصل ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قوت اجبار والا ولی باپ اور دادا کے سوا کوئی اور نہیں ہے

توضیح الوقایہ لغات الفقہیہ | اجبار باب افعال سے لفظی معنی جبر کرنا بغیر رضامندی کوئی کام انجام دینا۔ اور اصطلاح شریعت میں اجبار قوت تنفیذ علی الغیر شرعاً کے معنی میں مستعمل ہے یعنی ولی شرعی حکمت اور شفقت واخلاص کے ساتھ نابالغ لڑکی کا نکاح اپنے اختیار خصوصی سے انجام دے دے وہ قوت اجبار ہے اور جس کو یہ صفت حاصل ہوتی ہے وہ الولی المجبر کہلاتا ہے۔

اقسام الاجبار | دو ہیں (الف) ولایت اجبار مع الالزام، یعنی ایسی قوت کا حاصل ہونا جو ابتداءً اور انتہاءً دونوں طریقے پر عقد نکاح کو لازم کردے اور قبل البلوغ وبعد البلوغ دونوں صورتوں میں یہ اجبار نافذ ہوتا ہے۔ اور بعد البلوغ بھی۔ قانون شرع کے اعتبار سے اس نکاح کو فسخ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ولایت اجبار مع الالزام ہے۔ یہ حق صرف باپ کو حاصل ہے اور باپ کی عدم موجودگی میں بشرطیکہ غیبت منقطعہ ہو باپ کی کوئی خبر نہ ہو یا باپ وفات پاگیا ہے تو اس وقت دادا کو یہ خصوصی حق حاصل ہوجاتا ہے

وَلَايَتُ الْاِجْبَارِ مَحْضَۃً اَیْ بِغَیْرِ الْزَامٍ۔ یہ قسم ثانی ہے۔

یہ وہ ولایت اجبار ہے جو ابتداءً قبل البلوغ نابالغہ کے عقد نکاح کو نافذ کردیتی ہے لیکن بعد البلوغ وقت العلم بالنکاح۔ لڑکی کو حق فسخ کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ اس ولایت اجبار کا تعلق امام ابوحنیفہ کے نزدیک عصبہ بنفسہ

جیسے چچا اور بھائی سے ہے اور عصبات کے نہ ہونے کی صورت میں شرعی ضابطہ کے مطابق مخصوص حالات میں ماں۔ پھر ذوالارحام یعنی نانا، ماموں وغیرہ کو بھی ولایت اجبار محضہ حاصل ہوجاتی ہے۔ البتہ باپ دادا کے سوا کیا ہوا نکاح نابالغہ کے لیے قانونِ شرع میں وقت بلوغ یا وقت علم بعد البلوغ حقِ فسخ حاصل ہے اور جس نابالغہ کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر ولایت اجبار کے ذریعہ ہوا ہے از روئے قانون شرع وہ لڑکی وقت بلوغ یا بعد البلوغ وقت العلم قاضی وقت اور حاکم حلقہ کے ذریعہ اپنا نکاح ختم کرا سکتی ہے۔

دورِ حاضر اور طریقہ فسخ نکاح

فسخ نکاح کے لیے قاضی یا حاکم وقت مسلمان واقف شریعت عاقل بالغ ہونا چاہیئے۔ اور ہمارے جیسے لادینی ممالک میں یہ شرط پورا ہونا دشوار ہے اور دوسری طرف بعض مخصوص مشکل حالات میں حق فسخ اور تفریق نکاح بھی ناگزیر اور لازمی سا ہوجاتا ہے اس مشکل سے نجات پانے کے لیے علماء امت نے شرعی پنچایت اور امارت شرعیہ کا ایک نظام اور طریقہ کار وضع کیا ہے جس کی تفصیلات ان تنظیموں کے مراکز اور علماء حق اور مفتیان کرام سے دریافت کی جا سکتی ہیں۔

الولی :۔ وہ شخص جس کو شریعت نے تنفیذ علی الغیر کا حق دیا ہے۔

بکر :۔ وہ لڑکی جس کی قربت مرد سے نہیں ہوئی۔ ثیبہ :۔ وہ عورت جو مرد سے قریب ہو چکی ہو اور ہمبستری کی جا چکی ہو۔ الصغیرۃ :۔ وہ لڑکی جو نابالغ ہو۔ زیادہ تندرست لڑکی نو ۹ سال سے پہلے صغیرہ کہلاتی ہے۔ اور درمیانہ اور ادنی تندرستی والی لڑکی پندرہ ۱۵ سال سے پہلے پہلے صغیرہ کہلاتی ہے۔

مسلک فقہاء

امام شافعی کے نزدیک علت اجبار صفت بکر اور کنواری ہونا ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک علت اجبار صغیرہ اور نابالغ ہونا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل عبداللہ ابن عباس کی روایت ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ جَارِيَۃً بِکْرًا اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَتْ اَنَّ اَبَاھَا زَوَّجَھَا وَھِیَ کَارِھَۃٌ فَخَیَّرَھَا النبی صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (ابو داود) وَکَذَا خَیَّرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَیِّبًا اَنْکَحَھَا اَبُوْھَا وَھِیَ کَارِھَۃٌ۔ (کما فی سنن النسائی والدار قطنی)

مفہوم:۔ روایت یہ ہے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ ایک لڑکی بالغہ باکرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی عرضی پیش کی اور اس لڑکی نے بتلایا کہ اس کے باپ نے بالغہ ہونے کے باوجود اس کی رضامندی کے بغیر اس لڑکی کا نکاح کر دیا ہے یہ سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کو خیار فسخ اور علیحدگی کا اختیار دیدیا۔ اس روایت کو امام داؤد نے نقل فرمایا ہے۔ اور ایسے ہی ثیبہ عورت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی عرض اور شکایت پر حق فسخ نکاح عطا فرمایا کیونکہ اس لڑکی کے باپ نے بالغہ ہونے کے باوجود بغیر رضامندی جبراً نکاح کرایا تھا۔ اور بالغ ہونے کے بعد اپنے کفو کے مناسب ماحول میں نکاح کرنے سے نہیں روکا جا سکتا ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیار فسخ عطا فرمایا امام ابو حنیفہؒ کی دلیل بنیادی ارشاد قرآنی ہے فَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ اَنْ یَّنْکِحْنَ اَزْوَاجَھُنَّ۔ مفہوم یہ ہے کہ عورتوں کو نکاح سے منع مت کرو بشرطیکہ وہ لوگ آپس میں معروف اور مناسب طریقہ پر رضامندی حاصل کرلیں ایسے ہی دوسرے مقام پر ارشاد قرآنی ہے فَاِنْ طَلَّقَھَا فَلَا تَحِلُّ لَہٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ اگر شوہر بیوی کو دو کے بعد تیسری طلاق دے دے تو وہ عورت حلال نہیں ہے شوہر کے لیے اس کے بعد یہاں تک کہ وہ عورت اپنا نکاح کرے ایسے مرد سے جو پہلے شوہر کے سوا ہو۔ اس آیت کریمہ میں محل استشہاد حَتّٰی تَنْکِحَ ہے یعنی عقد نکاح انجام دینے کا اختیار اور نسبت فعل نکاح عورت کی طرف ہے بشرطیکہ وہ عاقلہ بالغہ ہو۔ اس طرح شریعت اسلام نے عاقلہ بالغہ عورت کو اپنے نکاح کا اختیار دیا ہے۔ لیکن مروت اور صلاح و فلاح کے لیے ضروری اور

ا۔ سورۃ البقرہ ۲

مناسب ہے کہ لڑکی اپنے نکاح کے سلسلہ میں والدین کے توسل اور مشورہ کو اختیار کرلے۔ البتہ دو صورتیں مستثنیٰ ہیں (الف) غیر کفو اور بے ماحول خاندان میں نکاح کرنا (ب) خاندانی مہر، مہر المثل کی خلاف ورزی کرنا۔ اور ان دونوں صورتوں میں ولی کو حق اعتراض ہے۔ اگر کسی عاقلہ بالغہ لڑکی نے غیر کفو اور غیر معیاری ماحول میں نکاح کیا ہے یا مہر کی مقدار خاندانی لڑکیوں کے معیار سے گرادی ہے تو ولی اور باپ کو حق اعتراض ہے باپ عدالت کے ذریعہ غیر کفو نکاح کو تڑوا سکتا ہے۔ اور باپ چاہے تو باقی بھی رکھ سکتا ہے اور مہر المثل کی کمی کی صورت میں باپ نوٹس دے سکتا ہے۔ اگر شوہر مہر مثل اور خاندانی روایتی مہر کی تکمیل کردے تو حق فسخ ختم ہو سکتا ہے۔ اس طرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اصل بنیادی ضابطہ یہ ہے کہ اَنَّ عِنْدَہٗ یَنْعَقِدُ النِّکَاحُ بِعِبَارَۃِ النِّسَاءِ بِشَرْطِ الْکُفُوءِ وَمِقْدَارِ مَھْرِ الْمِثْلِ۔ مفہوم یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک انعقاد نکاح عبارۃ النساء اور عاقلہ بالغہ کا اپنے اختیار سے منعقد ہو جاتا ہے بشرطیکہ یہ نکاح اپنے کفوء اور معیاری ماحول میں ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ اس کا مہر مہر المثل کے برابر ہو اور مہر المثل سے کم نہ ہو۔

امام مالک و شافعیؒ کا مسلک و دلائل

اس مسئلہ میں حضرت امام شافعی اور امام مالک کا بنیادی ضابطہ یہ ہے اَنَّ النِّکَاحَ عِنْدَھُمَا لَا یَنْعَقِدُ بِعِبَارَۃِ النِّسَاءِ وَکِیْلَۃً کَانَتْ اَوْ اَصِیْلَۃً بَلْ لَا بُدَّ اَنْ یُّزَوِّجَھَا وَلِیُّھَا بِعِبَارَتِہٖ فَاِنْ تَزَوَّجَتْ بِنَفْسِھَا لَمْ یَصِحَّ ذٰلِکَ مُطْلَقًا اَجَازَ الْوَلِیُّ اَوْ لَمْ یُجِزْ۔ مفہوم یہ ہے کہ حضرت امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک عبارۃ النساء اور اختیار خواتین سے نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔ نکاح کرنے والی عورت کسی کی وکیل ہو یا خود اصیل کی حیثیت سے اپنا نکاح کر رہی ہو یہ دونوں

صورتیں معتبر نہیں ہیں بلکہ ضروری ہے کہ کسی بھی لڑکی کا نکاح انکا ولی ہی انجام دے۔ ولی کے اپنے اختیار سے لڑکی بالغہ ہو یا نابالغہ اگر وہ اپنا نکاح از خود کرلے تو یہ نکاح درست نہیں ہے مطلقاً۔ اگرچہ بعد میں اجازت نکاح دیدے یا نہ دے۔ بہر صورت عبارۃ النساء اور عورت کے اپنے اختیار محض سے نکاح درست نہیں ہے (عند المالک والشافعیؒ) امام شافعی کی دلیل یہ فرمان نبی علیہ السلام ہے لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ. ولی کی اجازت کے بغیر نکاح معتبر نہیں (ابوداود)[1] دوسری دلیل عن عائشۃ مرفوعاً اَیُّمَا امْرَأَۃٍ نَکَحَتْ بِغَیْرِ اِذْنِ وَلِیِّهَا ـ فَنِکَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِکَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِکَاحُهَا بَاطِلٌ[2] الیٰ آخرہ

مفہوم یہ ہے کہ کوئی عورت خواہ بالغہ ہو یا نابالغہ نکاح کرلے بغیر اجازت ولی، اس کا نکاح باطل اور غیر نافذ ہے۔ تین مرتبہ تاکیداً یہ ارشاد فرمایا گیا ہے اس لیے ولی ضروری ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کا جواب مذکورہ دلائل شافعی کے بارے میں جواب حَتّٰی تَنْکِحَ وہ آیت کریمہ جس کا تذکرہ ہو چکا ہے اور امام شافعی کی ان پیش کردہ روایات کے چند جوابات ہیں۔

۱۔ اس حدیث کا تعلق نابالغہ اور قبل البلوغ حالت سے ہے۔

۲۔ نکاح باطل کا تعلق یہ امکان رکھتا ہے کہ اس ارشاد کا متعلق غیر کفو ہے اور احناف بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ غیر کفو یا نابالغہ کی صورت میں اگر نکاح کیا گیا تو وہ باطل ہے۔

صورت مسئلہ اور اختلاف فقہاء ہندہ ایک بالغہ لڑکی اور کنواری ہے یہ بالغ ہونے کے بعد اپنے کفو اور خاندانی مہر سے مہر المثل کے مطابق نکاح کرنے کا اختیار رکھتی ہے نزد امام ابو حنیفہؒ خلاف امام شافعیؒ کہ

---

[1] ابوداؤد [2] ترمذی وابوداؤد۔

انکے نزدیک باکرہ اور کنواری لڑکی کو بلوغ کے بعد اختیار نکاح حاصل نہیں ہے بلکہ ولی کو ہندہ پر ولایت اجبار حاصل ہے نیز باکرہ کنواری ہونا علت اجبار اور ولی کے اختیار کی علت نزد شافعی و مالکؒ ہے البتہ اگر لڑکی ثیبہ بالغہ ہے یعنی وہ لڑکی جو نکاح وغیرہ سے کسی مرد کی ہمبستری پا چکی ہو اس پر ولایت اجبار نہیں ہے متفق علیہ (بین الاحناف والشافعی) البتہ ثیبہ صغیرہ کی صورت میں ثمرہ اختلاف یہ نکلے گا کہ عندالاحناف ولی کو ولایت اجبار حاصل ہے۔ ثیبہ صغیرہ پر، نہ کہ ثیبہ بالغہ پر لیکن امام شافعی کے نزدیک ثیبہ ہونے کی وجہ سے اگرچہ صغیرہ اور نابالغہ ہی ہو اس پر ولی کو ولایت اجبار حاصل نہیں ہے

ولایت اجبار کا ضابطہ

قولہ ثُمَّ عِنْدَنَا سے بیان کیا گیا ہے۔ اور اس ضابطہ کا مفہوم اور مقصد یہ ہے کہ امام شافعی کے نزدیک ولی شرائط ولی کے ساتھ صرف دو آدمی ہو سکتے ہیں پہلے باپ اور اگر باپ نہ ہو تو دادا۔ اور اگر دادا بھی نہ ہو تو امام شافعی کے نزدیک یہ ضابطہ ہے اَلسُّلْطَانُ وَلِیُّ مَنْ لَا وَلِیَّ لَہٗ۔ یعنی سلطان حاکم کو باپ اور دادا کے نہ ہونے کی صورت میں حق ولی حاصل ہو جاتا ہے۔ احناف کا مسلک یہ ہے کہ باپ۔ دادا اور عصبہ بنفسہٖ جیسے بھائی چچا اور پھر ماں، پھر ذوی الارحام نابالغ کیلئے علی الترتیب ولی نکاح ہیں۔ علی ترتیب الارث یعنی میراث اور حق قرابت رشتہ کے اعتبار سے ولی ہیں۔

عبارت:۔ وَصَمْتُهَا وَضِحْكُهَا وَبُكَاؤُهَا بِلَا صَوْتٍ إِذْنٌ وَمَعَهُ رَدٌّ حِيْنَ اسْتِئْذَانِهٖ أَوْ بَعْدَ بُلُوْغِ الْخَبَرِ إِلَيْهَا بِشَرْطِ تَسْمِيَةِ الزَّوْجِ لَا الْمَهْرِ فِيْهِمَا هُوَ الصَّحِيْحُ اَلضَّمِيْرُ فِيْ صَمْتِهَا رَاجِعٌ إِلَى الْبِكْرِ الْبَالِغَةِ۔ فَإِذَا اسْتَأْذَنَهَا الْوَلِيُّ فَسَكَتَتْ أَوْ ضَحِكَتْ كَانَ رِضَاءً وَإِذَا بَلَغَ إِلَيْهَا خَبَرُ نِكَاحِهَا فَسَكَتَتْ فَهُوَ رِضَاءٌ لٰكِنْ تُشْتَرَطُ تَسْمِيَةُ الزَّوْجِ حَتّٰى لَوْ لَمْ يُذْكَرِ

الزَّوْجِ فَسُكُوْتُهَا لَا يَكُوْنُ رِضَاءً وَلَا يُشْتَرَطُ ذِكْرُ الْمَهْرِ وَ لَوْ اِسْتَأْذَنَهَا غَيْرُ وَلِيٍّ اَقْرَبَ فَرِضَاءُهَا بِالْقَوْلِ كَالثَّيِّبِ اَیْ لَوْ اِسْتَأْذَنَهَا الْاَجْنَبِیُّ اَوْ وَلِیٌّ بَعِیْدٌ فَالرِّضَاءُ لَا یَکُوْنُ اِلَّا بِالْقَوْلِ کَمَا فِی الثَّیِّبِ ـ

ترجمہ :۔ (اور بالغہ باکرہ کنواری لڑکی کے لیے (علامت اجازت یہ ہے کہ) اجازت نکاح کے وقت) اس لڑکی کا خاموش رہنا یا اس کا مسکرانا یا اس کا رونا آواز کے بغیر حکماً اجازت ہے اور آواز کے ساتھ ہنسنا یعنی قہقہہ لگانا یا آواز کے ساتھ رونا انکار سمجھا جائے گا۔ نکاح کی اجازت طلب کرنے کے وقت یا لڑکی کی جانب نکاح کی خبر پہنچنے کے بعد بشرطیکہ شوہر کا نام لیا گیا ہو نہ کہ مہر کا ان دونوں صورتوں میں یہ ہی قول صحیح ہے اور متن وقایہ میں فی ضمنہا ۔ کی ضمیر مؤنث غائب لوٹنے والی ہے بالغہ باکرہ کیطرف پس جب ولی اس لڑکی سے اجازت نکاح طلب کرے اور وہ لڑکی خاموش ہوجائے یا ہنس پڑے یا مسکرائے تو رضامندی سمجھا جائے گا (ایسے ہی) جب لڑکی کی طرف اس کے نکاح کی اطلاع پہنچی تو لڑکی خاموش ہوگئی تو وہ بھی حکماً رضامندی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ (اجازت لینے کے وقت) شوہر کا نام معین کرنا ضروری ہے اگر شوہر کے نام کا تذکرہ نہیں کیا گیا تو لڑکی کی خاموشی رضامندی نہیں ہوگی ۔ اور مہر کا تذکرہ کرنا اجازت نکاح کے وقت شرط نہیں ہے اور اگر بالغہ لڑکی سے اجازت نکاح طلب کرے ایسا شخص جو اجازت نکاح کے وقت ولی قریب نہیں ہے تو (اس صورت میں) لڑکی کی رضامندی بالقول اور زبان سے کہنا ضروری ہے جیسا کہ ثیبہ کی اجازت بالقول معتبر ہے ۔ یعنی اگر لڑکی سے اجنبی آدمی بطور وکیل یا ولی بعید اجازت طلب کرے تو رضامندی نکاح خاموشی کے ساتھ معتبر نہ ہوگی ۔ سوائے قولی اور زبانی اجازت کے جیسا کہ ثیبہ میں زبانی اجازت کا یہی حکم ہے ؛۔

اجازت نکاح کنواری لڑکی سے :-

توضیح الوقایہ ماتن اور شارح وقایہ مسلک امام ابوحنیفہ کے مطابق باکرہ بالغہ کے اختیار نکاح اور اجازت نکاح کے مسائل اور تفصیلات بیان فرمارہے ہیں۔ ماتن وقایہ فرماتے ہیں کہ صَمْتُهَا یعنی باکرہ اور کنواری لڑکی عام طور پر شرم وحیا کا پیکر ہوتی ہے لیکن اس کی اجازت نکاح بھی ضروری ہے اس لیے صراحۃً اور وضاحۃً تلفظ اجازت کنواری بالغ لڑکی کے لیے ضروری نہیں ہے بلکہ دلالۃً اشارۃً اور حکماً باکرہ بالغہ کی اجازت مختلف طریقوں پر معتبر ہے۔ ان مختلف طریقوں میں ایک صورت یہ ہے وَصَمْتُهَا یعنی کنواری لڑکی سے جب نکاح کی اجازت لیجائے تو اس کا محض خاموش رہ جانا بلا کسی خوف وخطر کے خاموشی دلالۃً اجازت سمجھی جائے گی وَضَحِكُهَا اجازت نکاح کے وقت باکرہ بالغہ لڑکی کا خوشی سے مسکرانا معمولی ہنسنا جو فرحت و شادمانی اور خوشی کی علامت ہے اور یہ اجازت سمجھا جائے گا۔ لیکن ہنسنے میں بلا صوت کی شرط ہے یعنی آواز کے بغیر مناسب ہنسی اور مسکراہٹ تو اجازت ہے اور وَمَعَهُ رَدٌّ، ہ ضمیر غائب کا مرجع صوت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آواز کے ساتھ لڑکی کا قہقہہ لگا کر ہنسنا اجازت نہیں ہے۔ بلکہ اس اجازت پر استہزاء اور مذاق کے ساتھ انکار کی علامت ہے جو رد اور انکار کے مرادف ہے ایسے ہی اجازت دلالۃً کی ایک صورت بُكَاؤُهَا ہے ھا ضمیر مؤنث کا مرجع باکرہ بالغہ ہے یعنی لڑکی کا بغیر آواز، معمولی رونا یہ بھی نکاح کا اثر طبعی ہے والدین اور اپنے ماحول سے جدائی کا اثر ہے اس لیے اس معمولی رونے کو بھی اجازت تصور کیا جائے گا۔ اور یہاں بھی وَمَعَهُ رَدٌّ کا حکم ہوگا۔ یعنی آواز کے ساتھ رونا اجازت نکاح کے وقت لڑکی کی جانب سے انکار اور رد کرنا سمجھا جائے گا حِيْنَ اِسْتِيْذَانِهِ اَوْبَعْدَ بُلُوْغِ الْخَبَرِ اِلَيْهَا یہ دونوں

جملے معطوف علیہ معطوف ظرف واقع ہورہے ہیں اذنٌ مصدر یا صُمْتٌ مصدر کے لیے اور مقصد عبارت یہ ہے کہ لڑکی سے اجازت نکاح لینے کے وقت لڑکی کی خاموشی اور بے آواز ہنسنا یا رونا حکماً اجازت سمجھا جائے گا اور اگر اجازت لینے سے پہلے خاموشی یا ہنسی یا رونا ہو تو اس کو۔ اجازت برائے نکاح نہ سمجھا جائے گا نہ انکار تصور کیا جائیگا کیوں کہ ابھی تک نکاح کا کوئی تذکرہ ہی نہیں ہوا اور یہ سب کچھ قبل از وقت غیر معتبر ہوگا۔ البتہ اجازت لینے کے وقت۔ یہ حالات رونے ہنسنے اور خاموشی کا اعتبار ہوگا۔ یہ بھی یاد رکھئے کہ رونا ہنسنا سکرانا اسوقت علامت اجازتِ نکاح ہیں جب تک کہ لڑکی کی نارضامندی پر کوئی شہادت اور ثبوت نہ ہو۔ اور کوئی زبردستی، جبر و مکر وفریب کے بغیر مطمئن ماحول میں لی گئی اجازتِ نکاح شرعاً معتبر ہے:۔

نکاح کے وقت شوہر کا تعارف نام

قولہ بشرطِ تسمیۃِ الزَّوج اَوِ المَہر فیہما

ھُوَ الصَّحِیْحُ فِیْہِمَا میں ھُمَا ضمیر تثنیہ کا مرجع ماقبل کے دو جملے ہیں یعنی حین استیذانہ او بعد بلوغ الخبر الیہا۔

اس عبارت کے ذریعہ ماتن وقایہ بتانا چاہتے ہیں کہ نکاح اور اجازت نکاح کے وقت شوہر کا تسمیہ اور نام کھول دینا ضروری ہے بلکہ احتیاط اس میں ہے کہ نام اور ولدیت اور خاندانی اجمالی تعارف لڑکی کے علم میں لاکر اجازت نکاح حاصل کی جائے۔ تاکہ بالغ لڑکی اپنے اختیار کی روشنی میں پورے جانکاری و واقفیت و تعارف کے ساتھ ذہنی طور پر فیصلہ کرکے اجازت دے سکے قولہ لا المہر سے یہ اشارہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ عند العقد اور اجازت نکاح کے وقت اگر مہر کا تذکرہ نہ بھی کیا جائے تو نکاح قانوناً منعقد ہو جاتا ہے کیوں کہ مہر رکن نکاح نہیں ہے اور مہر مسمّٰی قولاً نہ ہونے کی صورت میں اس کا بدل مہر المثل بھی موجود ہے اس لیے

اگر مہر کا تذکرہ اجازت نکاح کے وقت نہیں کیا گیا تو بھی نکاح ہو جائے گا اگرچہ بہتر یہی ہے کہ مہر کی مقدار اجازت نکاح کے وقت لڑکی کے سامنے بیان کردی جائے تاکہ مفضی الی النزاع اور کوئی اختلاف پیدا نہ ہو جائے۔ البتہ شوہر کا تعارف اور نام ظاہر کردینا بنیادی طور پر واجب ہے۔ شارح وقایہ تاکیداً فرماتے ہیں۔ قولہ حَتّٰی لَوْلَمْ یَذْکُرِ الزَّوْجَ فَسَکُوْتُہَا لَایَکُوْنُ رِضَاءً۔ یعنی عاقلہ بالغہ کنواری لڑکی سے اجازت نکاح لینے کے وقت اگر شوہر کا نام اور تعارف نہ کھولا تو اس صورت میں لڑکی کی خاموشی یا مسکرانا یا معمولی رونا اجازت نکاح نہ سمجھا جائے گا۔ قولہ لَایُشْتَرَطُ ذِکْرُ الْمَھْرِ سے شارح وقایہ بتانا چاہتے ہیں کہ تسمیۃ الزوج جس قدر ضروری ہے مہر کا وہ مقام نہیں ہے کہ مہر کے تذکرہ و ذکر کے بغیر نکاح نہ ہو سکے بلکہ مہر بعد میں بھی طے ہو سکتا ہے۔ اور باہمی رضامندی سے مہر بڑھ بھی سکتا ہے رضامندی فریقین سے کبھی بھی مہر طے ہو سکتا ہے اور اگر مہر بالکل نہ طے کیا جائے تو مہر اس قدر لازمی اور واجبی حق ہے کہ مہر المثل کی شکل میں ادا کرنا ضروری ہوتا ہے اگرچہ نکاح کے وقت مہر کی نفی بھی کردی گئی ہو تب بھی شرعاً مہر المثل واجب ہوتا ہے اس لیے تذکرہ مہر کے بغیر بھی نکاح درست ہو جائے گا اور بہر صورت مہر ملے گا۔

لڑکی سے اجازت نکاح

اوپر مذکورہ عبارت میں باکرہ بالغہ کی اجازت بصورت خاموشی وغیرہ کے ذریعہ دلالۃً معتبر اجازت مانی گئی ہے اس کا تعلق ولیٔ اقرب یعنی باپ اور دادا اور ان کے جیسے قریبی رشتے والوں کی اجازت لینے سے ہے لیکن اگر باکرہ بالغہ سے اجازت لینے والا باپ دادا یا ان جیسے قریبی رشتوں کے سوا ہو تو اس وقت حکم یہ ہے قولہ فَرِضَاءُھَا بِالْقَوْلِ کَالثَّیِّبِ۔ یعنی ولی بعید یا اجنبی یا دور کا رشتہ دار اگر عاقلہ بالغہ اور کنواری لڑکی سے اجازت نکاح

حاصل کرنا چاہتا ہے تو رضا بالقول اور لڑکی کو صاف طور پر زبان سے اجازت نکاح دینا ہو گی مثل ثیبہ کے۔ تعارف ثیبہ جس عورت کا دوسرا نکاح ہو رہا ہے یا اتفاقاً وہ پہلے ہی سے مردوں کے قریب ہو چکی ہے عادۃً عرفاً وہ عورت مردوں سے قربت میں شہرت پاچکی ہو اور زیادہ لوگ جانتے ہوں یہ مرد دیدہ ہے وہ عورت ثیبہ میں شامل ہے اور ثیبہ کی اجازت نکاح اشارۃً معتبر نہیں ہے بلکہ صاف طور پر زبان سے اقرار اور ہاں کرنا ضروری ہے ایسے ہی ولی بعید کے سامنے باکرہ بالغ لڑکی کو صاف طور پر اجازت نکاح کے وقت اقرار یا انکار کرنا ہو گا۔ اشارہ اور خاموشی معتبر نہیں ہے۔

عبارت:۔ وَالزَّائِلُ بَكَارَتُهَا بِوَثْبَةٍ اَوْحَيْضٍ اَوْجِرَاحَةٍ اَوْتَعْنِيْسٍ اَوْزِنًا بِكْرٌ حُكْمًا اَىْ لَهَا حُكْمُ الْبِكْرِ فِىْ اَنَّ سُكُوْتَهَا رِضَاءٌ۔

ترجمہ:۔ اور وہ لڑکی جس کی بکارت اور کنوارا پن کی علامت ختم ہو گئی ہو (بلندی سے) کودنے یا کثرت حیض یا مخصوص زخم سے یا کثرت عمر یا (اتفاقی) زنا کی وجہ سے (ایسی صفات والی لڑکی کو) حکماً باکرہ سمجھتے اور (کنواری لڑکی تصور کی جائے گی یعنی (اجازت نکاح کے سلسلہ میں) ایسی لڑکی کو باکرہ کا حکم حاصل ہو گا۔ اس بات میں کہ اس لڑکی کی خاموشی رضامندی نکاح سمجھی جائے گی۔

توضیح الوقایہ

ماتن اور شارح وقایہ اس عبارت کے ذریعہ اوپر مذکور مسئلہ کی مزید وضاحت اور بالغہ کو درپیش بعض عوارضات کا حکم بیان فرما رہے ہیں اور فرمانا چاہتے ہیں کہ ہم نے جو اوپر مسئلہ بیان کیا ۔۔۔۔ کہ عاقلہ بالغہ باکرہ لڑکی کی خاموشی یا مسکراہٹ یا معمولی رونا اجازت نکاح کے وقت حکماً اجازت ہے اس مسئلہ میں بعض عوارض عذر مرض اور مخصوص حالات ــــــــــ

سے موصوف لڑکیاں بھی شامل ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ جو حکماً باکرہ اور کنواری ہیں۔
۱۱۔ بِوَثْبَةٍ، بلندی سے گرنے یا کودنے کی وجہ سے بکارت ختم ہو گئی ہو۔ تو بھی یہ لڑکی حکماً باکرہ کنواری سمجھی جائے گی۔ ۱۲۔ اَوْحَيْضٍ۔ یہاں تنوین للتکثیر ہے یعنی زیادہ حیض آنے کی وجہ سے پردہ بکارت ختم ہو جاتا ہے ایسی لڑکی بھی حکماً باکرہ ہے۔ ۱۳۔ اَوْجَرَاحَةٍ یعنی عورت کے مخصوص حصہ شرم گاہ میں گہرا زخم ہو جانے سے پردہ بکارت ختم ہو جائے تو بھی وہ لڑکی حکماً باکرہ ہے۔ ۱۴۔ اَوْتَعْنِيْسٍ یعنی زیادہ عمر کنواری رہنے کی وجہ سے کنوارے پن کی علامت ختم ہو جائے تو بھی وہ لڑکی باکرہ اور کنواری ہے۔ ۵۔ اَوْزِنًا۔ یعنی کسی کنواری لڑکی سے کسی مرد نے جبراً یا پھسلا کر اتفاقی زنا کر لیا ہو تو اگر شہرت اور بار بار زنا کا واقعہ نہ ہوا تو سَتْرًا لِلمومن۔ مذکورہ عورت کی پردہ پوشی کے لیے اس لڑکی کو حکماً باکرہ تصور کیا جائے گا۔ اور نتیجۃً اجازت نکاح کے وقت اس لڑکی کا سکوت خاموشی یا معمولی ہنسی اور مسکراہٹ و تبسّم یا معمولی آنسو بلا آواز رونا یہ سب حکماً اجازت نکاح سمجھا جائے گا۔

عبارة:۔ وَقَوْلُهَا رَدَدْتُ اَوْلٰى مِنْ قَوْلِهٖ سَكَتِّ اِىْ اِذَا قَالَ الزَّوْجُ لِلْبِكْرِ الْبَالِغَةِ بَلَغَكِ خَبَرُ النِّكَاحِ فَسَكَتِّ وَقَالَتْ لَا بَلْ رَدَدْتُ فَالْقَوْلُ قَوْلُهَا وَتُقْبَلُ بَيِّنَتُهٗ عَلٰى سُكُوْتِهَا وَلَا تُحَلَّفُ هِىَ اِنْ لَّمْ يُقِمِ الْبَيِّنَةَ وَهٰذَا عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ بِنَاءً عَلٰى اَنَّهٗ لَا يُحَلَّفُ فِى النِّكَاحِ۔

ترجمہ:۔ اور عاقلہ بالغہ کا یہ کہنا کہ میں نے (اجازت نکاح) کو انکار کر دیا تھا زیادہ بہتر ہے مرد کے اس قول سے کہ تو خاموش ہو گئی تھی یعنی جب کہ شوہر کنواری بالغہ لڑکی سے یہ کہے کہ تجھ کو (اجازت) نکاح کی خبر پہنچی تو تو خاموش ہو گئی تھی اور (جواباً) عورت نے کہا (میں خاموش نہ ہوئی تھی) بلکہ میں نے

اجازت نکاح کو رد کر دیا تھا تو اس صورت میں معتبر قول عورت کا قول ہوگا اور شوہر کا بینہ اور ثبوت شہادت قبول کر لیا جائے گا۔ اس لڑکی کے سکوت اور خاموشی پر (وقت اجازت نکاح) اور عورت سے حلف نہیں لیا جائے گا اگر مرد بینہ اور شہادت قائم نہ کر سکے اور یہ (مسئلہ کہ عورت سے حلف نہ لینا) امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہے۔ اس قانونی بنیاد پر کہ امام ابو حنیفہ ثبوت نکاح کے مسئلے میں زوجین سے، حلف کے قائل نہیں ہیں۔

(توضیح الوقایہ) شوہر اور بیوی کا اختلاف اور ثبوتِ نکاح

ماتن اور شارح وقایہ اس عبارت کے ذریعہ زوجین کے درمیان ثبوت نکاح پر اختلاف بین الزوجین کو بیان فرمارہے ہیں۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ رشید نے سلیمہ سے نکاح کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میرا نکاح تم سے ہوا ہے اور دلیل دعویٰ یہ ہے بَلَغَكِ خَبَرُ النِّكَاحِ فَسَكَتِّ۔ یعنی اجازت نکاح کے لیے جب تمہارے پاس خبر نکاح پہنچی تو تم نے سکوت اور خاموشی اختیار کی اور باکرہ بالغہ کی خاموشی ماحول نکاح میں قانوناً اجازت نکاح تصور کی جاتی ہے اس لیے نکاح ثابت ہوگیا۔ اس کے جواب میں سلیمہ نے کہا۔ بل رَدَدْتُ وَلَمْ اَسْكُتْ یعنی میں خاموش نہ ہوئی تھی اجازت نکاح کے وقت بلکہ میں نے اجازت نکاح کو رد کر دیا تھا اس اختلاف بین الزوجین کی صورت میں شارح وقایہ فرماتے ہیں فَالْقَوْلُ قَوْلُهَا یعنی معتبر قول عورت کا ہوگا بشرطے کہ مرد کے پاس شہادت شرعی اور جائز قانونی ثبوت نکاح کے سلسلہ میں موجود نہ ہو۔ اور اگر شوہر اپنے دعویٰ نکاح پر قانون شرع کے مطابق شہادت معتبر پیش کر دے تو ماتن وقایہ فرماتے ہیں وَتُقْبَلُ بَيِّنَتُهٗ عَلٰى سُكُوْتِهَا مرد کی شہادت سکوت بالغہ پر قبول کر لی جائے گی۔ اور رشید اور سلیمہ کو زوجین تسلیم کر لیا جائے گا۔ اس مسئلہ میں شوہر مدعی ہے نکاح کے لیے اور عورت

منکر نکاح ہے اور عمومی قانونی ضابطے کے مطابق منکر سے حلف لیا جانا چاہیے تھا۔ لیکن امام ابوحنیفہ کا خصوصی مسلک یہ ہے کہ نکاح اور اس جیسے معاشرتی اور سماجی مسائل میں منکر سے حلف نہیں لیا جاتا۔ اسی بنیاد پر ماتن وقایہ نے فرمایا وَلَا تُحَلَّفُ ھِیَ یعنی شوہر کی جانب سے قانونی واجبی شہادت ثبوت نکاح کے سلسلہ میں پیش کرنے کے بعد عورت سے حلف کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور نکاح ثابت کر دیا جائے گا۔ حلف کے مسئلہ میں صاحبین اور امام ابویوسف اور امام محمدؒ کا اختلاف ہے۔ صاحبین کے نزدیک بالغہ لڑکی سے انکار نکاح پر حلف لیا جائے گا اگر وہ لڑکی حلف سے انکار کر دے تب نکاح ثابت کیا جائے گا۔ اور اگر لڑکی حلف کرلے تو دعویٰ نکاح ساقط ہو جائے گا۔ امام زفر کا مسلک اس سلسلے میں یہ ہے کہ بہر صورت شوہر کے قول ہی کا اعتبار ہے بینہ اور حلف کی ضرورت نہیں۔

چھ مسائل جن میں حلف نہیں ہے

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جن مسائل ستہ میں منکر اور مدعیٰ علیہ پر حلف واجب نہیں ہے وہ چھ مسائل یہ ہیں۔ ۱۔ متعلقات نکاح ۲۔ ثبوت رجعت نکاح ۳۔ ثبوت الفیٔ فی الایلاء۔ ۴۔ ثبوت رقیت ۵۔ استیلاد اور ام ولد ہونا ۶۔ ثبوت نسب۔ ان چھ مسائل میں ان کے منکر پر حلف نہیں ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور امام ابویوسف اور امام محمدؒ کے نزدیک ان چھ مسائل میں منکر اور مدعیٰ علیہ پر حلف واجب ہوتا ہے۔

وہ مسائل جن میں سکوت قانوناً رضامندی ہے[1]

اسلامی فقہ انسانی حقائق اور معاشرے اور انسانی مزاج اور فرد کی افتاد طبع پر حقیقت پسندانہ گہری نظر رکھتا ہے۔ فقہائے امت نے ایسے

---

[1] مدعی کے دعویٰ پر مدعیٰ علیہ کی خاموشی علامت رضامندی ہے [illegible]

کثر مسائل کی نظیر قانون شرع میں پیش کی ہیں۔ جن میں سکوت اور خاموشی کو قانوناً
رضامندی سمجھا جاتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی جبر واکراہ فریب اور مبالغہ سے کام نہ لیا گیا
ہو تو مندرجہ ذیل مسائل میں سکوت اور خاموشی میں قانوناً رضامندی ہے وہ
قانونی نظائر یہ ہیں۔ ۱۔ ولی[1] کی جانب سے اجازت نکاح لینے کے وقت
باکرہ اور کنواری بالغہ لڑکی کا سکوت اور خاموش رہنا حکماً اجازت ہے یہ سکوت
عقد نکاح سے پہلے ہو یا عقد نکاح کے بعد مثلاً زید نے کسی بالغہ لڑکی سے
ایجاب نکاح کیا اور اس لڑکی کو جب اطلاع پہنچی تو اس نے سکوت کر لیا
تو یہ حکماً اجازت ہے۔ ۲۔ مہر پر قبضہ کرنے کے وقت دیا ہوا مہر لڑکی نے
قبول کر لیا اور اس کی مقدار پر کوئی اعتراض نہ کیا بلکہ خاموش رہی تو یہ صورت
بھی حکماً رضامندی ہے۔ ۳۔ کسی نابالغہ لڑکی کا نکاح باپ یا دادا کے علاوہ
کسی اور نے کرایا ہو تو بالغہ ہونے کے وقت یا علم نکاح بعد البلوغ لڑکی کو
حق فسخ اور نکاح تڑوانے کا اختیار حاصل ہے اگر لڑکی نے یہ اختیار استعمال نہ کیا
اور سکوت و خاموشی کر لیا تو یہ حکماً اجازت ہے۔ ۴۔ کسی عورت نے خود نکاح
نہ کرنے کی قسم کھائی پھر باپ نے اس کا نکاح کرا دیا اور وہ لڑکی خاموش رہی
تو اس کی خاموشی رضامندی تصور ہو کر یہ لڑکی حانثہ ہو گی اور کفارہ قسم اس پر
واجب ہو گا۔ ۵۔ کسی مفلس اور فقیر کو کوئی چیز دی جائے تو اس کی خاموشی
قبول کرنے پر رضامندی سمجھی جائے گی اور خاموش رہنے والا مالک سمجھا
جائے گا۔ ۶۔ کسی کو وکیل بنایا جائے اور وہ وکیل صرف خاموش رہے تو وہ
وکیل اس کام پر وکالت کا ذمہ دار ہوگا اور سکوت کو رضامندی سمجھا جائے گا۔
۷۔ مقرلہ جس کے لیے کسی چیز پر اقرار کیا گیا ہے اس پر خاموشی رضامندی
سمجھی جائے گی۔ ۸۔ مفوض الیہ جس کو کوئی چیز امانت وغیرہ سپرد کی جائے
اس کا سکوت رضامندی ہے۔ ۹۔ موقوف علیہ کا سکوت جس شخص کے لیے

---

[1] الاشباہ والنظائر، کنز الحقائق کتاب النکاح۔

کوئی چیز وقف کی گئی تو اس کا سکوت رضامندی سمجھی جائے گی۔ ۱۱۰۔ غانمین اور مجاہدین میں مال غنیمت کے تقسیم کے وقت سکوت رضامندی ہے۔ ۱۱۱۔ مبیع یعنی بکی ہوئی چیز پر خریدار کا قبضہ دیکھ کر بائع کا سکوت رضامندی ہے قبضہ کرنے پر۔ ۱۱۲۔ شفیع کا سکوت یعنی جس کو حق شفع حاصل ہے وہ اگر طلب مواثبت اور طلب تقریر نہ کرے یعنی اپنا حق شفع اور خریدار ہونے کا اعلان نہ کرے بلکہ عقد بیع سن کر خاموش ہو جائے تو اس کی خاموشی رضامندی مان کر قانوناً اس کا حق شفع باطل ہو جائے گا۔ ۱۱۳۔ اگر کسی شخص سے کسی دوسرے شخص کو اپنے گھر میں نہ آنے دینے کی قسم کھائی تھی یا کسی کام کو نہ ہونے دینے کی قسم کھائی تھی۔ تو جب وہ شخص اسکے گھر آئے اور وہ منع نہ کرے بلکہ خاموش ہو جائے تو اس کی خاموشی رضامندی مان کر کفارہ قسم واجب ہوگا۔

۱۱۴۔ بچے کی پیدائش کے وقت باپ کا خاموش رہنا ثبوت نسب کے لیے رضامندی اور اقرار ہے۔ ۱۱۵۔ ام ولد باندی سے بچے کی پیدائش کے وقت آقا کا سکوت رضامندی اور بچے کا اقرار سمجھا جائے گا۔ ۱۱۶۔ خرید نے سے پہلے بائع یا کسی مخبر صادق نے مبیع کا عیب خریدار کو بتلا دیا عیب جان کر بھی خریدنا اور خاموش ہو جانا رضا بالعیب ہے اور خیار بالعیب کو ساقط کر دیتا ہے۔ ۱۱۷۔ ایسے ہی کسی لڑکی کے وصف اور حالات سے باخبر ہو کر سکوت کرنا اور پھر نکاح کر لینا اس لڑکی میں عیب جوئی یا فریب کے الزام کو ساقط کر دیتا ہے۔ ۱۱۸۔ بیوی کا زمین یا کوئی سامان فروخت کرنا اور شوہر کا خاموش رہنا اقرار رضامندی ہے۔ ۱۱۹۔ ایسے ہی شوہر کا زمین یا کوئی سامان بیچنا اور عورت کا بغیر کسی دباؤ کے خاموش رہنا دلیل رضامندی ہے۔ ۱۲۰۔ اگر کوئی شخص کسی کی زمین یا سامان فروخت کرے اور ایک زمانہ تک اس بیع فاسد پر خریدار کا قبضہ رہا۔ خریدار تصرف اور تبدیلی کرتا رہا اور مالک خاموش

رہا۔ بشرطیکہ مالک پر کوئی جبر اور دباؤ نہ ڈالا گیا ہو تو مالک کی خاموشی رضامندی ہوگی۔ ۱۲۱۔ شرکت عنان جس میں دو کاروباری برابر کے شریک ہوتے ہیں ان میں سے کسی ایک نے موٹر کار کوئی بیل بھینس وغیرہ خریدی ہو اور خریدنے والے شریک نے خریدتے وقت یہ کہدیا ہو کہ میں صرف اپنے لیے لے رہا ہوں۔ تو اس صورت میں دوسرے شریک کی خاموشی رضامندی ہوگی اور یہ چیز مشترک نہ ہوگی۔ ۱۲۲۔ کسی موکل کے وکیل بیع وشرا نے کہا کہ یہ چیز خاص میں اپنے لیے خرید رہا ہوں تو موکل کی خاموشی رضامندی ہوگی۔ ۱۲۳۔ باشعور بچہ جو عموماً سات سال میں ہو جاتا ہے۔ اس کو خرید و فروخت کرتے دیکھ کر باپ یا ولی کی خاموشی اجازت سمجھی جائے گی۔ ۱۲۴۔ اپنی مملوکہ چیزوں میں کسی کو تصرف کرتے دیکھ کر مالک کا خاموش رہنا حکماً رضامندی ہے۔ ۱۲۵۔ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ بیوی یا اولاد سے خدمت نہ لونگا پھر یہ لوگ خدمت کرنے لگے تو قسم کھانے والے کی خاموشی رضامندی سمجھی جائے گی اور کفارہ قسم واجب ہوگا۔ ۱۲۶۔ ماں نے بیٹی کو بطور جہیز یا بطور تحفہ کچھ سامان دیا اور باپ خاموش رہا تو یہ خاموشی اجازت ہے باپ یا مالک ہونے کے باوجود واپس لینے کا حقدار نہیں ہے۔ ۱۲۷۔ مدعیٰ علیہ کا سکوت رضامندی سمجھا جائے گا۔ ۱۲۸۔ شئ مرہون پر مرتہن کا قبضہ کرنا اور راہن کا سکوت کرنا رضامندی تصور ہوگا۔ وغیرہ جیسے متعدد مسائل شرعی ہیں جن میں سکوت اور خاموشی کو رضامندی سمجھا جاتا ہے۔ دلیل شرعی یہ ہے کہ ان جیسے مسائل میں انسان با خبر ہو کر خاموش ہے اور خاموشی دلیل رضامندی ہے کیونکہ کسی چیز کے ثابت کرنے کے لیے قول وفعل اور تقریر تینوں طریقے معتبر ہیں۔ تقریر کے معنی کسی کام یا بات کو دیکھ کر اس کو پسند کرنا، یا اس پر سکوت کر لینا بلا کسی دباؤ اور خوف کے، کسی چیز پر خاموشی تقریر شئ کہلاتی ہے اور وہ دلیل رضامندی ہے۔

عبارت: وَلِلْوَلِيِّ اِنْكَاحُ الصَّغِيْرِ وَالصَّغِيْرَةِ وَلَوْ ثَيِّبًا هٰذَا احْتِرَازٌ مِنْ قَوْلِ الشَّافِعِيِّ كَمَا مَرَّ ثُمَّ اِنْ زَوَّجَهُمَا الْاَبُ اَوِ الْجَدُّ لَزِمَ وَفِيْ غَيْرِهِمَا فَسَخَ الصَّغِيْرُ اِنْ حِيْنَ بَلَغَا اَوْ عَلِمَا بِالنِّكَاحِ بَعْدَهُ اَيْ اِنْ كَانَ عَالِمَيْنِ بِالنِّكَاحِ فَلَهُمَا الْفَسْخُ عِنْدَ الْبُلُوْغِ وَاِنْ لَمْ يَكُوْنَا عَالِمَيْنِ فَلَهُمَا الْفَسْخُ حِيْنَ عَلِمَا بَعْدَ الْبُلُوْغِ وَفِيْهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ فَاِنَّ تَزْوِيْجَ غَيْرِ الْاَبِ وَالْجَدِّ قَبْلَ الْبُلُوْغِ لَا يَصِحُّ عِنْدَهٗ لِمَا ذَكَرْنَا اَنَّ الْوَلِيَّ الْمُجْبِرَ عِنْدَهٗ لَيْسَ اِلَّا الْاَبُ وَالْجَدُّ وَسُكُوْتُ الْبِكْرِ رِضَاءٌ هُنَا اَيْ عِنْدَ الْبُلُوْغِ اَوِ الْعِلْمِ بِالنِّكَاحِ بَعْدَ الْبُلُوْغِ وَلَا يَمْتَدُّ خِيَارُهَا اِلٰى اٰخِرِ الْمَجْلِسِ وَاِنْ جَهِلَتْ بِهٖ اَيْ بِالْخِيَارِ فَاِنَّ الْبِكْرَ اِذَا سَكَتَتْ بَعْدَ الْبُلُوْغِ اَوِ الْعِلْمِ بِنَاءً عَلٰى اَنَّهَا لَمْ تَعْلَمْ اَنَّ لَهَا الْخِيَارَ يَبْطُلُ خِيَارُهَا فَاِنَّ سُكُوْتَهَا رِضَاءٌ وَلَا تُعْذَرُ بِالْجَهْلِ وَالْجَهْلُ لَيْسَ بِعُذْرٍ فِيْ حَقِّهَا۔

ترجمہ:۔ اور ولی کے لیے درست ہے نکاح کرا دینا نابالغ لڑکے اور نابالغہ لڑکی کا اگرچہ وہ لڑکی نابالغہ ثیبہ ہو۔ ماتن کی یہ قید (ثیبہ) احترازی قید ہے امام شافعیؒ کے مسلک سے جیسا کہ ماقبل میں مسئلہ گذر چکا ہے پھر مسئلہ یہی ہے کہ اگر نابالغہ لڑکی اور لڑکے کا نکاح باپ یا دادا نے کرایا تو یہ نکاح لازم ہے اور باپ دادا کے سوا میں نابالغ لڑکے اور لڑکی نکاح کو فسخ کرا سکتے ہیں جب کہ وہ دونوں بالغ ہو جائیں یا (بالغ ہونے کے بعد) ان دونوں کو علم حاصل ہو نکاح کے سلسلہ میں یعنی اگر وہ دونوں نابالغ لڑکا اور لڑکی (قبل بلوغ) اپنے نکاح کے بارے میں علم رکھنے والے ہیں تو بلوغ کے وقت ان دونوں کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے اور اگر (قبل البلوغ) یہ دونوں نکاح کا علم نہ رکھتے ہوں (تو اس صورت میں) ان دونوں کو حق فسخ حاصل ہے۔ جب کہ بلوغ کے بعد ان دونوں

کو نکاح کا علم ہو اور اس مذکورہ مسئلہ میں امام شافعی کا اختلاف ہے اس لیے کہ امام شافعی کے نزدیک بلوغ سے پہلے باپ دادا کے سوا کسی غیر کو نکاح کرا دینا درست نہیں ہے۔ اس مسئلے کے مطابق جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ ولی مجبر جس کو ولایت اجبار حاصل ہو وہ ولی امام شافعی کے نزدیک باپ اور دادا کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ اور باکرہ کنواری لڑکی کی خاموشی اس مسئلے میں رضامندی سمجھی جائے گی یعنی بالغ ہونے کے وقت یا بالغ ہونے کے بعد نکاح کا علم ہونے کے وقت (لڑکی کی خاموشی قانوناً رضامندی ہے) اور رد راد نہ ہوگا لڑکی کا اختیار فسخ اس مجلس کے آخر حصہ تک اگرچہ وہ لڑکی اس اختیار فسخ سے ناواقف بھی ہو اس لیے کہ لڑکی اگر خاموش ہو جائے بلوغ کے بعد یا نکاح کا علم ہونے کے بعد اس بنیاد پر کہ وہ علم شرع نہیں رکھتی کہ اس لڑکی کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہے تو بھی اس لڑکی کا اختیار فسخ باطل ہو جائے گا۔ پس بیشک (اس مسئلے میں) لڑکی کی خاموشی (قانوناً) رضامندی ہے اور جہالت اور علم شرع حاصل ہونے کا عذر قبول نہ کیا جائے گا اور قانونِ شرع سے ناواقف ہونا عذر نہیں ہے (مسلمان آزاد) لڑکی کے حق میں۔

توضیح الوقایہ مسئلہ نکاح نابالغہ

ماتن وقایہ قولہٗ وَلِلْوَلِیِّ اِنْکَاحُ الصَّغِیْرِ سے یہ مسئلہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہر ولی شرعی کو نابالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح کرا دینے کا حق حاصل ہے اگرچہ نابالغہ لڑکی ثیبہ بھی ہو۔ ثیبہ کے معنٰی یہ ہیں کہ مرد سے ہمبستری کسی بھی طرح ہو گئی ہو۔ ماتن وقایہ کا لفظ ثیبہ مسلک امام ابوحنیفہ کی وضاحت اور مسلک شافعی کے لیے قید احترازی ہے۔ مسلک شافعی کو رد کرنا ہے۔ کیونکہ امام شافعی کے نزدیک ثیبہ پر ولی کو ولایت حاصل نہیں ہے کیونکہ ولی کے لیے علت اجبار امام شافعی کے نزدیک صفت بکر ہے اور باکرہ بالغہ اور نابالغہ دونوں پر ولی کو ولایت اجبار حاصل ہے۔

عندالشافعی۔ اور ثیبہ پر ولی کو حق ولایت حاصل نہیں نزد شافعی۔ اگرچہ ثیبہ نابالغہ ہو یا بالغہ ہو دونوں صورتوں میں ثیبہ اختیار سے نکاح کر سکتی ہے۔ (عندالشافعی)

ولی کا اختیار نکاح

قانون شرع میں ولی کا اختیار نکاح صرف نابالغ لڑکے اور نابالغہ لڑکی ہی پر نہیں ہے بلکہ ہر غیر مکلف کے لیے حق نکاح ولی کو حاصل ہے مثلاً بعض قسم کی دیوانی عورت یا مرد بالغ ہونے کے بعد بھی غیر مکلف رہتے ہیں اگر کسی مصلحت اور طبی مشورہ پر اس کا نکاح کرایا جائے۔ تو مجنون مرد یا مجنونہ عورت کے نکاح کا اختیار بھی ولی کو حاصل ہوگا۔ اس لیے اگر ماتن وقایہ یوں کہتے۔ لِلْوَلِیِّ اِنْکَاحُ کُلِّ غَیْرِ الْمُکَلَّفِ اَیِ الصَّغِیْرِ وَالصَّغِیْرَۃِ سَوَاءٌ کَانَتْ بَاکِرَۃً اَوْ ثَیِّبَۃً اَوْ مَجْنُوْنٍ وَمَجْنُوْنَۃٍ یعنی ولی کو ہر غیر مکلف کے نکاح کا حق حاصل ہے نزد امام ابوحنیفہ۔ اگرچہ وہ غیر مکلف نابالغ لڑکا یا نابالغہ لڑکی باکرہ یا ثیبہ یا بالغ غیر مکلف مجنون مرد یا مجنون عورت ہو۔ اس مسئلہ میں یہ عبارت زیادہ جامع ہو سکتی ہے۔

ولی کے قانونی اختیارات

ماتن وقایہ نے اِنْ زَوَّجَهَا الْاَبُ سے ولی کی تفصیلات بیان فرمائی ہیں یہاں ولی کی تین صورتیں ہیں۔ ۱۔ باپ یا اس کا وکیل۔ ۲۔ دادا یا اس کا وکیل ۳۔ باپ اور دادا کے علاوہ کوئی اور شخص۔ اس سلسلے میں باپ کے ولی ہونے پر تمام فقہا متفق ہیں۔ لیکن باپ دادا کے علاوہ ولی ہونے کے بارے میں۔

مسلک امام شافعیؒ

یہ ہے کہ وہ صرف باپ و دادا ان دونوں کو ایک ہی جیسا ولی مانتے ہیں اور اگر یہ دونوں نہ ہوں تو دوسرے رشتہ داروں عصبات ذوی الارحام وغیرہ کو امام شافعی ولی نہیں مانتے۔ بلکہ اَلسُّلْطَانُ وَلِیُّ مَنْ لَا وَلِیَّ لَهٗ یعنی امیر المسلمین یا اس کے قائم مقام حاکم منصف باپ دادا کے بعد ولی ہے جس کا کوئی اور ولی یعنی باپ

اور دادا نہیں ہے۔

مسلک امام مالک یہ ہے کہ ولی نکاح صرف والد اور باپ ہے امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ آزاد انسان کے لیے نکاح یا اور معاملات میں اصل اختیار تو اس کو خود حاصل ہے اور ولی کی ولایت کسی حاجت یا ضرورت سے ہوتی ہے اور نابالغ لڑکے اور لڑکی کو شہوت نفس نہ ہونے کی بنا پر کسی ولی کے ذریعہ نکاح کی حاجت نہیں ہے البتہ صرف باپ کو ولی قرار دیا جا سکتا ہے کیوں کہ باپ کا ولی ہونا احکام شرعیہ سے ثابت ہے اور آزاد انسان پر کسی کا ولی ہونا غیر ضروری اور خلاف قیاس ہے اس لیے ولی ہونے کا حق باپ کے سوا کسی اور کی طرف متعدی نہ ہوگا۔ حق نکاح اس طرح دادا چچا ماں نانا ماموں کسی کو بھی آزاد نابالغ لڑکے اور لڑکی پر حق نکاح حاصل نہیں ہے (نزد امام مالکؒ)

امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ ولایت اجبار کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے۔

الف :۔ ولایت نظری یعنی انتہائی نظر و شفقت والا ولی باپ ہے اور باپ جیسی شفقت دادا میں ہوتی ہے ان کا ولی ہونا ولایت اجبار مع الالزام کہلاتا ہے یعنی باپ دادا کا کیا ہوا نکاح نابالغ لڑکے اور لڑکی کے سلسلے میں نافذ اور لازمی ہے۔ اور بالغ ہونے کے بعد بھی ان کا کیا ہوا نکاح نہیں توڑا جا سکتا ہے البتہ اگر باپ فاسق اور کھلا ہوا بدکار ہے اور اس سلسلے میں ضروری ثبوت بھی موجود ہو۔ تو اس وقت باپ یا دادا کے کھلے فسق اور بدکار ہونے کو ملحوظ رکھا جائیگا ...... اور امیر المومنین اور حاکم وقت کو ایسے مخصوص حالات میں غور و فکر کا مجاز ہوگا۔ ۲:۔ ولایت اجبار محضہ یہ وہ رشتہ دار ہیں جو باپ دادا کے علاوہ ہیں ان میں مقدم عصبات ہیں عصبہ بنفسہٖ جیسے چچا وغیرہ یا ماں یا ذوی الارحام جیسے

نانا۔ ماموں، ان لوگوں کا کیا ہوا۔ نکاح بالغ ہونیکے بعد قابل فسخ ہو سکتا ہے۔
خاص طور پر اگر لڑکی چاہے تو حاکم وقت سے رجوع کر کے اپنا نکاح تڑوا سکتی ہے
اس مسئلہ کو ماتن وقایہ نے قوله فِي غَيْرِهِمَا فَسْخُ الصَّغِيْرِ حِيْنَ بَلَغَ
الخ۔ سے بیان کیا ہے یعنی باپ دادا کے علاوہ کسی اور نے نابالغ لڑکے یا نابالغ
لڑکی کا نکاح کرا دیا۔ تو اس نکاح کے دو حال ہیں۔ اگر ان نابالغوں کو بلوغ سے
پہلے اس نکاح کا علم ہے تو وقت بلوغ فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہے۔ دوسری
صورت یہ ہے اَوْعَلِمَ بِالنِّكَاحِ بَعْدَهُ اِىْ بَعْدَ الْبُلُوْغِ۔ یعنی ان نابالغ
لڑکے اور لڑکی کو بالغ ہونے سے پہلے اپنے نکاح کی خبر نہ تھی۔ بہت ہی کم
عمر میں نکاح کرا دیا گیا تھا تو اس صورت میں بالغ ہونے کے بعد مجلس علم کا اعتبار
ہوگا یعنی جس وقت خاص طور پر لڑکی کو نکاح کا علم ہو اگر وہ اس نکاح کو تڑوانا
چاہتی ہے۔ تو اسی وقت اپنی ناراضگی اور نارضامندی کا اظہار کرنا واجب ہے اور
اگر لڑکی خاموش رہ گئی تو پھر حق فسخ ختم ہو جائے گا۔ اس مسئلہ کو ماتن وقایہ نے
اس طرح فرمایا۔ قوله وسكوتُ البِكْرِ رِضَاءُهُنَا۔ یعنی بالغ ہونے کے
وقت یا بالغ ہونے کے بعد نکاح کے علم ہونے کے وقت اگر وہ باکرہ لڑکی
خاموش ہو گئی تو یہ خاموشی قانوناً رضامندی تصور کیجائے گی۔

لڑکی کے لیے فسخ نکاح کی مدت

اس مسئلہ کو ماتن اور شارح نے اس طرح
بیان فرمایا۔ قوله وَلَا يَمْتَدُّ خِيَارُهَا اِلٰى اٰخِرِ الْمَجْلِسِ۔ یعنی وہ لڑکی
جس کو نابالغ عمر میں کسی رشتہ دار باپ دادا کے علاوہ نے مثلاً بھائی، یا حقیقی
چچا وغیرہ نے نکاح کرا دیا تو اس لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد جو اختیار فسخ
اور نکاح تڑوانے کا جو حق حاصل ہے وہ اسی مجلس کے اوّل وقت میں حاصل
ہے۔ اگر اوّل وقت وہ لڑکی ساکت اور خاموش ہو گئی تو یہ خاموشی رضامندی سمجھی

جائے گی۔ اور مجلس ویٹنگ کے اول وقت کے بعد مجلس کے آخر وقت تک یہ اختیار طویل اور لمبی مدت تک باقی رہیگا اور تیسرے باپ دادا کے علاوہ بھائی چچا وغیرہ کا کرایا ہوا نکاح اول مجلس کے بعد دائمی طور پر نافذ ہو جائے گا۔

المجلس۔ میں الف لام معہود کیلئے ہے یعنی وہ مخصوص مجلس اور وقت مراد ہے جبکہ وہ لڑکی بالغ ہوئی ہے شرطیکہ لڑکی کو علم نکاح حاصل ہو، جس وقت لڑکی کو نکاح کا علم ہو کر بلا نتی ہیں اسکا نکاح باپ دادا کے سوا کسی اور نے کرایا تھا ان دونوں صورتوں میں لڑکی اول وقت میں ہی یا مطالبہ کا حق رکھتی ہے اور مجلس کے بعد حق فسخ ختم ہو جائے گا۔

قانون شرع سے ناواقفیت کا حکم

اس مسئلہ کو ماتن وقایہ نے قولہٗ وَاِنْ جَهِلَتْ بِهٖ سے بیان فرمایا ہے یعنی اگر وہ لڑکی خیار بلوغ اور فسخ نکاح کے قانون شرع سے ناواقف اور جاہل بھی ہو تو جہالت کا اعتبار نہ ہوگا اور مسئلہ اپنی جگہ پر یہی رہے گا کہ لڑکی اگر خاموش رہی تو رضامندی ہے اگرچہ لڑکی کی خاموشی جہالت اور ناواقفیت کی وجہ سے ہو کیوں کہ ضرورت زندگی کے مطابق شرعی قانون اور شرعی معلومات حاصل کرنا ہر شخص ۔ اور ہر مرد عورت کا بنیادی فریضہ ہے اس لیے جاہل رہنا انسان کا اپنا قصور ہے۔ جہالت کی بنا پر قانون کے تقاضے وضوابط نہیں بدلتے۔ شارح وقایہ نے فرمایا قولہٗ وَلَا تُعْذَرُ بِالْجَهْلِ۔ یعنی جہالت اور مسئلہ سے ناواقفیت کی وجہ سے عذر قبول نہیں کیا جائے گا بلکہ مسئلہ وہی رہیگا کہ بالغ ہونے کے وقت یا نکاح کے علم کے وقت اگر لڑکی نے نکاح کا انکار نہ کیا اور خاموشی اختیار کرلی تو بچپن کا نکاح نافذ ہو جائے گا۔

عبارت: بِخِلَافِ الْمُعْتَقَةِ اَیْ اِذَا اُعْتِقَتِ الْاَمَةُ وَلَهَا زَوْجٌ ثَبَتَ لَهَا الْخِيَارُ فَاِنْ لَمْ تَعْلَمْ اَنَّ لَهَا الْخِيَارَ فَجَهْلُهَا عُذْرٌ لِاَنَّهَا لَا تَتَفَرَّغُ لِلتَّعَلُّمِ بِخِلَافِ الْحُرَّةِ فَاِنَّ طَلَبَ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ

وَبِالتَّقْصِيْرِ لَا تُعْذَرُ فَاِنْ قِيْلَ كَلَامُنَا فِى الْبِكْرِ حَالَ بُلُوْغِهَا وَهِىَ قَبْلَ الْبُلُوْغِ غَيْرُ مُكَلَّفَةٍ بِالشَّرَائِعِ قُلْنَا اِذَا رَاهَقَ الصَّبِىُّ وَالصَّبِيَّةُ فَلِمَّا اَنْ يَجِبَ عَلَيْهِمَا تَعَلُّمُ الْاِيْمَانِ وَاَحْكَامِهِ اَوْ يَجِبَ عَلٰى وَلِيِّهِمَا التَّعْلِيْمُ وَلَا يَنْبَغِىْ اَنْ يُتْرَكَا سُدًى قَالَ النَّبِىُّ عم مُرُوْا صِبْيَانَكُمْ بِالصَّلٰوةِ اِذَا بَلَغُوْا سَبْعًا وَاضْرِبُوْهُمْ اِذَا بَلَغُوْا عَشْرًا۔

ترجمہ:۔ بخلاف معتقہ کے یعنی جب باندی آزاد کی گئی اس حال میں کہ اس باندی کا کوئی شوہر ہے (کوئی شوہر آزاد ہو یا غلام) تو اس آزاد شدہ باندی کے لیے خیار فسخ ہے۔ پس اگر وہ یہ علم نہیں رکھتی کہ بیشک اس کو یہ اختیار فسخ حاصل ہے تو اس کی جہالت اور ناواقفیت عذر معتبر ہے کیوں کہ وہ زیادہ تر علم پانے کے لیے فارغ نہیں رہتی بخلاف آزاد عورتوں کے (کہ وہ عموماً) فارغ رہ سکتی ہیں۔ (یہ حکم اس لیے ہے) کہ بیشک علم حاصل کرنا اک بنیادی فریضہ ہے ہر مسلم مرد عورت پر اور طلب علم میں کوتاہی کرنے پر آزاد عورت معذورہ نہ سمجھی جائے گی۔ پس اگر (اس مسئلہ پر) یہ اعتراض کیا جائے کہ ہمارا کلام (اور عبارت) میں باکرہ لڑکی کے بارے میں ہے اس کے بالغ ہونے کے وقت میں اور حالانکہ وہ باکرہ بلوغ سے پہلے شرعاً غیر مکلّف ہے (اس سوال کے جواب میں) ہم یہ کہیں گے کہ جب لڑکا اور لڑکی مراہق اور قریب البلوغ ہو جائیں (اس وقت یہ دو حکم ہوں گے)۔

۱:۔ احکام دین اور ایمان کی تعلیم حاصل کرنا لڑکے اور لڑکی دونوں پر واجب ہوگا۔

۲:۔ یا ان کے ولی اور والدین پر تعلیم دلانا (شرعاً) واجب ہوگا اور (اس کے سوا) یہ مناسب نہیں ہے کہ لڑکے اور لڑکی کو معطل اور بے کار چھوڑ

دیا جائے۔

حضرت نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اپنے بچوں کو نماز کے لیے حکم کیا کرو جب وہ سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں۔ اور جب وہ دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں (اور نماز وحصول علم کے لیے راضی نہ ہوں) تو ان کو مار (بھی) لگا دیا کرو۔

توضیح الوقایہ

قولہ بَخِلَافِ الْمُعْتَقَةِ اس عبارت کے ذریعہ ماتن اور شارح وقایہ معتقہ یعنی آزاد شدہ باندی کا خصوصی مسئلہ بیان فرما رہے ہیں اور فرمانا چاہتے ہیں کہ ہم نے اوپر عبارت میں ولا یمتد خیارھا کے ذریعہ آزاد عاقلہ بالغہ باکرہ عورت کے لیے جو یہ مسئلہ بیان کیا ہے وَاِنْ جَهِلَتْ بِہٖ اَیْ بِالْخِیَارِ یعنی مسائل شریعت سے ناواقفیت اور قانون شرع سے عدم علم کا کوئی اعتبار آزاد عورت کے لیے نہیں ہے کیونکہ ارشاد نبی علیہ السلام طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ کے مطابق آزاد عورت حصول علم کے لیے مکلف اور ذمہ دار ہے۔ اس لیے آزاد عورت کو مجلس علم نکاح یا مجلس بلوغ کے بعد فسخ نکاح کا اختیار نہیں ہے لیکن اس مسئلہ میں المعتقہ مستثنیٰ ہے۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ ہندہ پہلے زید کی باندی تھی۔ زید نے اپنے اختیار ولی سے ہندہ کا نکاح باندی ہونے کی حالت میں بکر سے کر دیا۔ اور نکاح کے بعد زید نے ہندہ کو آزاد بھی کر دیا تو قانون شرع کی روشنی میں ہندہ آزاد ہو کر یہ اختیار رکھتی ہے کہ وہ دور غلامی کا کیا ہوا بکر سے نکاح کو فسخ کردے یا باقی رکھے یہ المعتقة ہے پھر اس کے دو حال ہیں۔ (الف) ہندہ معتقہ کو پہلے سے اختیار فسخ کا قانون معلوم ہے (ب) ہندہ کو اس قانون کا علم نہیں کہ معتقہ آزاد شدہ عورت دور غلامی کا نکاح تڑوا سکتی ہے۔ تو یہ دوسری صورت جہالت اور عدم علم کی ہے۔ شارح وقایہ اس دوسری صورت کا حکم بیان فرما رہے ہیں۔ فَجَهْلُهَا عُذْرٌ کہ معتقہ اور آزاد شدہ

باندی کی جہالت اور قانون فسخ نکاح سے ناواقفیت عذر معتبر ہے دلیل یہ ہے۔ لِاَنَّهَا لَا تَتَفَرَّغُ لِلتَّعَلُّمِ کیوں کر باندی اپنے مولا کی خدمت میں مصروف ہے اور وہ خدمت بھی ذمہ داری ہے اس لیے اکثر یہ امکان قوی ہے کہ باندی علم حاصل کرنے کا موقع نا پا سکے۔ اور حصول علم کے لیے فراغت اور بے فکری کا وقت نہ ملے اس لیے باندی کی ناواقفیت معتبر رہے گی اور زندگی میں جب باندی کو فسخ نکاح قانون اختیار معلوم ہو تو وہ اس اختیار کو استعمال کرکے دور غلامی کا وہ نکاح جو ولی نے باندی کی رائے کے بغیر از خود کیا ہے اسکو وہ فسخ اور ختم کر سکتی ہے لیکن اگر باندی نے بغیر اجازت مولا از خود دور غلامی میں نکاح کیا تھا۔ تو اس نکاح کو باندی کبھی بھی فسخ نہیں کرا سکتی۔ بشرطیکہ وہ باندی بوقت نکاح عاقلہ بالغہ ہو۔ قولہٗ بِخِلَافِ الْحَرَائِرِ سے شارح وقایہ فرمانا چاہتے ہیں۔ کہ آزاد عورت کو یہ سہولت حاصل نہیں ہے کہ وہ مسئلہ سے ناواقفیت کو بنیادی بنا کر مجلس علم کے بعد فسخ نکاح کی درخواست کرے کیوں کہ حصول علم اصلاً ہر انسان کا فریضہ ہے اور علم حاصل نہ کرنا باندی کے لیے عذر معتبر ہے لیکن آزاد عورت کے لیے یہ تقصیر اور اس کی اپنی کوتاہی ہے۔ اور شرعی ضابطہ یہ ہے، قولہٗ وَبِالتَّقْصِيْرِ لَا تُعْذَرُ طلب علم کے فریضہ میں کوتاہی کرنا آزاد مرد و عورت دونوں کے لیے عذر معتبر نہیں ہے۔

المتفقہ و باندی کے مخصوص مسائل

باندی کو چند مسائل مذکورہ ذیل میں حرہ سے امتیاز حاصل ہے وہ مسائل یہ ہیں (۱) باندی کے لیے ناواقفیت اور جہالت از قانون شرع عذر معتبر ہے۔ خیار بلوغ فسخ نکاح کا اختیار صرف باندی عورت کے لیے ہے۔ مرد غلام کے لیے یہ حکم نہیں ہے۔

۲۔ باندی کا اختیار فسخ سکوت اور خاموشی سے باطل نہیں ہوتا بلکہ باندی کیلیے

آزاد ہونے کے بعد دورِ غلامی کے نکاح کو وضاحۃً صاف طور پر اقرار یا انکار کرنا ہوگا۔

۳:۔ باندی آزاد ہونے کے بعد ولی کا کیا ہوا نکاح توڑنا چاہتی ہے تو خود فسخ کا اعلان کرسکتی ہے قضائے قاضی کی ضرورت نہیں ہے۔

۴:۔ باندی کا اختیار فسخ بعد الحریت مجلس کے آخر وقت تک ممتد اور طویل ہوتا ہے حرہ کے لیے یہ حکم نہیں ہے۔

۵:۔ باندی کے لیے قانون فسخ نکاح سے ناواقفیت عذر معتبر ہے حرہ کیلیے ایسا نہیں ہے۔

کیا نابالغ پر بھی حصول علم فرض ہے

قولہٗ فَاِنْ قِیْلَ شارح وقایہ ایک اعتراض پیش فرمارہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اوپر شارح نے حصول علم کی فرضیت کے سلسلے میں جو حدیث بیان فرمائی ہے ارشاد نبی علیہ السلام طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ۔ ہر مسلمان مرد عورت پر علم دین حاصل کرنا اس کا بنیادی فریضہ ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حصول علم کا فریضہ کب واجب ہوگا قبل یا بعد البلوغ دو ہی زمانہ ہیں اگر قبل البلوغ کی صورت میں حصول علم فرض کیا جائے تو اس وقت انسان غیر مکلف ہے اس پر کوئی چیز فرض نہیں ہوسکتی اور اوپر مذکورہ مسئلہ میں عند البلوغ کی قید ہے اور بلوغ کے وقت قانون شرع سے واقفیت اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جب کہ بالغ ہونے سے پہلے نابالغ پر حصول علم کو واجب کیا جائے اور ایسا کرنا غیر مکلّف کو مکلّف بنانا ہے جو ضابطہ شریعت کے خلاف ہے۔ اور اگر دوسری صورت بعد البلوغ اختیار کی جائے یعنی علم حاصل کرنا بعد البلوغ واجب ہو، تو ایک آزاد عورت بالغ ہونے کے بعد ہی علم دین حاصل کرے گی تو پھر وَلَا یَمْتَدُّ خِیَارُ الْمَجْلِسِ کہنا درست نہ ہوگا۔ یعنی اس مجلس بلوغ تک اختیار فسخ نکاح محدود کردینا معتبر نہ ہونا چاہیے بلکہ حکم

یہ ہونا چاہیے یَمْتَدُّ خِیَارُھَا اِلٰی اٰخِرِ الْمَجْلِسِ وَبَعْدَ الْمَجْلِسِ یعنی مجلس کے بعد تک اختیار فسخ نکاح آزاد عورت کو حاصل ہونا چاہیے تاکہ وہ بالغ ہونے کے بعد شرعی قانون سے واقفیت حاصل کر سکے۔ اور اپنی واقفیت اور علم کی روشنی میں خیار فسخ نکاح کا مثبت یا منفی استعمال کر سکے ...... اس سوال کا جواب شارح وقایہ قُلْنَا اِذَا رَاھَقَ الصَّبِیُّ وَالصَّبِیَّۃُ یعنی ہم اس اعتراض کا جواب ایک شق ثالث اور تیسری صورت اختیار کر کے دینا چاہتے ہیں۔ اور وہ تیسری صورت مراہق اور قریب البلوغ یا تنعم عمر کا زمانہ ہے بچے میں سات سال کے بعد شعور حاصل ہو جاتا ہے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ______ مُرُوْا صِبْیَانَکُمْ بِالصَّلٰوۃِ اِذَا بَلَغُوْا سَبْعًا وَاضْرِبُوْھُمْ اِذَا بَلَغُوْا عَشْرًا۔

مفہوم یہ ہے کہ جب تمہاری اولاد اور بچے سات سال کی عمر کے ہو جائیں تو ان کو نماز اور دین پر عمل کے لیے حکم دو اور نماز کے حکم دینے کے لیے لازمی طور پر حصول علم ضروری ہوگا اور مزید ارشاد نبوی ہے کہ جب بچے دس سال کی عمر میں پہنچ جائیں اور مراہق اور قریب البلوغ ماحول کی حدود میں شامل ہو جائیں اور پھر بھی نماز اور دین سے اعراض کرتے رہیں۔ تو ایسے بچوں کو تنبیہ کرنا اور زیادہ سرکشی کی صورت میں کبھی مار لگا دینا بھی مناسب اور ضروری ہے۔ اس ارشاد نبوی علیہ السلام کی روشنی میں دو مسائل سامنے آتے ہیں جس کو شارح وقایہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔ قولہٗ فَاِمَّا اَنْ یَّجِبَ عَلَیْھِمَا یعنی باشعور عمر میں احکام بلوغ کی تیاری اور عمل کے لیے براہِ راست لڑکے اور لڑکی پر علم حاصل کرنا واجب ہوگا۔ اور دوسری صورت یہ ہے اَوْ یَجِبَ وَلِیِّھِمَا التَّعْلِیْمُ اس صورت ثانی میں پوری ذمہ داری ماں باپ اور سرپرست کی ہوگی کہ اپنے باشعور بچوں کو تعلیم اور احکام شرع سے واقفیت پیدا کرانا

ماں باپ کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ ان بچوں کی بھی ذمہ داری زمانہ مراہق اور عمر باشعور میں ہو جاتی ہے کہ وہ ایمان اسلام اور علم حاصل کرنے میں کوشش شروع کر دیں۔ اور مراہق لڑکے اور لڑکی کیلئے مناسب نہیں ہے ان کو بیکار معطل اور جاہل چھوڑ دیا جائے اس انتظار میں کہ بالغ ہونے کے بعد خود سیکھ لیں گے زندگی کے تجربات اور حقائق گواہ ہیں کہ باشعور اقوام اور مختلف مذاہب عالم اور سماجی تحریکات عرفاً یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ بالغ ہونے سے پہلے علم حاصل کرنا انسان کی بنیادی ذمہ داری ہے اور جو اس ذمہ داری کو پورا نہ کر سکے اور بے علم رہے تو یہ اس کی تقصیر و کوتاہی ہے اس علت تقصیر پر یہ حکم شرع ہے وَلَا یَمْتَدُّ خِیَارُهَا اِلٰی اٰخِرِ الْمَجْلِسِ یعنی مجلس بلوغ یا مجلس علم نکاح میں ہی فیصلہ کرنا ہوگا کہ ولی کا کیا ہوا نکاح تسلیم ہے یا نہیں۔ اور اس کے لیے وہی علم مفید ہوگا جو زمانہ مراہق اور قریب البلوغ وقت تک حاصل کر لیا ہو۔ حرۃ اور آزاد عورت نے۔

عبارت:۔ وَخِيَارُ الْغُلَامِ وَالثَّيِّبِ لَا يَبْطُلُ بِلَا رِضَاءٍ صَرِيْحٍ اَوْ دَلَالَتِهٖ الصَّرِيْحِ اَنْ يَّقُوْلَ رَضِيْتُ وَالدَّلَالَةُ اَنْ يَّفْعَلَ مَا يَدُلُّ عَلَى الرِّضَاءِ كَالْقُبْلَةِ وَاللَّمْسِ وَاِعْطَاءِ الْغُلَامِ الْمَهْرَ وَقَبُوْلِ الثَّيِّبِ الْمَهْرَ وَلَا بِقِيَامِهِمَا عَنِ الْمَجْلِسِ وَشُرِطَ الْقَضَاءُ لِفَسْخِ مَنْ بَلَغَ لَا مَنْ عَتَقَتْ فَاِنَّ فِي الْاَوَّلِ اِلْزَامَ الضَّرَرِ عَلَى الزَّوْجِ بِخِلَافِ فَسْخِ الْمُعْتَقَةِ فَاِنَّهٗ مَنْعُ زِيَادَةِ الْمِلْكِ لِلزَّوْجِ عَلَيْهَا فَاِنَّ اِعْتِبَارَ الطَّلَاقِ عِنْدَنَا بِالنِّسَاءِ فَاِذَا اُعْتِقَتْ صَارَ الْمِلْكُ عَلَيْهَا بِثَلٰثِ تَطْلِيْقَاتٍ بَعْدَ مَا كَانَ بِتَطْلِيْقَتَيْنِ وَيَكُوْنُ الْفَسْخُ اِمْتِنَاعًا عَنْ هٰذَا فَلَا يَحْتَاجُ اِلٰى قَضَاءِ الْقَاضِيْ۔

ترجمہ:۔ اور بلوغ سے پہلے نکاح اگر باپ دادا کے علاوہ کسی اور نے

نکاح کر دیا ہے تو اس صورت میں وقت بلوغ یا وقت علم نکاح (لڑکے اور ثیبہ کا اختیار کے سلسلہ میں باطل اور ختم نہ ہوگا بغیر ایسی رضامندی کے جو صراحۃً اور صاف طریقے سے ہو رضامندی کی صراحت (کا طریقہ) یہ ہے دلالت ہو صراحت کے ساتھ لڑکا یہ کہے کہ میں اس نکاح پر راضی ہوں اور یا دلالتہً رضامندی ایسے ہو کہ لڑکا وہ کام کرے جو کام رضامندی نکاح پر دلالت کرتے ہیں ۔ جیسے بوسہ لے لینا یا چھو لینا یا لڑکے کا لڑکی کو مہر دے دینا ۔ اور ثیبہ لڑکی کا مہر قبول کر لینا وغیرہ ۔ اور لڑکے اور ثیبہ کا اختیار نکاح باطل نہ ہوگا ۔ ـــ ان دونوں کے کھڑے ہونے پر اس مجلس سے اور شرط ہے قضاء قاضی اور عدالت کا فیصلہ لینا نکاح توڑنے کے لیے اس کو جو بالغ ہوا ہی البتہ قضاء قاضی ضروری نہیں ہے اس لڑکی کے لیے جو غلامی سے آزاد ہوئی ہے (دلیل یہ ہے) پس بیشک پہلی صورت (یعنی آزاد ثیبہ عورت کے معاملے) میں ضرر اور نقصان کو لازم کرنا ہے شوہر کے حق میں (نکاح توڑنے کی وجہ سے) برخلاف معتقہ آزاد شدہ عورت کا فسخ نکاح کرنے کے یعنی بیشک فسخ معتقہ میں رد کرنا ہے تعداد طلاق ملکیت زیادہ ہونا شوہر کے لیے معتقہ پر، اس لیے کہ طلاق کا اعتبار عند الاحناف عورتوں (کی کیفیت) کے اعتبار سے معتبر ہے ۔ پس جب کہ باندی آزاد ہوئی تو شوہر کے لیے باندی پر ملکیت طلاق (دو طلاق سے) تین طلاق کی طرف تبدیل ہو جاتا ہے اس کے بعد کہ شوہر کو اولاً (صرف) دو طلاق حاصل تھیں اور فسخ نکاح کرنا معتقہ کی جانب سے (گویا) رد کرنا ہے ۔ اس اضافۂ طلاق کے ثابت ہونے کو اس لیے ضرورت نہیں ہے قاضی کے فیصلے اور عدالت تک جانے کے لیے ۔

توضیح الوقایہ

ماتنؒ اور شارحؒ وقایہ نے ماقبل عبارت میں سکوت البکر عاقلہ بالغہ باکرہ کی خاموشی

کو رضامندی نکاح قرار دیا تھا۔ اب اس مسئلہ میں کچھ ممتاز استثنائی صورتیں، وخیارُ الغلامِ والثیبِ سے بیان فرمارہے ہیں اور صاحب کتاب بتانا چاہتے ہیں کہ وہ لڑکا جس کا نکاح بالغ ہونے سے پہلے کم عمری میں باپ دادا کے علاوہ چچا یا تایا یا ماں یا نانا ماموں نے کرادیا ہو تو بالغ ہونے کے بعد لڑکے کے لیے وقت بلوغ یا نکاح کی اطلاع ملنے پر صرف سکوت اور خاموشی کافی نہیں ہے بلکہ لڑکے کو صاف لفظوں میں اقرار یا انکار نکاح کرنا ہوگا۔ صراحۃً اور صاف طریقہ لڑکے کیلئے بعد البلوغ یہ ہے کہ وہ اعلانیہ کہے۔ میں اس سابق نکاح سے جو بچپن میں کرایا گیا تھا۔ خوشدلی کے ساتھ راضی ہوں اور اگر لڑکا صاف لفظوں میں نہ بھی کہے تو دلالۃً ایسے کام معتبر ہوں گے جو رضامندی نکاح ثابت کرتے ہیں۔ جیسے نکاح کی اطلاع پاکر تقبیل یعنی بوسہ لے لینا یا بیوی مان کر شہوت کے ساتھ چھونا، یا بیوی کو مقدار مہر روپیہ دیدینا یہ تمام چیزیں ایسی علامتیں اور دلالتیں ہیں جو لڑکے کی جانب سے رضامندی نکاح سابق پر دلالت کرتی ہیں، یعنی لڑکا دل سے یہ تسلیم کر رہا ہے کہ بچپن میں کیا ہوا نکاح مجھے منظور اور قبول ہے۔ یہی حکم ثیبہ کے لیے بھی ہے ثیبہ کا نکاح باپ دادا کے علاوہ کسی اور نے قبل البلوغ کرایا ہے تو وقت بلوغ یا نکاح کا علم ہونے کے وقت ثیبہ لڑکی کے لیے سابقہ نکاح پر صاف لفظوں میں رضامندی دینا ہوگی یا دلالۃً ثیبہ ایسے کام کرلے جو بچپن کے نکاح پر رضامندی کی دلالت اور نشانی بن سکتے ہیں۔ جیسے شوہر کو لپٹ جانا، چھونا، تقبیل کرنا، ہاتھ ملانا وغیرہ۔ اور ایسے ہی لڑکے سے مہر قبول کرلینا یہ سب رضامندی کی معتبر نشانی ہیں۔ نتیجہ کلام یہ ہے کہ لڑکا اور ثیبہ احکام رضامندی میں باکرہ بالغہ سے ممتاز ہیں باکرہ کا سکوت اور خاموشی رضامندی ہے لیکن لڑکے اور ثیبہ لڑکی کے لیے وضاحۃً یا دلالۃً رضامندی کا اظہار کرنا ضروری ہے۔ اور یہ لڑکا و لڑکی رضامندی کے لیے

قانوناً مجبور بھی نہیں ہیں۔ بلکہ اگر چاہیں تو اپنے بچپن کے نکاح کو فسخ کرا سکتے ہیں جبکہ یہ نکاح باپ دادا کے غیر نے کرایا ہو۔ کیونکہ باپ دادا کا کرایا ہوا نکاح نافذ واجب العمل اور ناقابل فسخ ہے۔

قولہٗ وَلابِقِيَامِهِمَا عَنِ الْمَجْلِسِ۔ اس کی اصل عبارت یہ ہے اِی لَا يَبْطُلُ خِيَارُ الْغُلَامِ وَالثَّيِّبِ بِقِيَامِهِمَا عَنْ مَجْلِسِ الْبُلُوغِ وَبُلُوغِ خَبَرِ النِّكَاحِ۔

اس عبارت کے ذریعہ ماتن وقایہ اس مسئلے کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ باکرہ بالغہ کے لیے جو اوپر ضابطہ بیان کیا گیا ہے کہ مجلس بلوغ یا مجلس خبر نکاح سے محض کھڑے ہو جانے سے اعراض سمجھا جائے گا اور خیار فسخ باطل ہو جائے گا لیکن خیار غلام اور ثیبہ میں ایسا نہیں ہے۔ غلام کے معنی وہ لڑکا ہے جس کا نکاح بچپن میں ہوا تھا اور اب وہ بالغ ہو گیا ہے اور ثیبہ سے مراد وہ لڑکی جو مرد دیدہ ہے، مرد کے قریب جا چکی ہے قولہٗ ولا بقیامھما کا مطلب یہ ہے کہ لڑکا اور ثیبہ عورت کا قیام عن المجلس مُبْطِل خیار فسخ نکاح نہیں ہے اور یہاں مجلس سے مراد وہ وقت ہے جس میں یہ لڑکا اور لڑکی بالغ ہو رہے ہیں یا وہ وقت مراد ہے جس میں ان کو نکاحِ سابق یعنی بچپن کے نکاح کی اطلاع مل رہی ہے متنِ وقایہ میں الغُلَامِ اور الثَّیِّب کا الف لام عہد خارجی کے لیے ہے قولہٗ وَشَرطُ القضاءِ، یعنی جو لڑکا اور لڑکی باپ دادا کے علاوہ کسی دوسرے کے کرائے ہوئے اپنے بچپن کے نکاح کو وقت بلوغ قانوناً توڑنے اور باقی رکھنے دونوں کا اختیار رکھتے ہیں لیکن بچپن کے نکاح کو تڑوانے کے لیے عدلیہ اور قضائے قاضی ضروری قانونی شرط ہے۔ بشرطیکہ یہ لڑکا

اور لڑکی آزاد عاقل و بالغ ہوں[161]۔ لیکن باندی کے لیے قضائے قاضی ضروری نہیں ہے اس مسئلے کو لامن عتقت سے بیان کیا گیا ہے۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ ہندہ پہلے باندی تھی ہندہ کے مولا بکر نے اپنے اختیار ولایت اجبار کے ذریعہ ہندہ کا نکاح زید سے کر دیا اور نکاح کے بعد ہندہ کو آزاد کر دیا گیا تو اس صورت میں ہندہ کو یہ قانونی اختیار حاصل ہے کہ ہندہ دور غلامی میں کئے گئے نکاح سابق کو آزاد ہونے کے بعد فسخ اور ختم کرنے کا اعلان کر دے، ہندہ کو اس فسخ نکاح کیلیے عدالت اور قضاء قاضی کی ضرورت نہیں ہے۔ کیوں کہ آزادی کے بعد ایک آزاد عورت کی حیثیت سے ہندہ کو یہ قانونی مجاز حاصل ہے۔ کہ وہ پچھلے نکاح کو باقی رکھے یا باطل قرار دیدے۔

دلائل فقہیہ | مسئلہ اولی خیار الغلام والثیب کے لیے فسخ نکاح کرانے کی صورت میں قضاء قاضی اور عدلیہ بنیادی شرط ہے اس شرط کی دلیل شارح وقایہ نے قولہٗ فَاِنَّ فِی الْاَوَّلِ اِلْزَامَ الضَّرَرِ عَلَی الزَّوْجِ سے بیان فرمائی ہے اور فرمانا چاہتے ہیں کہ خیار غلام اور ثیبہ کے سلسلے میں قضائے قاضی کی شرط اس لیے ہے کہ نکاح فسخ کرنے کی صورت میں ایک دوسرے کے حقوق زوجیت ختم کرنا اور نکاح سے حاصل شدہ منافع کو ختم کر کے خصوصاً شوہر کے حق میں ضرر اور نقصان کو لازم کر دینا ہے اور قانون فقہی یہ ہے کہ عاقدین کسی عقد کو جب ختم کرتے ہیں یا ایک دوسرے سے حقوق کے معاملات توڑنا چاہتے ہیں تو اس سلسلے میں رفع منازعت اور معاملات کو یقینی بنانے وتیقن کے لیے قضاء قاضی شرط ہے۔ قاضیٔ اسلام نہ ہو تو اسلامی شرعی پنچایت یا علماء دین کا اجتماعی نظام اس قانونی ضرورت کو پورا کر سکتا ہے۔

دلیل فسخ المعتقہ | امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک بنیادی ضابطہ یہ ہے کہ شریعت اسلام نے عورت

کے لیے طلاق کی تعداد ایک سے تین تک جو اجازت دی ہے اس اجازتِ طلاق کا اعتبار عندالاحناف بالنسا، ہے۔ جب کہ امام شافعیؒ کے نزدیک طلاق کا اعتبار بالرجال ہے۔ بالرجال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مرد آزاد ہے اور بیوی آزاد ہو یا غلام، تو مرد تین طلاق کا مالک ہے اور عندالاحناف اعتبار طلاق بالنسار کا مطلب یہ ہے کہ زید کی بیوی رشیدہ اگر باندی ہے تو زید دو طلاق کا مالک ہے اگرچہ زید آزاد ہو یا غلام۔ اور اگر رشیدہ حرہ اور آزاد عورت ہے تو زید اگرچہ خود غلام بھی ہو تو بھی تین طلاق کا مالک ہے۔

بنیادی ضابطہ یہ ہے کہ رقیت اور غلامی متصّف ہے یعنی غلام مرد وعورت کو آزاد مرد وعورت کے مقابلے پر اکثر مسائل میں تنصیف اور آدھا حق مانا گیا ہے سوائے عبادات کے، جیسے نماز روزہ وہاں آزاد، غلام، سب برابر ہیں۔ غلام مسلمان وہی ہو سکتا ہے جو پہلے کافر تھا۔ بعد میں قید ہو کر دارالاسلام آیا۔ اور اپنی خوشی سے اسلام قبول کر لیا تو یہ مسلمان غلام ہے۔ قرآن پاک نے فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ جیسے ارشاد قرآنی کے ذریعہ مومن غلام کو آزاد کر دینے کی تلقین اور طریقے بیان فرمائے ہیں۔

نتیجہ اختلاف فقہاء شارحؒ وقایہ نے بخلاف فسخ المعتقہ سے ارشاد فرمایا کہ جو باندی اب آزاد ہوئی ہے مذکورہ بالا ضابطہ کے مطابق باندی کے نکاح کے وقت اسکا شوہر صرف دو طلاق کا مالک تھا اور جب وہ باندی آزاد ہو گئی ہے تو اس کے شوہر کو تین طلاق کی ملکیت حاصل ہو گئی ہے جب کہ پہلے صرف دو طلاق کی ملکیت حاصل تھی اب آزاد ہونے کے بعد اگر باندی غلامی سے آزاد ہونے والی عورت دور غلامی کے نکاح کو فسخ اور رد کرنا چاہتی ہے تو اس کا قانونی مطلب یہ ہے کہ وہ عورت

اپنے اوپر ایک طلاق کے اضافے کو روکنا چاہتی ہے۔ اس طرح یہ عورت کا ایک ذاتی معاملے جیسا بن گیا ہے۔ اس لیے شریعت اسلام نے معتقہ اور باندی سے آزاد ہونے والی عورت کے لیے الگ یہ ضابطہ وضع فرمایا۔ بقول شارح وقایہ فَلَا یَحْتَاجُ اِلَی قَضَاءِ الْقَاضِیْ۔ یعنی اس صورت میں عدالت اور قاضی کی ضرورت نہیں ہے بلکہ معتقہ عورت ہی کا اعلان فسخ بین الناس کافی ہے۔

وضاحتِ ضابطہ اوپر جو تنصیف کا ضابطہ بیان کیا گیا ہے اس ضابطے میں کسور کو معتبر نہیں مانا گیا ہے۔ مثلاً یہ کہ طلاق کا آخری عدد تین ہے تین سے زائد طلاق بھی دیجائیں تو تین اور زائد کا حکم واحد ہے تو تنصیف کے ضابطے میں تین کا آدھا ڈیڑھ ہوتا ہے لیکن آدھی کسر کا اعتبار نہ کرتے ہوئے ڈیڑھ کی جگہ دو طلاق باندی کے لیے مقرر کی گئی ہیں۔ یعنی دو طلاق باندی کے لیے آخری عدد ہے جس میں باندی مغلظ ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی آزاد عورت کے لیے مدت عدّت تین حیض ہے اور اگر حیض نہ آتا ہو تو مدت عدّت تین ماہ ہے تو قیاس تنصیف کے مطابق حائضہ باندی کی عدّت ڈیڑھ حیض ہونا چاہیے تھا لیکن کسور کا اعتبار نہ کرتے ہوئے باندی کی مدت عدّت ۲ دو حیض رکھی گئی ہے۔ ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ طَلَاقُ الْاَمَةِ حَیْضَتَانِ، حائضہ باندی کی عدّت طلاق ۲ دو حیض ہے۔

ضابطہ فقہی یہ ہے کہ طلاق اور حیض کا تجزیہ اور ٹکڑے نہیں کیے جاتے بلکہ طلاق اور حیض میں جز بول کر کل مراد ہوتا ہے۔ اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تجھے آدھی یا چوتھائی طلاق دے رہا ہوں تو پوری طلاق پڑتی ہے۔ اور قانون شرع یہ ہیکہ طلاق کا ایک جز بولنے سے کل طلاق ہی مراد ہوتی ہے۔

عبارت :۔ وَاِنْ مَاتَ اَحَدُهُمَا قَبْلَ التَّفْرِيْقِ بَلَغَ اَوْلَا وَرِثَهُ الْاٰخَرُ لِصِحَّةِ النِّكَاحِ بَيْنَهُمَا ۔

ترجمہ :۔ اور اگران دونوں میاں بیوی میں سے کوئی ایک مرجائے تفریق نکاح سے پہلے (مرنے والا) بالغ ہوا ہو یا بالغ نہ ہوا ہو (بہر صورت زوجین ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ اس لیے کہ صحیح نکاح قائم تھا ان دونوں کے بیچ۔

توضیح الوقایہ

نابالغ میاں بیوی کی میراث۔

اس مسئلے کا تعلق ما قبل مذکورہ بالا مسئلہ سے ہے۔ نابالغ لڑکے اور لڑکی کا مسئلے نکاح اوپر ذکر کیا ہوا ہے۔ ماتن وتایہ ان ہی مذکورہ افراد کے لیے بصورت موت احدالزوجین مسئلہ میراث بیان کرنا چاہتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ سعید اور سعیدہ کا نکاح بچپن میں ہوا۔ اس بچپن کے نکاح کی دوشق اور دوصورتیں ہیں۔ (الف) صورت اولیٰ، بچپن میں نکاح ہونے کے بعد لڑکا مرگیا تو لڑکی وارث ہوگی۔ اور اگر لڑکی مرگئی تو لڑکا وارث ہوگا۔ (ب) صورت ثانیہ، یہ ہے کہ بچپن میں میاں بیوی بننے والے لڑکا اور لڑکی بالغ ہوگیے ہیں اوران کو خیار فسخ بھی حاصل ہے لیکن بالغ ہونے کے بعد نکاح فسخ کرنے سے پہلے پہلے شوہر مرگیا ہو یا بیوی مرگئی۔ تو دونوں ایک دوسرے کے وارث مال ہوں گے۔ البتہ تفریق اور فسخ نکاح کے بعد لڑکا اور لڑکی میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کا وارث نہ ہوگا۔ اور اگر نکاح کی حالت میں میاں بیوی دونوں مرجائیں۔ مرنے والے دونوں نابالغ ہوں یا بالغ یا ایک بالغ ہو اور ایک نابالغ۔ تو ایک دوسرے کے مکمل وارث قرار دے کر ان کے پس ماندگان میراث وصول کریں گے اس مسئلہ کی

بنیاد یہ ہے کہ شریعت نے موت کو بغیر وطی مہر اور میراث کا سبب مانا ہے۔ یعنی موت نے مرنے والے کے لیے میراث اور مہر مکمل طور پر ثابت کر دیا ہے دلیل مسئلہ یہ ہے کہ لِصِحَّةِ النِّكَاحِ بَيْنَهُمَا۔ یعنی مذکورہ بالا صورت میں مرنے والے میاں بیوی کے درمیان زندگی میں نکاح صحیح موجود تھا اسلیے میاں بیوی بہر صورت ایک دوسرے کے لیے مستحق میراث قرار دیئے جائیں گے۔ اور موت احد الزوجین میں بغیر ہمبستری کے بھی بیوی کا مہر کامل واجب ہے۔

عبارت: وَالْوَلِيُّ الْعَصَبَةُ اَلْمُرَادُ. اَلْعَصَبَةُ بِنَفْسِهِ اِيْ ذَكَرٌ يَتَّصِلُ بِالْمَيِّتِ بِلَا تَوَسُّطِ اُنْثٰى اَمَّا الْعَصَبَةُ بِالْغَيْرِ كَالْبِنْتِ اِذَا صَارَتْ عَصَبَةً بِالْاِبْنِ فَلَا وِلَايَةَ لَهَا عَلٰى اُمِّهَا الْمَجْنُوْنَةِ وَكَذَا الْعَصَبَةُ مَعَ الْغَيْرِ كَالْاُخْتِ مَعَ الْبِنْتِ لَا وِلَايَةَ لَهَا عَلٰى اُخْتِهَا الْمَجْنُوْنَةِ۔

ترجمہ:۔ اور ولی عصبہ ہوگا (نکاح وغیرہ کے لیے) عصبہ سے مراد عصبہ بنفسہ ہے۔ یعنی ایسا مذکر رشتہ دار جو میت یا مورث سے متصل ہو بلا تذکرہ واسطہ انثیٰ کے (جیسے چچا اور چچا کا بیٹا وغیرہ) اور عصبہ بالغیر جیسا کہ بیٹی جب کہ وہ عصبہ بن جائے بیٹا ہونے کے سبب سے پس کوئی اختیار اور ولایت حاصل نہیں ہے اس بیٹی کو مجنونہ ماں کے اوپر اور یہی حکم ہے عصبہ مع الغیر کے لیے جیسا کہ بہن بیٹی کے ساتھ عصبہ مع الغیر ہوتی ہے اس کو کوئی اختیار اور ولایت حاصل نہیں اپنی مجنونہ بہن پر۔

توضیح الوقایہ۔ اصطلاحات الفقہیہ کی تشریحات

عصبہ کے لفظی معنیٰ پٹھے اور جماعت کے ہیں اور اصطلاح فقہ میں عصبہ ایسے رشتہ اور قرابت کے لیے بولتے ہیں جو باپ بیٹے کی قرابت سے مذکر رشتہ

ہو یعنی کسی شخص کے مذکر جز نیچے تک جیسے بیٹا پوتا پر پوتا وغیرہ ۔ یا اصل قریب یا اصل بعید یا ان دونوں کا جز مذکر رشتے عصبہ نسبی کہلائیں گے ۔ عصبہ کی دو قسمیں ہیں ۔ (۱) عصبہ نسبی جس کی تعریف اوپر مذکور ہوئی ہے ۔ (۲) عصبہ سببی، جو کسی خاص سبب شرعی کی بناء پر عصبہ ہو ۔ عصبہ سببی کے تین حال ہیں ۔ (۱) مولیٰ عتاقہ جس نے غلام کو آزادی دی ہے وہ عصبہ سببی ہے ۔ (۲) عصبہ بسبب الاسلام کسی کے ہاتھ پر اسلام لانے سے کوئی شخص یہ معاہدہ کرے اِنْ جَنَیْتُ فَارْشِیُ علیك یعنی اگر میں نے کوئی جنایت کی تو اس کی دیت آپ کے ذمہ ہے (۳) مولاء موالاۃ ۔ یعنی کوئی شخص مجہول النسب غیر معروف ہو وہ کسی مسلمان سے یہ معاہدہ کرے کہ اِنْ جَنَیْتُ فَاَرْشِیُ عَلَیْكَ اس صورت میں مولیٰ عصبہ سببی بن جاتا ہے ۔ اور وارث شرعی ہونے کی صورت میں عصبہ سببی میراث بھی پاتا ہے ۔

تفصیل قسم اوّل عصبہ نسبی

یعنی وہ مذکر رشتہ جو نسب کی وجہ سے ہوں اس کی تین قسمیں ہیں ۔

(۱) عصبہ بنفسہ، (۲) عصبہ بالغیر، (۳) عصبہ مع الغیر ۔ (۱) عصبہ بنفسہ کی تعریف گزر چکی ہے (۲) دوم عصبہ بغیرہ ۔ وہ عورتیں کہلاتی ہیں جن کا حصہ وراثت میں مقرر ہونے کی بناء پر اصلاً وہ ذوالفروض ہیں لیکن یہ عورتیں جب اپنے بھائیوں کے ساتھ ہوتی ہیں تو لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کے اصول سے ترکہ میں شریک ہو جاتی ہیں ۔ ایسی چار عورتیں عصبہ بغیرہ کہلاتی ہیں ۔ جیسے کہ ؁۱ بنت (بیٹی) ؁۲ بنت الابن (پوتی) ؁۳ اخت عینی (حقیقی بہن) ؁۴ اخت علاتی (باپ شریک بہن ۔ عصبہ کی تیسری قسم ۔ عصبہ مع غیرہ یعنی وہ عورتیں جو دوسری مخصوص عورتوں کی موجودگی میں عصبہ بن جاتی ہیں ایسی صرف دو عورتیں ہیں ۔ ؁۱ ۔ اُخْتِ عَیْنِی (یعنی حقیقی بہن ؁۲ ۔ اُخْتِ عَلَّاتِی (باپ

شریک بہن) اخت عینی اور اخت علاتی جب کہ میت کی بیٹی یا پوتی کے ساتھ جمع ہو جائیں۔ تو عصبہ مع الغیر بن جاتی ہیں۔ اور ارشاد نبی علیہ السلام ہے اِجْعَلُوا الْاَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةً یعنی بہنوں کو بیٹوں کے ساتھ عصبہ بناؤ اس لیے کہ یہ عصبہ مع غیرہ کہلاتی ہیں

وارث نکاح افراد عصبہ بنفسہ عصبہ بنفسہ کی چار قسمیں ہیں۔ اور یہ تمام افراد اور اقسام مذکر ہوتے ہیں۔

قسم اوّل فروع المذکر سافل اور نیچے تک جیسے بیٹا اور پوتا وغیرہ اور نیچے تک۔ (۲) قسم الثانی۔ اَلْاُصُوْلُ الْمُذَکَّر اوپر تک جیسے باپ دادا، پر دادا۔ اوپر تک (۳) قسم الثالث۔ فروع اصل القریب۔ یعنی اَخِ عَیْنِی، اخ علاتی، اور ان کے ابناء جیسے حقیقی بھائی اور باپ شریک بھائی اور پھر اس کا بیٹا آخر تک۔ پھر علاتی بھائی پھر اس کا بیٹا پھر اس کا بیٹا آخر تک۔ (۴) قسم الرابع فروع اَصْلِ الْبَعِیْدِ یعنی عم عینی عم علاتی اور ان کے ابناء جیسے دادا کی اولاد مذکو عینی یعنی حقیقی چچا پھر اس کا بیٹا پھر اس کا بیٹا علاتی یعنی باپ شریک چچا پھر اس کا بیٹا پھر اس کا بیٹا نیچے تک۔

ضابطہ فقہی تمام اقسام کے لیے یہی ضابطہ فقہی رہے گا۔ جس کو صاحب شرح وقایہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ۔ یعنی قسم الاوّل قسم ثانی پر اور ثانی ثالث پر اور ثالث رابع پر مقدم برائے میراث و ولایت نکاح قرار دیا جائے گا۔

صاحب شرح وقایہ نے اس کو اس طرح بیان فرمایا ہے ثم الترجیح بقوۃ القرابۃ۔ یعنی عینی مقدم ہے علاتی پر، اور علاتی مقدم ہے اخیافی پر نیز عم اخیافی یعنی چچا، ماں شریک عصبہ نہیں ہوتا بلکہ ذوی الارحام میں داخل ہیں۔

اقسام القرابت باعتبار میراث اللہ تعالیٰ نے تقسیم میراث اور ثبوت قرابت کے لیے جو نظام مقرر فرمایا ہے

اس کے اعتبار سے رشتے قرابت کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔

۱۔ ذوی الفروض یعنی وہ رشتے دار جن کا حصہ اور میراث شریعت اسلام نے آیت کریمہ۔ یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ الخ سے پ۴ میں باوضاحت بیان فرمایا ہے اور مزید وضاحت احادیث نبویہ میں کی گئی ہے ذوالفروض کل بارہ ۱۲ ھیں۔ چار مرد اور آٹھ عورتیں۔

چار مرد یہ ہیں ۱ اب (باپ) ۲۔ جد الصحیح (یعنی دادا) ۳ زوج (یعنی شوہر) ۴۔ اخ الاخیافی (یعنی ماں شریک بھائی)

ذوالفروض میں اٹھ۸ عورتیں یہ ھیں۔ ۱۔ زوجہ (یعنی بیوی) ۲۔ بیٹی ۳ پوتی۔ ۴۔ حقیقی بہن۔ ۵۔ علاتی بہن (یعنی باپ شریک بہن) ۶۔ اخیافی بہن (یعنی ماں شریک بہن۔ ۷۔ والدہ ۸۔ جدہ (یعنی دادی اور نانی)

قسم الثانی عصبہ جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے

قسم الثالث، ذوالارحام یعنی وہ رشتے جو مونث کے واسطے سے مذکور ہوتے ہیں اور ان کے ثبوت قرابت کے لیے واسطہ انثیٰ کا تذکرہ ضروری ہے۔ جیسے نانا، ماموں، خالہ وغیرہ

ذوالارحام کی تفصیل یہ ہے۔ بنیادی طور پر ذوالارحام چار قسم کے ہیں ۱۔ فروع المیت سونثات، جیسے بیٹی، پوتی کی اولاد (خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں نیچے تک ۲۔ اصل المیت، یعنی میت کے نانا، وجدات اوپر تک ۳۔ فرع الاب وفرع ام المیت، یعنی باپ اور ماں کی فرع اس قسم میں بہنوں اور ماں شریک بھائیوں کی اولاد اور عینی علاتی بھائیوں کی لڑکیاں، مثلاً بھانجے بھانجیاں بھتیجیاں، اخیافی بھتیجے شامل ہیں۔ ۴۔ فَرْعُ الْجَدِّ وَفَرْعُ الْجَدَّةِ الْمَیِّتِ یعنی دادا دادی، نانا، نانی کی فرع اس قسم میں پھوپھیاں، اخیافی یعنی ماں شریک

چچا، ماموں، خالہ اور ان کی اولادیں اور عینی علاتی چچا کی لڑکیاں شامل ہیں

ضابطہ فقہی اور قانونی شرع یہ ہے کہ اگر یہ چاروں اقسام موجود ہوں تو بالترتیب ترجیح میراث اور ولایت نکاح قسم اوّل کو حاصل ہوگی اور اس کے بعد قسم دوم، پھر سوم، پھر چہارم کو نکاح نابالغ اور میراث کا حق حاصل ہوگا یہی ضابطہ عصبات کے لیے ہے جس کو صاحب شرح وقایہ نے الاقرب فالاقرب سے بیان فرمایا ہے یعنی رشتہ کی قرابت اور نزدیکی رشتہ مقدم ہوگا مذکورہ بالا فقہی ضوابطے کی روشنی میں عمل کیا گیا ہے اور ترتب قرابت اور عینی، علاتی، اخیافی رشتوں کی ترتیب محفوظ رکھی جائے گی۔

عبارت: عَلٰی تَرْتِیْبِ الْاِرْثِ وَالْحَجْبِ اِیْ قُدِّمَ الْجُزْءُ وَاِنْ سَفَلَ ثُمَّ الْاَصْلُ وَاِنْ عَلَا ثُمَّ جُزْءُ الْاَصْلِ الْقَرِیْبِ کَالْاَخِ ثُمَّ بَنُوْهُ وَاِنْ سَفَلُوْا ثُمَّ جُزْءُ الْاَصْلِ الْبَعِیْدِ کَالْعَمِّ ثُمَّ بَنُوْهُ وَاِنْ سَفَلُوْا ثُمَّ عَمُّ اَبِیْهِ ثُمَّ بَنُوْهُ وَاِنْ سَفَلُوْا ثُمَّ عَمُّ جَدِّهٖ ثُمَّ بَنُوْهُ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ ثُمَّ التَّرْجِیْحُ بِقُوَّةِ الْقَرَابَةِ اِیْ قُدِّمَ الْاَعْیَانِیُّ عَلَی الْعَلَّاتِیِّ بِشَرْطِ حُرِّیَّةٍ وَتَکْلِیْفٍ وَاِسْلَامٍ فِیْ وَلَدٍ مُسْلِمٍ دُوْنَ کَافِرٍ ثُمَّ الْاُمُّ ثُمَّ ذُوالرَّحِمِ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ ثُمَّ مَوْلَی الْمُوَالَاةِ اِیْ مَنْ لَّا وَارِثَ لَهٗ وَوَالٰی غَیْرَهٗ عَلٰی اَنَّهٗ اِنْ جَنٰی فَاَرْشُهٗ عَلَیْهِ وَاِنْ مَاتَ فَمِیْرَاثُهٗ لَهٗ ثُمَّ قَاضٍ فِیْ مَنْشُوْرِهٖ ذٰلِكَ اِیْ کُتِبَ فِیْ مَنْشُوْرِهٖ اَنَّ لَهٗ وِلَایَةَ التَّزْوِیْجِ۔

ترجمہ: اور ولی عصبہ بنفسہ کا حق ولایت) میراث اور محرومیٔ میراث کی ترتیب (شرعی) کے مطابق ہوگا یعنی جز ئیت مرد اور عورت کو مقدم کیا جائے گا اگرچہ وہ نیچے تک ہو (جیسے بیٹا اور پوتا وغیرہ) پھر اصل قریب پھر

اصل بعید، جیسے باپ دادا، اگرچہ اوپر تک ہوں، پھر اصل قریب (یعنی باپ) کا جزء کہ حقیقی بھائی، یا عینی یا علاتی بھائی پھر اس کے بیٹے (یعنی بھتیجے) اگرچہ نیچے تک ہوں۔ پھر اصل بعید (یعنی دادا کا جزء) جیسا کہ (عینی علاتی) چچا۔ پھر عینی علاتی چچا کے بیٹے اگرچہ نیچے تک ہوں۔ پھر مورث یا میت کے باپ کا چچا پھر اس باپ کے چچا کے بیٹے اگرچہ نیچے تک ہوں۔ پھر مورث کے دادا کا چچا [illegible] دادا کے چچا کے بیٹے اس ضابطہ فقہی کے مطابق الاقرب فالاقرب۔ یعنی قسم اوّل قسم دوم پر، اور دوم سوم پر، اور سوم چہارم پر مقدم ہوگا جو اوپر تفصیل مذکور ہوئی ہے اس کے مطابق پھر ترجیح قوت قرابت کے ساتھ ہوگی یعنی (میراث اور حق ولایت نکاح کے لیے) عینی یعنی حقیقی رشتہ علاتی صرف باپ شریک پر مقدم ہوگا۔ (عصبہ بنفسہ کے ولی ہونے کیلیے) شرائط یہ ہیں آزاد عاقل و بالغ ہونا اور مسلمان ہونا (حق ولایت کا تعلق) صرف مسلمان کے بچے" کے معاملے میں ہے کافر کے لیے نہیں ہے (کیونکہ کافر بچے" کا ولی دوسرا کافر ہو سکتا ہے) (پھر حق ولایت) ماں (کے لیے) پھر ذوالارحام (کے لیے اگر عصبہ موجود نہ ہو) الاقرب فالاقرب کے ضابطے کے مطابق یعنی ذوالارحام کی مذکورہ بالا اقسام میں سے قسم اوّل قسم ثانی پر مقدم ہوگا۔ اور قسم ثانی ثالث پر اور ثالث قسم رابع پر مقدم ہوگا۔ برائے حصول میراث اور ثبوت حق ولایت النکاح۔ پھر حق ولایت مولا، موالاۃ (یا مولا عتاقہ کو حاصل ہوگا) یعنی وہ شخص جس کا کوئی وارث نہ ہو اور وہ کسی غیر شخص سے موالاۃ اور (تعلق اس شرط پر) قائم کرلے کہ اگر وہ کوئی جنایت کرے گا تو اس جنایت کی دیت اس مولیٰ کے ذمہ ہوگی اور جب وہ شخص مر جائے گا تو اس کی میراث اس مولیٰ کی ملک ہوگی۔ (پھر حق ولایت للنکاح) اور پھر اس قاضی کے لیے ہے کہ اس کے فرمان شاہی میں یہ لکھا ہوا ہو کہ اس قاضی کو (امیر المومنین کی جانب سے) ولایت تزویج اور نکاح کرنے کا حق حاصل ہے۔

توضیح الوقایہ مذکورہ بالا عبارت میں صاحب وقایہ نے ولایت نکاح کی تفصیلات اور معیار اور شرائط اور ضوابط یہاں بیان فرمائے ہیں اس کی تفصیلات اوپر ۔۔ عبارت توضیح الوقایہ میں واضح ہو چکی ہیں۔ اور مقصد عبارت ولایت نکاح کو بیان کرنا ہے اور مسئلہ کا تعلق نابالغہ لڑکی اور نابالغ لڑکے کے لیے۔ قبل البلوغ اختیار نکاح سے ہے۔ ولایت اجبار کس کو حاصل ہے اس کی تفصیلات اس عبارت میں مذکور ہیں۔

عبارت» وَ لِلْاَبْعَدِ يُزَوِّجُ بِغَيْبَةِ الْاَقْرَبِ مَا لَمْ يَنْتَظِرِ الْكُفُوءُ الْخَاطِبُ الْخَبَرَ مِنْهُ وَعَلَيْهِ الْاَكْثَرُ وَ مُدَّةُ السَّفَرِ عِنْدَ جَمْعٍ مِنَ الْمُتَاَخِّرِيْنَ ۔ اِعْلَمْ اَنَّ لِلْاَبْعَدِ وِلَايَةَ التَّزْوِيْجِ عِنْدَ غَيْبَةِ الْاَقْرَبِ غَيْبَةً مُنْقَطِعَةً وَتَفْسِيْرُهَا عِنْدَ الْاَكْثَرِ مَا ذُكِرَ وَهُوَ قَوْلُهُ مَا لَمْ يَنْتَظِرْ اَیْ مُدَّةً لَمْ يَنْتَظِرِ الْكُفُوءُ الْخَاطِبُ ثُمَّ عَطَفَ عَلٰى قَوْلِهٖ مَا لَمْ يَنْتَظِرْ قَوْلَهٗ وَ مُدَّةُ السَّفَرِ عِنْدَ جَمْعٍ مِنَ الْمُتَاَخِّرِيْنَ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى ۔

ترجمہ۔ اور ولی بعید نکاح کر سکتا ہے بوجہ غائب ہونے ولی قریب کے بشرطیکہ نہ انتظار کرے پیغام نکاح دینے والا کفو، شرعی خبر حاصل کرنے کو اس غائب ولی قریب سے اور اس قول پر اکثر فقہاء کا قول ہے اور مدّت سفر (یعنی تین دن تین رات کے سفر کی مسافت شرعی جو برّی اور خشکی کے راستہ سے اڑتالیس میل یا تقریباً ستتر کلومیٹر کا فاصلہ ہوتا ہے) تمام متاخرین کے نزدیک (یہ حکم ہے)

یہ مسئلہ جان لیجیے۔ کہ ولی بعید کے لیے حق ولایت نکاح معتبر ہے ولی قریب کے غائب ہونے کے وقت (بشرطیکہ وہ غائب ہونا) غیبۃ منقطعہ ہو اور غیبۃ منقطعہ کا مفہوم اکثر فقہاء کے نزدیک وہ ہے جو ماتن نے ذکر کیا ہے

یعنی ماتن کا یہ قول مَالَمْ یَنْتَظِرْ یعنی اتنی مدّت اور مسافت ولی قریب کی ہوکر اس کی اجازت آنے تک) انتظار نہ کرسکے۔ پیغام نکاح دینے والا کفو، شرعی پھر (مائن وقایہ نے) عطف کیا ہے اپنے قول اوّل مَالَمْ یَنْتَظِرْ پر اپنے قول ثانی وَمُدَّۃ السفر پر یعنی جماعت متاخرین کے نزدیک مسافت سفر شرعی معتبر ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

توضیح الوقایہ

ولی بعید اور قریب کی تفصیل اوپر کی عبارت میں واضح ہوچکی ہے۔ یعنی اوّل عصبہ بنفسہٖ کے افراد ہیں۔ عصبہ بنفسہٖ نہ ہونے کی صورت میں ماں پھر ذوالارحام ولی نکاح شرعاً معتبر ہے اور ضابطہ فقہی یہی معتبر رہے گا الاقرب فالاقرب یعنی ولی قریب ولی بعید پر مقدّم ہوگا۔ ولی قریب اور بعید کا مفہوم یہی ہے کہ صاحب میراث محجوب اور محروم میراث پر مقدم ہوگا۔ یا یوں سمجھ لیجیے کہ عصبہ بنفسہٖ کی قسم اوّل قسم ثانی پر اور ثانی ثالث پر اور ثالث رابع پر مقدم ہوگی۔ اور عصبہ بنفسہٖ کی قسم رابع ماں پر، اور ذوالارحام پر مقدم ہوگی۔ ذوالارحام کے اقسام میں بھی یہی ضابطہ جاری رہے گا صاحب وقایہ نے وَالْاَبْعَدُ یُزَوِّجُ بِغَیْبَۃِ الْاَقْرَبِ سے اس طرف اشارہ کیا ہے ولی ابعد اور اقرب ایک امر اضافی ہے مثلاً اب ولی اقرب ہے۔ بمقابل جد اور دادا کے۔ لیکن اگر باپ فوت ہو جائے تو دادا دوسرے اقارب کے مقابلے پر ولیٔ اقرب بن جائے گا۔ اور دوسرے لوگ بالترتیب ولی ابعد کہلائیں گے۔ مذکورہ عبارت میں ایک خاص صورت کو بیان کیا گیا ہے اور اس صورت میں مسئلہ کو بنیادی علّت ولایت پر قائم ہے۔ علت ولایت عند الفقہاء نظر و شفقت کیساتھ لڑکی کو نفع پہنچانا ہے اس لیے ولیٔ اقرب کی ولایت کو اصطلاح فقہاء میں ولایت نظر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مذکورہ صورۃ مسئلہ میں زید کفو صحیح کے ساتھ ہندہ کے لیے اصالۃً یا وکالۃً یا ولیاً پیغام

نکاح لیکر آیا اور اتفاق سے ہندہ صغیرہ کا ولی قریب مدۃ سفر شرعی کے مقدار
سفر میں چلا گیا ہے دوسری طرف زید انتظار اور تاخیر کے لیے تیار نہیں ہے اور
کفو صحیح مل رہا ہے تو ولایت نظری ہونے کی بناء پر شریعت اسلام نے
ولی قریب کا اختیار بترتیب شرعی ولی بعید کو برائے نکاح صغیرہ عطاء فرمایا ہے
کیونکہ حدیث شریف میں کفو صحیح مل جانے پر تعجیل بالنکاح کی تاکید منقول ہے
غیبت منقطعہ سبب انتقال ولایت من الاقرب الی الابعد مانی گئی ہے
اس کی ایک تشریح متقدمین کے نزدیک ہے اور ثانی تشریح مدۃ سفر شرعی
کے اعتبار سے متاخرین کے مسلک سے صاحب وقایہ نے اپنے متن میں ذکر
فرمائی ہے لیکن غیبت منقطعہ کی اور بھی متعدد صورتیں ممکن الوقوع ہیں مثلاً یہ
کہ ولی اقرب مفقود الخبر ہو جائے ثانی یہ کہ ولی اقرب مجنون ہو جائے ثالث
یہ کہ ولی اقرب فوت ہو جائے۔ فوت ہونے کی صورت میں بلا تامل البعد
اقرب بن جائے گا۔ لیکن دیگر متعدد صورتوں میں غیبت منقطعہ کے لیے کوئی جامع
ضابطہ اور اصلِ فقہیہ کو معیار ماننا ضروری ہوگا۔ غیبت منقطعہ کے لیے اصل
فقہی اور ضابطہ مستحکم یہ رہے گا۔ کہ ولی اقرب اگر اس طرح غائب ہو جائے کہ اس
کی خبر اور اجازت ملنا ـــــ کفو خاطب کی موجودگی تک ممکن نہ ہو سکے تو ولی بعید
قریب کی جگہ ہے اور عصری حالات کے ذریعے مدت سفر کے باوجود بھی اگر عام
طور پر ولی اقرب کی اجازت حاصل کرنا ممکن العمل ہوا اور کفو صحیح کے فوت
ہونے کا تیقن نہ ہو تو پھر ولی قریب ہی کی اجازت اور ولایت نظری پر قرار رہے
گی۔ کیونکہ آج کل جدید مواصلاتی نظام سے استفادہ اور غائب شخص کی خبر حاصل
کرنا زیادہ ممکن ہے اس لیے کوشش کر کے ولی اقرب کو تلاش کیا جائے وہ گم شدہ نہ مل
سکے تو ولی بعید کو حق ولایت حاصل ہو جائے گا۔

عبارت:- وَوَلِیُّ الْمَجْنُوْنَةِ اِبْنُهَا وَلَوْ مَعَ اَبِيْهَا بِنَاءً عَلٰی مَا ذُكِرَ اَنَّ

الابن مُقَدَّمٌ فِي العُصُوبَةِ عَلَى الأَبِ۔

ترجمہ:۔ اور مجنونہ عورت کا ولیِ نکاح اس کا بیٹا ہوگا اگرچہ اس مجنونہ کا باپ موجود ہو۔ (عند الشیخین) اس بنیاد پر جو عصبہ بنفسہ کی اقسام میں ذکر کیا جاچکا ہے کہ بیٹا (جزء ہونے کی بنا پر مقدم رہے گا عصبہ ہونے میں باپ پر۔

توضیح الوقایہ

اس مسئلہ میں حضرت امام محمدؒ کا اختلاف ہے امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر مجنونہ کی ولایت کیلئے بیٹا اور باپ دونوں موجود ہوں تو ولیِ نکاح امام محمدؒ کے نزدیک باپ قرار دیا جائے گا دلیل یہ ہے کہ باپ بیٹے کے مقابلے پر نظر و شفقت اور انجام بینی زیادہ رکھتا ہے امام ابوحنیفہ اور امام ابی یوسفؒ کا مسلک صاحب وقایہ نے ذکر کردیا ہے۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ بیٹا عصبہ بنفسہ کے ضابطہ کے مطابق باپ پر مقدم ہے اور جزء المیت ہونے کی بنا پر بیٹا باپ کیلئے ماں کی میراث میں نقصان کے اعتبار سے حاجب بھی ہے۔ مثلاً ہندہ فوت ہوجائے اور بیٹے کو چھوڑے تو باپ کو صرف سدس ــــ حصہ، یعنی ایک روپیہ کا چھٹواں حصہ جو سترہ پیسے کے برابر ہوتا ہے باپ کو ملے گا۔ باقی مال بیٹے کا ہوگا۔ عصبہ ہونے کی بنا پر اور یہ ولایت نکاح اسی ضابطہ عصبہ اور ضابطہ میراث پر مبنی ہے۔ جیسا کہ ماتن وقایہ نے اوپر فرمایا ہے عَلَىٰ تَرْتِيبِ الإِرْثِ وَالحَجْبِ، یعنی میراث پانے کے اعتبار سے اور محجوب و محروم میراث ہونے کے اعتبار سے عصبہ کو ولایت نکاح حاصل ہوگی

حجب کے معنی شخص معین کو میراث سے روک دینے کے ہیں، شرعی ضابطہ میراث کے مطابق حجب کی دو قسمیں ہیں۔ ۱ حجب حرمان ۲ حجب نقصان۔

(۱)۔ حجب حرمان کی شریعت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کو مکمل طور پر میراث سے محروم کردے۔ جیسے میت کا بیٹا پوتے کو، یعنی ابن الابن کو مکمل طور پر محروم میراث کردیتا ہے (۲) حجب نقصان کی تعریف یہ ہے کہ ایک فرد دوسرے فرد کو

جزوی طور پر میراث میں کمی کر دے۔ جیسے ماں ثلث مال کی مستحق ہے البتہ بیٹے یا دو بھائی یا دو بہن کی موجودگی میں ماں کی میراث ثلث تہائی کے بجائے سدس یعنی چھٹواں حصہ ملتا ہے ثلث اور تہائی کے معنی یہ ہیں کہ سو ۱۰۰ روپیہ میں تقریباً سو تینتیس ۳۳ روپئے۔ اور سدس کے معنی یہ ہیں کہ سو روپیہ میں تقریباً ستر ۱۷ روپیہ کچھ پیسے کم محروم میراث کرنے والے کو حاجب اور محروم ہونے والے کو محجوب کہتے ہیں۔

عبارت | وَتُعْتَبَرُ الْكَفَاءَةُ فِي النِّكَاحِ نَسَبًا فَقُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ كُفُوٌ لِبَعْضٍ وَالْعَرَبُ بَعْضُهُمْ كُفُوٌ لِبَعْضٍ اِيْ الْعَرَبُ الَّذِيْنَ لَمْ يَكُوْنُوْا مِنْ قُرَيْشٍ بَعْضُهُمْ اَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ اِعْلَمْ اَنَّ كُلَّ مَنْ هُوَ مِنْ اَوْلَادِ نَضْرِ بْنِ كِنَانَةَ قُرَيْشٌ وَاَمَّا اَوْلَادُ مَنْ هُوَ فَوْقَ النَّضْرِ فَلَا وَاِنَّمَا خُصَّ الْكَفَاءَةُ فِي النَّسَبِ بِالْعَرَبِ لِاَنَّ الْعَجَمَ ضَيَّعُوْا اَنْسَابَهُمْ۔

ترجمہ:۔ اور کفو معتبر ہے نکاح میں نسب کے اعتبار سے اس کے لیے اصل قریشی خاندان بعض ان میں سے بعض کے لیے کفو اور برابر ہے یعنی اہل عرب جو اصل قریشی نہیں ہیں ان میں سے بعض بعض کے لیے ایک دوسرے کا کفو ہیں۔ یہ بات جان لیجئے کہ تمام وہ لوگ جو کہ نضر بن کنانہ مکی کی اولاد میں سے ہیں وہ سب لوگ (اصل) قریشی ہیں اور لیکن ان لوگوں کی اولاد جو نضر بن کنانہ سے اوپر خاندانی نسب رکھتے ہیں۔ وہ لوگ اصل قریشی نہیں ہیں اور انہیں کے سوا انہیں ہے کہ کفو کو خاص کیا گیا ہے۔ نسب میں اہل عرب کے لیے اس لیے کہ اہل عجم نے اپنے نسب کو (غیر محفوظ) اور ضائع کر دیا ہے

توضیح الوقایہ | الکفاءۃ والکفاء لغۃً وہ کیفیت اور حالت جس کے ذریعہ کوئی چیز دوسری شئی کے برابر ہو جائے

یعنی مُساوٰتِ حالات کے لیے کفور بولتے ہیں۔

اصطلاحِ شریعت میں کفارۃ یا کفو کی تعریف یہ ہے۔ اَلْکَفَاءَۃُ هِیَ الْمُسَاوَاۃُ الْمَخْصُوْصَۃُ بَیْنَ الزَّوْجَیْنِ اَوْکَوْنُ الزَّوْجِ نَظِیْرُ الزَّوْجَۃِ

یعنی کفارۃ اور کفور کے معنی جو معتبر فی النکاح ہے یہ ہے۔ زوجین کے درمیان شرعی ضابطہ کے مطابق خصوصی برابری۔ اور ثانی تعریف یہ ہے کہ زوج اپنے اوصاف نسبی یا اوصاف ذاتی کے اعتبار سے شرعاً زوجہ کے لیے نظیر اور مماثل اور اس جیسا ہو۔ شریعت اسلام نے مسئلہ الکفور فی النکاح کے سلسلے میں دو قسم کے معیار مقرر فرمائے ہیں۔

مِعْیَارِ اوّل۔ شرافتِ نسبی۔ جیسے قریشی عربی ایک دوسرے کیلیے شرعاً کفور ہیں۔

دوسرا۔ معیارِ حسبی۔ یعنی اوصاف ذاتی کے اعتبار سے زوجین کے لیے معتبر مانا گیا ہے جس کی تفصیل ماتن وشارح وقایہ نے وَفِی الْعَجَمِ، اِسْلَامًا وَّحُرِّیَّۃً وَّدِیَانَۃً وَّمَالًا وَّحِرْفَۃً الخ سے فرمائی ہے۔

قولہ، اعلم الخ، شارح وقایہ اس عبارت کے ذریعہ یہ بتانا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں وضاحت فرما رہے ہیں کہ نضر بن کنانہ کی اولاد سے جو لوگ منسوب ہیں وہ اصل قریشی ہیں۔ عربی النسل زوج کے حکم میں ممتاز ہیں ان کا حکم ماتن نے اس طرح بیان کیا ہے۔ وَالْعَرَبُ بَعْضُهُمْ کُفُوْءٌ لِبَعْضٍ۔ یعنی قریش کے علاوہ دوسرے عربی النسل لوگ تحفظ نسب کے سبب سے ایک دوسرے کا کفور شرعی للنکاح ہیں۔ عربوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کو عجم کہا جاتا ہے ان لوگوں کے احکامات مسئلہ کفور میں مختلف عن العرب ہیں۔

اور اس کی علت شارح وقایہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ اِنَّ الْعَجَمَ ضَیَّعُوْا اَنْسَابَهُمْ۔ یعنی اہل عجم عمومی طور پر اپنے نسب نامے کو

ع۱۔ قواعد الفقہ ص ۴۴۲۔

غیر محفوظ کر چکے ہیں۔ البتہ جو حضرات اہل عجم ایسے نہیں ہیں بلکہ ان کے پاس معتبر نسب نامے محفوظ ہیں۔ مثلاً حضرات سادات الاصل شیوخ۔ صدیقی۔ فاروقی عثمانی علوی۔ اور مدینہ منورہ سے تعلق رکھنے والے اصل انصاری حضرات جن کے خاندانی نسب نامے محض سماعت اور بے ثبوت روایت پر نہ ہوں بلکہ حقیقۃً محفوظ اور معتبر ہوں۔ تو وہ ایک دوسرے کا کفو بن جائیں گے نبی علیہ السلام سے آدم علیہ السلام تک نسب نامے کے سلسلے میں مختلف روایات ہیں۔ لیکن سرور المحزون میں شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عدنان تک نسب نامہ متفق علیہ ہے متفقہ نسب نامہ مندرجہ ذیل ہے۔ قریشی کون کھلاتے ھیں ۔ یہ مسلسل نسب نامہ شریفے ثابت ہے: حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصیّ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان (متفق علیہ ہے) اسطرح حضرت نضر بن کنانہ تک اولاد قریش ہے۔

عبارت:۔ وَفِي الْعَجَمِ إِسْلَامًا فَذُو أَبَوَيْنِ فِي الْإِسْلَامِ كُفُوءٌ لِذِي آبَاءٍ فِيهِ وَمُسْلِمٌ بِنَفْسِهِ غَيْرُ كُفُوءٍ لِذِي أَبٍ فِيهِ وَلَا ذُو أَبٍ فِيهِ لِذِي الْأَبَوَيْنِ فِيهِ وَحُرِّيَّةً فَلَيْسَ عَبْدٌ أَوْ مُعْتَقٌ كُفُوءَ الْحُرَّةِ أَصْلِيَّةٍ وَلَا مُعْتَقٌ أَبُوهُ لِذَاتِ أَبَوَيْنِ حُرَّيْنِ وَدِيَانَةً فَلَيْسَ فَاسِقٌ كُفُوءَ الْبِنْتِ الصَّالِحِ وَإِنْ لَمْ يُعْلِنْ فِي اخْتِيَارِ الْفَضْلِي وَعِنْدَ بَعْضِ الْمَشَائِخِ الْفَاسِقُ إِذَا لَمْ يُعْلِنْ يَكُونُ كُفُوءَ الْبِنْتِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ وَمَالًا فَالْعَاجِزُ عَنِ الْمَهْرِ الْمُعَجَّلِ وَالنَّفَقَةِ لَيْسَ كُفُوءً لِلْفَقِيرَةِ وَإِنَّمَا قَالَ لِلْفَقِيرَةِ لِدَفْعِ وَهْمِ مَنْ تَوَهَّمَ أَنَّ الْفَقِيرَ يَكُونُ كُفُوءَ الْفَقِيرَةِ وَكَذَا لِلْغَنِيَّةِ

بِطَرِيْقِ الْاَوْلٰى لِاَنَّ الْعَجْزَ عَنْ اَدَاءِ الْمَهْرِ وَالنَّفَقَةِ الْوَاجِبَيْنِ مُتَحَقِّقٌ فِيْهِ مَعَ زِيَادَةِ التَّعْيِيْرِ وَالْقَادِرُ عَلَيْهِمَا كُفُوٌ لِذَاتِ اَمْوَالٍ عَظِيْمَةٍ هُوَ الصَّحِيْحُ لِاَنَّ الْمَالَ غَادٍ وَ رَائِحٌ فَلَا يُعْتَبَرُ بَعْدَ مِهِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ بِحَيْثُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى اَدَاءِ الْوَاجِبِ وَهُوَ الْمَهْرُ وَالنَّفَقَةُ وَحِرْفَةٌ فَحَائِكٌ اَوْ حَجَّامٌ اَوْ كَنَّاسٌ اَوْ دَبَّاغٌ لَيْسَ بِكُفُوٍ لِعَطَّارٍ اَوْ بَزَّازٍ اَوْ صَرَّافٍ وَبِهِ يُفْتٰى -"

ترجمہ :- "اور عربی النسل کے سوا یعنی عجم میں کفو للنکاح کے لیے (قبول اسلام کا تقدم و تاخر معتبر ہے اس لیے مذہب اسلام کے اعتبار سے باپ دادا سے مسلمان کفو ہو سکتا ہے اس شخص کا جو آبا و اجداد والا اسلام میں داخل ہے اور وہ شخص نو مسلم کفو نہیں ہے اس شخص کا جو باپ والا ہے، مذہب اسلام میں اور صرف باپ والا اسلام میں کفو نہیں ہے اس شخص کا جو باپ دادا والا ہے اسلام میں اور کفو للنکاح میں حریت کا بھی اعتبار ہے اسی لیے غلام یا آزاد شدہ غلامی سے کفو نہیں ہوتا۔ اصلاً آزاد عورت کے لیے اور نہ وہ شخص جس کا باپ آزاد ہوا ہے غلامی سے کفو نہیں ہو سکتا اس عورت کا جس کے باپ و دادا آزاد ہوں اور دیانت کا بھی اعتبار ہے اسی لیے فاسق اور بدکار کفو نہیں ہوتا۔ صالح شخص کی لڑکی کے لیے اگرچہ وہ فاسق اعلانیہ نہ ہو امام فضل کے مختار قول میں اور بعض علماء کے نزدیک فاسق اگر اعلانیہ نہ ہو بلکہ مستور الحال اور پوشیدہ ہو تو وہ کفو بن سکتا ہے۔ صالح شخص کی بیٹی کے لیے اور کفو معتبر ہوتا ہے مال کے اعتبار سے بھی۔ پس وہ شخص جو عاجز ہو مہر معجل اور نفقہ واجبہ سے وہ کفو معتبر نہیں ہے۔ فقیرہ عورت کے لیے بھی اور بلا شبہ ماتن نے فقیرہ عورت کا حکم بیان کیا تا کہ وہم دور کرنا ممکن ہو سکے، اس شخص کا وہم جو یہ گمان کر سکتا ہو

کہ فقیر مرد کفو، ہو سکتا ہے۔ فقیرہ عورت کے لیے۔۔۔۔۔ اجب کہ فقیرہ کا کفو فقیر نہیں ہے) اسی طریقے سے غنی اور مالدار عورت کے لیے بدرجہ اولیٰ (فقیر مرد کفو) نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ عاجز ہونا مہر اور نفقہ واجبہ ادا کرنے سے فقیر مرد کا غنیہ کے لیے یہ صورت یعنی فقیر کا کفو ہونا، زیادہ عار اور معاشرتی ندامت کی زیادتی کے ساتھ ثابت ہے اور وہ شخص جو قادر ہو ادا، مہر اور ادائے نفقہ واجبہ پر کفو ہے زیادہ مال والی عورت کے لیے یہی صحیح قول ہے۔ اس لیے کہ مال (فانی اور حادث اور متغیر ہونے کی بنا پر حقیقۃً ایسا ہے جیساکہ) وہ صبح کو آنے والا اور شام کو جانے والا ہے اس لیے اعتبار نہیں ہے مال کی کثرت نہ ہونے کا مگر یہ کہ مال اس قدر (قلیل ہو) کہ مرد قدرت نہ رکھتا ہو ادائے واجب حق پر، اور ادا، واجب سے مراد مہر شرعی اور نفقہ واجبہ ہے اور (کفو میں معتبر ہے) پیشہ اور کام و روزگار اسی لیے کپڑا بننے والا پچھنے لگانے والا حجّام یا جھاڑو وغیرہ سے صفائی کرنے والا یا دباغ کچی کھال چمڑا رنگنے والا جو پہلے زمانہ میں طریقۂ دباغت تھا۔) (ایسے مذکورہ لوگ) کفو شرعی نہیں ہیں۔ عطّار (عطر فروش) یا بزّاز (کپڑا فروش) یا صرّاف (سونے چاندی کا کاروبار کرنے والا سنار کیلئے) اور اسی پر فتویٰ ہے۔

توضیح الوقایہ | صاحب کتاب نے اپنی عبارت بالا میں تُعْتَبَرُ الْكَفَاءَةُ فرما کر معیار کفو، کو واضح کیا ہے۔ اوّل معیار کفو، نسب ہے اس مسئلہ کو مصنف نے وَالْعَرَبُ بَعْضُهُمْ كُفُوءٌ لِبَعْضٍ سے واضح فرمایا ہے۔ اور دوسرا معیار اوصاف مخصوص ہیں جو کفو، کے لیے شرعًا معتبر ہیں۔ اس مفہوم کو صاحب وقایہ نے وَ فِي الْعَجَمِ اسلامًا سے واضح فرمایا اسلام لانے کا معقول، متقدّم و تاخر جو معاشرے میں باعث امتیاز و شرافت ہو سکتا ہے ہے شرعًا اس کا بھی اعتبار ہے۔ مثلاً زید ابھی نو مسلم ہے اور ہندہ عمر کی بیٹی

کئی نسلوں سے دولت اسلام سے فیض یاب ہے تو معاشرے اور عرف میں دنیاوی اعتبار سے زید نو مسلم کا نکاح ہندہ سے باعث عار اور معاشرتی شرمندگی کا سبب ہو سکتا ہے اس لیے شریعت نے اسلام لانے میں قدیم اور جدید کے فرق کو معتبر مانا ہے ایسے ہی اہل عجم کے لیے حریت یعنی اصل خاندان کے اعتبار سے مکمل فطری آزادی نسباً جس لڑکی کو حاصل ہے تو اس کا نکاح کرنا غلام یا غلامی سے نئے آزاد شدہ شخص سے عرفاً باعث عار رہے گا۔ بہرحال اس مسئلہ میں معاشرۃ اور سماجی احساسات اور ماحول میں یکسانیت کا شریعت اسلام نے خصوصی لحاظ فرمایا ہے۔

قولہ دِیَانَۃً۔ ماتن وقایہ ودیانۃ ذکر اہل عجم کے لیے تیسرا معیار کفو بیان کر رہے ہیں۔ یہ معیار کفو، عند الشیخین (یعنی امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسف) کے نزدیک ہے۔ البتہ امام محمدؒ کے نزدیک دیانت ایک امر اخروی ہے اس لیے کفو للنکاح کے لیے جس کا تعلق دنیاوی عار اور ندامت سے ہے دیانت کو شرط معیار للنکاح کے سلسلہ میں واجب قرار نہیں دیتے ہیں۔ اور امام محمدؒ شیخین سے اختلاف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دیانت کو معیار کفو، واجب نہیں بنانا چاہیے البتہ دیانت بھی حاصل ہو جائے تو امام محمدؒ کے نزدیک بہتر اور اولی ہے امام محمدؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر زوج اعلانیہ گناہ کبیرہ اور فسق وبدکاری میں مبتلا ہو، مثلاً بازاروں میں نشہ کرتا پھرے یا جواسٹہ حرام کاری میں مبتلا ہو تو پھر امام محمدؒ کے نزدیک بھی دیانت کو معیار کفو للنکاح واجب قرار دیا جائے گا۔ حضرات شیخین کی دلیل اس مسئلے میں یہ ہے کہ تقوی اور دیانت آخرت کے علاوہ دنیاوی اعتبار سے بھی عرفاً باعث فخر وشرافت ہوتا ہے اور زوج میں عدم دیانت فسق وبدکاری کا ہونا نسب کے فرق سے بھی زیادہ زوجہ کے لیے باعث عار ہوگا اس لیے قول راجح کے مطابق دیانت بھی معیار کفو ہے۔

دیانت کی فقہی تعریف

الدیانة هی اسم لجمیع ما یتعبد به الله تعالی وعند الفقهاء هی والتدين

وَمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ مُتَرَادِفَةٌ كَالْقَضَاءِ وَالْحُكْمِ وَالشَّرْعِ۔

اصطلاح میں دیانت نام ہے ان تمام احکام خداوندی پورا کرنے کا جن کے ذریعہ سے بطور فرض یا واجب یا سنت اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اور فقہاء کے نزدیک اس تعریف کے علاوہ تنزہ و تقویٰ اور حفاظت معاشی کی قید بھی اس تعریف میں شامل ہے اس کے علاوہ اللہ اور بندے کے درمیان احکام شریعت پر اخلاص قلب کے ساتھ عمل کو بھی دیانت کہتے ہیں۔

الدیانات:۔ اصطلاح شریعت میں حق اللہ کے لیے بولتے ہیں حق اللہ کی دو صورتیں ہیں۔ اوّل عبادات اور اوامر اور ثانی محرمات اور منہیات سے بچنا۔

قولہ ومالاً۔ یہ چوتھا معیار کفو ہے یہاں مال سے مراد مال عظیم یا مالِ کثیر نہیں ہے بلکہ حقوق نکاح سے متعلق مال ضروری معتبر اور کافی ہے۔ جس کے لیے دو قسم کے حقوق مالی بیان کئے گئے ہیں۔ اوّل المہر المعجّل۔ یعنی ایسا مہر جسکو تعجیل کے ساتھ عند الطلب فی الحال دینا وقت النکاح عاقدین نے تسلیم کر لیا ہو۔ یا صرف زوج نے مان لیا ہو ثانی حق نفقہ، واجبہ کے ادا کرنے پر قادر ہو۔

(الف) نفقے سے مراد طعام ضروری ہے (ب) لباس ضروری (ج) سکنیٰ یعنی رہنے کے لیے ایک ضروری کمرہ یا ایسا احاطہ جس میں کوئی بھی شخص بلا اذن داخل نہ ہو سکے۔ اور زوجہ وہاں رہنے پر مختار ہو ایسا شخص مال کے اعتبار سے مال عظیم رکھنے والی عورت سے کفو ہو سکتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص مہر معجّل اور نفقہ واجبہ سے عاجز اور قاصر ہو تو وہ غنیہ اور فقیرہ عورت کا بھی کفو نہیں بن سکتا۔

قولہٗ۔ وَحِرْفَةً۔ صاحب وقایہ کفو للنکاح کے لیے پانچواں معیار شرعی بیان فرما رہے ہیں حِرْفَةً پیشہ وہنر اور ذریعہ رزق اور واسطہ روزی کے لیے بولتے ہیں۔ صاحب وقایہ کے نزدیک حائک یعنی کپڑا بننے والا اور حجّام پچھنا لگانے والا نائی یا کناس جھاڑو یا صفائی کرنے والا یا دبّاغ یعنی کچّی کھال رنگنے والا

دباغت دینے والا:۔

دباغت کی فقہی تعریف

اَزَالَۃُ النَّتَنِ وَالرُّطُوْبَاتِ النَّجِسِ مِنَ الْجِلْدِ :۔ یعنی کچی کھال سے فاسد رطوبات، اور بدبو دور کرنا۔ ایسے ہی حدّاد (یعنی لوہار) اور بیطار (یعنی نال بند جیسے پیشے اور کام کرنے والے آپس میں ایک دوسرے کا کفو للنکاح شرعاً ہو سکتے ہیں۔ ایسے ہی دربان گھوڑے کا سائیس چرواہا وغیرہ باہمی کفو بن سکتے ہیں، لیکن یہ لوگ اپنے سے افضل اور اعلیٰ پیشے والوں کے لیے کفو للنکاح نہیں ہیں بلکہ اپنے جیسے معیار کے کام اور پیشے والے کیلئے باہم کفو بن سکتے ہیں مثلاً عطار عطر فروش یا دوا فروش یا بزاز (کپڑا فروش) یا صرّاف (یعنی سونا بیچنے والا) وغیرہ وغیرہ۔ یہ اعلیٰ پیشے والے لوگ جس علاقے میں اعلیٰ اور افضل تصور کئے جاتے ہیں وہ اپنے سے ادنیٰ پیشے والوں کے لیے مثلاً حجام اور لوہار کے لیے کفو للنکاح نہیں ہیں۔ یعنی بلا اجازت ولی کوئی بالغہ لڑکی عطار کی حجام یا حدّاد مرد سے نکاح نہیں کر سکتی۔ اور اگر غیر کفو میں کوئی لڑکی کرے گی تو اس کا حکم شرعی للولی حق الاعتراض ہوگا۔ یعنی ولی شرعی عند القاضی عدالت شرعیہ میں اعتراض دائر کر کے فسخ نکاح کرا سکتا ہے۔ البتہ باپ یا دادا اگر کسی خاص مصلحت سے غیر کفو میں اپنی بیٹی کا نکاح کرا دیں تو شرعاً جواز ہے بشرطیکہ باپ یا باپ کے نہ ہونے کی صورت میں دادا اسی وقت ایسا کر سکتا ہے کہ وہ فاسق معلن اور کھلا ہوا بدکار اور جابر نہ ہو اور اگر کھلے طریقہ سے بدنیتی کی شکایت ہو تو قاضی عدالت دخل دے سکتا ہے :۔

برّصغیر ہند و پاک اور مسئلہ کفو کا تاریخی جائزہ

مسئلہ کفو، للنکاح کے سلسلہ میں صدیوں سے امت مسلمہ اجمال ابہام انتشار کا شکار رہی ہے ۔ کوئی حقیقی عملی ضابطہ جو عمومی طور پر امت مسلمہ کے مکلف افراد کے لیے حقیقی عملی معیار کے ساتھ نافذ اور جاری ہو سکے ۔ امت مسلمہ عملاً اس مسئلے میں تشنۂ تعبیر اور منتظر توجہ ہے اور مزید یہ کہ مسئلہ کفو، کو برادری واد کے بت کدے کے ساتھ جوڑ کر باہمی نسلی فخر و غرور کا ذریعہ بنانے کے لیے منکر و مذموم رجحان و سعی جاری ہے ۔ خصوصاً برصغیر ہند و پاک کے مسلمان اس نفسیاتی مرض میں زیادہ مبتلا رہے ہیں ۔ اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو مسلمانوں میں کفو، جیسے متوازن اور مفید ضابطۂ نکاح کو برادری سسٹم کی مہیب دیواروں سے اس طرح احاطہ کر دیا گیا ہے کہ کفو، کا مقدس شجرہ طیبہ برادری کے عفریت کی صورت میں نظر آنے لگا ہے اب غور کو بنا کر وہ عظیم پیغام حیات آخری کتاب، کامل مذہب نبی اپنی تعلیمات میں برادری سسٹم جیسا ابن آدم میں تفریق ڈالنے والا قانون کیسے نافذ فرما سکتے ہیں ۔ برصغیر میں اسلام سے پہلے ذات پات اونچ نیچ مختلف عنوانات کے ساتھ صدیوں سے جاری اور معمول رہا ہے ۔ اس ملک کے صالح دانشوروں صوفیاء کرام اور فلسفیوں نے ہر چند اس عفریت اور شیطنت کو مٹانے کے لیے روحانی اور یکجہتی کے پیغامات بھی دیئے ہیں ۔ لیکن ہمارے ملک میں طوائف الملوکی رجواڑا طریقہ، سلطنت اور تعلیمی پسماندگی نے شعور آدمیت اور انسانی وحدت کے فکر جمیل کو زیادہ ابھرنے کا موقع نہیں دیا اور وہی چار برادریوں والا عناصر اربعہ سماجی طریقہ عملاً جاری رہا اس ملک میں سماجی انصاف اور فلاحی معاشرہ کے لیے صوفیاء اولیاء علماء نے مسلسل محنت فرمائی ۔

"علماء دین اور اصلاح معاشرہ" سید الطائفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور سید اسمٰعیل شہیدؒ اور ان کے اہل خانوادہ اور ان حضرات کے تلامذہ اور تربیت یافتہ لوگوں نے پیام حق کی ایسی جامع اور متوازن تشریح فرمائی جن کے ذریعہ معاشرتی اصلاح اور سماجی برائیوں پر نکیر کی گئی اور اونچ نیچ کا تصور کمزور ہوا لیکن اس ماحول کی بیخ کنی اور مکمل خاتمہ نہ ہوسکا۔ دوسری طرف سرمایہ داروں زمینداروں اور استحصال پسندوں، اور جاگیردانہ نظام نے، اس برادری سسٹم اور طریقہ کار کو اپنی بقاء اور منافع کے لیے ضروری سمجھا خود مسلمانوں میں اونچ نیچ کے گمراہ خیالات عملاً اس طرح داخل کئے گئے کہ کسی بھی شخص نے دولت کے بل پر اپنے لیے کوئی اچھا سا اونچا عنوان برادری قائم کرلیا اور ایک دوسرے کے لیے جذبہ تحقیر ابھرنے لگا اور برطانوی دور حکومت میں خاص طور پر اس ماحول کی آبیاری کی گئی۔ آخر دور میں اکابر دیوبند اصلاح معاشرہ اور احیائے سنت کے لیے میدان عمل میں تشریف لائے، حضرت نانوتویؒ نے فکر ولی اللہ کی روشنی میں ایک شجرہ طیبہ کی بنیاد قائم فرمائی، اور ان کے تلامذہ میں واسطہ اور بغیر واسطہ طور پر عظیم بطل جلیل تائیدایزدی کے ساتھ دار ورسن کی پرواہ کئے بغیر سامنے آئے۔ ان اکابر علماء حق میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی، اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور امیر شریعت صدر جمعیۃ العلماء ہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی نے اصلاح معاشرہ کا مؤثر نظام فرمایا۔ ماضی میں جماعت دیوبند کے دیگر اکابرین نے بھی مختلف انداز اور طریقہ کار سے اصلاح معاشرے کا فریضہ تقریراً و تحریراً انجام فرمایا۔ اسی فریضے کیلئے وعظ اور قلم کے اعتبار سے ایک طرف مجدد ملت، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ردبدعات اور مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی، مسیح الامت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب وغیرہ اکابر کی تصانیف ومواعظ نیز قطب زماں حضرت مفتی عزیز الرحمنؒ، اور جدنا المکرم عارف باللہ منتسب شیخ الہند استاذ العلماء حضرت مولانا نبیہ حسن دیوبندی نور اللہ مرقدہٗ

خلیفۂ اشرف۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کے مواعظ اور شیخ الحدیث امینیہ دہلی، مولانا محمد میاں صاحب دیوبندی، مولانا شریف دیوبندی شیخ التفسیر مولانا ادریس صاحب کاندھلوی، علامہ شبیر احمد عثمانی صدر مہتمم دار العلوم دیوبند، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپور، مفتی کفایت اللہ دہلوی۔ شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب، حضرت علامہ ابراہیم صاحب بلیاوی، شیخ التفسیر خلیفۂ اشرف مولانا سید حسین دیوبندی، مفتی اعظم حضرت مفتی محمود مدظلہٗ اور دیگر اکابر نے مسلسل صراط مستقیم اور سچا راستہ دکھایا ہے۔

الکفوء فی الاسلام ٭ کفو کی حقیقت شرعی

شریعت اسلام نے جس کفو کو معیارِ نکاح قرار دیا ہے اس کے لغوی معنی مرد و عورت کے درمیان ماحول کا ایک جیسا ہونا ہے۔ ارشاد نبی علیہ السلام ہے عن جابرؓ بن عبد اللّٰہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وَسلم لاتُنکِحُوا النِّسَاءَ اِلَّا مِنَ الاکفاءِ وَلَایُزَوِّجھُنَّ اِلَّا الاولیاءُ وَلَامھر دُوْنَ عَشَرَۃِ دَرَاھِمَ۔ [بحوالہ دار قطنی وبیہقی]

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ عورتوں کا نکاح نہ کرو، مگر کفو میں اور عورتوں کا عقد نہ کریں مگر ولی شرعی (اس جملے میں حصر اضافی ہے) اور مہر دسؔ درہم سے کم معتبر نہ ہونگے۔ اس حدیث کی روشنی میں مصنف ہدایہ فرماتے ہیں۔ الکَفَاءَۃُ فِی النِّکَاحِ شرعًا و روَایۃً۔ اور دلیل عقلی کے طور پر صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

معاشرہ کے لیے کفو کی فطری ضرورت

کُفو کے فائدے ہیں۔ ولِاَنَّ انتظامَ المصالحِ بینَ المتکافیین

۱؎ دار قطنی ۲؎ کفو شرعاً روایات سے ثابت ہے ۳؎ ہدایہ ثانی ص۳۱۹ حاشیہ ۱۴۔

عَادَةً لِاَنَّ الشَّرِيْفَةَ تَابٰى اَنْ تَكُوْنَ مُسْتَفْرَشَةً لِلْخَسِيْسِ فَلَا بُدَّ مِنْ اِعْتِبَارِهَا بِخِلَافِ جَانِبِهَا لِاَنَّ الزَّوْجَ مُسْتَفْرِشٌ فَلَا تَغِيْظُهٗ دَنَائَةُ الْفِرَاشِ[1]۔

مفہوم:۔ یعنی دو شریک کفو اور ایک جیسے نسب یا معاشرت اور رہن سہن والے لوگوں کے درمیان عادۃً اور عرفاً انتظام مصالح یعنی زوجین کی زندگی اور فرائض زندگی اور پرسنل لائف ایک جیسا کفو اور یکساں ماحول کی بنیاد پر زیادہ کامیاب، زیادہ بہتر خوشحالی اور باعث طمانیت ہوا کرتی ہے۔ انسان کی فطرت ہے کہ اپنے ملتے جلتے ماحول والے شخص سے زیادہ اُنسیت اور زیادہ محبت اور تعلق والفت محسوس کیا کرتا ہے اور مذہب اسلام کے علاوہ بھی دنیا کے دیگر مذاہب میں بلکہ ہر تہذیب اور مہذب معاشرے اور صالح سوسائٹی میں زوجین کے خوشگوار تعلق کو مثالی اور لائق تقلید اور باعث شرافت بلکہ اچھے معاشرے کی بنیاد تصور کیا جاتا ہے مذہب اسلام بہتر فلاحی معاشرے کی بقاء اور تعمیر کے لیے سب سے زیادہ تاکید اور انتظام مصالح بین الزوجین کو افضل عبادت قرار دیتا ہے کیونکہ ایسا نہ ہونے کی صورت میں کثرت سے خدشہ اور خطرہ برقرار رہتا ہے کہ زوجین کے درمیان اختلافات اور طبعی میلان کا فقدان نفسیاتی کشمکش پیدا ہو جائے۔ اور نتیجۃً تفریق و طلاق جیسے مہلک امراض اور طلاق ابغض المباحات جنم لینے لگے۔ جس کے اثرات سے فرد و معاشرۃ، کمزور اور متزلزل ہو جاتے ہیں۔ اسی مفہوم کی طرف صاحب ہدایہ اشارہ فرماتے ہیں۔

لان الشریفۃ قال الخ یعنی وہ انسان جس کو اپنے نسب یا حسب یعنی ذاتی اوصاف اور کمالات کسبیہ و وہبیہ مثلاً علم و دیانت، امانت فضل و سخاوت عفت و عصمت، و تمدن و تہذیب سے نسبت فی الجملہ حاصل ہو، خاص طور پر ایسی

---

[1] ہدایہ جلد ثانی صفحہ ۳۲۰

عورت کسی ان پڑھ بدکردار، خسیس الطبع، گھٹیا اخلاق وکردار والے مرد سے فطری، قلبی لگاؤ محسوس نہ کر سکے گی۔ بلکہ ذہناً اچھے اوصاف والی عورت خسیس ادنیٰ اوصاف والے مرد سے تعلق زوجیت کے بارے میں عار اور بُعد محسوس کرتی ہے کفو، کا تعلق عورت کی جانب سے متفق علیہ ہے، اور مرد کو بعض علماءُ نے مسئلہ کفو، کی قیودات سے مستثنیٰ رکھا ہے۔ یعنی ایک اعلیٰ حَسَب و نَسَب والا مرد کسی ادنیٰ خاندان یا ادنیٰ اوصاف والی عورت سے نکاح کرے تو شرعاً کوئی مضائقہ نہیں۔ اس مفہوم کو صاحب ہدایہ نے اس طرح بیان کیا ہے:۔

لِاَنَّ الزَّوۡجَ مُسۡتَفۡرِشٌ فَلَا تَغِيۡظُهٗ دَنَاءَةُ الۡفِرَاشِ[1]۔ یعنی زوج ادنیٰ عورت سے نسبت نکاح قائم کرلے تو اس کے لیے باعث غیظ اور سبب عار نہ ہوگا۔ اس کے بالمقابل فقہاء کی ایک جماعت جانب زوجہ میں بھی زوج کے لیے کفو کا اعتبار واجب قرار دیتے ہیں یعنی مرد کے لیے بھی غیر کفو والے عورت سے جو اوصاف نسبی اور حسبی میں مرد سے کافی ادنیٰ ہو اجازتِ نکاح نہیں ہے۔ لیکن زوج اور مرد کے لیے اس قسم کی قیوداتِ کفو، یقیناً درجہ وجوب سے کم اور افضلیت واستحباب کے درجہ میں ہونگی۔ کیونکہ بلوغ کے بعد مرد کے لیے کسی ولی کی ولایت اجبار للنکاح شرعاً واجب نہیں ہے۔ البتہ دنیاوی حالات اور معاشرے میں آنے والی نسل کا مستقبل چونکہ مخدوش اور مطعون ہوجاتا ہے اس لیے فقہی اور تمدنی نقطۂ نگاہ سے بھی بہتر یہی ہوگا کہ مرد اپنے ماحول اور کیفیت کفو کا محافظ رہے۔ تجربات گواہ ہیں کہ اوصاف عالیہ والی لڑکی خاندان، عیال، نئی نسل اور اولاد کی دیکھ بھال اچھے اور بہتر ماحول کے لیے مفید رہتی ہے، اور غیر کفو غیر ماحول والی لڑکی نکاح میں لانے سے زیادہ ترکشیدگی اور اختلاف کا اندیشہ رہتا ہے۔

[1] ہدایہ جلد ثانی کتاب النکاح

نکاح میں کفو، کا مقصد کیا ہے؟

اور نسلی برتری اور خاندانی، وطنی، لسانی، اور قبائلی، اور برادری یا کسی بھی وجہ سے فخر و غرور اور بڑائی کا مخالف رہا ہے۔ اسلام انسانی برادری، احترام آدمیت کا داعی ہے اور اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہ۔ اللہ کی ساری مخلوق ایک کنبہ ..... پری وار کی طرح تسلیم کی گئی ہے۔ لیکن مرد و عورت کا خاص تعلق نکاح کے سلسلہ میں شریعت نے خوش حالی اور پرسکون پریوار اور میاں بیوی کے باہمی اچھی بہتر دائمی تعلقات برقرار رکھنے کے لیے کچھ ضروری ضوابط اور رہنما اصول مقرر فرمائے ہیں۔ ان کا نام کفو، لِلنکاح ہے۔

معیار کفو، ۔ دو چیزوں کو بنیاد اور معیار بنایا گیا ہے۔

۱۔ نسب اور خاندانی نِسبَتْ بشرطیکہ نسب نامہ معتبر اور محفوظ ہو۔

۲۔ حَسَبْ اور اوصاف مخصوصہ یعنی مرد میں ایسی عملی صفات کا پایا جانا جو دنیاوی معاشرے کے اعتبار سے باعثِ شرافت یا سبب رذالت و دنائت ہوں جسکو مصنف نے وَفِی الْعَجَمِ اِسْلَامًا سے بیان کیا ہے مقصد یہ ہے کہ اہل عجم یعنی وہ غیر عرب جن کے نسب نامے محفوظ نہیں ہیں ان کے لیے معیار کفو ... یہ ہیں۔ ۱۔ قبول اسلام کا تقدم و تاخر ۲۔ حریت اور آزادی ۳۔ دیانت اور ایمانداری ۴۔ مال بقدر حاجت اصلیہ اور ضرورت کے مطابق مال ہونا ۵۔ حِرْفَہْ اور پیشہ وارانہ زندگی یا ملازمت اور سروس یہ اوصاف مخصوصہ عجمیوں کے لیے معیار کفو ہیں۔ ان اوصاف سے موصوف شخص معاشرتی اعتبار سے سماجی مقام پالیتا ہے، ایسا معزز شخص کسی معزز گھرانے کے لیے کفو، شرعی ہے اور ان اوصاف کی ضد، جیسے گھٹیا کم درجے کی ملازمت یا فقیر ہونا وغیرہ جیسے منفی اوصاف سے موصوف مرد اپنے جیسے ماحول کی لڑکی کے لیے کفو شرعی ہے لیکن اعلیٰ ماحول اور بلند خاندان لڑکی کے لیے غیر ماحول مرد کفو شرعی نہیں ہے۔

مسئلہ کفو کا تجزیہ اور تحقیق

کلام فقہا، منشاء شریعت مصالح دینی اور دنیوی للنکاح کا تجزیہ اور نظر کرتے ہوئے یہ حقائق محسوس اور مستنبط ہوتے ہیں۔

(الف) فلاح دارین اور عظمت دوجہاں کا اصل وسیلہ اور معیار فضیلت تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ یعنی شریعت اسلامی کے اوامر واحکامات مامور بہا کو بجالانا اور اس کے ساتھ ہی منہیات اور ممنوعات شرعیہ سے اپنے کو روکنا عقائد صحیحہ اور بنیادی تقوی کے مطابق تبع سنت زندگی اختیار کرنا اجمالاً تقویٰ کہلائے گا۔ اس مفہوم کی طرف ارشاد خداوندی دلالت کرتا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ الآیۃ[1]۔ یعنی بیشک تم لوگوں میں زیادہ معزز اور زیادہ اشرف اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔

عقد نکاح درحقیقت حق اللہ اور حق العباد سے مرکب ہے۔ لیکن غلبہ حق العباد کو حاصل ہے۔ حق العباد کے بہت سے گوشے اور اقسام ہیں نکاح سے متعلق عقد کفو میں شریعتِ اسلام نے ایک خاص جزو اور زندگی کا ایک خاص معیار مسئلۃ الکفو کو معاشرتی، خاندانی، اور قبائلی، اجتماعی اور انفرادی زندگی کی حیثیت سے اعتبار کیا ہے۔ انسان وقتیہ ہوس رانی اور خواہش نفس عارضی طور پر کسی بھی انداز سے تکمیل کرسکتا ہے۔ یہ سب نامناسب حالات ہوتے ہیں۔ جو شرعاً ممنوع ہیں۔ لیکن نکاح اپنی وضع اور ماہیت کے اعتبار سے ابدی اور زندگی کے آخری لمحات تک زوجین کے خاص تعلقات برقرار رہنے کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ مزاجوں کا نمایاں فرق رہن سہن یا نسبتِ آبائی، یا اوصاف حسبی یعنی فضائل اکتسابیہ جیسے علم امانت و دیانت مال بقدر ضرورت وغیرہ اوصاف کا زوجین میں سے کسی

---

[1] پارہ ۲۶ ع ۱۴

ایک میں پایا جانا۔ اور دوسرے کا ان اوصاف حسنہ اور فضائل سے بالکل خالی یا کم ہونا، ایسا فرق عظیم ہے جس کے نتیجے میں زوجین کے درمیان یہ فرق، اقوال و افعال، اور زندگی کے اکثر حصوں میں کشمکش اختلاف اور خلافِ کا سبب قوی ہو سکتا ہے۔ ان بشری تقاضوں، اور فطرت بنی آدم کو بصورت کفو، مفید کرنے سے نکاح کی ابدی حیثیت اور زوجین سکون و اطمینان سے زندگی گذار سکتے ہیں۔ ایک کفو ہونے کی صورت میں زیادہ یقینی کامیاب اور بہتر زندگی کی امید ہے، لفظ امید اس لیے استعمال کیا گیا ہے کیونکہ کبھی کبھی ہم کفو زوجین میں بھی نوبتِ طلاق اور تفریق پہنچ جاتی ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسی طلاقیں کم اور شاذ ہوتی ہیں۔ اور اس کے دیگر اسباب ہوتے ہیں۔ اور ہم کفو ہونے میں خاندان اور قبیلے کا دباؤ طلاق کے لیے کافی حد تک مانع اور رکاوٹ بنا رہتا ہے۔

معیارِ کفو صاحب وقایہ نے اہل عرب قریش اور غیر قریش جن کے نسب نامے محفوظ ہیں ان کے لیے معیار کفو فی النکاح نسبًا قرار دیا کر نسب اور نسبت آبائی جس میں ایک جیسی معاشرت پائی جاتی ہے وہ بھی کفو میں معتبر ہے۔ کیوں کہ فضیلتِ دنیوی شرافتِ نسب سے متعلق رہتی ہے۔ مثلاً ہندہ کا خاندان علم و دیانت امانت اور دنیوی اعتبار سے مالِ حلال یا مطلقًا مال سے معروف ہے اس صورت میں ہندہ کا ایک فطری اور طبعی ماحول، اس کے اندر جنم لیتا ہے۔ اب اگر اس کا نکاح کسی بدکار، بے دین، بے علم اور معاشی اعتبار سے زیادہ کمزور شخص سے کر دیا جائے تو یقینًا زوجین میں باہمی رغبت و طبعی میلان موافقت و یکجہتی میں کمی رہے گی۔ نتیجۃً زوجین کی زندگی عدمِ دلچسپی، بے ذوقی، اور ایک دوسرے سے دوری رہ سکتی ہے۔ اور ارشادِ باری هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ کے مطابق لباس جیسا قریبی تعلق کا ضامن کفو ہے۔
یعنی میاں بیوی کا تعلق لباس کی طرح نزدیکی ہونا چاہیئے۔ شاہد جمال

اس معاشرتی مقصدِ خیر کیلئے شریعت نے زوجین کی خوشگوار اور میٹھی زندگی کیلئے کفو اور خاندانی برابری کا اعتبار رکھا ہے ——— کفو مصنف کی نظر میں

اہل عجم کا معیار کفو اوصاف حسنہ

صاحب ماتنِ وقایہ نے وفی العجم اسلاماً اوصافِ حسنہ بیان کیا ہے یعنی اہل عجم غیر عرب یا وہ لوگ جنکے نسب نامے محفوظ نہیں ہیں ایسے لوگوں کے لیے بالخصوص چند معیار کا اعتبار ہوگا (۱) اسلام کا تقدم و تاخر، (۲) حریت کا تقدم یا تاخر، یا آزادی یا غلامی کا فرق (۳) دیانت و امانت جس کی بنیاد پر پورا معاشرہ قائم رہ سکتا ہے اور زوجین کے بہتر تعلقات بھی محفوظ رہ سکتے ہیں (۴) مال - مال سے مراد سرمایہ داری اور دولت مندی نہیں ہے بلکہ مرد کی ملکیتِ مال بقدر ضرورت ادائیگی مہر اور نفقہ واجبہ کافی اور معتبر ہے (۵) حرفہ، پیشہ اور دنیا کے نظام میں — اعلیٰ پیشہ افیسر تعلیم عدلیہ، وکالت، طبیب، ڈاکٹر، ڈاکٹر وغیرہ اگر اوسط درجے کا پیشہ ہے۔ جیسے لکچرر، ٹیچر چھوٹا صنعت کار، دوکاندار ہیڈ کلرک وغیرہ اس طرح ادنی پیشہ دربانی، چپراسی وغیرہ ہوتے ہیں۔ اور بہت سے ملک اور مختلف علاقوں اور شہروں میں زمان و مکان کے اعتبار سے پیشوں کی حیثیت اور مرتبے بدلتے رہتے ہیں۔ جس ماحول میں زوجین (میاں بیوی) زندگی گذار رہے ہیں وہاں حرفہ اور پیشے کے اعلیٰ اوسط اور ادنیٰ کا اعتبار ہوگا۔ فقہاء نے اہل عجم (غیر عرب) اور وہ لوگ جن کے پاس شرافت نسبی منضبط اور محفوظ نہیں ہے مذکورہ بالا معیارات متعین کئے ہیں اور ان کا مقصد برادری سسٹم ذات پات نسل پرستی اور اونچ نیچ اور تفریق نہیں ہے اس لیے علماء وقت اور محققین کیلئے یہ دعوتِ فکر ہے کہ وہ اجتماعی طور پر کفو جیسے اہم مسئلہ کا زیادہ گہرائی سے تجزیہ اور ایسی واضح تعین کریں جس سے مسئلہ کفو کا شرعی انطباق اور برادری کا انطباق اور کشمکش کا ازالہ دونوں ضرورتیں پوری ہو سکیں۔

عبارت وَاِنْ نَكَحَتْ بِاَقَلَّ مِنْ مَهْرِهَا اَيْ مِنْ مَهْرِ مِثْلِهَا. فَلِلْوَلِيِّ الْاِعْتِرَاضُ حَتّٰى يُتِمَّ اَوْ يُفَرِّقَ.

ترجمہ:۔ اور اگر کسی عورت نے اپنے مہر میں کم پر نکاح کر لیا۔ یعنی اپنے مہر مثل سے کم مقدار پر کسی عاقلہ بالغہ نے اپنا نکاح کر لیا۔ (اس صورت میں) ولی کو حق اعتراض ہوگا یہاں تک کہ زوج مہر مثل کو پورا کر دے یا (قاضی) تفریق کر دے

توضیح الوقایہ۔ خاندانی مہر مثل میں کھلی کمی اور قانونِ شرع

صاحب وقایہ نے اوپر کی عبارت میں مسئلہ کفو کو بالتفصیل بیان کیا اور اب اس عبارت سے ایک اور مسئلہ بیان کر رہے ہیں کہ ہندہ عاقلہ بالغہ اپنے صحیح کفو میں اگرچہ شرعاً عقدِ نکاح کا حق رکھتی ہے لیکن ہندہ مہر المثل کی پابند بھی ہے کیونکہ مہر مثل میں شدید نمایاں کمی کرنے سے خاندان کی دوسری لڑکیوں اور عورتوں کا معیارِ مہر متاثر اور نقصان ہوتا ہے گویا کہ مہر مثل میں بڑی کمی کرنا عورت کا صرف ذاتی فعل نہ کہلائے گا بلکہ اپنے ہم کفو، خاندان کی لڑکیوں کے لیے وقار اور حیثیت کو کم کرنا ہے جس کی اجازت نہیں ہے اسی لیے ولی شرعی باپ دادا وغیرہ بالترتیب ذمہ دار ہوتے ہیں۔ ان میں سے جو بھی ولی اُس وقت اختیارِ ولایت رکھتا ہو اُس کو مہر مثل کی نمایاں کمی پر حق اعتراض حاصل ہے۔ اعتراض کے نتیجے میں شوہر کیلیے دو راستے ہیں۔ اوّل شوہر طے شدہ مہر کو مہر مثل کے برابر کر دے ثانی، صورت یہ ہے کہ اگر مہر مسمیٰ کو بڑھا کر مہر مثل کے برابر نہیں کرتا تو پھر تفریق اور جدائی اختیار کرے یُفَرِّقَ کا فاعل زوج بھی ہو سکتا ہے اور قاضی بھی زوج کے فاعل ہونے کی صورت میں یہ مفہوم ہوگا کہ زوج خود طلاق کے ذریعے زوجہ کو جدا کر دے اور اس صورت میں ۔ ثلاثی مجرد سے قرات ہوگی اور اس صورت میں شوہر فاعل ہوگا۔ دوسری صورت باب تفعیل سے یفرّق فعل

قاضی فاصل ہے۔ اور مفہوم یہ ہے کہ ولی عدالت قاضی میں دعوے دائر کرے اور پھر قاضی عدالتی کاروائی کے بعد، تفریق اور جدائی کا حکم نافذ کرسکتا ہے۔

عبارت | وَوُقِفَ نِكَاحُ فُضُولِيٍّ وَفُضُولِيَّيْنِ عَلَى الْإِجَازَةِ أَيْ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ مِنْ جَانِبِ الزَّوْجِ فُضُولِيٌّ وَمِنْ جَانِبِ الْمَرْأَةِ فُضُولِيٌّ فَيَتَوَقَّفُ عَلَى إِجَازَتِهِمَا

ترجمہ:۔ اور موقوف رہے گا نکاح کرانا ایک فضولی یا دو فضولی کا اجازت عاقدین پر (یعنی یہ صورت جائز ہے کہ نکاح کرانے کے لیے) زوج کی جانب سے ایک شخص فضولی ہو اور عورت کی جانب سے بھی ایک فضولی ہو پس ایسا نکاح اجازت عاقدین پر موقوف ہوگا۔

توضیح الوقایہ ۔ نکاح فضولی اور حکم شرع

"فُضُولِی بضم الفاء وہ شخص کہلاتا ہے جو دوسرے شخص کا کام جیسے عقد نکاح وغیرہ میں تصرف اور ایجاب وقبول کرے بغیر کسی حقِ ولایت اور بغیر حقِ وکالت کے، یا اپنے نفس کے لیے نکاح کرے لیکن شرعاً اس کا اہل اور مجاز نہ ہو۔ جیسے غلام بغیر اجازت مولیٰ کے اپنا نکاح کرلے یہ بھی شبہ بالفضولی ہے اور غیر نافذ ہے۔ یعنی نکاحُ العبد اجازتِ مولیٰ پر موقوف ہے۔ بہر حال فضولی کی تعریف نتیجۃً یہ ہوئی کہ جو اصیل یعنی خود کا معاملہ نہ ہو اور شرعاً ولی یا وکیل بھی نہ ہو اور پھر از خود کسی کا عقد نکاح وغیرہ انجام دینے لگے وہ شخص فضولی ہے فضولی کے کیے ہوئے عقد نکاح وغیرہ کا حکم شرع یہ ہے کہ عقد فضولی نافذ اور جاری نہیں ہوتا۔ بلکہ موقوف رہتا ہے۔ اجازت عاقدین یا اجازت اصیل اجازتِ ولی یا اجازت وکیل پر پس اگر کوئی اصیل یا ولی یا وکیل شرعی طور پر اجازت دے دے تو

عقد فضولی نافذ ہو جائے گا ورنہ عقد ختم ہو جائے گا۔ یہ بھی یاد رکھئے کہ عقد فضولی کے دو حال ہیں۔ اوّل یہ کہ فضولی حلال محل اور جائز عورت سے عقد نکاح کرائے ایسی صورت موقوف رہتی ہے۔ اجازتِ عاقدین پر ثانی صورت یہ ہے کہ فضولی باطل محل پر عقد نکاح کرائے۔ مثلاً محرمات شرعیہ یا معتدۃ الغیر وغیرہ ممنوعہ نکاح کی صورتیں اگر فضولی انجام دے گا۔ تو ایسا عقد فضولی شرعاً باطل کہلائے گا۔ اجازت عاقدین کے باوجود باطل اور حرام ہی رہے گا۔ کیوں کہ محرمات شرعیہ اصلاً اور وصفاً دونوں طرح حرام ہیں۔ اور پہلی صورت میں عورت اصلاً حلال ہے صرف وصفاً حرام ہے۔ اور وصفاً حرمتِ نکاح اجازتِ نکاح کے ذریعہ درست ہو جاتی ہے۔

عبارت وَيَتَوَلّٰى طَرَفَيِ النِّكَاحِ وَاحِدٌ لَيْسَ بِفُضُوْلِيٍّ مِنْ جَانِبٍ اَيْ يَتَوَلّٰى وَاحِدٌ اَلْاِيْجَابَ وَالْقُبُوْلَ وَلَا يُشْتَرَطُ اَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِمَا فَاِنَّ الْوَاحِدَ اِذَا كَانَ وَكِيْلًا مِنْهُمَا فَقَالَ زَوَّجْتُهَا اِيَّاهُ كَانَ كَافِيًا وَهُوَ عَلٰى اَقْسَامٍ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ اَصِيْلًا وَوَلِيًّا كَابْنِ الْعَمِّ يُزَوِّجُ بِنْتَ عَمِّهِ الصَّغِيْرَةَ اَوْ اَصِيْلًا وَوَكِيْلًا كَمَا اِذَا وَكَّلَتْ رَجُلًا بِاَنْ يُزَوِّجَهَا نَفْسَهُ فَزَوَّجَهَا مِنْ نَفْسِهِ اَوْ وَلِيًّا مِنَ الْجَانِبَيْنِ كَالْجَدِّ يُزَوِّجُ لِابْنِ اِبْنِهِ بِنْتَ اِبْنِهِ الْاٰخَرِ وَلَيْسَ لَهُمَا اَبَوَانِ اَوْ وَكِيْلًا مِنَ الْجَانِبَيْنِ اَوْ وَلِيًّا مِنْ جَانِبٍ وَوَكِيْلًا مِنْ جَانِبٍ

ترجمہ:۔ اور ذمہ دار ہو سکتا ہے نکاح کے دونوں طرف (یعنی ایجاب وقبول) کا ایک ایسا آدمی جو فضولی نہ ہو کسی بھی جانب سے یعنی ذمہ دار ہو سکتا ہے

ایک شخص (ایجاب وقبول) دونوں کا اور شرط نہیں ہے (الگ الگ) ایجاب وقبول ایک شخص اگر وکیل ہو۔ زوج اور زوجہ دونوں کا اور یوں کہے (کلام واحد سے) میں نے نکاح کرادیا اس عورت کا اس معین مرد سے تو ایسا کہنا بھی کافی ہے اور اس ضابطے کی چند اقسام اور صورتیں ہیں (قسم اوّل) یا تو وہ شخص (جو ایجاب وقبول کا ذمہ دار ہے) اصیل (یعنی صاحب معاملہ) ہوگا اور ولی بھی ہوگا جیسے چچا کا بیٹا اپنا نکاح کرے اپنے چچا کی نابالغہ لڑکی سے (صورت ثانی) یا اصیل ہو اور (دوسری جانب سے) وکیل جیسا کہ اگر وکیل بنا دے کوئی عورت کسی مرد کو اس مقصد کے لیے کہ وہ مرد اپنا نکاح اس عورت سے کرلے۔ پس وہ وکیل اس موکلہ عورت سے اپنی ذات کے لیے نکاح کرلے (یہ صورت بھی جائز ہے)۔

صورت ثالثہ ۳ یہ ہے کہ کوئی مرد ولی شرعی ہو جانبین (یعنی لڑکا اور لڑکی کے لیے) جیسا کہ دادا ولی شرعی ہونے کی بنا پر باپ کے عدم موجودگی میں نکاح کرا سکتا ہے اپنے پوتے کا اپنی پوتی سے جو دوسرے بیٹے سے ہوگی اور شرط یہ بھی ہے کہ ان دونوں لڑکا اور لڑکی کا باپ موجود نہ ہو۔

صورت رابعہ یہ ہے کہ کوئی شخص وکیل ہو جانبین یعنی مرد اور عورت کی جانب سے۔ (صورت خامسہ) یا کوئی ولی ہو ایک جانب سے اور وکیل ہو دوسری جانب سے (یہ تمام صورتیں جواز نکاح کے لیے کافی ہیں۔

توضیح الوقایہ۔ لڑکے اور لڑکی کا ایک ولی اور قانون شرع

ماتن وقایہ یتولی طرفی النکاح کہہ کر نکاح سے متعلق ایک خصوصی ضابطہ بیان فرمانا چاہتے ہیں۔ یتولی کے معنی ولی اور ذمہ دار ہونے کے ہیں۔ یہاں طرفین سے مراد اجزاء عقد یعنی ایجاب وقبول ہیں۔ عقود اور معاملات کے لیے عمومی ضابطہ شرعاً اور عرفاً تو یہی ہے کہ وجود عقد کے لیے وجود عاقدین لازمی ہوتا ہے مثلاً

بیع اجارہ، کفالت، حوالہ وغیرہ عقود میں وجود عاقدین بصورت شخصین لازمی طور پر ہوتا ہے۔ شخص اوّل ایجاب اور دوسرا قبول کرنے والا ہوتا ہے۔

لیکن عقد نکاح کے لیے شریعت اسلامیہ نے ایک خصوصی ضابطہ نکاح کے سلسلے میں عطا فرمایا ہے۔ مفہوم ضابطہ یہ کہ ایک ہی شخص کلام واحد سے ایجاب قبول کے انفراد اور الگ الگ صراحت کے بغیر بھی عقد نکاح اپنے لیے کر سکتا ہے اگر وہ فرد اصیل ہے نکاح کرنے والا ہے اور دوسروں کا نکاح بھی کرا سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ شخص ولیِ شرعی یا کسی کا وکیل ہو شارح وقایہ نے وھو علے اقسام کہ کر پانچ صورتِ مسئلہ بیان فرمائی ہیں۔ صورت مسائل سے پہلے تشریح الالفاظ مناسب ہے۔

الاصیل وہ شخص ہے جو خود عاقد اور اپنی ذات کے لیے کوئی عقد اور معاملہ کرنے والا ہو۔ اور یہاں اصیل سے مراد شوہر ہے جو عاقد النکاح بنفسہٖ ہے یعنی اپنی ذات کے لیے عقد نکاح کرنے والا مراد ہے۔

مطلقاً الولی کے معنیٰ دوست، ذمہ دار، حبیب وغیرہ ہیں۔ اور عند الفقہاء اَلوَلِی هُوَ الْوَارِثُ الْمُكَلَّفُ اِیْ الْعَاقِلُ وَالْبَالِغُ کے معنیٰ ہیں۔ الولی بالنکاح کی تعریف فقہی یہ ہے کہ مَنْ لَهُ وَلَايَةُ التَّزْوِيجِ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْعَصَبَةُ (بنفسہٖ) بِتَرْتِيبِ الْإِرْثِ وَالْحِرْمَانِ۔ یعنی ولی نکاح وہ شخص ہے جس کو حق تزویج للغیر ولنفسہٖ حاصل ہے۔ جیسے (باپ) (دادا، چچا) ولی نکاح ہیں اور دوسرے سے نکاح کرانے کا حق رکھتے ہیں ایسے ہی چچا کا بیٹا ولی نکاح بنفسہٖ وللغیر[۲] ہے اور ولی نکاح اولاً عصبہ بنفسہٖ ہے۔ میراث ملنے یا نہ ملنے کی ترتیب کے مطابق۔ ولی کو صفتِ ولایت حاصل ہوتی ہے۔ ولایت بفتح الواو، وبکسر الواو کے معنیٰ یہ ہیں کہ تَنْفِيذُ الْقَوْلِ عَلَى الْغَيْرِ شَاءَ الْغَيْرُ أَوْ لَا[۱]۔ یعنی اپنا قول غیر پر نافذ کرنے کا اختیار شرعی ہونا خواہ وہ غیر شخص چاہے یا نہ چاہے۔

الوکیل:۔ وکیل وہ شخص ہے جس کو حق وکالت حاصل ہو۔ وکالت بفتح الواوُ

---

[۱] قواعد الفقہ صفحہ ۵۴۸۔ [۲] بنفسہٖ کی مثال چچا کا بیٹا ہے۔

(بکسر الواو) لغۃ توکیل کا اسم مصدر ہے یعنی کسی کو سپرد کر دینا۔ اور اصطلاحِ شریعت میں تَفْوِیْضُ اَحَدٍ اَمْرَہٗ لِاٰخَرَ وَاِقَامَتُہٗ مَقَامَہٗ یعنی وکالت کے معنی یہ ہیں۔ کسی شخص کا اپنے معاملے اور کام کو دوسرے کے سپرد کر دینا اور اس دوسرے شخص کو اپنی جگہ قائم مقام مختار بنا دینا۔ قائم مقام بنانے والے شخص کو مؤکل اور جس کو قائم مقام بنایا ہے جس کو اپنا کام سپرد کیا ہے اس کو وکیل کہتے ہیں اور جس معاملے کو سپرد کیا ہے اسکو موکل بہٖ کہتے ہیں اور ان تینوں کے مجموعے کو عقد وکالت کہتے ہیں۔

وکیل ہونے کے لیے شرط ہے کہ وہ خود عاقل و بالغ ہو، بچہ اور مجنون وکیل نہیں ہو سکتے۔ شرعاً مسلمان کے وکیل کے لیے شرط اسلام بھی معتبر ہو گی۔ وکالت حدود اور قصاص میں معتبر نہیں ہوتی اور وکالت میں تیاغیر جاری نہیں ہوتی۔ وکیل کے مرتد ہو جانے مجنون ہو جانے سے عقد وکالت باطل ہو جاتا ہے۔

صاحب وقایہ نے وَيَتَوَلّٰى طَرَفَيِ النِّكَاحِ فرما کر فضولی کی نفی کی ہے۔ امام ابو یوسفؒ کا اس مسئلے میں اختلاف ہے ان کے نزدیک فضولی بھی ایجاب وقبول کا ذمہ دار تنہا موقوفاً ہو سکتا ہے یعنی زوجین کی اجازت پر اس صورت کو بھی موقوف رکھا جائے گا اور یہ موقوفہ صورت نابالغ کے لیے عندالبلوغ۔ یا عندالعلم بالنکاح ہونے تک ہے اور بالغ کے لیے عندالعلم بالنکاح امر موقوف رہے گا۔ یعنی بالغ مرد و عورت فضولی کے نکاح کا علم پا کر قبول یا رد کر سکتے ہیں۔

شارح وقایہ نے طرفین کے مسلک پر دھو علیٰ اقسام سے پانچ صورتیں بیان کی ہیں۔ ان کی صورت مسئلہ حسب ذیل ہو گی۔

۱۔ اوّل صورت مسئلہ یہ ہے وہ ایک شخص اصیل اور ولی ہو جیسے زید ہندہ کا ابن العم یعنی چچا کا بیٹا ہے اور ہندہ نابالغہ زید کے چچا کی بیٹی ہے شرط مسئلہ یہ ہے کہ ہندہ کا باپ دادا، چچا موجود نہ ہوں اور ابن العم فاسق ماجن[1]

---

[1] ماجن یعنی ایسا بدکار جو رسوائے زمانہ ہو۔ اور کھلے عام فسق و بدکاری اور گناہ اعلانیہ کرتا ہو۔ (شاہد حسن قاسمی)

کھلا ہوا بدکار نہ ہو اور ضابطہ شرعی کے مطابق زید مثلاً چچا کا بیٹا ولی قرار دیا گیا ہو تو ان شرائط کے ساتھ زَوَّجْتُكِ کلام واحد کے ذریعہ ہندہ نابالغہ سے اپنا عقد کر سکتا ہے۔ اور عندالبلوغ یا نکاح کے علم کی مجلس میں۔۔۔ ہندہ کو اختیار حاصل ہوگا۔ کہ وہ چچا کے بیٹے کے کیئے ہوئے نکاح کو فسخ کرا دے یا قبول کر لے۔ گویا کہ یہ صورت مسئلہ بھی موقوف علی الاجازت ہے۔ یعنی بالغ لڑکی کی اجازت سے نکاح باقی رہے گا۔

۲۔ دوسری صورت مسئلہ اصیل اور وکیل کی ہے۔ مثلاً خالد عاقل و بالغ ہے اور راشدہ نے جو خود عاقلہ و بالغہ ہے اپنا وکیل نکاح یہ کہکر بنایا کہ آپ اپنے سے میرا نکاح کر لیجئے۔ اس اختیارِ وکالت کے بعد خالد کلام واحد سے یہ کہے زَوَّجْتُ رَاشِدَةَ تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔

۳۔ تیسری صورت مسئلہ اَوْ وَلِيًّا مِنَ الْجَانِبَيْنِ ہے اس کی صورت مسئلہ یہ ہوگی۔ مثلاً عبداللہ دادا ہے اور عبدالرحمٰن اس کا پوتا ہے اور مریم اسکی پوتی دوسرے بیٹے سے ہے اور ان دونوں کے باپ نہیں ہیں۔ اور دونوں نابالغ ہیں۔ تو اس صورت میں عبداللہ کلام واحد سے کہے زَوَّجْتُ مَرْيَمَ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا۔

۴۔ چوتھی صورت اَوْ وَكِيلًا مِنَ الْجَانِبَيْنِ ہے اس کی صورت مسئلہ یہ ہے کہ عمر نے زینب سے نکاح کرانے کے لیے بکر کو اپنا وکیلِ نکاح بنایا اور زینب نے بھی بکر کو عمر سے اپنا نکاح کرانے کے لیے وکیل نکاح بنایا تو اس صورت میں بکر عاقدین کے وکیل کی حیثیت سے کلام واحد کے ذریعہ یہ کہے زَوَّجْتُ زَيْنَبَ بِعُمَرَ یہ نکاح درست ہو جائیگا۔

۵۔ پانچویں صورت او ولیًّا من جانب و وکیلاً من جانب ہے اس کی صورت مسئلہ یہ ہوگی۔ جیسا کہ راشد نے عبدالرحیم کو اپنا وکیلِ نکاح ہندہ سے نکاح کے لیے بنایا اور عبدالرحیم ہندہ کا باپ یا دادا یا اور

کی حیثیت سے ولی نکاح ہے تو عبدالرحیم کلام واحد سے یہ کہے زَوَّجْتُ هِنْدَةَ بِرَاشِدٍ تو کلام واحد سے یہ نکاح منعقد ہو جائے گا۔

عبارت وَلَا يَجُوزُ اَنْ يَكُوْنَ الْوَاحِدُ فُضُوْلِيًّا كَمَا اِذَا كَانَ اَصِيْلًا وَفُضُوْلِيًّا اَوْ وَلِيًّا مِنْ جَانِبٍ وَفُضُوْلِيًّا مِنْ جَانِبٍ اَوْ وَكِيْلًا مِنْ جَانِبٍ وَفُضُوْلِيًّا مِنْ جَانِبٍ اَوْ فُضُوْلِيًّا مِنَ الْجَانِبَيْنِ۔

ترجمہ۔ اور درست نہیں ہے یہ بات کہ ایک شخص (متولی طرفی نکاح ہو سکے) فضولی ہونے کی حیثیت سے (فضولی زوج اور زوجہ یا صرف ایک کی جانب سے ہو تب بھی یہی حکم ہوگا) جیسا کہ جب کہ کوئی شخص اصیل اور فضولی ہو یا ایک جانب سے ولی اور دوسری جانب سے فضولی ہو۔ یا ایک جانب سے وکیل اور دوسری جانب سے فضولی ہو یا جانبین کی طرف سے فضولی ہو۔۔۔۔ (عند الطرفین)۔

توضیح الوقایہ شارح وقایہ وَيَتَوَلّٰى طَرَفَيِ النِّكَاحِ کی مزید وضاحت کے لیے لَا يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ الْوَاحِدُ فُضُوْلِيًّا عبارت ذیل کے ذریعے مزید وضاحت کرنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ ماتن وقایہ نے يَتَوَلّٰى طَرَفَيِ النِّكَاحِ میں لَيْسَ بِفُضُوْلِيٍّ فرما کر فضولی کے لیے کلام واحد سے ایجاب وقبول کے اختیار کو نفی فرمایا تھا اسی نفی فضولی کی وضاحت لَا يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ الْوَاحِدُ فُضُوْلِيًّا کے ذریعے کر رہے ہیں۔ شارح وقایہ کہنا چاہتے ہیں کہ متولی طرفی نکاح یعنی کلام واحد کے ذریعہ ایجاب وقبول کا اختیار رکھنے والا شخص فضولی نہیں ہو سکتا اور اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں۔ شارح وقایہ نے اجمالاً ذکر فرمائیں ہیں، تفصیل وضاحت کے لیے اس ضابطے کی چاروں صورت مسئلہ یہ ہیں۔

۱۔ صورت اولیٰ اَصِيْلًا وَفُضُوْلِيًّا مثلاً زید خود اپنا نکاح کرنے کے اعتبار سے اصیل ہو اور ہندہ سے اپنا نکاح اس کی اجازت، ولایت، وکالت

کے بغیر فضولی کی حیثیت سے کرنے لگے اور ہندہ سے بحیثیت فضولی کوئی کہے زَوَّجْتُكِ۔ یہ نکاح درست نہ ہوگا۔

۲:۔ صورت ثانیہ او ولیاً من جانب و فضولیاً من جانب اس کی صورت یہ ہوگی کہ بکر اپنی بیٹی زینب کا نکاح کسی دوسرے شخص راشد سے کلام واحد کے ذریعہ کرائے اور یوں کہے زَوَّجْتُكُمَا حالانکہ راشد نے بکر کو نہ اپنا وکیل نکاح بنایا۔ اور بکر راشد کا ولی شرعی للنکاح بھی نہ تھا

۳:۔ صورتِ ثالثہ ۔ او وکیلاً مِنْ جَانِبٍ وَفُضُولِيًّا مِنْ جَانِبٍ مثلاً راشدہ نے اپنا وکیل نکاح عبداللہ کو بنایا۔ اور عبداللہ نے راشدہ کا نکاح عبدالکریم سے کردیا بحیثیت فضولی۔ حالانکہ عبدالکریم نے عبداللہ کو اپنا وکیل نکاح نہیں بنایا اور عبدالکریم عبداللہ کا شرعاً ولی نکاح بھی نہ تھا۔

۴:۔ صورت رابعہ، او فضولیاً من الجانبین ۔یہاں جانبین سے مراد زوج اور زوجہ ہیں۔ اس کی صورت مسئلہ یہ ہوگی۔ کہ زید بحیثیت فضولی راشدہ اور عمر کا نکاح کلام واحد کے ذریعہ کرادے اور بحیثیت فضولی یوں کہے زَوَّجْتُ رَشِيْدَةَ بِعُمَرَ۔ یہ چاروں صورتیں کلام واحد کے ذریعے فضولی کی درست نہیں ہیں اور ان چاروں صورتوں میں عقد تام نہیں ہوگا۔ البتہ عقد موقوف کی حیثیت سے ایجاب وقبول کے شرط کے ساتھ ایک فضولی یا دو فضولی کا کیا ہوا۔ نکاح موقوف علی اجازت الاصیل اوالوکیل اوالولی ہوتا ہے اور اوپر کی عبارت میں لا یجوز سے کلام واحد کے ذریعہ عقد تام ہونے کی نفی کی گئی ہے۔

عبارت وَصَحَّ نِكَاحُ اَمَةٍ زَوَّجَهَا مَنْ اُمِرَ بِنِكَاحِ امْرَأَةٍ لِآمِرِهٖ اِیْ اِنْ وُكِّلَ اَنْ يُزَوِّجَهٗ اِمْرَأَةً فَزَوَّجَهٗ اَمَةً صَحَّ وَصَحَّ اِنْكَاحُ الْاَبِ وَالْجَدِّ عِنْدَ عَدَمِ الْاَبِ

الصَّغِيْرَ وَالصَّغِيْرَةَ بِغَبْنٍ فَاحِشٍ فِي الْمَهْرِ اَوْ مِنْ غَيْرِ كُفُوٍ لَا لِغَيْرِهِمَا. اَيْ لَا يَصِحُّ لِغَيْرِ الْاَبِ وَالْجَدِّ اِنْكَاحُ الصَّغِيْرِ وَالصَّغِيْرَةِ بِغَبْنٍ فَاحِشٍ فِي الْمَهْرِ اَوْ مِنْ غَيْرِ كُفُوٍ اِتِّفَاقًا وَجَوَازُ اِنْكَاحِهِمَا لِلْاَبِ وَالْجَدِّ بِالْغَبْنِ الْفَاحِشِ اَوْ مِنْ غَيْرِ كُفُوٍ ءٍ مَذْهَبُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ خِلَافًا لَهُمَا اَيْ لَوْ فَعَلَ الْاَبُ وَالْجَدُّ عِنْدَ عَدَمِ الْاَبِ لَا يَكُوْنُ لِلصَّغِيْرِ وَالصَّغِيْرَةِ حَقُّ الْفَسْخِ بَعْدَ الْبُلُوْغِ وَاِنْ فَعَلَ غَيْرُهُمَا فَلَهُمَا اَنْ يَفْسَخَا بَعْدَ الْبُلُوْغِ۔

ترجمہ:۔ اور درست ہے ایسی باندی کا نکاح (کرے وکالتہً) اس باندی کی شادی کی ہو اس شخص نے جس کو حکم دیا گیا تھا مطلقاً کسی عورت سے نکاح کرانیکا اپنے آمر (یعنی موکل) کے لیے یعنی اگر وکیل بنایا (کسی موکل نے) کہ اس کا نکاح کرادے مطلقاً کسی عورت سے، اس کے بعد وکیل نے نکاح کرا دیا اپنے مؤکل کا کسی بھی باندی سے (بشرطیکہ وہ مومنہ یا کتابیہ ہو) تو یہ نکاح درست ہے اور درست ہے نکاح کرانا باپ اور دادا کا۔ دادا کا نکاح کرانا نابالغ لڑکے اور نابالغہ لڑکی کا باپ کے نہ ہونے کی صورت میں درست ہے۔ (باپ اور دادا) غبن فاحش یعنی کھلی ہوئی واضح کمی بیشی مقدار اور کیفیت مہر میں یا غیر کفو میں۔ (لیکن) درست نہیں ہے ان دونوں کے علاوہ کے لیے (ایسا کرنا) یعنی صحیح نہیں ہے۔ باپ اور دادا کے علاوہ نابالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح کرنا غبن فاحش (یعنی کھلے نقصان کے ساتھ مہر میں) یا غیر کفو میں متفق علیہ بین الاحناف۔ اور جواز صغیر اور صغیرہ کے نکاح کا باپ دادا کے لیے غبن فاحش کے ساتھ یا غیر کفو میں امام ابوحنیفہ کا مسلک ہی صاحبین کا اس میں اختلاف ہے (امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر باپ نے

ایسا کیا یا باپ کے نہ ہونے کی صورت میں دادا نے کیا تو اس صورت میں اصغیر اور صغیرہ کے لیے بالغ ہونے کے بعد نکاح فسخ کرانے کا حق نہیں ہے اور اگر (ایسا) کیا باپ دادا کے علاوہ نے تو صغیر اور صغیرہ دونوں کو بالغ ہونے کے بعد نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل ہے۔

توضیح الوقایہ قولہ نِکَاحُ اَمَةٍ کی صورت مسئلہ یہ ہے کہ زید نے عمر کو اپنا وکیل نکاح بنا کر مطلقاً کسی عورت سے عقد نکاح کرنے کے لیے کہا۔ امراۃ نکرہ اور غیر معین ہونے کی بنا پر مطلقاً کسی بھی عورت سے نکاح کرنا درست ہو جائے گا۔ اس مسئلہ میں عمر نے ہندہ باندی سے نکاح کرا دیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ نکاح امۃ درست ہے۔ صاحبین کا اس میں اختلاف ہے۔

قولہ وانکاح الاب۔ ماتن وقایہ ایک ضابطۂ خصوصی بیان کر رہے ہیں۔ عموی طور پر مہر مثل اور کفو کا اعتبار کرنا قانوناً واجب ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک باپ اور باپ کے نہ ہونے کی صورت میں دادا ولایۃً اپنی نابالغ اولاد لڑکے اور لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کر سکتے ہیں۔ ایسے ہی مہر مثل کو چھوڑ کر غبن فاحش یعنی کثیر فرق کم یا زیادہ مقدار مہر معیّن کر سکتے ہیں۔ اور کیفیت کے اعتبار سے بھی مہر معجل کی جگہ مؤجل اور مؤجل کی جگہ معجل اور مہر نقد یا ادھار کیا جا سکتا ہے۔ باپ دادا کے علاوہ کے لیے جیسے چچا ماموں وغیرہ کے لیے متفق بین الائمہ یہ صورت جائز نہیں ہے اور اگر باپ دادا کے علاوہ کسی رشتے دار نے غیر کفو میں نکاح کر دیا۔ یا مہر کی مقدار اور کیفیت میں شدید کمی بیشی کر دی تو بالغ ہونے کے بعد لڑکا اور لڑکی دونوں کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوگا۔

عبارت وَلَا نِكَاحُ وَاحِدَةٍ مِنْ اثْنَتَيْنِ زَوَّجَهُمَا الْمَامُوْرُ بِوَاحِدَةٍ لِلْاٰمِرِ اِیْ اَمَرَ اٰخَرَ اَنْ يُّزَوِّجَهٗ

اِمْرَأَةً فَزَوَّجَهُ اِمْرَأَتَيْنِ بِعَقْدٍ وَاحِدٍ لَا يَصِحُّ نِكَاحُ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا۔ اَمَّا اِذَا زَوَّجَ بِعَقْدَيْنِ فَالْاَوَّلُ صَحِيْحٌ دُوْنَ الثَّانِيْ۔

ترجمہ:۔ اور نکاح درست نہیں ہوگا ایک عورت کا بھی ایسی دو عورتوں میں سے کہ نکاح کیا ہو ایسے وکیل نکاح نے جس کو حکم دیا گیا تھا صرف ایک عورت سے نکاح کرانے کے لیے، ایسے موکل کے لیے یعنی حکم دیا ایک شخص نے دوسرے کو کہ (وکالتہً) اس کا نکاح کرا دے (صرف) ایک عورت سے پس (وکیل نے) اسکا نکاح کرایا دو عورتوں سے عقد واحد کے ذریعہ تو درست نہ ہوگا نکاح ہر ایک کا ان دونوں عورتوں میں سے۔ لیکن اگر وکیل نے دو عقد کے ذریعہ الگ الگ نکاح کیا تو پہلا نکاح صحیح (یعنی نافذ ہو جائے گا) نہ کہ دوسرا۔

توضیح الوقایہ

صورت مسئلہ یہ ہے کہ خالد نے بکر کو صرف ایک عورت کے لیے اپنا وکیل نکاح بنایا۔ لیکن بکر نے ایک ہی عقد میں دو عورتوں سے ایجاب وقبول کرلیا تو اس صورت مسئلہ میں ان دونوں عورتوں کا نکاح خالد شوہر کے لیے لازم اور نافذ نہیں ہے بلکہ خالد موکل کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ دوسری صورت اَمَّا اِذَا زَوَّجَ سے یہ ہے کہ بکر نے الگ الگ دو عقد کے ذریعہ وکالۃً سیدہ سے اوّل نکاح کیا اور ہندہ سے اس کے بعد خالد کے لیے نکاح کرلیا۔ اس ثانی صورت میں سیدہ کا نکاح خالد سے فوری طور پر نافذ ہو جائے گا لیکن ہندہ سے نافذ نہ ہوگا بلکہ موقوف رہے گا خالد کی اجازت پر۔ کیوں کہ فقہی ضابطہ باب الوکالت میں یہ ہے کہ وکیل[۱] خاص موکل کے امر و مشورے کے تابع رہتا ہے۔ اور اگر وکیل خاص اپنی رائے سے کوئی امر جدید کرے گا تو وہ امر موکل پر لازم نہ ہوگا اسی عدم لزوم کو صاحبِ کتاب نے او یصح سے تعبیر کیا ہے۔

---

[۱] وکیل خاص (د) وکیل ہے جس کو خاص معاملہ کا وکیل بنایا گیا ہو عام نہ ہو (شاہد حسن)

مسائل وتاریخ مہر

شریعت اسلام نے مرد وعورت کی ازواجی زندگی اور نکاح کے رشتہ کو جائز سکونِ نفس، جذباتی لگاؤ خلوص و محبت اور قلبی رابطہ کے ساتھ شبہ باالکفالت مؤنت اور وظیفہ مال اور مہر سے بھی متعلق فرمایا ہے اور جائز، صحیح نکاح کے لیے ایک مالی مقدار واجب ہوتی ہے اس کو مہر کہتے ہیں۔ اور روزمرہ گزار ے کے لیے حق زوجہ کو نفقہ کہتے ہیں۔ مہر کے سلسلہ میں روایتی طور پر عربوں کا کردار زیادہ بہتر اعلیٰ اور ارفع رہا ہے عرب کے لوگ قبل اسلام بھی نکاح سے پہلے پورا مہر مسمیٰ ادا کرنے کے عادی تھے۔ قرآن حکیم نے سورۃ بقرہ کی بعض آیات میں اس طرف اشارہ بھی فرمایا ہے لیکن عرب سے باہر کی دنیا اہل عجم زیادہ تر اس حقِ زوجہ سے غافل اور کوتاہ رہے ہیں لیکن مذہب اسلام نے بیوی کے مہر کو حق واجب الادا قرض قرار دیا ہے۔

اسلام سے پہلے اور نزول قرآن کے بعد بھی عربوں میں یہ دستور رہا ہے۔ اور زیادہ تر آج بھی یہی طریقہ ہے کہ بیوی کا مہر معجل جو [فی الحال قبل خلوت وجماع واجب ہوتا ہے] طے کرتے ہیں اور نکاح کے ساتھ ہی تنہائی میں جانے سے پہلے مہر ادا کرنا عرب کا معمول ورواج ہے۔ شریعتِ اسلام نے مہر کی ادائیگی کو لازمی قرار دیا ہے۔ بہتر تو یہی ہے کہ مہر نکاح کے وقت دے دیا جائے۔ ورنہ جس قدر جلد ممکن ہو ادا کرنا چاہیۓ۔ یہ ایک قرض واجب ہے اس میں دیر نامناسب ہے۔

مہر اور قرآن کریم:۔ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۔ (پ۵ سورۃ النساء)

مفہوم:۔ اس سلسلہ میں ارشاد قرآنی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ نکاح کی اجازت اس

لے دی گئی ہے کہ تم اپنے مال و مصارف کے ذریعے بیوی کو نکاح میں لاؤ اور اس مقصد عظیم کے ساتھ نکاح کرو کہ تم لوگ مقاصد نکاح اور پاک دامنی کے طلب گار ہو۔ اور محض خواہشات نفسانی کے لیے نہ ہو اور جن عورتوں سے تم نے نکاح کیا ہے اور ان سے قربت حاصل کی ہے تو لازمی طور پر فریضۂ شرعی جان کر ان کا حق مہر ادا کرنا چاہیے۔

مقصد نکاح پاکدامنی ہونا چاہیے اور صرف محل شہوت سے تکمیل جذبات اور زنا کی طرح مخصوص پانی بہا دینا مقاصد نکاح کی بنیاد تصور نہ ہونا چاہیے۔ مہرِ ازواجِ رسول علیہ السلام"

عَنْ اَبِی سلمةؓ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ کَمْ کَانَ صَدَاقُ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ کَانَ صَدَاقُہٗ لِاَزْوَاجِہٖ اثنتی عَشَرَةَ اُوْقِیَةً وَنَشًّا قَالَتْ اَتَدْرِیْ مَا النَّشُّ قُلْتُ لَا قَالَتْ نِصْفُ اُوْقِیَةٍ فَتِلْکَ خَمْسُ مِائَةِ درہمٍ ، فَھٰذَا صُدَاقُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لِاَزْوَاجِہٖ وَالنَّشُّ بِالرَّفْعِ فی شرح السنة وفی جمیع الاصول

مفہوم:۔ حضرت ابو سلمہؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر کتنا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواباً فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اپنی بیویوں کا مہر بارہ اقیہ چاندی اور ایک نش کی مقدار ہے اور پھر حضرت عائشہ نے حضرت ابو سلمہ رضؓ سے فرمایا کہ آپ کو نش کے بارے میں معلوم ہے حضرت ابو سلمہ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں ہے تو حضرت عائشہ رضؓ نے نش کی مقدار

لہ رواہ مسلم جلد اوّل صفحہ ۴۵۸

آدھا اوقیہ بیان فرمایا۔ اس طرح کل مقدار مہر ازواج مطہرات ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی یعنی پانچ سو درہم ہے اور دور جدید کے اعشاریہ اور میٹرک وزن کے اعتبار سے ۱۰۷۰ اکلوگرام یعنی ایک کیلو ہسات سو ایک گرام چاندی کی مقدار یا اس کی قیمت عام بازاری نرخ کے اعتبار سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کا مہر مبارک ہے۔

موجودہ دور میں مہر نبوی کی مالیت

اس وقت دس گرام چاندی کی مالیت ستر روپے ہے اس طرح کم سے کم عمومی مہر ازواج مطہرات کی موجودہ مالیت کی مقدار ۱۱۹۰۷/۰۰، گیارہ ہزار نوسو سات روپے اس وقت مالیت مہر نبوی ہے۔ **مہر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا**

۲۔ عن اُمِّ حَبِیْبَۃَ اَنَّهَا کَانَتْ تَحْتَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَحْشٍ فَمَاتَ بِاَرْضِ الْحَبْشَۃِ فَزَوَّجَهَا النَّجَاشِیُّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَمْهَرَهَا عَنْهُ اَرْبَعَۃَ الْاٰفٍ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَرْبَعَۃَ الْاٰفِ دِرْهَمٍ وَبَعَثَ بِهَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَعَ شُرَحْبِیْلَ بْنِ حَسَنَۃَ[1]

مفہوم۔ حضرت ام حبیبہ رضؓ سے منقول ہے کہ وہ [پہلے] عبداللہ بن جحش کے نکاح میں رہیں۔ جب عبداللہ فوت ہو گئے تو شہنشاہ حبشہ اصحمہ نجاشی نے ان کا نکاح ثانی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما دیا اور حضرت ام حبیبہؓ کا مہر چار ہزار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے نجاشی نے ادا کیا۔ چار ہزار کی تعیین ایک دوسری روایات میں چار ہزار درہم سے ہے یعنی ۱۳۶۰۸ تیرا کیلو گرام، چھ سو آٹھ گرام چاندی مہر تھا۔ ایک دوسری روایت میں مذکور ہے کہ نجاشی نے شرحبیل بن حسنہ کے ہمراہ

[1] رواہ ابوداؤد والنسائی۔

چار ہزار درہم مہر دے کر حضرت ام حبیبہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں بھیجا تھا۔ یہ نکاح اصیل بالوکیل یا نکاح اصیل بالفضولی کی فقہی صورت مسئلہ ہے مالیت مہر حضرت ام حبیبہؓ :۔ دس گرام چاندی ستر روپے سے تیسرا کلو چھ سو آٹھ گرام مہر ام حبیبہ کی مالیت ۔ 952 /6 روپے ہوتی ہے

ازواج نبی علیہ السلام کا مہر اور اختلاف روایات کا حل

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات مقدار مہر کے بارے میں دو مختلف مقدار مروی ہیں۔ مضمون ذیل میں اس اختلاف کو اس طرح حل کیا گیا ہے۔

روایت اولیٰ :۔ چار سو اسی درہم۔ [ایک کیلو چھ سو تینتیس گرام اور چھیانوے ملی گرام] چاندی کی مقدار مروی ہے۔ مارکیٹ مالیت 72/ 11430 روپے ہوتی ہے

روایت ثانیہ، پانچ سو درہم [یعنی ایک کیلو سات سو ایک گرام] چاندی مقدار مہر ہے۔

ان دو مختلف وزن روایات میں صورت تطبیق یہ ہے کہ ازواج مطہرات کا مہر اصل میں ساڑھے بارہ اوقیہ ہی ہے۔

ایک اوقیہ برابر ساڑھے دس تولہ اور جدید وزن میں ایک سو بائیس گرام اور چار سو بہتر ملی گرام ہے۔

اس حساب سے ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی برابر پانچ سو درہم وزن کے ہوتی ہے جن حضرات نے نصف اوقیہ کی کسر حذف کر کے بارہ اوقیہ چاندی کا ذکر فرمایا۔ اس حساب سے ۴۸۰ درہم بنتے ہیں لیکن ازواج مطہرات کا اصل مہر ساڑھے بارہ اوقیہ برابر پانچ سو درہم ہے یعنی 1.701 کیلو گرام چاندی ہے اور اسی مقدار مہر کو روایت اور آثار صحابہ سے تقویت حاصل ہے ۔ اس طرح اختلاف روایت ختم ہو جاتا ہے۔

مہر فاطمی اور رسولؐ کی بیٹیوں کا مہر

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد

مبارک سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منعقد ہوا اس سلسلہ میں یہ روایت مروی ہے۔

۱۔ روایت اولیٰ ۱۔ فَزَوَّجَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَرْبَعِ مِائَةٍ وَثَمَانِيْنَ دِرْهَمًا۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بعوض مہر چارسو اسی درہم مقرر فرمایا۔ جدید وزن [۱۶۹۶ ۳۲ء۱ کلوگرام چاندی]

۲۔ روایت ثانیہ: ثُمَّ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَمَرَنِيْ اَنْ اُزَوِّجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِيٍّ وَقَدْ زَوَّجْتُهَا عَلٰى اَرْبَعِ مِائَةِ مِثْقَالِ فِضَّةٍ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم فرمایا کہ میں (حضرت) علی سے فاطمہؓ کا نکاح منعقد کروں، اور میں نے فاطمہؓ کا نکاح بعوض مہر چارسو مثقال چاندی پر کیا۔

وزن ایک مثقال برابر چار ماشے چار رتی اور جدید میٹرک وزن کے اعتبار سے ایک مثقال برابر چار گرام ۴ گرام ۸۶ء۴ ——— ملی گرام ہوتا ہے اور یہ ضابطہ حساب بھی یاد رکھیے ایک گرام برابر ایک ہزار ملی گرام کے ہوتا ہے اس طرح نتیجۃً چارسو مثقال مہر فاطمی ۹۴۴ء۱ کیلوگرام چاندی کے ہوتا ہے [یعنی ایک کیلو نوسو چوالیس گرام چاندی] موجودہ دور میں بازاری مالیت اس مقدار مہر فاطمی کی قیمت مبلغ ۱۳۶۰۸٫۰۰ تیرہ ہزار چھ سو آٹھ روپے ہے۔ حضرت فاطمہؓ کے مقدار مہر کے بارے میں روایت اول چارسو اسی درہم ہے ——— اس مقدار کا جدید وزن برابر [ایک کیلو چھ سو تیس گرام اور چھیانویں ملی گرام] ہے۔

نیز اس مہر فاطمی کے اس وزن چاندی کی مارکیٹ مالیت یہ ہے گیارہ ہزار چار سو تیس روپے ۲۷ پیسے حضرتؓ فاطمہؓ کے مہر کے سلسلہ میں ان دونوں روایات میں ترجیح اور قوت دلیل پہلی روایت چارسو اسی درہم یعنی ایک کیلو چھ سو تیس گرام اور چھیانویں ملی گرام چاندی کی مقدار

---

[1] تاریخ الخمیس ص ۳۶۱ بحوالہ امداد الاوزان مولانا مہربان علی [2] تاریخ الخمیس ص ۳۶۲، شاہ حسن

کو فوقیت اور ترجیح حاصل ہے کیوں کہ یہ روایت کتب احادیث و سیرت میں منقول اور ثابت ہے۔ اور دوسری روایت چار سو مثقال (ایک کیلو نو سو چوالیس گرام چاندی) صرف سیرت الحلبیہ میں مذکور ہے یہ عمومی روایت نہیں ہے۔

رسول اکرمؐ کی دیگر بیٹیوں کا مہر

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر صاحبزادیاں حضرت رقیہؓ حضرت ام کلثومؓ اور حضرت زینبؓ ان صاحبزادیوں کا مہر چار سو اسّی درہم (ایک کیلو چھ سو تینتیس گرام اور چھیانوے ملی گرام) تک تھا اس سے زائد نہ تھا اگرچہ روایات میں زائد کی نفی ہے لیکن مجموعی طور پر یہ محسوس ہوتا ہے۔ مذکورہ مقدار دیگر صاحبزادیوں کا مہر مسمیٰ رہا ہے اور یہ بھی امکان ہے کہ کسی صاحبزادی کا مہر اس سے قدرے کم رہا ہو۔ جیسے نکاح زینبؓ کے بارے میں یہ امکان موجود ہے۔

چار سو اسی درہم برابر ۱.۶۳۳۹۶ کلو چاندی کی قیمت ۱۱۴۳۰/۷۲ روپے ہوتی ہے۔

کم سے کم کتنا مہر شرعاً ضروری ہے

دور حاضر میں صحیح اور جامع اور واضح دینی معاشرہ اور علم دین و احکام فقہیہ سے زیادہ ناواقفیت کا ماحول موجود ہے۔ دینی معاشرہ کی جگہ وطنی لسانی نسلی و خاندانی رسومات اور تکلفات بے جانے حاصل کر لی ہے۔

مسلم عوام زیادہ تر فرقوں اور خاندانی فخر و امتیازات اور خانہ زاد اور من گھڑت رسومات کو بجالانا زیادہ ضروری سمجھتے ہیں لیکن بحیثیت مسلمان اخلاقی عقلی اور دینی فریضہ ہے کہ ہم سب ہی صراط مستقیم اور احکام شرعیہ کی طرف انفرادی اور اجتماعی طور پر توجہ دیں اور صحیح دینی معلومات اہل علم سے حاصل کریں۔ نکاح اور شادی کے موقع پر ترک رسومات ضروری ہے ان رسومات کے ماحول میں ایک فریضہ شرعی مہر کو بھی ایک رسم کی طرح سمجھ لیا گیا ہے۔ اور مہر کو غیر اہم اور غیر ضروری درجہ دیکر ادائگی مہر میں غفلت اور

بے توجہی ہے۔ جبکہ مہر بحکم قرآنی ایک فریضہ شرعی اور حقِ واجب ہے اور کم سے کم مقدار مہر بھی شریعت نے مقرر کر دی ہے اگر کوئی مسلمان حنفی دس درہم (یعنی چونتیس گرام اور دو ملی گرام چاندی ہے جس کی موجودہ بازاری قیمت دو سو انتالیس روپے چالیس پیسے ہے۔ 239/40 بنتی ہے اس سے کم روپیہ یا چاندی مہر طے کر لیے تو یہ مقرر کرنا غیر معتبر ہے بلکہ دس دس درہم یا اس کی قیمت ۲۴۰/- واجب ہیں، اس وقت کے حساب سے اس سے کم معتبر نہیں ہے۔ اگر کسی برادری یا خاندان میں دس درہم یعنی سوا چونتیس گرام چاندی یا اس کی مارکیٹ قیمت سے کم مقدار مہر کا دستور اور طریقہ چلا آرہا ہو تو وہ طریقہ شرعاً غیر معتبر ہے شلاً بعض لوگ اور بعض خاندانوں میں مہر کو کم حیثیت سمجھتے ہوئے پچیس یا پچاس روپیہ یا سو دو سو روپیہ مہر طے کرنے کا طریقہ ہوتا ہے یہ طے کرنا غیر معتبر ہے کیونکہ کم سے کم شرعی مہر حنفی مسلک کے لئے دس درہم یعنی سوا چونتیس گرام چاندی واجب ہوگی آج کل دس گرام چاندی کی قیمت ستر روپیہ ہے اس حساب سے کم مہر دو سو چالیس ۲۴۰ روپیہ واجب ہے۔ کیوں کہ مارکیٹ ریٹ بدلتا رہتا ہے اس لیے کم سے کم مہر سوا چونتیس گرام چاندی کی بازاری قیمت معلوم کر کے مہر کا معاملہ طے کریں۔

مہر معاف کرا لینا

یہ عجیبوں اور غیر مہذب افراد کا مزاج حرص ہوتا ہے کہ وہ شبِ اول یا کسی بھی وقت مہر معافی کی فکر میں لگے رہتے ہیں اور نفسیاتی دباؤ کے ذریعہ بزعم خود پہلی رات میں بیوی سے مہر معاف کرا لیتے ہیں یہ لوگ توجہ سے سنیں:۔

بیوی سے مہر معاف کرانا ایسا ہی ہے جیسے کسی کا قرض آپ کے ذمہ ہو اور آپ اپنی خود داری اور مردانہ شرافت سے گر کر قرض خواہ سے کہیں کہ میرا قرضہ معاف کر دو میں نہیں دے سکتا ہوں۔ ظاہر ہے کوئی بھی مہذب اور خود دار شخص

قرض کی معافی نہیں چاہتا۔ ایسے ہی شریف انسان کا فرض ہے کہ بیوی کا مہر قرض واجب تصور کرتے ہوئے نکاح کے وقت ادا کر دے اور اگر روپیہ موجود نہ ہو تو کوشش کر کے جس قدر جلد ممکن ہو مہر کا قرضہ ادا کرنا چاہیئے

اور مہر معاف کرانے والے افراد میں شامل نہ ہونا چاہیئے کیوں کہ مہر کا حکم قرآنی موجود ہے اس لیے مہر بہرصورت ضروری ہے۔ اور بیوی کو یہ بنیادی حق حاصل ہے کہ نکاح میں رہتے ہوئے اپنا پورا مہر مکمل طور پر وصول کر کے مقدار مہر اپنی تحویل اور قبضہ میں لے لے اور با اختیار طریقہ سے صرف وخرچ کرے۔

قدیم وجدید وزن کا بنیادی نقشہ

شمار	ہندی اوزان		میٹرک وزن
۱	ار رتی	= —	=۱۲۱٫۵۰ ملی گرام
۲	ار ماشہ	= ۸ر رتی	= ۹۷۲ ملی گرام
۳	ار تولہ	= ۱۲ر ماشہ	= ۱۱گرام ۶۶۴ ملی گرام
۴	ار چھٹانک	= ۵ر تولہ	= ۵۸ گرام ۳۲۰ ملی گرام
۵	ار سیر	= ۸۰ر تولہ	= ۹۳۳گرام ۱۲۰ ملی گرام
۶	ار من	= ۴۰ر سیر	= ۳۷ کلو ۴ ۳۲ گرام ۸۰۰ ملی گرام

نقشہ وجوب زکوٰۃ بصورت جدید اوزان

نقد روپے مالیت زکوٰۃ				
روپے 4167 اکتالیس سو سڑسٹھ	چاندی	۵۲½ تولے	۶۱۲گرام ۳۵ ملی گرام	612.35 گرام
40459-37 چالیس ہزار چار سو انسٹھ	سونا	۷½ تولے	۸۷ گرام ۴۷۹ ملی گرام	87.479 گرام

نوٹ:۔ سونے چاندی کا ریٹ بدلتا رہتا ہے اس لئے مارکیٹ ریٹ معلوم کر کے زکوٰۃ دیں۔ سونا چاندی ملا ہوا نصاب یا اتنی مالیت کا تجارتی سامان ہو تو بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ شاہد حسن قاسمی۔

قدیم وجدید فقہی اوزان کا نقشہ[۱]:

شمار	فقہی اوزان		ہندی اوزان	میٹرک اوزان
۱	طسوج		= تقریباً پون رتی	= ۹۱ ملی گرام
۲	قیراط		= تقریباً پونے دو رتی	= ۲۱۳ ملی گرام
۳	دانق یا دانگ		= تقریباً سات رتی	= ۸۵۰ ملی گرام
۴	مثقال (دینار)		= ۴ ماشہ ۴ رتی	= ۴ گرام ۳۷۴ ملی گرام
۵	درہم		= ۳ ماشہ ایک رتی اور ۱/۵ رتی	= ۳ گرام ۶۲ ملی گرام
۶	رطل		= ۳۴ تولہ ڈیڑھ ماشہ	= ۳۹۸ گرام ۳۴ ملی گرام
۷	مد		= ۶۸ تولہ ۳ ماشہ	= ۷۹۶ گرام ۶۸ ملی گرام
۸	من		"	"
۹	استار	بحساب درہم	= ۱ تولہ ۸ ماشہ ۲/۳ رتی	= ۱۹ گرام ۵۲۱ ملی گرام
		بحساب مثقال	= ۱ تولہ ۸ ماشہ ۲ رتی	= ۱۹ گرام ۶۸۳ ملی گرام
۱۰	اوقیہ	= ساڑھے دس تولہ	=	= ۱۲۲ گرام ۴۷۲ ملی گرام
۱۱	صاع	بحساب درہم	= ۲۷۰ تولہ	= ۳ کلو ۱۴۹ گرام ۲۸۰ ملی گرام
		بحساب مثقال	= ۲۷۳ تولہ	= ۳ کلو ۱۸۴ گرام ۲۷۲ ملی گرام
۱۲	وسق	بحساب درہم	= پانچ من ڈھائی سیر	= ۱۸۸ کلو ۹۵۶ گرام ۸۰۰ ملی گرام
		بحساب مثقال	= پانچ من پونے پانچ سیر	= ۱۹۱ کلو ۵۶ گرام ۳۲۰ ملی گرام

[۱] اوزان شرعیہ امداد الاوزان۔

بَابُ المُهرِ

اَقلُّہٗ عشرۃُ دراھِم ھٰذا عندنا و امّا عند الشافعی کل ما یَصلُحُ ثمنًا یصلُحُ مَھرًا سواءً کان عشرۃ دراھم او اقلّ منھا

ترجمہ کم سے کم مہر (کی مقدار) دس درہم ہیں، یہ (مقدار) ہمارے نزدیک ہے، اور لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک تمام وہ (چیزیں) جس میں صلاحیت ثمن ہے وہ لائق ہیں مہر ہونے کے اعتبار سے برابر ہے کہ وہ دس درہم ہوں یا اس سے کم،

توضیح الوقایۃ صاحب وقایہؒ اور شارح وقایہ متن اور شرح کے ذریعہ مسائل مہر کا آغاز فرما رہے ہیں سب سے پہلے مقدار مہر کا تذکرہ فرمایا،

اس سے پہلے کہ عبارت کی تشریح کی جائے مناسب حال معلوم ہوتا ہے کہ مہر کے بارے میں لغت اور اصطلاح فقہہ اور مسائل فقہیہ میں مہر کا استعمال اور آیت قرآنی سے ثبوت مہر اور مسلک حنفی کی وضاحت کی جائے

باب المہر میں المہر کا الف لام عہد کیلئے ہے، خاص اسی کا تذکرہ ہے جو شرعاً معتبر ہے، مہر مصدر ہے، باب فتح اور نصر سے، اسکے لغوی معنی نکاح شرعی کے ثبوت کے بعد عوضِ نکاح میں ایک خاص مال دینا،

مہر کی اصطلاحی تعریف یہ ہیکہ المھرُ[1] مَا یقابل البُضعَۃ من المالِ حلالاً یعنی مہر وہ مال شرعی ہے جو حلال اور شرعی طریقہ پر ملک بضعہ اور بیوی کے مخصوص حصّہ سے نفع کے عوض مقدار مال ہو اور مقدارِ مال امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دس درہم سے کم نہیں ہے

---

[1] قواعد الفقہ صفحہ ۵۱۶

ملکِ بُضعہ سے مراد اپنی منکوحہ عورت کے مخصوص بجائز حصہ سے نفع اٹھانا مراد ہے اور مجازاً ملک کہا گیا کیونکہ زوجین میں سے کوئی دوسرے کے کل یا جزء کا مالک نہیں ہو سکتا ہے، میاں بیوی ہونا اور ایک دوسرے کا غلام ہونا یا ایک دوسرے کا مالک ہونا ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتا ہے اسی وجہ سے کوئی شخص اپنی مملوکہ باندی سے اپنا نکاح نہیں کر سکتا ہے، نکاح اور ملکیت میں نسبت تباین اور تضادٌ ہے، اس لئے ملک نکاح میں لفظ ملک کے مجازی معنی استمتاع ہے

مہر کے نام یہ ہیں (۱) الصَّداق (۲) الصَّداقۃ (۳) النحلۃ (۴) العطیۃ

اقسام المہر بنیادی طور پر مہر کی دو صورتیں ہیں ۱ مہر مسمّی یعنی جو مقدار مہر عاقدین متعین کرلیں ۲ مہر المثل، یعنی وہ مہر جو عورت کے باپ کے خاندان میں اس جیسی عورت یا لڑکی کا مہر ہے جیسے کسی عورت کی حقیقی بہن یا چچازاد بہن وغیرہ کا خاندانی مہر مہر المثل ہے

اگر زوجین نے کوئی مہر متعین نہیں کیا یا مہر میں کوئی فساد یا نزاع پیدا ہو گیا تو ایسی صورتوں میں مہر مثل کا اعتبار کیا جاتا ہے

مہر کا ثبوت اور قرآن کریم ارشاد باری تعالیٰ ہے اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ ۚ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً[۱] اور یہ حکم ہے کہ تم ان بیویوں کو اپنے اموال کے ذریعہ سے چاہو اس شرط کے ساتھ کہ تم لوگ پاکدامنی کے ساتھ بیوی بنانے والے ہو زنا کار نہ ہو پس جو تم نے نفع حاصل کیا ان بیویوں سے تو تم ادا کرو اپنی عورتوں کو انکے مہر فرض اور مقرر شدہ ہونے کے اعتبار سے

اس آیت کریمہ میں ابتغاء بالاموال یعنی مال کے ذریعہ

---

[۱] پ۵ النساء

سے عورت کو بیوی بنانے کا حکم دیا گیا ہے، ظاہر ہیکہ یہاں مال سے
مراد وہ مال ہے جس کو شریعت نے نصاب سرقہ میں مال قرار دیا ہے،
جیساکہ دار قطنی کی روایت عن جابر رضی اللہ تعالی لا مہر اقل
من عشرۃ دراھم، یعنی دس درہم سے کم مقدار مہر معتبر نہیں ہے

درہم کی مقدار کیا ہے عربی سکوں میں درہم ایک چاندی کا
سکہ ہے ہندوستانی وزن کے اعتبار
سے ایک درہم برابر تین ماشہ ایک رتی اور ایک رتی کا پانچواں
حصہ جدید اوزان میں تین گرام باسٹھ ملی گرام چاندی کا وزن ایک درہم
کے برابر ہوتا ہے، قول ثانی ۱ درھم = ۳ گرام و ۰۲۔۴ ملی گرام ہے

مقدار مہر اور اختلاف ائمہ امام مالک کے نزدیک مقدار مہر کم
سے کم تین درہم چاندی یا ربع دینار
یعنی چوتھائی دینار سونا ہے، حضرت ابراہیم نخعی کے نزدیک کم سے کم
مقدار مہر کے بارے میں دو قول ہیں، قول اول بیس درہم، قول ثانی
چالیس درہم ہیں، حضرت سعید ابن جبیر کا مسلک ہیکہ کم سے کم مقدار مہر
پچاس درہم ہونا چاہیئے، امام شافعی اور امام احمد کا مسلک یہ ہے جسکو
شارح وقایہ نے کل ما یصلح الخ سے بیان کیا ہے جس کا مفہوم یہ
ہیکہ عقود اور معاملات میں جو چیزیں ثمن اور مالیت بن سکتی ہیں وہ
سب مہر کیلئے درست ہے خواہ مال کی مقدار ایک درہم ہو یا اس
سے زائد جس مقدار یا جس معاملہ پر مہر کے لئے زوجین راضی ہوجائیں
وہ سب مہر بن سکتا ہے یہاں تک کہ امام شافعی کے نزدیک قرآن یا
کوئی کتاب پڑھا دینا بھی مہر بن سکتا ہے، ان سب چیزوں کو اگر عورت
مہر مان لے تو امام شافعی کے نزدیک درست ہے، اور مہر کیلئے کافی ہے

عبارت:۔ اَوْ مَا فَوْقَهَا وَتَجِبُ هِيَ اِنْ سُمِّيَ دُوْنَهَا اَوْ اِنْ سُمِّيَ غَيْرُهُ اَيْ غَيْرُ دُوْنَ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَهُوَ اِمَّا الْعَشَرَةُ اَوْ مَا فَوْقَهَا

ترجمہ:۔ یا مہر زیادہ مقدار ہو (دس درہم سے) اور واجب ہوگا دس درہم (مہر) اگر معین کیا گیا ہو (مہر) دس درہم سے کم اور اگر معین کیا گیا اس کے علاوہ یعنی دس درہم سے کم مقدار کے علاوہ اور وہ یا تو دس درہم ہوگا یا دس درہم سے اوپر (مہر کی مقدار) ہوگی

توضیح الوقایہ:۔ اس عبارت میں ماتنؒ اور شارح وقایہؒ مقدارِ مہر کی وضاحت کر رہے ہیں، اور صاحب کتاب بتانا چاہتے ہیں کہ امام اعظمؒ کے نزدیک اگرچہ کم سے کم مقدار دس درہم چاندی مہر ہے لیکن دس درہم تک مہر محدود نہیں ہے بلکہ دس درہم سے زیادہ چاندی، سونا نقد روپیہ مہر بن سکتا ہے عاقدین یا زوجین (میاں بیوی) خود یا وکیل کے ذریعہ جس مقدار مہر پر باہمی رضامندی سے تعین کرلیں اور طے کرلیں وہی مقدارِ مہر متعین ہوگی، اور صاحب کتاب وَهِيَ تَجِبُ الخ فرما کر یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی نے دس درہم سے کم مہر مقرر کر لیا مثلاً زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور پانچ درہم پر ہندہ راضی ہوگئی، اس صورت مسئلہ میں فقہ حنفی کے مطابق دس درہم واجب ہوگا، امام زفرؒ کا اسمیں اختلاف ہے اور اِنْ سُمِّيَ غَيْرُهُ سے صاحب کتاب بتانا چاہتے ہیں کہ دس درہم سے زائد اگر مہر مقرر ہو گیا تو وہی مقدار مہر واجب ہوگی مثلاً خالد نے دس درہم کے بجائے دس ہزار روپے مہر پر رشیدہ سے نکاح کیا تو وہی دس ہزار روپے واجب ہونگے،

مہر کی شرعی حیثیت:۔ امام صاحب کے نزدیک مہر جزوِ نکاح نہیں ہے یعنی مہر کے تذکرہ کے بغیر نکاح ہو سکتا ہے اور مہر ایسی ضروری چیز ہے کہ تذکرہ کرے یا نہ کرے ہر صورت میں واجب

ہو کر رہتا ہے اسکی چند صورتیں ہیں، زید نے ہندہ سے نکاح کیا اس شرط کے ساتھ کہ مہر نہیں دوں گا تو مہر مثل واجب ہوگا یعنی اس لڑکی کی بہنوں کا جو مہر ہے دینا پڑے گا، دوسری صورت یہ ہے کہ نکاح کے بعد میاں بیوی نے مہر کی ایک مقدار پر اتفاق کر لیا مثلاً شوہر اور بیوی نے پانچ ہزار روپے نکاح کے بعد مقرر کر لئے تو یہ مقرر کردہ درہم واجب ہونگے، تیسری صورت یہ ہیکہ راشد نے نکاح کے وقت پانچ ہزار روپے مہر مقرر کئے اور نکاح کے بعد دو ہزار اضافہ کر کے سات ہزار مہر کر دیا تو یہ سات ہزار واجب ہونگے یعنی مہر کا اضافہ نکاح کے اندر معتبر ہو جاتا ہے، چوتھی صورت یہ ہے کہ سعید کا نکاح سیّدہ سے تین ہزار مہر پر ہوا نکاح کے بعد سیّدہ نے ایک ہزار مہر معاف کر دیا تو یہ معافی بھی معتبر ہے تو اب سعید کے ذمّہ صرف دو ہزار روپے مہر واجب ہوگا، پانچویں صورت یہ ہیکہ ناصر کا نکاح ناصرہ سے پانچ ہزار روپے مہر پر ہوا نکاح کے بعد ناصرہ نے اپنی رضامندی سے کل مہر معاف کر دیا تو یہ معافی بھی معتبر ہے لیکن معافی مہر کیلئے بنیادی شرط ہے شوہر کی جانب سے بیوی پر کسی قسم کا دباؤ جبر اور فریب کاری نہ ہو اور مستحب ہے کہ دو گواہ مقرر کر لئے جائیں تاکہ نزاع ثابت نہ ہو سکے۔

مہر قرض کیطرح واجب ہے مہر کے سلسلہ میں یہ رسم چلی آرہی ہیکہ مہر کو دین واجب نہیں سمجھتے ہیں بلکہ ایک رسمی تذکرہ تک محدود سمجھتے ہیں بعض جگہ پر یہ بدترین عمل ہوتا ہے کہ خلوت کی پہلی رات میں معصوم اور سادہ لڑکیوں کو ذہنی دباؤ ڈالکر مکروہ صورت سے مہر معاف کرا لیا جاتا ہے یہ ایک غلط رسم پر عجمیوں کا طریقہ ہے عرب کا دستور ہمیشہ یہ رہا ہے کہ عقد نکاح سے پہلے پورا مہر ادا کرتے ہیں، مہر شرعاً ایک ایسا قرض ہے جو شوہر کے مرنے کے

بعد بھی معاف اور ساقط نہیں ہوتا ہے ترکہ کے تقسیم سے قبل بیوی کا
مہر بطور قرض واجب ادا کرنا ضروری ہے البتہ اگر بیوی خود معاف
کردے تو دوسری بات ہے، لیکن زور، زبردستی دباؤ جبر و مکر و فریب
کے ذریعہ مہر نہ دینا، مہر سے جان بچانا مہر دینے کو غیر ضروری یا تاوان
سمجھنا ایسا نظریہ غیر اسلامی اور خلاف شریعت ہے سماجی کارکن وعلماء کرام
اور حضرات مبلغین امت کا اجتماعی وانفرادی فریضہ ہے کہ مہر کے سلسلے
میں رائے عامہ بیدار کرلی جائے اور مہر وقت نکاح قبل الخلوۃ دینے
کا طریقہ جاری کیا جائے تاکہ مہر غصب کرنے کا موقع ہی نہ ملے الا یہ
کہ کوئی شخص مغلوب الحال کمزور وسائل والا غریب ہو تو اسکو بطور
مہلت مہر مؤجل ادھار مہر کا معاملہ کیا جائے اور تاکید مہر کے ساتھ
معاملات کو جاری رکھیں تو بہتر ماحول بن سکے گا، صنف نازک اور
عورت کے حقوق کا تحفظ اس سلسلے میں ہو سکے گا۔

عبارت، فَالمسمّٰی عِندَ الوَطیِ اَوْ مَوتِ اَحَدِهِمَا وَ نِصفُهٗ
بِطَلَاقٍ قبلَ وَطیٍ وخَلْوَۃٍ صَحّتْ اَیِ الخَلوَۃُ الصَّحِیحَۃُ وَ
سَیَجِیُٔ تَفسِیرُهَا فَاِنْ قُلتَ لِمَ لَمْ یَکتَفِ بِقَولِهٖ قَبلَ خَلوَۃٍ
صَحّتْ فَاِنَّهٗ اِذَا کَانَ قَبلَ الخَلوَۃِ الصَّحِیحَۃِ کَانَ قَبلَ
الوَطیِ قُلتُ لَانُسَلِّمُ فَاِنَّهٗ یُمکِنُ اَن یَکُونَ قَبلَ الخَلوَۃِ الصَّحِیحَۃِ
وَلَایَکُونُ قَبلَ الوَطیِ بِاَنْ وَطِیَ بِلَا خَلوَۃٍ صَحِیحَۃٍ نَحوَاَنْ
وَطِیَ مَعَ وُجُودِ المَانِعِ الشَّرعِی کَصَومِ رَمَضَانَ وَنَحوِهٖ

ترجمہ: پس معین کیا ہوا مہر (واجب ہوگا) وطی اور ہمبستری ہو جانے
کے وقت یا مر جانا زوجین میں سے کسی ایک کا اور نصف مہر
(واجب ہوگا) طلاق ہو جانے کیوجہ سے جماع اور ہمبستری سے
پہلے یا ایسی خلوت اور تنہائی مل جانا (زوجین کو جو شرعاً)

معتبر ہے یعنی خلوتِ صحیحہ سے پہلے (آدھا مہر واجب ہوگا)
عنقریب اسکی تفسیر آرہی ہے پس اگر تم اعتراض کہو کہ کیوں کافی نہ
سمجھا ماتن (وقایہ نے) اپنے قول قَبلَ خَلوَۃٍ صَحّتْ کو اس لئے
کیفیت حال یہ ہیکہ جب کہ طلاق خلوت سے پہلے ہوگی تو وطی و
ہمبستری سے پہلے ہوگی، میں جواباً کہونگا کہ ہم نہیں مان سکتے اس
لئے کہ یہ ممکن ہیکہ طلاق ہو جائے خلوت صحیحہ سے پہلے اور نہ ہو وطی اور ہمبستری
سے پہلے اس طریقہ پر کہ شوہر نے جماع اور ہمبستری کیا ہو خلوت
صحیحہ کے بغیر مثلاً یہ کہ زوج نے وطی کی ہو شرعی رکاوٹ کے باوجود
جیسا کہ رمضان کا روزہ اور اس جیسے فرائض شرعی کی صورت میں

توضیح الوقایۃ | ماتن وقایہ فالمسمّیٰ عندَ الوطیِ اَوْمَوتِ اَحَدِهِمَا اس عبارت کے ذریعہ یہ بتانا
چاہتے ہیں کہ جو مہر کی مقدار دس درہم یا دس درہم سے زائد ہو اور
زوجین یا عاقدین نے اس مقدار کو قبول کر لیا ہو وہ مہر مسمّیٰ ہے مہر مسمّیٰ
کا وجود دو طریقے سے ثابت ہوتا ہے ۱۔ شوہر کا اپنی بیوی سے جماع
وہمبستری کر لینا ۲۔ یا زوجین میں سے کسی ایک کا فوت ہو جانا عقد
نکاح کے بعد، اس دوسری صورت میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے
انکے نزدیک کم از کم ایک مرتبہ جماع وہمبستری کیے بغیر کل مہر مسمّیٰ واجب
نہیں ہوتا اور انکے نزدیک زوجین میں سے کسی ایک کی موت مہر کے
وجوب کا سبب نہیں ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نفس عقد نکاح سے
مہر ثابت ہو جاتا ہے اور زوجین میں سے کسی ایک کی موت ہو جانے
سے پورا مہر واجب ہو جاتا ہے، امام ابو حنیفہؒ کی یہ دلیل ہیکہ بروایت
عَلقمہؒ عنِ ابنِ مسعودٍ اَنَّهُ سُئِلَ عن رَجُلٍ تزوَّجَ اِمرَاۃً ثُمَّ

مَاتَ عَنْهَا وَلَمْ يَفْرِضْ لَهَا صَدَاقًا وَلَمْ يَكُنْ دَخَلَ بِهَا فَقَالَ لَهَا مِثْلُ صَدَاقِ نِسَائِهَا وَلَهَا الْمِيرَاثُ وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ فَقَامَ أَبُو الْجَرَّاحِ مَعْقِلُ بْنُ سِنَانٍ الْأَشْجَعِيُّ فَشَهِدَ أَنَّ النَّبِيَّ صلعم قَضَى فِي تَزْوِيجِ بِرْوَعَ بِنْتِ وَاشِقٍ الْأَشْجَعِيَّةِ بِمِثْلِ مَا قَضَيْتَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ[1]

ترجمہ اور احناف کی دلیل عبداللہ ابن مسعودؓ کا اثر اور روایت ہے کہ ان سے سوال کیا گیا ایسے شخص کے بارے میں کہ اس نے شادی کی تھی کسی عورت سے پھر فوت ہوگیا اس عورت کو چھوڑ کر اس حال میں کہ اس عورت کیلئے مہر متعین نہ کیا تھا اور نہ اس سے جماع کیا تھا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ میرے نزدیک اس بیوہ عورت کے لئے مہر مثل واجب ہے یعنی جو مہر اس عورت کے خاندان میں دوسری عورتوں کا ہے وہی اسکو ملے گا، اور اس بیوہ عورت کیلئے عدت بھی ہے اور میراث بھی ہے یہ جواب سنکر ابو الجراح معقل بن سنان اشجعی کھڑے ہوگئے اور شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فیصلہ فرمایا تھا، بروع بیٹی واشق اشجعی کیلئے جیسا فیصلہ مہر مثل آپنے فرمایا۔

وَنِصْفُهُ بِطَلَاقٍ قَبْلَ وَطْءٍ میں ہٗ ضمیر کا مرجع المہر ہے مسئلہ یہ ہے کہ وطی ہمبستری یا خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق ہو جائے تو مقررہ مہر آدھا واجب ہوگا دلیل ارشاد قرآنی ہے وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ (البقرۃ) مفہوم یہ ہے کہ اگر تم اپنی بیویوں کو طلاق دو ہمبستری یا خلوتِ صحیحہ سے پہلے اور تم نے کوئی مہر ان کے لئے مقرر کر رکھا ہے تو مقررہ مہر کا آدھا حصہ واجب ہے۔

خلوت صحیحہ کی تعریف شوہر اپنی بیوی کو پہچان کر ایسی تنہا جگہ میں بیوی کے ساتھ پہونچ جائے جہاں ہمبستری سے کوئی مانع اور

---

[1] عینی ص ۳۳ کتاب النکاح ــــ شاہ حسن قاسمی ؒ

رکاوٹ نہ ہو تفصیلات آئندہ صفحہ پر ہیں)

شرائطِ خلوتِ صحیحہ مانع طبعی جیسے مرض شدید ہو مانع حسی جیسے بالغ یا باشعور انسان مانع شرعی جیسے رمضان کا روزہ احرامِ حج نماز فرض حیض و نفاس نہو۔ تو خلوتِ صحیحہ ہے ورنہ نہیں یعنی یہ مانع ہوتے ہوئے تنہائی ملی تو مہر کامل واجب نہ ہوگا لیکن اگر مانع کے باوجود ہمبستری کی گئی تو بہر صورت مہر کامل واجب ہوگا۔ البتہ امام شافعی کے نزدیک محض خلوتِ صحیحہ سے وطی و ہمبستری کے بغیر مہر کامل واجب نہیں ہوتا۔ نیز امام طحاوی نے اجماعِ اُمت مسلکِ احناف کیلئے قائم فرمایا ہے۔ یعنی خلوتِ صحیحہ سے مہر کامل واجب ہوتا ہے۔

ایک فقہی سوال و جواب فَإِنْ قُلْتَ لِمَ لَمْ يَكْتَفِ الخ ماتن کے متن میں قَبْلَ وَطْئٍ وَخَلْوَةٍ عبارت کے ذریعہ وطی اور خلوت کو الگ الگ بیان کیا گیا ہے، معترض کہتا ہے کہ ماتن صرف قَبْلَ خَلْوَةٍ کہتے تو کافی تھا کیونکہ خلوت سے پہلے وطی کا ہونا واقع نہیں ہوتا اسلئے قبلَ وطيٍ کا تذکرہ غیر ضروری محسوس ہوتا ہے، جواب، شارح وقایہ قُلْتُ لَا نُسَلِّمُ سے جواب دے رہے ہیں جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ماتن وقایہ نے خلوت کو مطلق بیان نہیں کیا بلکہ خلوت کے ساتھ صحیحہ کی بھی قید ہے، خلوتِ صحیحہ کے لئے تین شرطیں ہیں یعنی مانع حسی، مانع طبعی، مانع شرعی موجود نہ ہو یعنی جب زوجین تنہا ہوں اس وقت میاں بیوی میں سے کوئی ایک حج کا احرام یا رمضان کے روزے سے یا نماز فرض کی حالت میں نہ ہوں، ان تینوں شرطوں کے کے متحقق ہونے کے بعد ہی خلوت صحیحہ معتبر ہوتی ہے، خلوتِ صحیحہ میں وطی کا واقع ہونا ضروری نہیں ہے، خلوتِ صحیحہ وطی و ہمبستری سے بالکل الگ چیز ہے، خلوتِ صحیحہ کے بغیر وطی ممکن ہے اور وطی بعد النکاح بہر صورت توجیب مہر ہے

مثلاً یہ کہ رمضان کے روزے کی حالت میں یا احرام کی حالت میں شوہر اور بیوی جماع اور ہمبستری کرلیں ظاہر ہے کہ یہ خلوت صحیحہ نہیں ہے لیکن عمل وطی اور ہمبستری کا عمل ضرور ہے جس کے نتیجہ میں مہر کامل ثابت اور مؤکد ہو جاتا ہے اگرچہ رمضان یا احرام حج میں وطی کرنے والا شخص شدید گنہگار ہوگا اور ایسے شخص کے ذمہ کفارۂ صوم اور جنایت احرام واجب ہو جائے گی لیکن وطی بھی معتبر ہوکر مہر واجب ہو جائے گا اگرچہ خلوت صحیحہ ثابت نہ ہوگی اس لئے معلوم ہوا وطی اور خلوت صحیحہ میں نسبت تساوی کی نہیں ہے بلکہ عام خاص مطلق کی نسبت ہے کسی موقع پر وطی اور خلوت صحیحہ ایک ساتھ جمع ہو سکتے ہیں اور کسی موقع پر دونوں الگ الگ ہیں جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا ہے اس لئے ماتن وقایہ کا قبل وطی و خلوت کہنا درست ثابت ہوا اور اعتراض غیر مؤثر رہا،

عبارت، وَصَحَّ النِّكَاحُ بِلَا ذِكْرِ مَهْرٍ وَمَعَ نَفْيِهِ وَبِخَمْرٍ وَخِنْزِيْرٍ وَبِهٰذَا الدَّنِّ مِنَ الْخَلِّ فَهُوَ خَمْرٌ وَبِهٰذَا الْعَبْدِ فَهُوَ حُرٌّ وَبِثَوْبٍ وَبِدَابَّةٍ لَمْ يُبَيَّنْ جِنْسُهُمَا وَبِتَعْلِيْمِ الْقُرْاٰنِ وَبِخِدْمَةِ الزَّوْجِ الْحُرِّ لَهَا سَنَةً وَاِنَّمَا قَيَّدَ بِالْحُرِّ لِاَنَّهٗ لَوْ كَانَ عَبْدًا تَجِبُ الْخِدْمَةُ وَسَيَجِيْئُ،

ترجمہ اور درست ہو جاتا ہے نکاح بغیر تذکرۂ مہر کے اور نفی مہر کے باوجود اور شراب وخنزیر کے عوض (مہر بناکر) اور اشارہ کرنا اس سرکہ کے مٹکے کے بدلے پھر وہ شراب نکل آئے اور اس غلام کے بدلے پھر وہ آزاد نکل آئے (اور مطلقاً) کپڑے کے عوض یا کسی چوپائے کو مہر بناکر نہ بیان کی گئی ہو ان دونوں کی جنس یا تعلیم قرآن کو مہر بنانا یا اس عورت کے آزاد شوہر کا خدمت کرنا مثلاً ایک برس کی خدمت کو مہر بنانا اور بے شک قید لگائی آزاد کی ماتن نے

اس لئے کہ شوہر اگر غلام ہو کسی شخص کا تو شوہر پر زوجہ کی خدمت کرنا (بعوض مہر) واجب ہوگا اور اسکی تفصیل عنقریب آرہی ہے،

توضیح الوقایۃ صاحب کتاب اس متن کے ذریعہ صحت نکاح کے سلسلہ میں مہر سے متعلق ایک بنیادی ضابطہ بیان کرنا چاہتے ہیں بلا ذکر مہر سے اس مسئلہ کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ بیوی کا مہر نکاح کے وقت ہی معین کرنا صحت نکاح کیلئے شرط نہیں ہے بلکہ مہر نکاح سے پہلے نکاح کیوقت نکاح کے بعد بھی مقرر کیا جاسکتا ہے اگرچہ اچھا یہی ہیکہ نکاح کے وقت مہر مقرر ہو جائے تاکہ کوئی نزاع اور جھگڑا پیدا نہ ہو لیکن اگر کسی شوہر نے بغیر تذکرہ مہر کے نکاح کرلیا تو نکاح درست قرار دیا جائے گا، اور مہر مثل یا بعد میں مقررہ مہر واجب ہے

مہر کی شرعی طاقت مہر کی حقیقت اور حیثیت اتنی مضبوط اور لازمی ہیکہ مہر کا تذکرہ نہ کیا جائے یا مہر کی نفی یا انکار کے ساتھ نکاح کیا جائے تب بھی مہر ثابت ہو جائے گا، مہر میں اس درجہ قوت ہے کہ اگر کسی شخص نے شراب یا خنزیر کو مہر بنایا اور عورت نے قبول بھی کرلیا اگرچہ یہ چیزیں حرام ہیں، اور عین شئی حرام رہیگی، لیکن حلال مال سے مہر واجب ہو جائے گا، وبھذا الدن سے ماتن فرماتے ہیں کہ اگر شوہر سرکے کا مٹکا اشارہ کرکے مہر قرار دے اور دیکھنے پر وہ شراب نکلے یا کسی شخص کو غلام قرار دے کر مہر بنائے تحقیق کرنے پر وہ شخص آزاد نکلے یا کسی مجہول الجنس چیز کو مہر بنائے مثلاً مہر میں لفظ کپڑا کہدے اور کوالٹی اور قسم مقرر نہ کرے یا چوپائے جانور کو مہر بنایا اور جانور کی قسم نہ بیان کرے مثلاً شوہر یہ کہدے میں ایک جانور مہر میں دوں گا تو ظاہر ہے کہ جانور کے مفہوم میں اونٹ اور بکری دونوں ہو سکتے ہیں اس صورت میں جانور یا کپڑا ثابت نہ ہوگا بلکہ مالی مہر واجب

ہوگا جسکو مہر مثل کہتے ہیں ایسے ہی تعلیم قرآن یا تعلیم کتاب کو مہر بنالیا گیا یا آزاد شوہر سے سال بھر خدمت گاری کو مہر بنایا گیا اس صورت میں بھی یہ سب چیزیں مہر نہیں بنیں گی بلکہ مہر مثل واجب ہوگا البتہ کسی آزاد عورت کا شوہر دوسرے شخص کا غلام ہے اور وہ غلام اپنے مولیٰ کی اجازت سے سال بھر یا چھ مہینہ یا کسی بھی مدت تک خدمت کرنے کو مہر بنائے کیونکہ غلام کام کرنے کیلئے ہی ہوتا ہے اس لئے غلام کا خدمت کرنا قائم مقام مہر (مال) کے ثابت ہوگا آج کے دور میں اگرچہ شرعی غلام کا وجود نہیں ہے لیکن سابقہ حالات کے اعتبار سے غلام کا تذکرہ صاحب کتاب نے کیا ہے، فقہی ضابطہ۔ یہ نکلتا ہیکہ مجہول اور غیر متعین اشیاء کو مہر بنانا اصلاً اگرچہ ضابطہ نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص مجہول یا غیر موزون یا غیر مشروع اشیاء جیسے خمر و خنزیر کو مہر بنائے تو ایسا دین قوی اور واجب حق ہے کہ وہ ساقط اور معاف نہیں ہوگا بلکہ مہر المثل یعنی لڑکی کی خاندانی لڑکیوں کے بقدر مہر واجب ہوگا، قولہ لم یبین جنسھما، منطق میں جنس کے معنیٰ ہوتے ہیں کثیرین مختلفین بالحقائق لیکن اصطلاح شریعت میں جنس کے معنی یہ ہیں کثیرین مختلفین بالاغراض یعنی ایسی کثیر متعدد چیزیں جنکی غرض وغایت اور مقصد الگ الگ ہوں جیسا کپڑا اور چوپایا جانور۔ کپڑے بھی مختلف اغراض کے لئے ہوتے ہیں، کوئی کپڑا لباس کے لئے کوئی بستر وغیرہ کے لئے ایسے ہی چوپائے جانور بھی مختلف اغراض کے لئے مثلاً گھوڑا سواری کے لئے، اونٹ بوجھ لادنے کے لئے، گائے بھینس، بکری دودھ دینے کے لئے ایسی صورت میں اگر جنس مجہول ہو تو مہر کے سلسلہ میں فریقین کے درمیان نزاع اور اختلاف پیدا ہو سکتا ہے، ان اختلافات اور نزاعات کے وجود میں نہ آنے کے لئے شریعت نے ایک جامع قانون بنادیا ہے کہ ایسی تمام صورتوں میں مہر مثل واجب ہے، اسکا مفہوم

یہ ہے کہ اس منکوحہ عورت کے خاندان میں اسکی دوسری بہنوں کا جو عرفی مہر مقرر و مسلسل چلا آرہا ہے وہ مہر المثل کہلاتا ہے اور مہر معیّن نہ ہونا یا مہر کے مختلف فیہ ہونیکے سلسلہ میں مہر المثل ہی تمام نزاعات و اختلافات سے تحفظ کرسکتا ہے اس لئے شریعت نے مہر مثل واجب کیا ہے ۔

عبارت ــــ ، وَفِی تَزْوِیْجِ بِنْتِہٖ اَوْ اُخْتِہٖ مِنْہُ عَلٰی تَزْوِیْجِ بِنْتِہٖ اَوْ اُخْتِہٖ مِنْہُ مُعَاوَضَۃً بِالْعَقْدَیْنِ اَیْ صَحَّ النِّکَاحُ فِیْ صُوْرَۃِ تَزْوِیْجِ بِنْتِہٖ مِنْہُ وَقَوْلُہٗ مُعَاوَضَۃً یُمْکِنُ اَنْ یَّکُوْنَ تَمْیِیْزًا اَوْحَالًا عَنِ التَّزْوِیْجِ اَیْ حَالَ کَوْنِ التَّزْوِیْجِ تَعْوِیْضًا لِّھٰذَا الْعَقْدِ بِذٰلِکَ الْعَقْدِ وَلِذٰلِکَ الْعَقْدِ بِھٰذَا ــ "

ترجمہ | اور (مہر بنانا) عقد نکاح کو اپنی بیٹی یا اپنی بہن کا اس (دوسرے شخص) سے اس شرط پر نکاح کرے وہ دوسرے کی بیٹی یا... اسکی بہن سے معاوضہ ہونے کے اعتبار سے دونوں عقد کیلئے یعنی درست ہے نکاح کرنا بصورت عقد نکاح اپنی بیٹی کا اس (دوسرے شخص) سے ، ماتن کا قول معاوضۃً منصوب ہے اسکا نصب ممکن ہے کہ تمیز واقع ہو یا حال واقع ہو لفظ تزویج سے یعنی نکاح کے عوض ہونیکے وقت تو دوسرے عقد کے بدلے اور اُس عقد کے لئے یہ عقد ہوگا عوض اور بدلہ

توضیح الوقایۃ | ماتن وقایہ اور شارحؒ اس متن کے ذریعہ مہر کی ایک نئی صورت بیان فرما رہے ہیں اسکو اصطلاحاً نکاحُ الشِّغار کہتے ہیں اور اردو محاورے میں ایسے نکاح کو جسمیں مہر کے بجائے ایک عورت کا نکاح دوسری عورت کے نکاح کیلئے عوضِ مہر کے درجہ میں بنا دیا گیا ہو نکاح الشغار کی اس صورت کو انٹا سانٹی کہتے ہیں ، صورت مسئلہ یہ ہے کہ زید ، بکر کی بہن زینب سے نکاح کرے اس شرط پر کہ میں کوئی مال مہر مقرر کر نہیں

سکتا ہوں بلکہ مہر کے بدلے میں اپنی بہن یا بیٹی کا نکاح عوض مہر کے درجہ میں کرتا ہوں گویا کہ دو شخص ایک دوسرے کی بہن سے یا ایک بہن اور دوسرے کی بیٹی سے ایسی شرط کے ساتھ نکاح کریں کہ مال مہر کی جگہ پر عورت کا نکاح مہر بنایا جائے پہلی عورت کے لئے یہ نکاح الشغار امام اعظم رح کے نزدیک مع کراہت نافذ ہے لیکن تسمیہ مہر فاسد ہونے کی صورت میں مہر مثل واجب ہوگا حضرت امام شافعی رح کے نزدیک نکاح الشغار درست ہی نہیں ہے

نحوی مسئلہ قولہ معاوضۃً کے ذریعہ شارحِ وقایہ ایک نحوی مسئلہ کیطرف توجہ دلا رہے ہیں اور فرمانا چاہتے ہیں کہ معاوضۃً پر نصب کے دو سبب ہو سکتے ہیں نمبر (۱) مُعَاوَضَۃً منصوب ہو تمیز ہونے کی بناء پر اور اسکا ممیز تزویج مذکور ہو نمبر (۲) مُعَاوَضَۃً کا نصب حال ہونے کی بناء پر ہو معاوضۃ باب مفاعلۃ کا مصدر ہے حال ہونے کی صورت میں مصدر کو اسم فاعل کے معنیٰ میں لیا جائے گا یا مفاعلت کو تفعیل معنیٰ میں لے کر معوض کے معنیٰ میں لیا جائے گا اسوقت معنیٰ ہونگے کہ کوئی شخص اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کرے دوسرے شخص سے اس حال میں کہ وہ عوض بنانے والا ہو اپنی بہن یا اپنی بیٹی کے نکاح کو دوسرے کی بیٹی یا بہن کے عقد نکاح کے بدلے

عبارت، وَلَزِمَ مَهْرُ مِثْلِهَا فِي الْجَمِيعِ عِنْدَ وَطْيٍ اَوْ مَوْتٍ اِكْتَفٰى بِذِكْرِ الْوَطْيِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْخَلْوَةَ لِاَنَّهُ اَرَادَ الْوَطْيَ حَقِيْقَةً اَوْ دَلَالَةً فَفِي الْخَلْوَةِ دَلَالَةُ الْوَطْيِ اِقَامَةً لِلدَّاعِي مَقَامَ الْمَدْعُوِّ وَقَوْلُهُ اَوْ مَوْتٍ اَيْ مَوْتِ الزَّوْجِ اَوِ الزَّوْجَةِ وَ عِبَارَةُ الْمُخْتَصَرِ هٰذَا اَوْ صَحَّ النِّكَاحُ بِلَا ذِكْرِ مَهْرٍ وَمَعَ نَفْيِهِ وَبِشَيْءٍ غَيْرِ مَالٍ مُتَقَوَّمٍ وَبِمَجْهُوْلٍ جِنْسُهُ وَيَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ كَمَا مَرَّ اَوْ صِفَتُهُ فَالْوَسَطُ اَوْ قِيْمَتُهُ اَيْ صَحَّ

النِّكَاحَ بِمَجْهُوْلٍ صِفَتُهٗ فَيَجِبُ الْوَسَطُ اَوْ قِيْمَتُهٗ ۰

ترجمہ اور لازم ہوگا مہر مثل عورت کا ان تمام صورتوں میں سے وطی ہوجانے یا زوجین میں سے کسی ایک کے مرجانے کی صورت میں ماتن وقایہ نے کافی سمجھا وطی کے تذکرے کو اور نہیں ذکر کیا خلوت کا اسلئے کہ ماتن نے (یہاں) مراد لیا ہے وطی کو حقیقۃً یا دلالت کے اعتبار سے پس خلوت میں دلالۃً یا حکماً وطی ہوتی ہے یعنی قائم کرنا ہوتا ہے سبب کو مسبّب کی جگہ پر اور ماتن کا قول یا موت ہوجائے اس سے مراد زوج یا زوجہ دونوں کی موت (سے تعلق) ہے اور مختصر کی عبارت (اس موقع پر) یہ ہے کہ اور درست ہے نکاح بغیر تذکرہ مہر کے اور باوجود نفی مہر اور کسی ایسی چیز سے جو نہ ہو مال متقوم اور مجہول الجنس چیز سے اور واجب ہوگا مہر مثل ان تمام صورتوں میں جیسا کہ گذر چکا یا مجہول ہو اس چیز کی صفت پس ایسی صورت میں اوسط درجہ کی وہ چیز یا اسکی قیمت واجب ہوگی یعنی صحیح ہے نکاح مجہول صفت کے ذریعہ (ایسی صورت میں) واجب ہوگی اوسط درجہ کی وہ چیز یا اسکی قیمت دی جاسکتی ہے

توضیح الوقایۃ ماتنِ وقایہ اور شارح وقایہ اس متن اور شرح کے ذریعہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بلا ذکر مہر سے لیکر نکاح الشغار تک جتنی صورتیں نکاح کی ہیں یہ نکاح تو درست ہوجائے گا لیکن مہر مثل واجب ہوگا

وجوب مہر مثل کی شرطیں دو ہیں عند موتٍ او وطیٍ یعنی زوجہ سے وطی حقیقی یا ہمبستری ہوجائے، دوسری صورت یہ ہیکہ شوہر اور بیوی میں سے کسی ایک کی وفات ہوجائے یا اتفاقاً دونوں کی وفات ہوجائے تو موت کی صورت میں اگرچہ وطی اور ہمبستری نہ بھی مکمل ہو مہر واجب ہوجاتا ہے

کیونکہ موت ایک صورت ہے جہاں استمتاع و بیوی سے نفع اٹھانے کا محل اور موقع ہی ختم ہوگیا ہے اس لئے سہولتہً اور استحساناً شریعت نے عورت کا پورا مہر واجب کردیا ہے،

ایک اشکال اور اس کا جواب

شارح وقایہ اِکْتَفٰی بِذِکْرِ الْوَطْیِ فرماکر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگرچہ مہر کامل کا سبب جماع وہمبستری اور خلوت صحیحہ دونوں ہیں اور متن وقایہ میں صرف وطی کا تذکرہ ہے اسکا جواب شارح اسطرح دے رہے ہیں اقامة الدا عی مقام المدعو یعنی یہاں وطی کے معنیٰ میں عمومیت ہے یعنی وطی حقیقی ہمبستری اور وطی حکمی یعنی خلوتِ صحیحہ (شوہر اور بیوی کا کسی رکاوٹ کے بغیر تنہائی میں یکجا ہونا خلوتِ صحیحہ کہلاتا ہے) یہ دونوں مفہوم ومعنیٰ مراد ہیں اور خلوتِ صحیحہ کو جو وطی حکمی کا درجہ دیا گیا ہے اگرچہ حقیقتہً ہمبستری نہ بھی ہوئی ہو اسمیں سبب مسبّب کا رشتہ ہے یعنی خلوتِ صحیحہ سبب ہے اور وطی وہمبستری مسبّب ہے اس لئے شریعت نے خلوتِ صحیحہ کو وطی اور ہمبستری کے قائم مقام مان کر کامل مہر واجب ہونے کا سبب قرار دیا ہے اور اسمیں سبب ومسبّب کا رشتہ ہے، آخر میں فَیَجِبُ الْوَسَطُ اَوْ قِیْمَتُهٗ فرماکر شارح وقایہ یہ بتانا چاہتے ہیں اگر کسی ایسی چیز کو مہر بنایا گیا ہو جس کی جنس تو متعین ہے لیکن وصف اور صفت متعین نہیں ہے مثلاً ایک کوئنٹل گیہوں کو مہر بنایا گیا اور ظاہر ہیکہ ہر چیز میں تین قسمیں ہوتی ہیں (۱) اعلیٰ (۲) اوسط (۳) ادنیٰ اور میاں بیوی نے یہ طے نہیں کیا کہ اعلیٰ درجہ کا گیہوں دینا ہے یا اوسط درجے کا گیہوں دینا ہے تو خیر الامور اوساطہا کے اعتبار سے اوسط درجے کا گیہوں دینا ہوگا یا ان کی قیمت دی جا سکتی ہے البتہ اگر اعلیٰ درجہ کے گیہوں کا تعین یا ادنیٰ کا تعین ہے تو چیز معین ہو گئی تو وہی چیز بطور مہر دینا ہوگی،

عبارت مُتْعَةٌ لَاتَزِيْدُ عَلٰى نِصْفِهٖ وَلَاتَنْقُصُ عَنْ خَمْسَةٍ اِيْ لَاتَزِيْدُ عَلٰى نِصْفِ مَهْرِ الْمِثْلِ وَ لَاتَنْقُصُ مِنْ خَمْسَةِ دَرَاهِمَ وَ تُعْتَبَرُ بِحَالِهٖ فِي الصَّحِيْحِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ الْاٰيَةَ وَ عِنْدَ الْكَرْخِيِّ تُعْتَبَرُ بِحَالِهَا وَ هِيَ دِرْعٌ وَخِمَارٌ وَ مِلْحَفَةٌ بِطَلَاقٍ قَبْلَ الْوَطْءِ وَالْخَلْوَةِ اِيْ فِي الصُّوَرِ الْمَذْكُوْرَةِ وَهِيَ قَوْلُهٗ بِلَا ذِكْرِ الْمَهْرِ اِلٰى اٰخِرِهٖ

ترجمة اور متعہ واجب ہو گا جو نہ زیادہ ہو آدھے مہر مثل پر اور نہ کم ہو پانچ درہم سے یعنی متعہ زائد نہ ہونا چاہئے (قیمت کے اعتبار سے) اوپر مہر مثل کے نصف سے اور نہ کم ہو (متعہ کی قیمت) پانچ درہم سے اور متعہ کا اعتبار ہو گا شوہر کی (مالی) حالت کے اعتبار سے صحیح قول میں، دلیل اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ گنجائش والے پر اسکی حالت کے بقدر متعہ واجب ہے یہ آیت قرآنی ہے اور امام کرخیؒ کے نزدیک متعہ کا اعتبار ہو گا بیوی کی (معاشی) حالت کے مطابق ہے اور متعہ سے مراد ایک قمیص ایک دوپٹہ اور ایک چادر ہے اس صورت میں (متعہ واجب ہو گا) کہ طلاق واقع ہو جائے ہمبستری یا خلوت صحیحہ سے پہلے یعنی یہ حکم تمام مذکورہ صورتوں میں (وجوبِ متعہ کا) ہو گا اور وہ صورتیں ماتن وقایہ نے اپنے قول بلا ذِکرِ مَہرٍ سے اخیر تک بیان کی ہیں

توضیح الوقایۃ ماتن وقایہ یہاں پر متعہ کا بیان فرمارہے ہیں اس سے پہلے ماتن وقایہ نے صَحَّ النِّکَاحُ بِلَا ذِکْرِ مَہْرٍ سے معاوضہ بالعقد تک جو تسمیہ فاسد یعنی مہر معیّن نہ ہونے کی صورتیں بیان کیں ہیں انکے دو حال ہیں بیوی کو طلاق ہو جائے قبل الوطی یا زوجین میں سے کسی ایک کی موت یا دونوں کی موت

واقع ہو جائے تو پورا مہر مثل واجب ہوگا یعنی بیوی کے خاندان میں اس جیسی قریبی عورت کا مہر کے برابر مال واجب ہوگا ان ہی تمام صورتوں میں سے دوسری صورت یہ ہیکہ مہر مقرر نہیں ہے اور طلاق قبل الوطی یعنی ہمبستری سے پہلے دی گئی ہے یا خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق ہوگئی ہے ایسی صورت میں متعہ شوہر کے ذمہ واجب ہوگا

معیارِ متعہ قرآن کریم نے ارشاد فرمایا وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ۝ (سورۃ البقرہ پ)

مفہوم :- اور ان عورتوں کو متعہ دے دیا کرو (اسکی مقدار قیمت) وسعت والے اور مال والے پر اس کی حیثیت کے بقدر اور مفلس پر اسکی حیثیت کے بقدر (واجب ہے یہ) نفع پہنچانا ثابت ہے... بھلائی کرنے والوں پر

مقدار متعہ صاحب کتاب نے قمیص، اوڑھنی اور ایک ایسی چادر جو سر سے پاؤں تک چھپالے اس کو متعہ قرار دیا ہے یعنی تین کپڑے دے دینا کافی ہیں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے یہی مقدار متعہ روایت کی گئی ہے، صاحب کتاب کے نزدیک متعہ [illegible] کپڑوں میں قیمت خرچ کرنے میں مرد کی مالی طاقت کا اعتبار ہوگا، امام کرخیؒ کے نزدیک عورت کے رہن سہن اور اسکی حیثیت کا معیار متعہ کے کپڑوں میں معتبر ہوگا یعنی عورت اگر اچھا اعلیٰ کپڑا عادۃً پہنتی ہے تو اعلیٰ قسم کا کپڑا دینا واجب ہوگا لیکن صاحب ہدایہ نے مرد کے حال کا اعتبار متعہ کے کپڑوں کے سلسلہ میں قرار دیا ہے لیکن صاحب البدائع نے مرد اور عورت دونوں کی مجموعی مالی حالت کو متعہ کے سلسلہ میں معتبر مانا ہے

تو اسکے نتیجہ میں اوسط درجہ کے کپڑے واجب ہوں گے، مقدار متعہ کے سلسلہ میں ائمہ ثلثہ یعنی حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد ابن حنبل رحمہم اللہ کا مسلک یہ ہے کہ المتعۃ ما یقدیرہ الحاکم۔ یعنی متعہ کی مقدار قیمت اور عدد کے اعتبار سے وہ معتبر ہے جسکو مسلمان حاکم وقت مقرر کردے،

متعہ کی بنیادی شرطیں متعہ کے سلسلہ میں ایک یہ بھی شرط ہے (عند الاحناف) کہ متعہ کی قیمت مہر مثل کے آدھے مال سے زیادہ نہ ہو اور پانچ درہم سے کم نہ ہو دوسری بنیادی شرط یہ ہے کہ تفریق زوج کی جانب سے ہو یا زوج کے کسی عمل کا نتیجہ ہو جیسے (۱) زوج طلاق دیدے (۲) ایلا کرلے (۳) لعان کرلے (۴) زوج عنّین نااہل ہو (۵) زوج مرتد ہو جائے (۶) زوج ساس سے وطی یا تقبیل کرلے یا اپنی بیوی کی بیٹی سے جماع یا تقبیل بالشہوت کرلے (یہ بیٹی سابقہ شوہر سے ہوگی) اگر تفریق اور علیحدگی عورت کے فعل کا نتیجہ ہو تو اس صورت میں متعہ واجب نہ ہوگا اسکی چند صورتیں ہونگی ۱؎ عورت مرتد ہو جائے اور اسلام چھوڑ دے ۲؎ بیوی اپنے سوتیلے بیٹے سے ہمبستری کرالے یا شہوت سے بوسہ لے لے ۳؎ یا تفریق رضاعت کا نتیجہ ہو ۴؎ یا آزادی کیوجہ سے عورت نے نکاح فسخ کیا ہو ۵؎ یا خیار بلوغ ہو یعنی بالغ ہونے پر عورت نے علیحدگی حاصل کرلی ہو جبکہ اسکا نکاح نابالغی کی حالت میں باپ دادا کے علاوہ نے کرایا ۶؎ یا کفو کے فرق کیوجہ سے عورت کی علیحدگی ہوئی ہو ایسی صورتوں میں مہر واجب[۱] نہیں ہوتا

متعہ اور عرف امام البرجندی متعہ کو مختلف ممالک اور علاقوں کے رہن سہن اور لباس کے طور طریقوں پر

۱؎ عینی شرح کنز، صفحہ ۳ کتاب النکاح ۲؎ اگر تفریق بعد جماع ہوئی ہو تو مہر ورنہ متعہ کے کپڑے واجب ہے

معاشرتی عرف پر اعتبار کرتے ہیں یعنی جس علاقہ میں عورتیں معاشرتی اعتبار سے جن کپڑوں کو ایک کامل جوڑے کی حیثیت سے استعمال کرتی ہیں وہی کامل جوڑے کپڑے کو عرفاً مقدار متعہ قرار دیا جائے گا اگرچہ ان کپڑوں کی تعداد تین ہو یا تین سے زائد ہو

عبارت ... وَفِي خِدْمَةِ الزَّوْجِ الْعَبْدِ لَهَا هِيَ أَيْ تَجِبُ هِيَ يَعْنِي الْخِدْمَةُ فِي النِّكَاحِ بِخِدْمَةِ الزَّوْجِ الْعَبْدِ لَهَا وَلِلْمُفَوَّضَةِ مَا فُرِضَ لَهَا إِنْ وُطِئَتْ أَوْ مَاتَ عَنْهَا وَالْمُتْعَةُ إِنْ طُلِّقَتْ قَبْلَ الْوَطْءِ الْمُفَوَّضَةُ هِيَ الَّتِي نَكَحَتْ نَفْسَهَا بِلَا ذِكْرِ الْمَهْرِ أَوْ عَلَى أَنْ لَا مَهْرَ لَهَا ثُمَّ إِنْ تَرَاضَيَا عَلَى مِقْدَارٍ فَلَهَا ذٰلِكَ الْمَفْرُوضُ إِنْ وَطِئَهَا أَوْ مَاتَ عَنْهَا وَالْمُتْعَةُ إِنْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الْوَطْءِ وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ لَهَا نِصْفُ الْمَفْرُوضِ،

ترجمہ اور (شرط) لگانے میں غلام شوہر کی خدمت کرنا بیوی کے لئے (اس صورت میں) وہی خدمت معیّنہ واجب ہوگی یعنی نکاح کے عوض خدمت غلام شوہر کی (بجائے مہر مالی کے) زوجہ کے لئے درست ہے اور مفوّضہ عورت کا مہر وہی ہے جو مقرر ہو جائے زوجہ کے لئے اگر ہمبستری ہو گئی ہو یا شوہر مر جائے بیوی کو چھوڑ کر اور متعہ واجب ہوگا اگر طلاق ہو جائے ہمبستری سے پہلے مفوّضہ وہ عورت ہے جس نے اپنا نکاح بغیر تذکرہ مہر کے کر لیا ہو یا اس شرط پر (نکاح کیا) کہ اسکا کوئی مہر نہیں ہے اسکے بعد اگر میاں بیوی راضی ہو گئے کسی مقدار مہر پر تو اس عورت کے لئے وہی مقررہ مہر ہوگا اگر جماع ہو جائے یا شوہر بیوی کو چھوڑ کر مر جائے اور متعہ واجب ہوگا اگر شوہر طلاق دے دے ہمبستری سے پہلے اور امام یوسف رح کے ---

نزدیک اور وہی قول امام شافعیؒ کا کہ عورت کے لئے آدھا مہر مقررہ واجب ہوگا

توضیح الوقایۃ ماتن وقایہ یہاں ایک صورت مسئلہ بیان کر رہے ہیں مثلاً ہندہ کی شادی بکر سے ہوئی مگر غلام ہے کسی شخص کا بکر کو اسکے مولیٰ نے اجازت نکاح دے دی بکر غلام ہونیکی وجہ سے کسی مال کا مالک نہیں ہوتا اس لئے بکر شوہر نے ہندہ بیوی سے مہر کی جگہ پر کوئی مدتِ معلومہ جیسے سال بھر یا چھ مہینہ ہندہ کا ذاتی کام، خدمت اور نوکری کے درجہ میں طے کر لیا شوہر کے غلام ہونیکی صورت میں۔۔ غلام شوہر کی نوکری اور خدمت زوجہ کے حق میں مہر مالی کے عوض مقرر کرنا درست ہے کیونکہ غلام کام کاج اور خدمت کے لئے عرفاً مقرر ہوا کرتا ہے اس لئے اس خدمتِ زوج کو عوض مالی کے برابر درجہ دیا گیا ہے لیکن اگر آزاد شوہر سے ایسا معاملہ کیا گیا اس صورت میں یہ تعیین فاسد ہے اور مہر مثل واجب ہے اسکے بعد ماتن وقایہ نے وللمفوضۃ فرما کر ایک اور مسئلہ مہر بیان کیا ہے مفوضہ کے معنیٰ اپنے کو سپرد کر دینے والی عورت، یہ باب تفعیل سے اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے "ما فرض لہا" وہ مقدار مہر مراد ہے جو بعد العقد زوجین طے کر لیں صورت مسئلہ یہ ہے ہندہ نے راشد سے نکاح کیا یا اسکے ولی یا اسکے وکیل نے ہندہ کے نکاح کے وقت یا تو مہر کا تذکرہ چھوڑ دیا یا شوہر نے مہر نہ دینے کی شرط لگائی اور ہندہ نے اسکو قبول کر لیا اس صورت میں پھر دو حال ہیں ۱۔ بعد العقد زوجین نے کوئی مہر مقرر نہیں کیا ایسی صورتمیں مہر المثل واجب ہو جاتا ہے ۲۔ دوسری صورت جو ماتن نے ما فرض لہا سے بیان کی ہے کہ عقد نکاح کے بعد زوجین نے مہر کی کسی صورت مقدار پر باہمی رضامندی کر لی تو یہ بعد میں مہر طے کرنا بھی درست ہے اور اگر بعد العقد مہر مقرر کرنے کے بعد خلوت صحیحہ یعنی وطی حکمی

یا جماع یعنی ہمبستری زوجین کے درمیان شرعی ضابطے کے مطابق واقع ہوگئی یا شوہر کی وفات ہمبستری سے پہلے ہوگئی ہو یا زوجہ کی موت واقع ہوگئی ہو یا دونوں کی موت واقع ہوگئی ہو ان تمام صورتوں میں بعد العقد مقرر کیا ہوا مہر واجب ہو جائے گا اور ثبوت مہر تعین کے لئے شرعی شہادت ضروری ہونگی، مفوضہ وہ عورت ہے جس نے اپنا مہر عند العقد مقرر نہ کیا ہو اور بعد میں کوئی مہر مقرر کر لیا لیکن وطی اور ہمبستری سے پہلے طلاق ہو گئی امام ابو حنیفہؒ اور امام یوسفؒ کے نزدیک ایسی مفوضہ عورت کو متعہ یعنی ایک مکمل جوڑا لباس دیا جائے گا، امام شافعیؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مفوضہ عورت کو طلاق قبل الوطی کی صورت میں مقررہ مہر کا آدھا دیا جائے گا امام اعظمؒ کی دلیل یہ ہیکہ قرآن کریم نے طلاق قبل الوطی کا عند العقد کوئی مہر مقرر نہ تھا اس لئے فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ سے اس مفوضہ کا کوئی تعلق نہ ہوگا بلکہ صرف متعہ ایک جوڑا کپڑے دینا کافی ہوگا، امام ابو یوسف اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں وہ مفوضہ جسکا مہر ابتدائً تو مقرر نہ تھا لیکن بعد عقد نکاح انتہاءً مہر مقرر ہوگیا اس مہر مسمّیٰ کا اعتبار ہوکر آدھا مہر شوہر کے ذمّہ واجب ہوگا کیونکہ سورہ بقرہ میں حکم عام ہے مہر قبل العقد، عند العقد، بعد العقد تینوں صورتوں میں طلاق قبل الوطی ہو تو نصف مہر ثابت ہو جاتا ہے اس سلسلہ میں ارشاد قرآنی ہے وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ[1] الخ اور اگر تم طلاق دے دو اپنی بیویوں کو انکی ہمبستری سے پہلے (وطی حقیقۃً ہو یا حکماً) اور حال یہ ہیکہ تم نے مقرر کر لیا ان کے لئے مہر کو تو آدھا مہر مقررہ واجب ہوگا، اس آیت کریمہ کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ عند العقد یعنی نکاح کے وقت مہر مقرر کرنے پر محمول کرتے ہیں اور امام شافعیؒ و امام ابو یوسف عند العقد اور قبل العقد اور بعد العقد

---

[1] سورۃ البقرہ پ۲

تینوں صورتوں کو اس آیت کریمہ میں شامل فرماتے ہیں اس لئے وہ وجوب متعہ کے بجائے وجوب نصف مہر کے قائل ہیں۔

عبارت وَمَا يَزِيدُ عَلَى الْمَهْرِ يَجِبُ وَيَسْقُطُ بِالطَّلَاقِ قَبْلَ الْوَطْءِ وَصَحَّ حَطُّهَا عَنْهُ أَيْ حَطُّ الْمَرْأَةِ عَنِ الزَّوْجِ وَلَمْ يَذْكُرْ مَفْعُولَ الْحَطِّ لِيَدُلَّ عَلَى الْعُمُومِ كَمَا فِي قَوْلِهِ فُلَانٌ يُعْطِي وَيَمْنَعُ فَيَدُلُّ عَلَى حَطِّ كُلِّ الْمَهْرِ وَبَعْضِهِ وَالزِّيَادَةِ فِي صُورَةِ الزِّيَادَةِ عَلَى الْمَهْرِ،

ترجمہ اور جو اضافہ ہو (سابقہ) مقدار مہر پر وہ اضافہ بھی واجب ہو جاتا ہے اور وطی وہمبستری سے پہلے طلاق کی وجہ سے اضافہ ساقط ہو جاتا ہے اور عورت کا معاف کر دینا (اپنا مہر) شوہر کے لئے یعنی عورت کا معاف کر دینا شوہر کو اپنا حق مہر یہ بھی درست ہے اور ماتن نے مصدر حط کا مفعول ذکر نہیں کیا تا کہ دلالت ہو سکے عموم معنی پر جیسا کہ عرب کہتے ہیں فلاں آدمی بخشش کرتا ہے اور روکتا ہے پس یہ (عبارت ماتن) دلالت کرتی ہے معاف ہونے پر کل مہر کے اور مہر کے بعض حصہ پر بھی اور مہر بڑھا دینا بھی معتبر ہے بصورت زیادہ کر دینے مہر مسمّٰی اور سابقہ مہر مقررہ پر،

توضیح الوقایہ ماتن وقایہ اس عبارت کے ذریعہ مسئلہ مہر سے متعلق ایک خاص ضابطہ فقہی بیان فرما رہے ہیں صورت مسئلہ یہ ہے کہ زید نے ایک ہزار مہر مسمّٰی پر ہندہ سے نکاح کیا اسکے بعد زید نے ایک ہزار مہر مسمّٰی پر از خود اضافہ کر کے اس مہر معین کو دو ہزار یا کم وبیش کر دیا اضافہ بھی معتبر ہو کر واجب میں داخل ہو جائے گا اس اضافہ میں کافی عمومیت ہے یہ اضافہ سابق کی جنس سے ہو مثلاً ایک ہزار مہر مسمّٰی ہو اور اس پر ایک ہزار کا اضافہ ہو تو یہ اضافہ معتبر اور واجب ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ مہر مسمّٰی کی جنس سے ..

الگ چیز ہو جیسے مہر مسمّٰی ایک ہزار روپیہ تھا اور اسپر اضافہ سو کلو چاول یا گیہوں کا کر دیا یہ سب کچھ اضافہ بھی معتبر ہے اسکے علاوہ اضافہ کرنے والے میں بھی تعمیم اور عمومیت ہے اسکی چند صورتیں ہیں (الف) شوہر بالغ خود اضافہ کر دے (ب) شوہر نابالغ ہو تو اس کا شرعی ولی جیسے باپ اور دادا مہر بڑھا دے یہ بھی معتبر ہے (ج) بالغ شوہر اپنے کسی وکیل یا معتبر تحریر کے ذریعہ اضافہ کر دے یہ سب صورتیں معتبر ہیں اسکے سلسلے میں کچھ شرائط ہیں، بنیادی شرط یہ ہیکہ شوہر جس وقت مہر مسمی میں اضافہ کرے تو بیوی مجلس علم میں قبول کرے اگر بیوی نے علم ہونے کے وقت انکار یا اعراض کر دیا تو یہ اضافہ واجب نہ ہوگا (۲) زوجہ نابالغہ کا ولی مجلس علم میں قبول کرے (۳) مہر پر اضافہ کی ہوئی مقدار اور نوع اور جنس معلوم اور معیّن ہو مجہول اور نامعلوم اضافہ معتبر نہ ہوگا مثلاً روپیہ، کپڑا، جانور کی تعیین کر دی جائے (۴) مہر مسمّٰی پر اضافہ کے وقت زوجیت کا رشتہ بھی باقی ہو طلاق اور تفریق کے بعد کیا ہوا اضافۂ مہر معتبر نہ ہوگا (۵) ماتن نے ویسقط سے بیان کیا ہے یعنی اگر زوجہ کو قبل الوطی یا ہمبستری سے پہلے طلاق ہو گئی تو اضافۂ مہر ساقط اور باطل ہو جائے گا اور صرف سابقہ مہر کا نصف اور آدھا واجب ہوگا اس مسئلہ کی دلیل یہ آیت کریمہ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُم بِهِ مِن بَعْدِ الْفَرِيضَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝[1] مفہوم = یہ ہے کہ تم پر کوئی حرج نہیں ہے اس اضافۂ مہر کی صورت میں جس پر تم میاں بیوی دونوں راضی ہو جاؤ مقرر کرنے کے بعد بھی اس آیت کریمہ میں اللہ نے اضافۂ مہر کے وجوب کیطرف اشارہ فرمایا ہے اس آیت کی تشریح میں امام طرفین رح اور امام ابو یوسف رح کا فقہی اختلاف اوپر ذکر ہو چکا ہے۔۔

---

[1] سورۃ النساء پ۵

ماتنِ وقایہ نے صحّ حطّہا فرما کر حطّ مصدر کا مفعول نہیں بیان
کیا شارح وقایہ اسکا فائدہ بیان کر رہے ہیں اور کہنا چاہتے ہیں..
کہ مفعول کا تذکرہ نہ کرنے سے عمومیّت معنی پیدا ہوتی ہے اور اسیطرح
کل مہر کی معافی اور بعض مہر کی جزوی معافی دونوں کا مفہوم اس عبارت
میں شامل ہے اور دونوں صورتیں معتبر ہیں اسطرح پورا مہر یا پورے مہر
سے کم معاف کر دینا دونوں معتبر ہیں،

عبارت. وخلوۃٌ بلا مانعِ وطیٍ حِسًّا اَوْ شرعًا اَوْ طبعًا کمرضٍ
یَمْنَعُ الوطیَ ھٰذا نظیرُ المانعِ الحِسّیِّ وَصَوْمِ رمضانَ
واحرامٍ بفرضٍ او نفلٍ ھٰذا نظیرُ المانعِ الشرعیِّ
وحیضٍ ونفاسٍ ھٰذا نظیرُ المانعِ الطّبعیِّ ولا یضرُّ ان
یکونَ المانعُ الشرعیُّ موجودًا فیھما تُؤَکِّدُہٗ ای تؤکّدُ المھرَ
فخلوۃٌ مبتدأٌ وتؤکّدہٗ خبرہٗ واعلمْ اَنَّ المرادَ...
بالخلوۃِ اجتماعُھما بحیثُ لا یکونُ معھما عاقلٌ فی مکانٍ
لا یطّلعُ علیھما احدٌ بغیرِ اذنِھما اَوْ لا یطّلعُ علیھما احدٌ
لِلظُّلمۃِ ویکونُ الزوجُ عالمًا بانّھا امرأتُہٗ کخلوۃِ مجبوبٍ
اَوْ عنّینٍ اَوْ خصیٍّ اَوْ صائمٍ قضاءً فی الاصحّ ونذرًا فی..
روایۃٍ ومعَ احدِ الخمسۃِ المتقدّمۃِ لاَنَّ الصَّلوٰۃَ کالصَّومِ
فرضًا اَوْ نفلًا ای لا تکونُ الخلوۃُ صحیحۃً معَ الصَّلوٰۃِ...
المفروضۃِ کما فی الصَّومِ المفروضِ وتکونُ صحیحۃً
معَ صلوٰۃِ النفلِ کما فی صومِ النّفلِ وتجبُ العدّۃُ
فی الکلِّ احتیاطًا ای فی جمیعِ ما ذُکِرَ من اقسامِ
الخلوۃِ سواءٌ وُجِدَ المانعُ کالمرضِ ونحوِہٖ اَوْ لم یوجدْ

اور خلوت بغیر کسی رکاوٹ کے ہمبستری ہونیکے محسوس طور پر

ترجمہ | یا شرعی طور پر یا طبعی طور پر جیسے شدید بیمار ہو جانا تو ہمبستری سے روک دے یہ (بیمار ہونا) مثال ہے مانع حسی کی (محسوس رکاوٹ ہونے کی) اور رمضان کا روزہ، احرام... فرض یا حج نفل یہ مثال ہے مانع شرعی کی (یعنی شرعی وجہ سے رکاوٹ ہونے کی) اور جیساکہ عورت کے لئے حالت حیض یا حالت نفاس ہونا یہ مثال ہے مانع طبعی کی (یعنی انسانی طبیعت کے اعتبار سے ہمبستری کیلئے رکاوٹ ہونے کی) اور کوئی حرج نہیں ہیکہ موجود ہو جائے مانع شرعی نیز حیض اور نفاس کی صورت میں بھی (خلوت صحیحہ) مہر کو واجب کر دیتی ہے، پس لفظ خلوت مبتدا ہے اور جملہ تو کدہ مبتدا کی خبر ہے، یہ بات سمجھ لیجئے کہ یہاں مراد خلوت سے یکجا اکٹھا ہو جانا ہے میاں بیوی کا ایک ایسی جگہ پر کہ موجود نہ ہو شوہر اور بیوی کے ساتھ کوئی عاقل سمجھدار انسان (اور میاں بیوی) ایسی جگہ میں (تنہا ہوں) کہ مطلع اور باخبر نہ ہو سکے شوہر اور بیوی کی تنہائی پر کوئی بھی شخص زوجین کے اجازت کے بغیر یا (ایسی صورت ہو) کہ باخبر نہ ہو سکے زوجین کی تنہائی پر کوئی شخص اندھیرے کیوجہ سے اور یہ بھی شرط ہے کہ شوہر جانتا ہو کہ بے شک وہ (تنہائی) میں اسکی بیوی ہے (کوئی دوسری عورت نہیں ہے) جیساکہ (مہر واجب ہو جاتا ہے) اس مرد کی خلوت صحیحہ سے جو مجبوب ہو... (یعنی اسکا عضو مخصوص کٹا ہوا ہو) یا وہ مرد عنین یا نامرد ہو یا وہ مرد خصی اور رید ھیا ہو یا وہ شخص روزہ دار ہو قضاء روزے کی حالت میں صحیح قول کے مطابق یا روزہ نذر اور منت کا ہو ایک روایت میں اور... موجودگی میں کسی ایک مانع و رکاوٹ کے جو پانچ موانع پہلے اوپر بیان ہو چکے ہیں ان موانع اور رکاوٹ کی موجودگی میں خلوت اور تنہائی معتبر نہیں ہے اور نماز (خلوت کے مسئلہ میں) روزے کے حکم کی طرح ہے،

فرض اور نفل ہونے کے اعتبار سے یعنی نہیں معتبر ہوتی ہے خلوت صحیح ہونے کے اعتبار سے اگر ایسی نماز کی حالت کے ساتھ ہو کہ وہ نماز فرض ہے جیساکہ فرض روزے میں (یہی حکم ہے) اور خلوت معتبر اور صحیح ہو جائے گی نفل نماز کی حالت میں جیساکہ نفل روزے میں (خلوت صحیحہ معتبر ہو جاتی ہے) اور عدت واجب ہو جائے گی ان تمام مذکورہ صورتوں میں احتیاطاً یعنی وہ تمام صورتیں جو اوپر ذکر کی گئی ہیں خلوت کے اقسام میں سے (حکم عدت میں) برابر ہیں خواہ کوئی مانع پایا جائے جیساکہ بیمار شدید ہو جانا اور اس جیسی چیزیں یا مانع نہ پایا جائے ــــ

توضیح الوقایۃ

"بیان بیوی کی خلوت اور حکم مہر"

مصنفؒ مؤکد موجب مہر اسباب بیان فرما رہے ہیں یعنی ایسی صورتیں جہاں حقیقتاً زوجین کے بیچ ہمبستری کا عمل نہ ہو سکے لیکن انکو خلوت صحیحہ بغیر کسی رکاوٹ کے حاصل ہو گئی ہو اس خلوت صحیحہ کو شریعت نے سبب مسبب کے رشتے سے حکماً وطی حکمی کا درجہ دیا ہے اور خلوتِ صحیحہ کے نتیجہ میں مہر بھی واجب ہو جاتا ہے اور احتیاطاً عدت بھی ثابت ہو جاتی ہے امام شافعیؒ کے نزدیک خلوت صحیحہ کے نتیجہ میں مہر واجب نہیں ہوتا امام اعظمؒ کے نزدیک خلوت صحیحہ حکماً وطی کے درجہ میں ہے اور مہر کو واجب کرنے کا سبب ہے دلیل ارشاد باری تعالیٰ جسمیں زوجین سے خطاب مہر ہے وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ[1] اور تم کیسے لے سکتے حق مہر کو اور (زوجہ کے سلسلہ میں) حالانکہ تحقیق کہ اپنے کو پہنچا دیا تم میں سے بعض نے بعض کی جانب عرب کا دستور تھا کہ وہ مہر نکاح سے پہلے دیدیا کرتے تھے اس کے مطابق اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر شوہر اور عورت کے درمیان افضاء تنہائی میں پہنچ جانا یعنی خلوت صحیحہ ہو گئی تو بیوی کا مہر واجب اور ثابت ہے اگر پہلے مہر دیدیا تو واپس نہیں لے سکتے ہیں اور اگر مہر نہیں دیا ہے تو مہر واجب الاداء ہے مثل قرض کے

---

[1] پ۴ سورۃ النساء

خلوتِ صحیحہ اور احادیث

دار قطنی اور ابوداؤد کی روایت ہے قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم مَنْ کَشَفَ خِمَارَ امْرَأَةٍ وَنَظَرَ اِلَیْهَا فَقَدْ وَجَبَ الصَّدَاقُ دَخَلَ بِهَا اَوْ لَمْ یَدْخُلْ مفہوم یہ ہیکہ نبی علیہ السلام فرماتے ہیں جس شخص نے (نکاح کے بعد خلوت اور تنہائی میں) اپنی بیوی کا گھونگھٹ، دوپٹہ کھول لیا اور اسکی طرف بیوی کی حیثیت سے دیکھ لیا پس تحقیق بیوی کا مہر واجب ہوگیا وطی یعنی ہمبستری کی ہو یا نہ کی ہو یہ روایت سنداً اگرچہ اقوی نہ ہو لیکن اسکے رجال ثقہ قرار دیئے گئے ہیں اس لئے آیت کریمہ کے اجمال کی تشریح اور تفصیل خلوت صحیحہ کے سلسلہ میں معتبر اور معتمد کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے —"

خلوتِ صحیحہ کا ثبوت باٰثارِ الصحابہ رضی اللہ عنہم

عن عمر بن الخطاب رضی اذا اُرْخِیَتِ السُّتُوْرُ فَقَدْ وَجَبَتِ الصَّدَاقُ[1] مفہوم یہ ہیکہ حضرت عمر فاروق رضی فرماتے ہیں کہ جب شوہر اور بیوی کے لئے (خلوت اور تنہائی میں) پردے کھینچ دیئے جائیں تو خلوت اور تنہائی بین الزوجین کی وجہ سے مہر ثابت ہوگا،

شرائط خلوت صحیحہ...... فقہاء احناف نے مطلقاً خلوت کو معتبر نہیں مانا ہے بلکہ اس کے لئے کچھ شرطیں ہیں جس کو صاحب کتاب ماتن رح نے بیان کیا ہے اور اسکو بلا مانعِ وطءٍ حساً اَوْ شرعاً اَوْ طبعاً سے بیان کر رہے ہیں یعنی خلوت صحیحہ کے لئے یہ تین بنیادی شرطیں ہیں کہ شوہر اور بیوی جب تنہائی میں پہنچیں تو وہاں ہمستری سے روکنے والا نہ ہو۔ ...

پہلی شرط ..... محسوس سبب ظاہری نہ ہو یعنی کوئی باشعور بچہ نابالغ یا کوئی بالغ شخص وہاں موجود نہ ہو۔ سات سال کا بچہ عموماً

---

[1] مؤطا امام مالک

ایسا باشعور ہو جاتا ہے کہ وہ میاں بیوی کی ہمبستری کے عمل میں
خلل انداز ہو سکتا ہے اس لئے فقہاء نے کسی عاقل کے ہونے کو
مانع حسّی قرار دیا ہے بالغ کی قید نہیں لگائی ہے۔۔۔ دوسری شرط
مانع شرعی نہ ہو مانع شرعی کی تفصیل یہ ہے کہ جس وقت میاں بیوی
تنہائی میں ہوں (الف) رمضان کا روزہ نہ رکھا ہو (ب) حج کے احرام
کی حالت شوہر اور بیوی میں سے کسی کی نہ ہو احرام میں عمومیت ہے،
فرض اور نفل کے اعتبار سے دونوں مراد ہے ایسے ہی فرض نماز پڑھنے کی۔
حالت میں تنہائی نہ ہو البتہ اگر زوجین فرض نماز کے بعد بھی تنہائی میں آجائیں
شرعاً مہر ثابت ہو جاتا ہے۔۔ تیسری شرط۔۔ اَوْ طَبْعاً سے بیان کیلئے یعنی شوہر
اور بیوی کو خلوت اور تنہائی میں ہمبستری سے روکنے والی کوئی طبعی اور
فطری رکاوٹ نہ ہو مثلاً میاں بیوی میں سے ایک کو ایسی شدید بیماری نہ ہو
جو ہمبستری سے روک سکے، مانع طبعی میں عورت کا محل جماع یعنی شرمگاہ
میں رَتَق[1] اور قَرَن[2] یا کوئی ایسا عذر اور ایسی بیماری نہ ہو جو مرد کو ہمبستری
سے روکتا ہو، مانع طبعی میں یہ بھی صورت داخل ہے کہ شوہر کم سن ہو
نابالغ وغیرہ ہونا یا بیوی قلیل عمر ہو کہ ہمبستری ممکن نہ ہو۔۔ قریب البلوغ
مراہق اور مراہقہ کو قدرت ہمبستری حاصل ہوتی ہے اس لئے یہ مانع طبعی میں
داخل نہیں ہے ان تینوں شرائط کا مطلب یہ ہیکہ اگر طبعی یا شرعی یا
محسوس طور پر کوئی چیز رکاوٹ ہو ہمبستری کرنے سے تو خلوت اور
تنہائی سے ان موانع اور رکاوٹوں کی موجودگی میں خلوت صحیحہ کا۔۔
اعتبار نہ ہو گا اور نتیجۃً غیر معتبر خلوت سے مہر واجب نہ ہو گا،

---

[1] رتق، یعنی ہمبستری کی جگہ پیدائشی نہ ہو، [2] قرن، ہڈی یا گوشت بڑھنے سے جماع نہ ہو سکے،

خلوتِ صحیحہ کے بغیر وجوب مہر کی ایک صورت :- یہ ہے کہ مانع طبعی اور مانع شرعی جیسا کہ حیض اور نفاس یا رمضان کا روزہ یا احرام کے باوجود شوہر بیوی سے ہمبستری کرے اور شرعی رکاوٹوں کی پرواہ نہ کرے اس صورت میں شوہر گنہگار ہوگا لیکن وطی اور ہمبستری کیوجہ سے بکمل مہر واجب ہوگا کیونکہ ہمبستری سے بہر صورت کامل مہر واجب ہوتا ہے

خلوت صحیحہ کا معیار

شارح وقایہ نے فِی مَکَانٍ لَا یَطَّلِعُ عَلَیْھِمَا اَحَدٌ بِغَیْرِ اِذْنِھِمَا سے ایک خاص صورت بیان کی ہے اسکا تعلق زیادہ تر شہری زندگی قصبات اور ترقی یافتہ دیہات جہاں لوگ پکّے مکانات بنا کر رہتے ہیں ایسے مکانات میں دروازہ اور کنڈی ہوتی ہے کوئی بھی شخص بغیر اجازت اندر نہیں جاسکتا ہے، اسکے مقابلہ میں مسجد، درسگاہ، اور شارع عام یا دوسرے پبلک مقامات جہاں بغیر اجازت لوگ آسکتے ہیں اگر کوئی شخص یہاں بھی ہمبستری کرے تو مہر واجب ہوگا کیونکہ ہمبستری سے بہر صورت مہر واجب ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ اَوْ لَا یَطَّلِعُ عَلَیْھِمَا اَحَدٌ لِلظُّلْمَۃِ یعنی تنہائی میں ایسا اندھیرا ہو کہ شوہر بیوی کی تنہائی کوئی باخبر نہ ہو سکے یہ صورت جھونپڑی اور جنگل کے ماحول اور ایسے کچے گھروں کے متعلق ہے جہاں چوکھٹ اور دروازے نہیں ہوتے کوئی بھی شخص آسکتا ہے اس لئے وہاں ظلمت اور اندھیرے کی قید لگائی۔ اندھیرا بھی خلوت کے لئے معتبر ہے تیسری صورت... جو بنیادی شرط کے درجہ میں ہے یَکُوْنُ الزَّوْجُ عَالِمًا بِاَنَّھَا امْرَأَتُہٗ یعنی خلوت اور تنہائی میں شوہر اور بیوی ہوں اور اندھیرا ہو تو اسکے لئے شرط یہ بھی ہے کہ شوہر کو یہ علم ہو اور یقین ہو یہ عورت جو میرے ساتھ تنہائی میں ہے وہ میری بیوی ہی ہے اور اگر شوہر

اس عورت کو اجنبیہ سمجھتا رہا تو یہ خلوت معتبر نہ ہوگی،

نامرد انسان کی خلوت کا حکم،
ماتن وقایہ نے خلوت مجبوب اور عنین اور خصی جیسے نامرد انسانوں کا تذکرہ کیا ہے جو بظاہر ہمبستری کی قدرت نہیں رکھتے جیساکہ اوپر آیت کریمہ کے ذریعہ بیان ہو چکا ہے کہ خلوت صحیحہ میں بیوی اگر اپنے کو سپرد کر دے اور کوئی رکاوٹ بھی نہیں ہے اور شوہر اس موقع سے نفع نہ اٹھائے یا اہلیت نہ رکھتا ہو تو صرف خلوت صحیحہ مہر کو واجب کر دیگی جیساکہ اس عبارت میں کہا گیا ہے

لغات الفقہیہ
مجبوب وہ شخص ہے جسکا عضو مخصوص کسی حادثہ کی وجہ سے کٹ گیا ہو۔ عنین نامرد انسان جو عورت سے ہمبستری نہ کر سکتا ہو۔ خصی۔ جسکے انثیین نہ ہوں یہ تینوں قسم کے لوگ بظاہر نااہل ہیں لیکن اگر ان میں سے کوئی بیوی کے ساتھ خلوت صحیحہ کرنے ... تو پورا مہر واجب ہو جائے گا اور احتیاطاً عورت پر عدت بھی واجب ہوگی۔ مجبوب یعنی مقطوع الذکر کے بارے میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا اختلاف ہے ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ مجبوب۔ بالکل ہمبستری سے عاجز ہے اس لئے خلوت صحیحہ کا اعتبار نہ ہوگا نتیجۃً مہر واجب نہ ہوگا البتہ اگر مجبوب سے خلوت صحیحہ ہو جائے اور بیوی کے بچہ ہو بھی جائے تو ضرورۃً بچہ کا نسب ثابت ہو جائے گا اسوقت متفق علیہ بین الائمہ مجبوب کی زوجہ کامل مہر کی حقدار ہوگی،

مسلک فقہاء،
حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک خلوت صحیحہ کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ مہر صرف ہمبستری اور وطی سے ہی واجب ہوتا ہے عنین کے معنے رکنا والا اگر اس مرد کی چند بیویاں ہیں ایک سے ہمبستری کر سکتا ہے اور دوسری کنواری سے وطی پر قادر۔

نہیں ہے اس کنواری کے لیے یہ عنین کہلائے گا اسطرح عنین ایک امر اضافی ہے

صوم نذر کا حکم | نذر[1] کے معنی ہیں ایجابُ الفعلِ المباح علیٰ نفسہٖ من العبد المکلّف یعنی کسی جائز کام

کو بندہ اپنے اوپر واجب کرلے وہ نذر و منّت کہلاتا ہے جیسے کوئی شخص یوں کہے واللہ لَاَصُوْمَنَّ غَدًا خدا کی قسم کل کا روزہ میں ضرور رکھوں گا روزے کی نذر اسی وقت صحیح ہوگی جب اگلے دن رمضان کا دن نہ ہو ورنہ نذر باطل ہو کر رمضان کا روزہ فرض ہوگا، یہاں خلوت سے متعلق صوم النذر یعنی منّت مانے ہوئے روزے کا حکم بیان کر رہے ہیں اور کہنا چاہتے کہ قضاء کا روزہ ہو کفّارہ کا روزہ ہو یا نذر کا روزہ ہو راجح قول کے مطابق اگر ایسے روزے کی حالت میں زوجین کے درمیان خلوت اور تنہائی ہوتی ہے تو خلوت صحیحہ معتبر ہوگی البتہ الخمسۃ المتقدمۃ یعنی وہ پانچ موانع اور رکاوٹ جن کا تذکرہ اوپر ہوچکا ہے ان موانع کے حالت میں خلوت صحیحہ نہ ہوگی،

الخمسۃ المتقدمۃ سے کیا مراد ہے | پانچ موانع اور رکاوٹیں جن کی موجودگی میں خلوت معتبر نہ ہوگی وہ یہ ہیں (۱) بیمار شدید ہونا (۲) صوم رمضان یعنی رمضان کے روزے

(۳) احرام حج مطلقاً خواہ حج فرض ہو یا نفل (۴) عورت کا بحالت حیض ہونا (۵) بحالت نفاس عورت کا ہونا۔ اسکے بعد ماتن وقایہ والصلوٰۃ کالصّوم کے ذریعہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ فرض روزہ اور فرض نماز کا حکم ایک ہے اور نفل روزہ اور نفل نماز کا حکم ایک ہے یعنی اگر میاں بیوی فرض رمضان کے روزے میں ایک جگہ جمع ہوجائیں یا اتنے وقت یکجا رہے جس میں اس وقت کی فرض نماز

---

[1] نذر کی ثانی تعریف۔ ایجابُ العبدِ الفعلَ علیٰ نفسہٖ مشروعاً اَوْ معصیۃً ویترلۃ المعصیۃ۔ شاہ حسن قاسمی

پڑھی گئی پھر باہر آگئے تو یہ خلوت صحیحہ معتبر نہیں ہے البتہ نفل نماز کے بقدر تنہائی میں رہے یا نفل روزے کی حالت میں تنہائی میں رہے تو خلوت صحیحہ معتبر ہوگی، شوہر کے ذمہ مہر واجب ہو جائے گا اگرچہ ہمبستری نہ کی ہو اسکے بعد وتجب العدۃ احتیاطاً سے متن وقایہ میں مذکورہ تمام صورتوں میں عدت کے واجب ہونے کا حکم دے رہے ہیں یعنی وہ تمام مذکورہ صورتیں خلوت صحیحہ یا غیر صحیحہ کے موانع اور رکاوٹوں کے ساتھ یا بغیر مانع کے ان سب میں امکان عقلی کی بنا پر احتیاطاً وجوب عدت کا حکم ہوگا کیونکہ عدت کی ۲ دو حیثیت ہیں ۱ ایک عدت حق ولد یعنی بچہ کے پیدائش اور حمل کے پہچاننے کیلئے اگر حمل ہوگا تو پھر وضع حمل عدت ہو جاتی ہے اور تین حیض کا زمانہ یقیناً حمل اور بچہ کی جانکاری دے سکے گا اور ظاہر ہیکہ یہاں مذکورہ صورتیں ایسی نہیں، اس لئے یہاں پر دوسری حیثیت عدت کا اعتبار کیا گیا ہے وہ حیثیت ہے حق الشرع یعنی شریعت چاہتی ہے کسی بھی صورت میں اگر شوہر اور بیوی خلوت اور تنہائی میں یکجا ہو جائیں تو حق شرع کی حیثیت سے استحساناً عدت واجب ہے

عبارت — وتجب المتعۃ لمطلقۃ لم توطأ ولم یسم لہا مہر وتستحب لمن سواہا الا لمن سمی لہا مہر وطلقت قبل وطی، المطلقات اربع مطلقۃ لم توطأ ولم یسم لہا مہر فتجب لہا المتعۃ ومطلقۃ ۲ لم توطأ وقد سمی لہا مہر فہی التی لم تستحب لہا المتعۃ ومطلقۃ ۳ قد وطئت ولم یسم لہا مہر ومطلقۃ قد وطئت وسمی لہا مہر فہاتان تستحب لہا المتعۃ فالحاصل انہ اذا وطئہا تستحب لہا المتعۃ سواء سمی لہا مہر او لا لانہ اوحشہا بالطلاق بعد ما سلمت

اِلَیہِ المَعقُودُ عَلَیہِ وَھُوَ البُضعُ فَیُستَحَبُّ اَن یُّعطِیَھَا شَیئًا زَائِدًا عَلٰی الوَاجِبِ وَھُوَ المُسَمّٰی فِی صُورَۃِ التَّسمِیَۃِ وَ مَھرُ المِثلِ فِی صُورَۃِ عَدَمِ التَّسمِیَۃِ وَاِن لَم یَطَأھَا فَفِی صُورَۃِ التَّسمِیَۃِ تَأخُذُ نِصفَ المُسَمّٰی مِن غَیرِ تَسلِیمِ البُضعِ فَلَا یُستَحَبُّ لَھَا شَیئٌ اٰخَرُ وَفِی صُورَۃِ عَدَمِ التَّسمِیَۃِ یَجِبُ المُتعَۃُ لِاَنَّھَا لَم تَأخُذ شَیئًا وَاِبتِغَاءُ البُضعِ لَا یَنفَکُّ عَنِ المَالِ، ترجمہ ۔۔۔ اور متعہ ثابت ہو جائیگا ایسی طلاق دی گئی عورت کے لئے جس سے ہمبستری نہ کی گئی ہو اور اس کا مہر بھی مقرر نہ ہوا اور اس عورت کے سوا، (دوسری عورت کے لئے) متعہ مستحب ہے سوائے اس عورت کے جس کا مہر مقرر تھا اسکو طلاق دی ہو ہمبستری سے پہلے، مطلقہ عورتیں اور احکام متعہ ہیں (۱) ایسی مطلقہ جس سے نہ ہمبستری ہو اور نہ اس کا مہر مقرر ہو اس صورت میں ایسی عورت کیلئے صرف متعہ (یعنی ایک کامل جوڑا کپڑوں کا) دینا واجب ہوگا (۲) ایسی مطلقہ عورت جس سے ہمبستری نہیں ہوئی اور اس کا مہر مقرر ہے یہی وہ عورت ہے جس کے لئے متعہ مستحب نہیں ہے (۳) ایسی مطلقہ عورت جس سے ہمبستری ہوئی اور اسکا مہر مقرر نہیں (۴) ایسی مطلقہ عورت جس سے ہمبستری ہوئی اور اسکا مہر بھی مقرر ہے پس یہ دونوں قسم کی عورتوں کے لئے متعہ یعنی کامل۔ ایک جوڑا کپڑوں کا دینا مستحب ہے پس خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جب شوہر بیوی سے ہمبستری کرلے (اور طلاق دیدے) تو مہر کے ساتھ اس عورت کے لئے متعہ دینا مستحب ہے برابر ہے اس عورت کا مہر معین ہو یا غیر معین ہو (یہ متعہ اس لئے ہے) کہ بلاشبہ شوہر نے بیوی کو طلاق دے کر وحشت اور جدائی کے ماحول میں ڈال دیا ہے باوجودیکہ سپرد کردیا تھا بیوی نے شوہر کیطرف معقود علیہ کو اور معقود علیہ سے مراد ملک بضعہ ہے (یعنی عورت کا مخصوص حصۂ انتفاع ہے) اس لئے بہتر و مستحب ہے کہ شوہر بیوی کو

واجب مہر سے کچھ زائد دے دے اور وہ واجب ہونیوالا مہر مسمّیٰ یعنی معین مہر تعیین مہر کی صورت میں اور مہر المثل واجب ہوگا تعیین نہ ہونے کی صورت میں اور اگر شوہر نے بیوی سے ہمبستری نہ کی ہو (اور طلاق دیدے) پس تعیین مہر کی صورت میں عورت معیّن مہر کا آدھا حصہ لے لیگی بغیر سپرد کئے ملک بضعہ کے (یعنی مخصوص حصہ استفاع کے) اس لئے مستحب نہیں ہے (اس صورت میں) بیوی کے لئے کوئی اور چیز دینا اور (اگر طلاق ہوجائے) مہر مقرر نہ ہونے کی صورت میں (تو صرف) متعہ یعنی ایک جوڑے کپڑے دینا واجب ہوگا اور یہ حکم اس لئے ہے) بلاشبہ عورت نے کچھ نہیں لیا ہے اور ملک بضعہ کو چاہنا شرعاً مال سے جدا نہیں ہوتا ہے

توضیح الوقایۃ ماتن وقایہ ”وتجب المتعۃ لمطلقۃ“ سے متعہ کا مسئلہ بیان کر رہے ہیں متعہ کی تفصیل گذر چکی ہے کم سے کم تین کپڑے ۱ قمیص ۲ دوپٹہ ۳ ایک ایسی چادر جو سر سے پیر تک بدن کو چھپا دے اسکے علاوہ عرف اور معاشرے کا بھی اعتبار ہے ایک مکمل جوڑا یعنی سوٹ متعہ کہلاتا ہے اپنے اپنے شہر اور گاؤں میں ایک سوٹ کپڑے کا جو معیار ہے اسکو بھی ملحوظ رکھا جائے گا۔ ماتن وقایہ نے مُطلَّقَۃ کا لفظ بولا اور اسکے ساتھ دو شرطیں لگائیں پہلی شرط یہ ہیکہ مطلقہ سے وطی نہ کی ہو دوسری شرط یہ ہے کہ اس مُطلّقہ کا مہر مقرر نہ ہو ایسی عورت کو آدھا مہر بھی نہیں ملتا اس لئے اسکو متعہ یعنی ایک سوٹ کاکپڑا یعنی ایک جوڑا اوسط درجہ کا دینا واجب ہے اس عورت کی ہمبستری ہونے میں خلوت صحیحہ نہ ہونے کا اعتبار ہے اگر خلوت صحیحہ ہوجائے گی تو مَہرِ مِثل واجب ہوگا مُطلّقۃ کی قید سے وہ عورت اس حکم میں شامل نہیں ہے جسکا شوہر مرگیا ہو اسکے دو حال ہیں اور حکم شرع یہ ہیکہ شوہر کی موت ہوجانے سے پورا مہر عورت

کو ملتا ہے اگرچہ شوہر نکاح ہونے کے بعد فوراً مر جائے اگرچہ ہمبستری یا خلوت صحیحہ نہ ہوئی ہو تب بھی بیوی کو پورا مہر ملتا ہے جس عورت کا شوہر مر گیا ہے اسکے دو حال ہیں پہلا حال یہ ہے کہ اسکا مہر مسمّٰی اور معیّن ہو تو اس عورت کو معیّن مہر دیا جائے گا دوسرا حال یہ ہے کہ عند العقد یا بعد العقد شوہر کے مرنے تک کوئی مہر مقرر اور معیّن نہ ہو سکا ایسی صورت میں مہر المثل واجب الاداء ہوگا شوہر کے مرنے تک اسکی موت کی صورت میں بیوی کیلئے متعہ نہیں ہے شوہر کے مر جانے کی صورت میں تقسیم ترکہ سے پہلے مہر ادا کرنا میّت کے وارثین پر مقدم فریضہ ہے۔ مہر مطلّقہ کی چار صورتیں،،

اسکے بعد شارح وقایہ نے "المطلقات" ۱؎ پڑھ کر مطلّقہ عورتوں کے چار حالات بیان کئے ہیں، پہلی صورت تو وہی ہے جو اوپر بیان ہوئی ہے یعنی طلاق قبل الوطی اور مہر معین نہ ہو تو صرف متعہ واجب ہوگا دوسری صورت یہ ہے کہ بیوی کو طلاق، ہمبستری و خلوت صحیحہ سے پہلے دی گئی اور اس کا مہر معیّن اور مقرر ہے ایسی عورت کو آدھا مہر ملتا ہے اور متعہ کا کپڑا اس کے لئے مستحب بھی نہیں ہے تیسری صورت اس مطلّقہ عورت کی ہے جس سے ہمبستری یا خلوت ہوئی ہے اور اس کا مہر مقرر نہیں ہے ایسی عورت کو مہر مثل ملے گا اور اس کے لئے متعہ کے کپڑے بھی مستحب ہیں۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ عورت کو طلاق ہمبستری اور خلوت صحیحہ کے بعد دی گئی، اور اس عورت کا مہر مقرر اور معین ہے ایسی عورت کو مہر معیّن ملے گا اور متعہ کے کپڑے بھی مستحب ہیں قرآن پاک میں ارشاد ہے ـــــ

وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ٥ اور مطلّقہ عورت کے لئے متعہ اور نفع پہنچانا ہے قاعدے کے ساتھ یہ حکم ثابت ہے پرہیزگاروں کے لئے،

ـــــــــــــ

۱؎ پ۲ البقرہ

علت متعہ

متعہ کی علت شارح وقایہ نے لِاَنَّہٗ اَوْحَشَہَا بِالطَّلَاقِ بَعْدَ مَا سَلَّمَتْ الْمَعْقُوْدَ عَلَیْہِ سے بیان کی ہے اور کہنا چاہتے ہیں کہ علت متعہ ایحاش ہے یعنی شوہر عورت کو طلاق دے کر اُدو فرقت وجدائی کے ماحول میں ڈال دیتا ہے، اس لئے تسریح باحسان، رخصت کے وقت حسن سلوک اور بھلائی بھی کرنا ہوگا، اسیطرح شوہر مہر کے ساتھ متعہ یعنی ایک سوٹ درمیانی قیمت کپڑا دیدے

قرآن کریم نے متاعٌ بِالْمَعْرُوْف کہہ کر یہ اشارہ کیا ہے کہ متعہ کے کپڑے محدود کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ نفع پہنچانا مقصود ہے تاکہ مطلقہ عورت نان نفقہ میں پریشان نہ ہو، کیونکہ بہت سے اہل خیر لوگ مہر کے علاوہ نفع پہنچانے کے لئے اور بھی مال امداد نقد یا اور کسی طریقے سے کرتے رہے ہیں اور عورت کے کمزور حالات میں مدد توجہ و تعاون باعث خیر سمجھا جائے گا اور طلاق کے وقت بڑھتی ہوئی کشیدگی اور تنگی میں کمی بھی ہو سکے گی، اور مذہب اسلام نے طلاق کو ابغض المباحات کہکر مجبور کن حالات میں اجازت دی ہے اور پھر جدا ہونے کے وقت تسریح باحسان اور متاعٌ بالمعروف ارشادات قرآنی کے ذریعہ رہنمائی فرمائی ہے یعنی عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور نفع پہنچانے کا جذبہ خیر مالی تعاون کو ملحوظ رکھنا چاہئے اور کسی میں گنجائش نہ ہو تو کم سے کم متعہ ایک جوڑے کپڑے سے نفع پہنچا دے یہ نفع پہنچانا مہر کے علاوہ ہوگا، صرف ایک قسم کی عورت کو متعہ سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے جس کا صرف نکاح ہوا ہو مرد کے قریب نہ آئی ہو، ایک دوسرے سے تعارف اور قربت نہ ہونے کی بنا، پر صرف مہر مقرر کا آدھا حصہ اسکو ملتا ہے، حضرت امام شافعی کے نزدیک متعہ کپڑے تمام مطلقہ عورت کو مہر کے ساتھ واجب ہے سوائے اس عورت کے جسکو طلاق ہمبستری اور خلوت صحیحہ سے

پہلے ہو گئی ہو اسکا مہر بھی مقرر ہو اسکو صرف مقررہ مہر کا آدھا ملے گا، اور میں شارح وقایہ فرماتے ہیں وَابْتِغَاءُ الْبُضْعِ لَا يَنْفَكُّ عَنِ الْمَالِ، اور شرعی ضابطۂ نکاح میں بیوی کے جائز خصوصی تعلق زوجیت کے لئے مال ضروری ہے خواہ مہر ہو یا نان و نفقہ بہر صورت مال بذمہ شوہر ہے، اسطرح بیوی بنا نا اور نکاح کے ذریعہ شرعاً مہر کو واجب کرتا ہے بشرطیکہ مہر مقرر کیا گیا ہو نکاح کے وقت یا نکاح کے بعد اور طلاق قبل الوطی نہ ہوئی ہو، اور اگر طلاق قبل الوطی ہے اور کوئی مہر مقرر نہیں ہے تو کم سے کم متعہ واجب ہوگا اس سے زیادہ بھی بطور استحسان کے دیا جا سکتا ہے یہ مسئلہ تفریع ہے ارشاد قرآنی اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ (الآیہ) اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں کہ نکاح صحیحہ کے ذریعہ تم بیوی کو طلب کرو اپنے اموال کے ساتھ بیوی کو طلب کرنے کی دو شرطیں ہیں تم لوگ محض اور پاکدامنی زندگی گذارنے کی نیت کرنے والے ہو اور زناکار نہ ہو اس آیت کریمہ میں نکاح کا خاص مقصد بدکاری اور زنا سے بچنا اور پاکدامنی کی زندگی حاصل کرنا اور بیوی پر بقدر حقوق واجبہ کے لئے مال ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے،

عبارت ۔ وَاِنْ قَبَضَتِ الْاَلْفَ الْمُسَمّٰى ثُمَّ وَهَبَتْ لَهٗ فَطَلَّقَتْ قَبْلَ وَطْءٍ رَجَعَ عَلَيْهَا بِنِصْفِهٖ لِاَنَّهَا قَبَضَتْ تَمَامَ الْمُسَمّٰى وَلَمْ يَجِبْ اِلَّا النِّصْفُ فَتَرُدُّ النِّصْفَ وَالْاَلْفُ الَّذِيْ وَهَبَتْهُ لَهٗ لَمْ يَتَعَيَّنْ اَنَّهُ الْاَلْفُ الْمَهْرُ لِاَنَّ الدَّرَاهِمَ وَالدَّنَانِيْرَ لَا تَتَعَيَّنَانِ فِي الْعُقُوْدِ وَالْفُسُوْخِ وَاِنْ لَمْ تَقْبِضْهُ اَوْ قَبَضَتْ نِصْفَهٗ ثُمَّ وَهَبَتِ الْكُلَّ اَوْ مَا بَقِيَ اَوْ وَهَبَتْ عَرَضَ الْمَهْرِ قَبْلَ قَبْضِهٖ اَوْ بَعْدَهٗ لَا اَيْ لَا يَرْجِعُ عَلَيْهَا بِشَيْءٍ وَصُوَرُ الْمَسَائِلِ اَنَّهَا اِنْ لَمْ تَقْبِضْ شَيْئًا ثُمَّ وَهَبَتْ

لے پ ۵ سورۃ النساء

الْكُلَّ اَیْ حَطَّتْہُ عَنْ ذِمَّۃِ الزَّوْجِ ثُمَّ طَلَّقَھَا قَبْلَ الْوَطْیِ فَلَا شَیْئَ عَلَیْھَا لِاَنَّ حُکْمًا لِطَّلَاقِ قَبْلَ الدُّخُوْلِ اَنْ یُّسَلَّمَ لَہٗ نِصْفُ الْمَھْرِ وَقَدْ حَصَلَ بَلْ زِیَادَۃٌ وَالْمَرْاَۃُ لَمْ تَاْخُذْ شَیْئًا لِتَرُدَّہٗ اِلَیْہِ بِخِلَافِ الْمَسْئَلَۃِ الْاُوْلٰی وَھِیَ الَّتِیْ قَبَضَتْ اَلْفًا مُّسَمّٰی ثُمَّ وَھَبَتْ لَہٗ وَطُلِّقَتْ قَبْلَ وَطْیٍ وَاِنْ قَبَضَتْ نِصْفَ الْمَھْرِ ثُمَّ وَھَبَتِ الْکُلَّ لَہٗ اَوْ وَھَبَتِ الْبَاقِیْ ثُمَّ طَلَّقَھَا قَبْلَ الْوَطْیِ فَاِنَّہٗ لَا شَیْئَ عَلَیْھَا لِمَا ذَکَرْنَا وَلَوْ کَانَ الْمَھْرُ عَرْضًا فَقَبَضَتْہُ ثُمَّ وَھَبَتْ لَہٗ اَوْ لَمْ تَقْبِضْہُ فَحَطَّتْہُ عَنْ ذِمَّتِہٖ ثُمَّ طَلَّقَھَا قَبْلَ الْوَطْیِ فَلَا شَیْئَ عَلَیْھَا اَمَّا فِیْ صُوْرَۃِ عَدَمِ الْقَبْضِ فَلِمَا مَرَّ وَاَمَّا فِیْ صُوْرَۃِ الْقَبْضِ فَکَذٰلِکَ لِاَنَّھَا وَھَبَتِ الْعَرْضَ لَہٗ فَانْتَقَضَ قَبْضُ الْمَھْرِ لِاَنَّ الْعُرُوْضَ مُتَعَیَّنَۃٌ بِخِلَافِ الْمَسْئَلَۃِ الْاُوْلٰی فَاِنَّ الدَّرَاھِمَ غَیْرُ مُتَعَیِّنَۃٍ ترجمہ، اور اگر بیوی نے قبضہ میں لے لئے ایک ہزار روپے جو مہر کے مقرر کئے گئے تھے پھر بیوی نے ہبہ اور بخش کردئے ایک ہزار روپے شوہر کے لئے اسکے بعد طلاق ہوگئی ہمبستری سے پہلے (اس صورت میں) واپس لے سکتا ہے شوہر بیوی سے آدھا مہر اس لئے کہ بیوی نے قبضہ میں لے لیا تھا پورہ مقررہ مہر حالانکہ نہیں واجب ہوا تھا سوائے آدھے مہر کے، اس لئے واپس کرے گی بیوی شوہر کو آدھا مہر اور وہ ہزار روپے تو بخش دئے تھے بیوی نے شوہر کو وہ (شرعاً و عرفاً) معین نہیں ہیں کہ بے شک وہ مہر کے وہی ہزار روپے ہیں اس لئے کہ درہم اور دینار (یا کوئی بھی سکہ یا کرنسی) معین نہیں ہوتے معاملات کرنے میں اور معاملات توڑنے میں اور اگر بیوی نے نہیں قبضہ میں لیا تھا ہزار روپے یا بیوی نے قبضہ میں لے لئے

تھے آدھے روپے مہر کے اور پھر ہبہ کر دیا بیوی نے پورے مہر کو یا باقی حصہ مہر کو خود بخش دیا (کوئی سامان مہر) قبضہ سے پہلے یا قبضہ کے بعد (ان صورتوں میں) شوہر بیوی سے کچھ واپس نہ لے گا اور مسائل کی چند صورتیں ہیں (۱) یقینی طور پر بیوی نے اگر کوئی چیز مہر کی قبضہ میں نہ لی ہو پھر پورا مہر بیوی... ہبہ کر دے یعنی معاف کر دے پورے مہر کو بیوی شوہر کے ذمہ سے پھر طلاق دے دے شوہر بیوی کو ہمبستری سے پہلے تو (اس صورت میں) کوئی چیز بیوی پر ادا کرنا واجب نہیں ہے، اس لئے کہ طلاق کا حکم ہمبستری سے پہلے یہ ہے کہ شوہر کو سپرد کر دیا جائے آدھا مہر (جبکہ شوہر نے پورا مہر دے رکھا ہو) اور آدھا مہر شوہر کو حاصل ہو چکا ہے (اور صورت مذکورہ میں) بلکہ آدھے سے بھی زیادہ اور بیوی نے کوئی چیز نہیں لی ہے تاکہ وہ واپس کر سکے اس چیز کو شوہر کی جانب، بخلاف پہلے مسئلہ کے، اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ بیوی نے قبضہ میں لے لئے تھے ہزار روپے مہر مقررہ پھر بخشش کر دیا بیوی نے ہزار روپے کو شوہر کے لئے اور طلاق ہمبستری سے پہلے ہو گئی، اور اگر قبضہ میں نہ لیا بیوی نے آدھا مہر پھر بخشش کر دیا پورا مہر شوہر کو یا بخشش دیا باقی مہر پھر شوہر نے طلاق دے دی بیوی کو ہمبستری سے پہلے بے شک (ان صورتوں میں) کوئی چیز دینا بیوی پر واجب نہیں ہے اس دلیل کا حکم ہم نے اوپر بیان کیا ہے، اگر مہر کوئی... سامان کی شکل میں ہو اور بیوی اس سامان کو قبضہ میں لے لے پھر بخشش کر دے وہ سامان مہر شوہر کو یا بیوی نے سامان قبضہ میں لیا اور معاف کر دیا سامان شوہر کے ذمہ سے پھر شوہر نے طلاق دے دی ہمبستری سے پہلے بیوی کو (اس صورت میں) کسی چیز کی واپسی بیوی کے ذمہ واجب نہ ہوگی۔ بہر حال بیوی کے قبضہ نہ کرنے کی صورت میں پس اسکا حکم اور

دلیل وہ ہے جو اوپر گذر چکا ہے لیکن بیوی کے قبضہ مہر کی صورت میں یہ حکم ہے (یعنی کسی چیز کی واپسی بیوی نہیں کرے گی اس لئے بیوی نے سامان شوہر کو دیدیا ہے پس بیوی کا قبضہ مہر ٹوٹ چکا کیونکہ بلا شبہ سامان معین ہوتا ہے، (عرفاً و شرعاً) بخلاف پہلے مسئلہ کے وہاں بے شک دراہم اور دینار (عرفاً و شرعاً) متعین نہیں ہیں،،

توضیح الوقایۃ ماتنُ وقایہ اور شارحُ وقایہ اس عبارت کے ذریعہ مہر ادا کرنے اور بیوی کے مہر لینے کے مختلف طریقے اور اسکے ضمن میں ضوابط فقہیہ کا بیان فرمانا چاہتے ہیں جیساکہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مہر روپے پیسے، درہم اور دینار کے علاوہ عرض یعنی کوئی سامان مال متقوم محترم ہو اسکو مہر بنایا جاسکتا ہے یعنی مہر کے لئے صرف روپیہ پیسہ، کرنسی، سونا، چاندی ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ شرعاً جو چیزیں مال ہیں یعنی وہ قیمت والی ہیں اور شرعاً حلال بھی ہیں ان چیزوں کو بھی مہر بنایا جا سکتا ہے جیسے کیلی اور وزنی اشیاء، چاول وگیہوں اور ہر قسم کے غلات اور لوہا، تانبا، پیتل وغیرہ، لکڑی یا لکڑی کے سامان ایسے ہی کپڑا گھڑی، مکان یا دوکان ان سب چیزوں کو مہر بنایا جاسکتا ہے البتہ روپے پیسے اور عروض اور دوسرے سامان ان دونوں کی حیثیت میں فرق ہے

درہم اور دینار اور روپے کا حکم، یہ ہے کہ جس کو شارحُ وقایہ نے اسطرح... بیان کیا ہے لِأَنَّ الدَّرَاهِمَ وَالدَّنَانِيرَ لَا تَتَعَيَّنُ فِي الْعُقُودِ وَالْفُسُوخِ یعنی درہم چاندی کے سکے، دینار، سونے کے سکے عرفاً و شرعاً معاملات کرنے میں یا معاملات توڑنے میں معین نہیں ہے یعنی اگر زید اور عمر عقد بیع کریں مثلاً سو روپے کا نوٹ دکھلا کر گھڑی خریدنے کا معاملہ کریں تو خاص اسی نوٹ

---

[۱] مثلاً شراب جیسی حرام شئی مہر نہ ہونا چاہئے.. شاہد حسن قاسمی!

کو دینا ضروری نہیں ہے بلکہ دوسرا سَو کا نوٹ دیا جاسکتا ہے ایسے ہی عقدِ بیع
اور اقالۂ بیع اور بیع توڑنے کی صورت میں مشتری کو بائع دوسرا سَو کا نوٹ
ثمن اور قیمت کی واپسی دے دے تو اس پر کوئی اعتراض نہ شرعاً ہوتا ہے نہ
عرفاً ہوتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ درہم یا دینار روپے پیسے کی کوئی بھی
کرنسی اس لحاظ سے معین نہیں ہے کہ ایک ہی حیثیت کے مثلاً سَو، سَو کے
کئی نوٹ ہوں تو معین کرنے کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا بلکہ صرف سَو روپے
دینا مقصود ہیں کوئی سا بھی نوٹ دیا جاسکتا ہے بشرطیکہ ثمنیت[1] اور
قیمت کے اعتبار سے کوئی فرق نہ ہو اس کلی ضابطہ کی روشنی میں ماتن
وقایہ نے "وَاِنْ قَبَضَتِ الْفَاشِیَ" سے ایک مسئلہ بیان کیا ہے، صورت مسئلہ
یہ ہے، زید نے ایک مہر معین پر ہندہ سے نکاح کیا اور زید نے پورا مہر ہندہ
کو وطی اور ہمبستری سے پہلے دیدیا اسکے بعد زید نے وطی سے پہلے ہندہ
کو طلاق دے دی تو اس مسئلہ میں فقہاء یہ کہتے ہیں کہ ہندہ نے زید
سے ایک ہزار روپے مہر لیا تھا اور وطی سے پہلے طلاق کی صورت میں
ہندہ کا حق صرف آدھا مہر یعنی پانچ سَو روپے واجب ہوتے ہیں، اس
لئے شوہر ہزار کا آدھا پانچ سو روپے واپس لے سکتا ہے اور اگر
یہ اعتراض کیا جائے کہ ہندہ نے زید سے جو ہزار روپے لئے تھے وہ روپے
پورے زید کو ہندہ واپس کر چکی ہے،، جواب اعتراض،، اس اعتراض
کا جواب شارح وقایہؒ ہی دیتے ہیں کہ روپے وغیرہ شرعاً معین نہیں
ہیں، اس لئے یہ سمجھا جائے گا کہ زید کو ہزار ہندہ نے ہبہ کر دیا جو ایک الگ
صورت ہے لیکن دوسری صورت میں ہندہ نے پورا مہر لے رکھا ہے،
اور ہندہ کا حق صرف آدھے مہر کا بنتا ہے اس لئے اگر شوہر چاہے تو
مہر کا آدھا یعنی پانچ سو روپے ہندہ سے واپسی کا مطالبہ کر سکتا ہے،

---
[1] یعنی نوٹ کی قیمت برابر ہے۔

ادائے مہر کی مختلف صورتیں

صورت اولیٰ۔ ہندہ بیوی نے زید شوہر سے اپنے مقررہ کل مہر ایک ہزار روپیہ وصول کرلئے، اور پورا مہر وصول کرنے کے بعد ہندہ نے زید کو پورا مہر بطور ہبہ دے دیا اور اتفاق سے قبل الوطی یعنی خلوت صحیحہ یا ہمبستری سے قبل میاں بیوی کے درمیان طلاق واقع ہوگئی تو اس مسئلہ کا حکم ماتن وقایہ نے فرمایا۔ رَجَعَ عَلَیْہَا بِنِصْفِہٖ، یعنی مذکورہ صورت مسئلہ میں شوہر اگر چاہے تو قانون اور ضابطے کے مطابق اپنی بیوی سے آدھے مہر یعنی پانچ سو روپے کی واپسی کا مطالبہ کرسکتا ہے، ضروری نہیں ہے لیکن صرف قانونی حق کے طور پر بیان کیا گیا ہے، دلیل مسئلہ، لِاَنَّہَا قَبَضَتْ تَمَامَ الْمُسَمّٰی، شارح وقایہ مذکورہ مسئلہ کی دلیل اسطرح بیان فرمارہے ہیں کہ شرعی اور عرفی ضابطے کے مطابق درہم و دینار، روپیہ پیسہ معین چیزوں میں شمار نہیں ہے یعنی اگر کسی نے ایک مخصوص قسم کا سو روپیہ والا نوٹ دکھلاکر ایک گھڑی خریدی اور بعد میں دوسرا سو کا نوٹ گھڑی کی قیمت کے طور پر ادا کرے تو عرف عام اور قانون شریعت دونوں طریقے سے ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ نوٹ اور روپیہ، پیسہ یا کوئی کرنسی کا کوئی عدد مخصوص الگ نمبرات کے باوجود اپنی ذات کیساتھ معیّن نہیں مانا جاتا ہے، اسی لئے ایک مالیت کے نوٹ کے بدلے دوسرا نوٹ اسی مالیّت کا دیا جاسکتا ہے لیکن عروض اور سامان میں ایسا نہیں ہے، عرض اور سامان شئی معیّن ہوتا ہے اگر بیع العین بالعین یا بیع العین بالدین کسی چیز کے بدلے کسی دوسری چیز کا معاملہ ہوا ہے تو وہی چیز معین ادا کرنا واجب ہوگا، اسی فقہی ضابطے کی روشنی میں مذکورہ بالا صورت مسئلہ پر غور فرمائیں

تو واضح اور معلوم ہو جائے گا کہ ہندہ نے پورا مہر ایک ہزار روپیہ وصول کر لیا اور طلاق قبل الوطی ہونے کی صورت میں ہندہ کا حق صرف آدھا مہر یعنی پانچ سو روپیہ بنتا ہے اس لئے باقی پانچ سو روپیہ شوہر واپس لے سکتا ہے رہا یہ سوال کہ ہندہ نے تو سارا مہر یعنی ایک ہزار واپس شوہر کو دے دیا تھا اور ہندہ کے پاس اسمیں سے کچھ بھی روپیہ باقی نہیں رہا تھا، اس اعتراض کا جواب مذکورہ بالا فقہی ضابطہ ہے کہ درہم و دینار یا اور کوئی بھی کرنسی اپنی ذات اور فرد کے اعتبار سے شئی معیّن نہیں ہے بلکہ صرف مالیّت کا اعتبار ہوتا ہے اب ہندہ نے زید کو جو ایک ہزار روپیہ واپس کیا وہ معین نہ ہونے کی وجہ سے یہ سمجھا جائے گا کہ ہندہ نے ایک ہزار روپیہ الگ سے بخشش اور ہبہ کیا ہے اور اس کا مہر سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس لئے شوہر ہمبستری سے قبل طلاق ہونے کی صورت میں نصف مہر بیوی سے واپسی کا مطالبہ کر سکتا ہے اور ضابطہ کے مطابق عند الطلب آدھا مہر بیوی کو واپس کرنا ہوگا، صورت ثانیہ، وَاِنْ لَّمْ تَقْبِضْهُ، یعنی ہندہ نے مہر کے ایک ہزار درہم یا روپیہ پر قبضہ نہیں کیا تھا بلکہ زبانی طور پر اپنا پورا مہر مسمّٰی ہبہ اور معاف کر دیا تھا تو اس صورت میں اگر طلاق قبل الوطی ہو جائے تو اس کا حکم یہ ہے لَایَرْجِعُ عَلَیْهَا بِشَیْءٍ، یعنی شوہر اس صورت میں بیوی سے کسی چیز کی واپسی کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے اس کا حکم اوّل سے مختلف ہے کیونکہ یہاں قبضۂ مال نہیں ہے صورت ثالثہ، او قَبَضَتْ نِصْفَهُ، یعنی ہندہ نے زید سے نصف مہر وصول کر لیا اور پھر کل مہر ہبہ کر دیا، یعنی جو آدھا مہر قبضہ کیا تھا وہ بھی شوہر کو دے دیا اور جو آدھا مہر شوہر کے پاس رہ گیا تھا اسکو بغیر قبضہ کئے ہوئے صرف زبانی طور پر

پر ہبہ اور معاف کر دیا اس صورت مسئلہ میں بھی طلاق قبل الوطی کی صورت میں شوہر بیوی سے کسی رقم کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے کیونکہ یہاں بھی پورا مہر قبضہ نہیں ہوا ہے، صورت رابعہ ؛ او ما بقی، اس کا تعلق صورت ثانیہ سے ہے اور ایک صورت یہ بھی ممکن ہے کہ ہندہ نے نصف سے کم مہر وصول کیا تھا مثلاً چوتھائی یا ثلث مہر پر ہندہ نے قبضہ کر لیا تھا اور پھر باقی مہر کو زبانی طور پر ہبہ اور معاف کر دیا تھا اس صورت میں بھی شوہر بیوی سے کسی رقم کا مطالبہ نہیں کر سکتا صورت خامسہ، او وھبت عَرَضَ المَہرِ، یہاں صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ ہندہ کا مہر روپیہ پیسہ نہیں ہے بلکہ عرض اور کوئی سامان ہے مثلاً دس گھوڑی یا دس جوڑے کپڑے یا دس بیگھہ زمین یا دس بورا چاول یا گیہوں وغیرہ کوئی سامان یا عرض کو مہر بنایا گیا اور ہندہ نے اس پر قبضہ کرنے سے پہلے پورا۔۔ سامان مہر شوہر کو بطور ہبہ دے دیا ایسے ہی اس مسئلہ کی دوسری شق اور یہ بھی صورت ہے کہ جسکو او بعدہٗ سے بیان کیا گیا ہے کہ ہندہ نے مہر کے سامان پر قبضہ کرنے کے بعد پھر شوہر کو کل سامان ہبہ کر دیا تو ان دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ لایرجع علیہا بشئی، یعنی اگر طلاق قبل الوطی ہو اور ہمبستری سے پہلے ہو جائے تو شوہر بیوی سے کوئی مطالبہ کسی سامان کا نہیں کر سکتا کیونکہ عرض اور سامان شئی معین ہے اور معین شئی مہر وصول کرنے کے بعد شوہر کو مزید مطالبہ کا حق نہیں ہے، دلیل مسئلہ، لِاَنَّ العُرُوضَ مُتَعَیِّنَۃٌ، شارح وقایہ فرماتے ہیں کہ عرض اور سامان چونکہ شرعاً و عرفاً شئی معین ہوتا ہے اس لئے یہ سمجھا جائے گا کہ بیوی نے پورا مہر مسمیٰ معین طور پر واپس کر دیا اس لئے اب شوہر کو طلاق قبل الوطی کی صورت

میں بھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ بیوی سے آدھا سامان مہر کا مطالبہ کر سکے "

فرقِ مسائل اس پورے متن اور شرح میں دو قانون بنیادی کام کر رہے ہیں، صورت اولیٰ میں درہم و دینار غیر معین ہونے

کی بناء پر شوہر بیوی سے آدھے مہر کا مطالبہ کر سکتا ہے لیکن عرض اور سامان مہر ہونے کی صورت میں تعین عرض کی علت سے لایرجع علیہا بشئی کا حکم ہے یعنی شوہر بیوی سے آدھا سامان مہر یا کم وبیش سامان مہر کی واپسی کا مطالبہ نہیں کر سکتا، وجہ فرق اور مابہ الامتیاز تعین اور عدم تعین ہے، عروض اور سامان میں عرفاً وشرعاً تعین پائی جاتی ہے اور شوہر کو.. معین مہر واپس ہو چکا ہے اس لئے شوہر طلاق قبل الوطی کی صورت میں بقیہ سامان مہر کا حق نہیں رکھتا البتہ درہم و دینار اور روپیہ پیسہ عدم تعین اور معین نہ ہونے کی بناء پر شوہر کو یہ حق ہیکہ طلاق قبل الوطی کی صورت میں مذکورہ بالا صورت مسئلہ کے مطابق مہر کے بقیہ روپے کا مطالبہ کر سکتا ہے اگرچہ حسن معاشرت اور حسن سلوک اور تسریح باحسان اور بھلائی کے ساتھ رخصت کے جذبہ سے اس حق کا استعمال نہ کرے تو بہتر ہے تاکہ تفریق کے وقت زوجین کے درمیان کوئی تلخ حقیقت برقرار نہ رہ سکے،

عبارت وَاِنْ نَکَحَ بِاَلْفٍ عَلٰی اَنْ لَّا یُخْرِجَهَا اَوْ لَا یَتَزَوَّجَ عَلَیْهَا اَوْ بِاَلْفٍ اِنْ اَقَامَ بِهَا وَبِاَلْفَیْنِ اِنْ اَخْرَجَهَا فَاِنْ وَفٰی اَیْ فِیْمَا نَکَحَهَا عَلٰی اَنْ لَّا یُخْرِجَهَا اَوْ لَا یَتَزَوَّجَ عَلَیْهَا اَوْ ... اَقَامَ اَیْ فِیْمَا نَکَحَهَا بِاَلْفٍ اِنْ اَقَامَ بِهَا وَبِاَلْفَیْنِ اِنْ اَخْرَجَ فَلَهَا الْاَلْفُ وَ ... اِلَّا فَمَهْرُ مِثْلِهَا هٰذَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رح فَعِنْدَهٗ الشَّرْطُ الْاَوَّلُ صَحِیْحٌ دُوْنَ الثَّانِیْ وَعِنْدَهُمَا الشَّرْطَانِ

صَحِيْحَانِ وَعِنْدَ زُفَرَ رح كُلٌّ مِّنْهُمَا فَاسِدٌ لٰكِنْ فِي الثَّانِيَةِ لَا يُزَادُ عَلَى الْفَيْنِ وَلَا يُنْقَصُ عَنْ اَلْفٍ اَلْمُرَادُ بِالثَّانِيَةِ الْمَسْأَلَةُ الثَّانِيَةُ وَهِيَ قَوْلُهُ اَوْ بِاَلْفٍ اِنْ اَقَامَ بِهَا وَبِالْفَيْنِ اِنْ اَخْرَجَهَا فَاِنَّهُ اِنْ اَخْرَجَهَا يَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ لٰكِنْ اِنْ كَانَ مَهْرُ الْمِثْلِ اَكْثَرَ مِنَ الْفَيْنِ لَا تَجِبُ الزِّيَادَةُ وَاِنْ كَانَ اَقَلَّ مِنَ اَلْفٍ يَجِبُ الْاَلْفُ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُ شَيْءٌ لِاِتِّفَاقِهِمَا عَلٰى اَنَّ الْمَهْرَ لَا يَزِيْدُ عَلَى الْفَيْنِ وَلَا يَنْقُصُ عَنْ اَلْفٍ۔ ترجمہ۔۔ اور اگر شوہر نے نکاح کیا بعوض ہزار روپے مہر کے اس شرط پر کہ بیوی کو اس (بستی یا شہر) سے باہر نہ لے جائے گا یا یہ شرط مان لی کہ اس بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی نہیں کرے گا یا یہ کہ نکاح کیا ہزار روپے مہر کے بدلے بشرطیکہ اسی شہر میں بیوی کو رکھے گا اور دو ہزار مہر مقرر کئے اگر اس بیوی کو نکالے وہاں سے اگر پورا کر دیا یعنی جس شرط پر نکاح کیا تھا بیوی سے کہ نہ نکالے گا اس بستی سے یا اسکی موجودگی میں دوسری عورت سے نکاح نہ کرے گا اور پھر وہ شوہر وہیں رہے گا یعنی اس صورت میں کہ نکاح کیا تھا بیوی سے ہزار روپے پر اور جبکہ ٹھہرے گا بیوی کے پاس (وہیں) اور دو ہزار عوض مہر اگر وہاں سے بیوی کو نکالے گا اور پہلی صورت میں بیوی کو ایک ہزار روپے مہر میں کے ملیں گے ورنہ (ثانی صورت) میں عورت کو مہر المثل ملے گا یہ حکم امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک ہے اسلئے کہ امام صاحب کے نزدیک دونوں شرطوں میں سے پہلی شرط درست ہے اور دوسری شرط درست نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک۔۔ دونوں شرطیں درست ہیں اور امام زفر رح کے نزدیک دونوں

شرطوں میں سے ہر ہر شرط فاسد ہے لیکن امام صاحب کے نزدیک دوسری شرط کی صورت میں اضافہ نہ ہوگا دو ہزار پر اور نہ کمی کی جائیگی ایک ہزار سے (متن میں مذکور لفظ) ثانیہ سے مراد مسئلۂ ثانیہ ہے اور وہ ماتن کا قول او بالف الخ تک ہے یعنی شوہر بیوی کو ہزار روپے دے گا مہر کے اگر بیوی کے ساتھ وہیں رہے اور دو ہزار مہر دے گا اگر نکالے گا بیوی کو وہاں سے۔ پس (امام ابوحنیفہ کے نزدیک) بے شک اگر شوہر.... بیوی کو باہر لے جائے گا تو مہر المثل واجب ہوگا لیکن اگر مہر المثل دو ہزار سے.. زیادہ ہو تو زیادہ رقم واجب نہ ہوگی اور اگر مہر المثل ایک ہزار سے کم ہے تو ایک ہزار روپے واجب ہوں گے اور نہیں کم کی جائے گی ایک ہزار سے کچھ بھی اس لئے کہ شوہر بیوی دونوں متفق ہیں اس بات پر کہ مہر نہ ہو دو ہزار سے زیادہ اور ایک ہزار سے کم بھی نہیں ہوگا،،

توضیح الوقایہ۔۔ مہر مشروط کا مسئلہ، ماتن اور شارح وقایہ نے وَاِنْ نَکَحَ بِاَلْفٍ سے قَوْلُہٗ لَایَنْقُصُ عَنْ اَلْفٍ تک مہر کی ایسی صورتیں بیان فرمائی ہیں جن میں مہر مطلق اور واحد نہیں ہے بلکہ مشروط اور متعدد ہے حرف تردید اَوْ کے ذریعہ ایک ہی عورت کے دو قسم کے مہر ہیں، اور یہ مہر مشروط بالشرائط ہیں، مسئلہ اولیٰ، وَاِنْ نَکَحَ بِاَلْفٍ عَلٰی اَنْ لَایُخْرِجَهَا، یعنی زید نے زینب سے ایک ہزار مہر پر نکاح کیا اس شرط پر کہ وہ گاؤں اور شہر جو مقام نکاح ہے شوہر وہاں سے بیوی کو نہ نکالے گا اور اگر اس مقام سے باہر لے جائے گا تو مہر کی مقدار ایک ہزار سے بڑھ کر دو ہزار روپے ہو جائے گی، مسئلہ ثانیہ، اَوْ لَایَتَزَوَّجَ عَلَیْهَا، اصل عبارت یہ ہے اِنْ نَکَحَ بِاَلْفٍ عَلٰی اَنْ لَایَتَزَوَّجَ

عَلَيْهَا، یعنی عمر نے رشیدہ سے نکاح کیا اس شرط پر کہ مہر کی مقدار ایک ہزار ہے، بشرطیکہ رشیدہ سے نکاح کے بعد کسی دوسری عورت سے عقد ثانی اور دوسرا نکاح نہیں کرے گا اور اگر وہ ایسا کرے اور عقد ثانی انجام دے تو مقدار مہر دو ہزار روپے ہو جائے گی، مسئلہ ثالثہ، او بالف ان اقام بہا اصل عبارت یہ ہے فَنَكَحَ بِهَا بِأَلْفٍ إِنْ أَقَامَ بِهَا وَبِأَلْفَيْنِ إِنْ أَخْرَجَهَا یعنی رشید نے سعیدہ سے نکاح کیا اس شرط پر کہ مقدار مہر ایک ہزار روپیہ ہے اگر رشید سعیدہ کے ساتھ اسی جگہ اسی مقام پر قیام رکھے، اور یہ بھی شرط لگائی کہ اگر رشید سعیدہ کو وہاں سے نکال کرلے جائے گا تو مقدار مہر دو ہزار روپیہ ہو جائے گی، حکم مسائل ثلثہ،، ان مذکورہ بالا تینوں مسائل کا حکم شرعی امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک یہ ہے فَلَهَا الْأَلْفُ وَإِلَّا فَمَهْرُ مِثْلِهَا یعنی ان تینوں مسئلوں میں اگر شرط اوّل پوری کی گئی یعنی شوہر نے بیوی کو اس مقام سے نہ نکالا یا شوہر نے عقد ثانی نہیں کیا یا شوہر نے نکاح کے بعد اسی مقام پر زوجہ کے ساتھ قیام کیا ان تینوں مسئلوں کا حکم واحد ہے کہ شرط پوری ہونے کی صورت میں بیوی کو ایک ہزار روپے دیا جائے گا اور شرط اول کو پوری نہ کرنے کی صورت میں اَلْفَيْن اور دو ہزار کی جگہ مہر مثل بیوی کو دیا جائیگا بشرطیکہ مہر مثل ایک ہزار روپے سے کم اور دو ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو اور اگر مہر مثل ایک ہزار سے کم ہے مثلاً پانچ سو روپیہ ہے تو بھی ایک ہزار روپیہ دینا واجب اور ضروری ہے کیونکہ عاقدین اور میاں بیوی نے عند العقد ایک ہزار روپے کا تسمیہ اور تعیین اور طے کر رکھا ہے ایسے ہی اگر مہر مثل دو ہزار روپے سے زیادہ ہو تو زیادتی معاف اور ساقط ہو گی اور صرف دو ہزار روپے مہر دینا واجب ہو گا، کیونکہ

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شرط اوّل یعنی ایک ہزار روپے کا تسمیہ اور مقرر کرنا صحیح شرط ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شرط ثانی یعنی دو ہزار والی شرط عند العقد معدوم ہونے کی بناء پر فاسد اور باطل ہو گئی ہے

مسلکِ فقہاء اور دلائل

اوپر مذکورہ صورتوں میں امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ایک ہزار روپے مقرر کرنا معمول کے مطابق معلوم صورت ہے اس لئے ایک ہزار روپے کا تسمیہ اور تعیین درست ہے لیکن دوسری صورت اگر شوہر بیوی کو باہر لے جائے یا اسی بیوی کی موجودگی میں دوسرا نکاح کر لے یہ شرط امام صاحبؒ کے نزدیک مجہول اور فی الحال غیر معلوم ہوتے کی بناء پر شرط فاسد ہے کیونکہ ابتدائے نکاح کے وقت یہ امر موجود و معیّن نہیں ہے بلکہ امر معدوم ہے کہ شوہر بیوی کو باہر لے جاتے گا یا نہیں یا عقد ثانی کرے گا یا نہیں اور جو شئی معدوم ہوتی ہے اس سے تسمیہ اور تعیین فاسد ہو جاتا ہے اسلئے فساد تسمیہ کی وجہ سے مہر مثل واجب ہوگا عند ابی حنیفہؒ اور صاحبینؒ (امام محمد اور ابو یوسفؒ) کا مسلک یہ ہے کہ دونوں شرطیں درست ہیں شرط ثانی اگرچہ ابتدائے جہالت ہے لیکن انتہاءً وقت وقوع شرط جہالت رفع ہو جاتی ہے یعنی جب شوہر بیوی کو باہر لے جائے گا تو اس وقت .. معاملہ مجہول نہیں رہتا ہے بلکہ واضح اور معین ہو جاتا ہے اسلئے شرط ثانی کے مطابق دو ہزار روپے مہر کے واجب ہو جائیں گے، البتہ امام زفرؒ کا دونوں صورتوں میں مسلک یہ ہے کہ شرطیں فاسد ہیں اسلئے مہر المثل واجب ہوگا امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ شئی واحد کے لئے دو مختلف عوض حرف اَو تردید کے ساتھ درست نہیں ہیں یعنی ایک ہی عورت ہے۔

اور "أو" حرف تردید کے ذریعہ ایک ہزار یا دو ہزار لیکر ایک ہی عورت کے لئے دو مختلف مہر بنانا درست نہیں ہوگا، وضاحت شرط ثانیہ ماتنؒ وقایہ نے لکن فی الثانیۃ سے امام ابوحنیفہؒ کے مسلک پر وضاحت فرما رہے ہیں اور یہ بتانا چاہتے ہیں کہ شرط ثانی اَلْفَیْنِ دو ہزار مہر کی صورت میں جو تسمیہ فاسد ہوا ہے اور مہر المثل کا حکم دیا گیا ہے یہ حکم مطلقاً نہیں ہے بلکہ یہ حکم مقید آیا ہے کیونکہ ان صورتوں میں فی الجملہ تسمیہ اور تعیین مہر ہے اور اَلْفٍ، ایک ہزار والی تعیین متفق علیہ درست ہے اور دو ہزار والی تعیین پر اختلاف ائمہ ہے اس لئے مہر المثل کا حکم اس شرط کے ساتھ واجب ہوگا کہ مہر المثل کی مقدار دو ہزار سے زیادہ اور ہزار روپے سے کم نہ ہو، یعنی اگر مہر المثل تین ہزار روپے ہیں تو بیوی کو صرف دو ہزار دیئے جائینگے اور باقی ساقط ہو جائے گا اور اگر مہر المثل آٹھ سو روپے ہیں تو اس بیوی کو ایک ہزار روپے دے جائیں گے کیونکہ اَلْف ایک ہزار روپے کا تسمیہ اور تعیین مقدار متفقہ طور پر طے ہو چکا ہے، عقد ثانی اور شریعت اسلامیہ اوپر مسئلہ میں عقد ثانی اور دوسرا نکاح کرنے سے شوہر کو بیوی منع کرے رہی ہے اس مسئلہ کے دو پہلو ہیں، ـــــ ایک صورت تو یہ ہے کہ معاشرتی دشواریوں اور کچھ اسباب دنیوی کے اعتبار سے عملاً عقد ثانی سے روک دیا جائے جبکہ روکنے والا عقد ثانی کو جائز و حلال سمجھتا ہو تو ایسی شرط لگائی جا سکتی ہے لیکن دوسری صورت یہ ہے کہ تہذیب جدید اور افکار فاسدہ کے اعتبار سے مغربی افکار سے متأثر حضرات انسانی کوتاہ فہمی کی وجہ سے کوئی شخص یہ عقیدہ کرے کہ حکم قرآنی کے باوجود عقد ثانی اور دوسرا نکاح درست نہیں ہے

ایسا عقیدہ کسی طرح جائز نہیں ہے قرآن کریم نے جو چار نکاح کی
اجازت دی ہے وہ بالکل درست ہے اور معاشرہ کیلئے بہتر ہے البتہ
قرآن کریم نے عدل وانصاف اور حقوق زوجہ کی ادائیگی کی شرط لگا
کر ایک سے زائد نکاح کی اجازت دی ہے ان شرائط کا لحاظ عملاً
ملحوظ رکھنا ضروری ہے اسطرح شوہر دوسرے نکاح کے لئے نان
ونفقہ، لباس یا مکان اور مصارف کی طاقت نہ رکھتا ہو تو نکاح ثانی
نہ کرسکے گا اور اگر حقوق زوجہ و نان نفقہ برابر انصاف کے ساتھ پرانی
اور نئی بیوی کے لئے ادا کر سکتا ہے حفاظت نفس کیلئے نکاح ثانی کر سکے گا،
لیکن شرط یہ ہے کہ کسی قسم کے مفاسد اور بُرے اثرات کا تیقن نہ ہو

عبارت وإن نكح بهذا او بهذا فلها مهر المثل إن كان بينهما
والاخس لو دونه والاعز لو فوقه ای ان نكح بهذا
العبد او بذلك واحدهما اكثر قيمة من الاخر يجب
مهر المثل إن كان بين قيمتي العبدين ويجب العبد الاقل
قيمة إذا كان مهر المثل دون قيمة هذا العبد ويجب
العبد الاكثر قيمة إن كان مهر المثل فوق قيمته فعلم منه انه
إذا كان مهر المثل مساويا لقيمة احدهما يجب هذا العبد

ترجمہ = اور اگر نکاح کیا اس چیز یا اس چیز کے بدلے تو زوجہ کو مہر مثل
ملے گا بشرطیکہ مہر مثل ان دونوں چیزوں کے درمیان ہو اور کم قیمت والی
چیز دی جائے گی اگر مہر المثل کم ہو اس کم قیمت والی چیز سے اور زیادہ قیمت
والی چیز دی جائے گی اگر مہر المثل اس سے اوپر ہو یعنی اگر نکاح کیا کسی شخص
نے مثلاً غلام یا اس غلام کے بدلے اس حال میں کہ ان دونوں میں

ایک دوسرے سے زیادہ ہو قیمت کے اعتبار سے تو مہر المثل واجب ہوگا۔۔
بشرطیکہ مہر المثل ان دونوں غلاموں کے درمیان ہو اور واجب ہوگا
غلام جو کم ہو قیمت کے اعتبار سے جبکہ ہو مہر مثل کم قیمت اس کم قیمت
والے غلام سے اور واجب ہوگا غلام جو زیادہ ہو قیمت کے اعتبار
سے بشرطیکہ مہر المثل اوپر ہو اس زائد قیمت والے غلام کی قیمت سے پس معلوم ہوا
اس مذکورہ مسئلہ سے کہ تحقیق کہ کیفیت مسئلہ یہ ہوگی کہ جب مہر المثل برابر ہو
ان دونوں غلاموں میں سے کسی ایک غلام کی قیمت کے تو واجب ہوگا
یہی غلام (جو مہر المثل کے برابر قیمت رکھتا ہے)

توضیح الوقایہ۔۔ ماتن وقایہ اپنے متن اور شارح اپنی شرح
کے ذریعے مہر کی ایک ایسی صورت بیان فرمارہے ہیں جسمیں دو مختلف
قیمت اور متحد الجنس یعنی ایک جیسی چیزوں کو مہر بنایا گیا ہے، شارح نے
غلام کی مثال پیش کی ہے لیکن ہمارے دور میں غلام کی جگہ پر دو بیل
دو بھینس، دو بکری، دو گھوڑی وغیرہ ایسی مثالیں بن سکتی ہیں، متحد الجنس
ہونے کا مطلب یہ ہیکہ وہ دونوں چیزیں اپنی غرض وغایت اور مقصد
میں ایک ہوں صورت مسئلہ یہ ہے کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور کہا
کہ مہر یہ بھینس یا وہ بھینس ہے ظاہر ہے کہ اس صورت میں ایک چیز بطور
تعیین نہیں ہے اور ضابطہ یہ ہے کہ جس جگہ تسمیہ اور تعیین صحیح نہ ہو تو
وہاں مہر المثل ثابت ہوجاتا ہے لیکن یہاں فی الجملہ تسمیہ اور تعیین مہر بھی موجود
ہے، اس لئے اسکو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے اب یہ دیکھیں گے کہ دو بھینس
یا دو بیل جو مہر بنائے گئے ہیں ان کی قیمت کے اعتبار سے کیا صورت ہے،
اس مسئلہ کی چار صورتیں نکلتی ہیں،

صورت اولیٰ۔ مہرالمثل کے روپے ان دونوں جانوروں کی قیمت کے درمیان میں ہو مثلاً ایک بیل کی قیمت ایک ہزار ہے اور دوسرا بیل دو ہزار قیمت کا ہے اور مہرالمثل پندرہ سو روپے ہے اس صورت میں مہرالمثل واجب ہوگا، صورت ثانیہ۔ مہرالمثل آٹھ سو روپے ہے تو کم قیمت والا بیل یعنی ایک ہزار روپے والا بیل مہر میں دیا جائے گا، صورت ثالثہ۔ مہرالمثل ڈھائی ہزار روپے ہو تو زیادہ قیمت یعنی دو ہزار روپے والا بیل مہر میں دیا جائے گا، صورت رابعہ جسکو شارح وقایہ نے فتعلم منہ سے بیان کیا ہے یہ صورت نتیجہ ہے اوپر کے تمام صورتوں کا اور وہ یہ ہے کہ مہرالمثل کے روپے برابر ہوں دونوں بیلوں میں سے کسی ایک کی قیمت کے تو اس صورت میں مہرالمثل کے برابر قیمت والا بیل مہر میں دیا جائے گا، صاحبین کا اختلاف ہے امام یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ کم قیمت والی چیز مہر میں دی جائے گی کیونکہ یہ یقیناً معین ہے اور مہرالمثل کا اعتبار نہ ہوگا

عبارت: ولو طلقت قبل وطئ فنصف الاخس اجماعاً وان نکح بهذین العبدین واحدهما حر فلها العبد فقط ان ساوی عشرة وان شرط البکارة ووجدها ثیبا لزمه الکل وصح امهار فرس وثوب هروی بالغ فی وصفه او لا ومکیل او موزون بین جنسه لا صفته ویجب الوسط او قیمته وان بین جنس المکیل او الموزون وصفه فذلک ولا یجب شیئ بلا وطئ فی عقد فاسد وان خلا...... فان وطی فمهر المثل ولا یزاد علی المسمی ای ان کان مهر المثل مساویا

لِلْمُسَمّٰى اَوْ اَقَلَّ فَمَهْرُ الْمِثْلِ وَاجِبٌ وَاِنْ كَانَ اَكْثَرَ لَا تَجِبُ الزِّيَادَةُ. ترجمہ... اور اگر بیوی کو طلاق دے دی گئی (مذکورہ مہر کی صورت میں) ہمبستری سے پہلے تو کم قیمت والی چیز کا آدھا حصہ واجب ہوگا (متفق علیہ بین الاحناف) اور اگر نکاح کیا ان دونوں غلاموں کے بدلے اور ان دونوں میں سے ایک آزاد شخص نکل آیا تو اس عورت کے لئے صرف ایک غلام ہوگا بشرطیکہ وہ غلام برابر ہو دس درہم قیمت کے اور اگر شوہر نے نکاح کے وقت باکرہ اور کنواری ہونے کی شرط لگائی تھی پھر بیوی کو ثیبہ پایا اور غیر کنواری تو بھی پورا مہر مسمّٰی لازم ہوگا اور درست ہے مہر بنانا (غیر معین) گھوڑے کو یا ہروی کپڑے کو کہ کپڑے کا وصف بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو اور کوئی کیلی اور ناپ وزنی اور تول چیز کو بنانا درست ہے (اگر) اسکی جنس اور قسم بیان کر دی... ہو اور صفت بیان نہ کی ہو اور واجب ہوگا اس صورت میں درمیانہ درجے کا گھوڑا یا کپڑا یا اسکی قیمت اور اگر بیان کر دیا جنس اور قسم کیل یا وزن چیز کو اور صفت بھی بیان کر دی پس وہی دینا ہوگا اور نہیں واجب ہے کوئی چیز (مہر کی) بغیر وطی کے عقد فاسد کی صورت میں اگرچہ خلوت صحیحہ بھی ہو گئی ہو پس اگر وطی کر لی (عقد فاسد کی صورت میں) تو مہر المثل واجب ہوگا اور نہیں زائد ہوگا وہ مہر مسمّٰی پر یعنی اگر ہو مہر مثل برابر مہر مسمّٰی کے یا کم ہو مہر مسمّٰی سے تو مہر مثل واجب ہوگا اور اگر مہر المثل زیادہ ہو مہر مسمّٰی سے تو زیادتی واجب نہ ہوگی،

توضیح الوقایہ... یہ عبارت اوپر کے مسئلہ سے مربوط ہے اور متعلق ہے، اوپر مذکورہ صورت مسئلہ کا حکم بعد الوطی اور بیوی

سے ہمبستری کے بعد سے متعلق ہے اور یہ عبارت وَلَوْ طَلَّقَتْ قَبْلَ وَطْیِ
طلاق قبل الوطی کی صورت میں بلا تسمی صورت مسئلہ کا حکم بیان کیا جارہا
ہے ماتن وقایہ فرماتے ہیں کہ اوپر مذکورہ صورت مسئلہ اِنْ نَکَحَ بِہٰذَا
اَوْ بِہٰذَا یعنی دو مختلف چیزوں کو حرف تردید یا کی صورت میں مہر بنایا گیا
اور ہمبستری سے پہلے شوہر نے بیوی کو طلاق دے دی اور وہ دو مختلف
چیزیں قیمت کے اعتبار سے ایک کی قیمت زیادہ اور دوسرے کی قیمت
کم ہو تو کم قیمت والی چیز کی نصف قیمت یا نصف حصہ بیوی کو دیا جائیگا
(متفق علیہ بین الاحناف) وَاَحَدُهُمَا حُرٌّ مہر سے متعلق یہ دوسری صورت
مسئلہ ہے زید نے ہندہ سے دو غلاموں کو مشار الیہ بنا کر مہر معین کر دیا اور
اتفاق سے دونوں غلاموں میں سے ایک آزاد انسان نکل آیا اور ظاہر ہے آزاد
انسان عوض مہر نہیں بن سکتا اس لئے اس آزاد کا تذکرہ کالعدم غیر
معتبر قرار دیا جائے گا اور اس صورت میں صرف باقی ایک ہی غلام عوض
مہر سمجھا جائے گا بشرطیکہ اس غلام کی قیمت دس درہم چاندی کے برابر
ہو، ایک درہم برابر سوا تین گرام تقریباً چاندی کے ہوتا ہے اس طرح
دس درہم تقریباً ۳۲ گرام چاندی کے برابر ہوتا ہے،
کیونکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک کم سے کم مقدار مہر دس درہم ہونا
ضروری ہے اگر وہ غلام جو مہر بنایا گیا ہے دس درہم سے کم قیمت کا
ہو تو مثلاً آٹھ درہم کا غلام ہو تو وہ غلام بھی مہر میں دیا جائے گا دو
درہم مزید دینے ہونگے اور اگر دونوں غلام آزاد نکل آئیں تو تسمیہ
فاسد ہونے کی صورت میں پھر مہر المثل واجب ہوگا، صورت مسئلہ
نمبر ۲۔ راشد نے زینب سے دو بکریوں کو عوض مہر بنایا ان میں ایک بکری

کسی اور شخص کی نکلی تو صرف ایک ہی بکری مہر میں واجب ہو گی جو راشد کی اپنی ہے کیونکہ دوسرے کی ملکیت والی چیز کو بلا اجازت عوض مہر بنانا جائز نہیں ہے اس کا ذکر اس لئے کالعدم ہے صرف ایک ہی بکری ضروری و واجب ہوگی شرط وہی ہے کہ بکری کی قیمت دس درہم کم نہ ہو۔ نکاح میں کنواری اور خوبصورتی کی شرط کا ذکر، وان شرط البکارۃ، یعنی زید نے ہندہ سے عقد نکاح کیا اور مثلاً ایک ہزار روپیہ مہر متعین کئے اور یہ شرط لگائی کہ وہ لڑکی کنواری اور باکرہ ہونی چاہئے نکاح کے بعد وہ لڑکی ثیبہ نکلی (ثیبہ کے معنی یہ ہیں جو کنواری نہ ہو اس کے چند اسباب ہیں نمبر ۱ کسی مرد سے ہمبستری ہو گئی ہو ۲ زیادہ عمر یا ۳ زیادہ حیض یا ۴ زخم مخصوص ۵ یا بلندی سے گر جانے کی صورت میں بکارۃ یا کنوارہ پن ختم ہو گیا ہو) فقہاء فرماتے ہیں کہ باکرہ نہ ہونے کی وجہ سے مہر کم نہیں کیا جائے گا بلکہ پورہ مہر مقررہ دیا جائے گا یہی حکم ہوگا کالے گورے ہونے کا خوبصورت بدصورت ہونے کا، شوہر نے بیوی کے لئے خوبصورتی کی قید لگا کر مہر مقرر کیا اور بعد میں وہ بدصورت نکلی تو مہر وہی رہے گا جو مقرر ہوا ہے، فقہی اصطلاح میں اسکو وصف مرغوب کہتے ہیں وصف مرغوب کے معنیٰ ہیں عورت کی ایسی صفت جس کا تعلق خوبصورتی اور ظاہری حسن یا اوصاف جمیلہ سے ہو یہ اوصاف اگر کسی میں نہ ملیں تو مہر میں کمی نہیں کی جا سکتی یہی حکم تعلیم یافتہ کہکر جاہل ہونے کی صورت میں بھی ہے کہ پورا مہر واجب ہو گا،

مہر کی مختلف صورتیں، وصح امہار فرس و ثوب ہروی، اور درست ہے کسی گھوڑے کو مہر بنانا یا ہروی کپڑے کو مہر بنانا، اسکا

وصف بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو اس متن کے ذریعہ ماتن وقایہ مہر کی ایک خاص صورت بیان فرما رہے ہیں بتانا چاہتے ہیں کہ مہر مسمٰی یعنی وہ مہر جو زوجین کے درمیان طے ہوگیا ہے اس کی تین صورتیں ہیں۔ نمبر۱ وہ مہر مجہول الجنس اور مجہول الوصف ہو یعنی اس چیز کی جنس اور قسم بمعنی نوع منطقی اور صفت یعنی ادنیٰ، اوسط، اعلیٰ تینوں وصف بیان نہ کیا ہو، مثلاً زید نے زینب سے نکاح کیا اور یوں کہا کی زینب کا مہر ایک کپڑا ہے یا یوں کہا کہ زینب کا مہر ایک جانور ہے یہ نہیں بتلایا کہ کون سا جانور ہے یا کون سا کپڑا مہر میں ہے ایسی صورت غیر معتبر ہے اور مہر المثل واجب ہوگا، صورت نمبر۲۔ زید نے رشیدہ کا مہر ایسی چیز کو بنایا جو معلوم الجنس اور مجہول الوصف ہے یعنی اس چیز کی جنس اور قسم تو متعین ہے لیکن اس چیز کی صفت گھٹیا، بڑھیا یا اوسط درجہ کا ہونا بیان نہیں کیا گیا مثلاً زید نے یوں کہا کہ ایک غلام یا ایک گھوڑا یا ایک گائے یا ایک بکری یا ہروی کپڑا یا ہمارے زمانے میں ٹیری کاٹ کا کپڑا یا ایک گھڑی کو مہر بنایا تو اس صورت میں تسمیہ درست ہے اور درمیانہ درجہ کی چیز مہر میں دی جائے گی جسکو مقرر کیا تھا یعنی اوسط قیمت کا غلام یا اوسط درجے کا گھوڑا دیئے جانے کا حکم ہوگا لیکن اگر شوہر چاہے تو اوسط درجہ کی وہ چیز دے یا اس کی قیمت دیدے کیلی وہ چیزیں جو ناپ سے بکتی ہیں اور وزنی وہ چیزیں جو تول کر بکتی ہیں یا عددی چیزیں جو گنتی سے بکتی ہیں ان چیزوں کا بھی یہی حکم ہوگا یعنی انکی جنس بیان کر دی گئی ہو اور صفت بیان نہیں کی گئی ہو تو اوسط درجے کی چیز یا اسکی قیمت واجب ہوگی ماتن

وقایہ نے اظہار فرس سے او قیمتہ تک یہی صورت بیان کی ہے
اس مسئلہ کی ایک اور صورت ہے اگر کسی چیز کو مہر بنا کر اس کیطرف
اشارہ کر کے معین کر دیا تو پھر وہی چیز مہر میں دینی ہوگی قیمت کا
اعتبار نہ ہوگا مثلاً شوہر نے بیوی سے کہا میری یہ گائے تمہارا مہر ہے
تو وہی گائے دینی ہوگی وہاں قیمت نہیں چلے گی۔ صورت نمبر
معلوم الجنس اور معلوم الوصف چیز کو مہر بنایا ۔ یہ بھی درست ہے
مثلاً زید نے وزنی کیلی یا عددی چیز کو مہر بنایا مثلاً شوہر نے یوں
کہا عمدہ گیہوں کی ایک کوئنٹل کی بوری تیری ہے تو اشارہ کیلئے ہوا اعلیٰ
درجہ کا گیہوں مہر میں واجب ہوگا ، عقد فاسد اور مہر کا حکم ، ماتن وقایہ
فی عقدٍ فاسدٍ سے مہر کی ایک خاص صورت بیان فرما رہے ہیں، صورتِ
مسئلہ یہ ہیکہ زید نے زینب سے نکاح بغیر گواہ کے کیا یا کسی اور غیر شرعی
طریقہ سے نکاح کیا مثلاً دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں خالہ، بھانجی یا
پھوپھی، بھتیجی کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کر لیا ، ایک بہن کو طلاق دے
دی، حقیقی یا رضاعی بہن کی عدّت میں دوسری بہن سے نکاح کر لیا
کسی کے چار بیویاں تھیں ان میں سے ایک کو طلاق دے کر اسکی عدّت
میں ایک نئی عورت سے نکاح کر لیا یہ سب صورتیں عقد فاسد کی ہیں ،
عقد فاسد کا حکم یہ ہیکہ اگر طلاق ہمبستری سے پہلے ہو جاتے تو کسی قسم کا
مہر واجب نہ ہوگا، خلوت صحیحہ کا کوئی اعتبار و وجوب مہر کے لئے نہیں کیا
جائے گا البتہ عقد فاسد کی صورت میں اگر ہمبستری کر لی تو ایسا مہر المثل
واجب ہوگا جو مہر مسمیٰ یعنی مہر مقررہ سے زیادہ نہو اور اگر مہر مسمیٰ زیادہ ہو اور
مہر المثل کی مقدار کم ہو تو مہر المثل ہی واجب ہوگا، اور اگر مہر المثل مہر مسمیٰ

سے زائد ہوگا تو زیادتی واجب نہ ہوگی ـــــ "

عبارت ویثبت النسب ومدتہ من وقت الدخول عند محمد وبہ یفتی ای ان کان من وقت الدخول الی وقت الوضع ستۃ اشہر یثبت النسب وان کان اقل لا وعند ابی حنیفۃ وابی یوسف یعتبر من وقت النکاح کما فی النکاح الصحیح ومہر مثلہا ای مثلہا من قوم ابیہا وقت العقد ای یثبت مہر مثلہا ثم بینہ بقولہ مہر مثلہا فیراد بالاول المعنی المصطلح شرعا وبالثانی المعنی اللغوی ای مہر امرأۃ مماثلۃ لہا وہی من قوم ابیہا ثم بین ما بہ المماثلۃ بقولہ سنا وجمالا ومالا وعقلا ودینا وبلدا وعصرا وبکارۃ وثیابۃ فان لم توجد منہم فمن الاجانب لا امہا وخالتہا الا اذا کانتا من قوم ابیہا ای اذا کانت امہا بنت عم ابیہا = ترجمہ، اور (نکاح فاسد سے بھی) نسب ثابت ہو جاتا ہے اور نسب کے ثابت ہونے کی مدت دخول اور ہمبستری کے وقت سے (معتبر ہے) امام محمدؒ کے نزدیک اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہے یعنی اگر ہمبستری کے وقت سے بچے کی پیدائش کے وقت تک چھ مہینے کی مدت ہے تو نسب ثابت ہو جائے گا اور اگر (وضع حمل کی مدت کم ہے چھ ماہ سے تو نسب ثابت نہ ہوگا امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اعتبار کیا جاتا ہے نکاح کے وقت کا جیسا کہ نکاح صحیح میں ہی اعتبار ہوتا ہے، اور زوجہ کا مہر مثل (معتبر ہے) اسی جیسی عورتوں کی مقدار مہر کے اعتبار سے ہے، جو اس عورت کے باپ کے خاندان سے (موجود ہوں عقد نکاح کے

وقت یعنی عورت کا مہر مثل ثابت ہو جاتا ہے (وصف اور شرط مذکورہ کے ساتھ) پھر ماتن وقایہ نے بیان فرمایا تفصیل مہر مثل کو اپنے قول مہر مثلہا کے ذریعے (پس متن وقایہ میں) اول مہر مثل سے مراد اصطلاح شرعی معنی ہے اور ثانی مہر مثل سے لغوی معنی مراد ہے یعنی مقدار مہر ایسی عورت کا جو مثل نہ ہو اسکے بشرطیکہ وہ عورت اسکے باپ کے خاندان سے ہو

پھر وقایہ نے بیان کیا انکو جنمیں مماثلت ومشابہت معتبر ہے اپنے اس کلام سے کہ اعتبار ہے عمر، خوبصورتی، مال، عقل، دین، شہر، اور علاقہ، و زمانہ اور باکرہ یا ثیبہ ہونیکا پس اگر کوئی مشابہہ عورت باپ کے گھرانہ میں پائی جائے تو اس معیار کے اجنبی خاندان کا اعتبار ہے ۔ اور مہر مثل کے لیے معتبر نہیں ہے اس لڑکی کی ماں یا خالہ کا مہر مگر جب کہ ماں یا خالہ باپ کے خاندان سے ہوں یعنی اگر لڑکی کی ساس اس لڑکی کے باپ کے چچا کی لڑکی ہو تو ماں کے مہر مثل کا اعتبار بیٹی کے لئے کیا جا سکے گا

توضیح الوقایة ۔ ماتن وقایہ اپنی عبارت متن مہر مثلہا سے ایسی عورتوں کا حکم شرعی جن کا مہر مسمّٰی اور مہر معیّن نہیں ہے۔

مہر المثل کا اعتبار کس عورت کیلئے ہے؟

عام طور پر عورتوں کا مہر وقت نکاح مقرر ہو جاتا ہے۔ اسکو مہر مسمّٰی اور معیّن مہر کہتے ہیں اور یہی مہر معیّن واجب الادا ہوتا ہے لیکن اگر نکاح کے وقت کسی وجہ سے مہر معین اور مقرر نہ ہو تو شرعاً اسکی چند صورتیں ہیں، اسباب مہر المثل صورت اولیٰ نکاح کے وقت مہر مقرر اور معیّن نہ کیا گیا ہو، صورت ثانیہ، نکاح کے وقت مجہول الجنس شئی کو مہر بنایا گیا ہو، جیسے زید ہندہ سے نکاح

لے جیسے ایک جانور کو مہر بنالیں اور یہ نہ بیان کیا ہو کہ وہ جانور بیل ہے یا بھینس۔ (شاہد حسن قاسمی)

کرے اور یہ کہے کہ میں مہر میں کوئی ایک جانور یا کوئی کپڑا دوں گا یہ صورت بھی مہر مثل کا سبب ہے، صورتِ ثالثہ، کسی ایسی حرام چیز کو مہر بنانا جس میں شرعاً صلاحیت مہر نہ ہو جیسے، خنزیر، خمر شراب وغیرہ حرام اشیاء، اس صورت میں تسمیہ فاسد ہے اور مہر مثل کا وجوب ہوتا ہے،

صورت رابعہ، نکاحِ فاسد کیا گیا ہو، نکاحِ فاسد کی صورتیں یہ ہیں اسبابِ نکاح فاسد (الف) نکاح بلا شہود (ب) دو بہنوں سے ایکساتھ نکاح کرنا (ج) ایک بہن کو طلاق دیکر اس کے زمانۂ عدت میں ہی دوسری بہن سے نکاح کر لینا، (د) کسی شخص کے چار بیویاں ہوں اور چوتھی عورت کو طلاق دے کر اس کی عدت کے زمانہ میں پانچویں عورت سے نکاح کر لینا، (ہ) معتدۃ الغیر یعنی دوسرے شخص کی مطلقہ عورت سے اس کی ہی عدت میں نکاح کر لینا وغیرہ نکاح فاسد کی چند صورتیں ہیں، نکاح فاسد کا حکم شرعی یہ ہے کہ اس نکاح کو ختم کیا جائے نکاح فاسد ختم کرنے کے دو حال ہیں (۱) قبل الوطی اور ہمبستری سے پہلے نکاح ختم کر دینا اس صورت میں کوئی مہر واجب نہیں ہوتا، (۲) دوسری صورت یہ ہیکہ طلاق بعد الوطی اور علیحدگی ہمبستری کے بعد ہو اس صورت میں مہر مثل بذمۂ شوہر واجب ہوتا ہے۔ مہر المثل اور شرائط معیا

ماتنِ وقایہ نے مہر مثلہا سے فَمِنَ الْاَجَانِبُ عبارت تک مہر مثل کی تعریف شرائط اور اوصاف بیان فرمائے اس مسئلے کے لئے متن وقایہ ہے، مَهْرُ مِثْلِهَا مَهْرُ مِثْلِهَا مِنْ قَوْمِ اَبِيْهَا وَقْتَ الْعَقْدِ، ترکیب نحوی مَہرُ مِثلِہا ترکیبِ اضافی مبتدا ثابتٌ یا کائنٌ یا واجبٌ یا معتبرٌ متعلقہ ہے، مہر مضاف مثل مضاف الیہ یا مضاف الیہ، مضاف اول اپنے مضاف الیہ

سے مل کر مبتدا ثانی کائن مقدر اسم فاعل ھو ضمیر اسکا فاعل من جار قوم مضاف آب مضاف الیہ مضاف ھا مضاف الیہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق کائن کے وقت مضاف العقد مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر ظرف زمان ہو کر متعلق کائن کے کائن اپنے متعلقات سے مل کر خبر، مبتدا ثانی اپنی خبر سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر خبر ہوئی مبتدا اول کی مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔۔۔

مہر مثل کا اعتبار ماتن اور شارح وقایہ شرائط وجوب مہر مثل کے بعد اعتبار بیان فرمار ہے ہیں پس مہر مثل کا معیار من قوم ابیہا وقت العقد یعنی جس لڑکی کے لئے مہر المثل ثابت ہو رہا ہے، تو مہر المثل کی مقدار پہچاننے کے لئے اس عورت کے باپ کے خاندان سے اس جیسی لڑکی کا مہر معیار سمجھا جائے گا یعنی ایک عورت کی مماثلت دوسری عورت سے دیکھی جائے گی لیکن شرط یہ ہے کہ مثل اور مماثلت عورت کے باپ کے خاندان سے ہو جیسے بہن یا پھوپھی وغیرہ مہر مثل ایک عرفی اور معاشرتی چیز ہے اس لئے کسی بھی عورت کو عند النزاع مہر مثل کی تعیین کے لئے کوئی نہ کوئی پیمانہ اور معیار کی ضرورت ہے اور وہ پیمانہ اور معیار۔۔۔ اوصاف کے اعتبار سے وہ مماثل عورتیں ہیں جو باپ کے خاندان میں وقت عقد موجود ہیں تو ان عورتوں کا مہر مسمّٰی یا مہر متعارف معیار ہو گا مہر مثل پانے والی کے لئے،

اَوصافِ مُماثِلت فقیہہ الامت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مہر مثل کے سلسلے میں معیار کی تعیین اسطرح فرماتے ہیں لَهَا مَهْرُ مِثْلِ نِسَائِهَا لَا وَكْسَ فِيهِ وَلَا شَطَطَ، حضرت عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہیکہ شرائط مہر مثل پائے جانے کے بعد اس عورت کے لیے مہر ہوگا اس جیسی عورتوں کے مہر کے بقدر اور اس مہر مثل میں کوئی کمی اور زیادتی نہ کی جائے مثلاً زندہ کو مہر المثل لینا ہے اور اسکی بہن یا پھوپھی کا مہر مثل ایک ہزار ہے تو اس ایک ہزار مہر مثل کو نو سو یا گیارہ سو نہیں کیا جاسکتا اور مماثلت کے سلسلہ میں صاحب ہدایہ اس کی تفسیر فرماتے ہیں اَقارِبُ الاَب یعنی وہ عورتیں جن کو مہر المثل کا معیار بنایا جائے گا وہ باپ کی جانب سے قریبی رشتہ والی عورتیں ہونی چاہئیں صاحب ہدایہ اور دلیل عقلی، ولانّ الانسان من جنسِ قومِ ابیہ وقیمۃ الشئ انّما تعرف بالنظر فی قیمۃ جنسہ، مفہوم، کسی عورت کا معیار باپ کی جانب سے مشروع ہونے کی حکمت صاحب ہدایہ اسطرح بیان فرمارہے ہیں کہ انسان کا سبب تعارف اور نسلی نسبت میں بالعموم اپنے باپ کے خاندان سے پہچانا جاتا ہے اس طرح باپ کا خاندان ہم جنس اور انسانی پہچان سے قریب تر ہے اور عرف کا طریقہ بھی یہی ہے کہ قیمت الشئ اور کسی چیز کی قیمت اس شئی کی جنس کی حقیقت اور قیمت ہی کے اعتبار سے پہچانی اور مقرر کی جاتی ہے اسی لئے صاحب شریعت نے عورت کے مہر المثل کے سلسلے میں اور ایسے ہی ولایت نکاح کے سلسلے میں ماں اور ماں کے خاندان کو خاص اولویت نہیں دی ہے البتہ اگر کسی عورت کی ماں یا خالہ اس عورت کے باپ کے خاندان سے تعلق رکھتی ہوں مثلاً چچا کی بیٹی ہو تو ضرورۃً اس کا بھی اعتبار کرلیا جائے گا،

<u>باپ کے خاندان سے کیا مراد ہے</u> صاحب ہدایہ اسکی وضاحت

لہ ہدایہ جلد ۲ کتاب النکاح

اسطرح بیان فرمارہے ہیں، یُعْتَبَرُ بِاَخَوَاتِہَا وَعَمَّاتِہَا وَبَنَاتِ اَعْمَامِہَا اور مہر المثل میں باپ کے خاندان والی عورتوں سے مقدار مہر کی تعیین کا اعتبار اس عورت کی بہنوں اور اسکی پھوپھیوں اور اس عورت کی چچازاد بہنوں سے کیا جائے گا اور ان عورتوں میں پہلے بہنیں مقدم ہونگی پھر پھوپھی اور پھر تیسرے نمبر پر چچازاد بہنیں اور چچا کی لڑکیاں) معیار ہوں گی اور ان تینوں رشتوں میں تقدیم عینی رشتے کو ہوگی پھر علاتی پھر اخیافی اور تمام مسائل میں عمومی طور پر یہی ترتیب معتبر ہوتی ہے عینی وہ رشتہ ہے جس میں ماں اور باپ شریک ہوں، علاتی وہ بہن جس کا باپ ایک ہو اور ماں دو ہوں اور اخیافی وہ بہن جس کی ماں ایک ہو اور باپ الگ الگ ہوں،

اوصاف مماثلت کی مقدار فقہاء نے مہر المثل کے سلسلے میں نو ۹ چیزوں کو معیار قرار دیا ہے، ماتن وقایہ نے اس معیار کو اس طرح بیان فرمایا ہے سِنًّا وَجَمَالًا وَمَالًا وَعَقْلًا وَدِینًا وَبَلَدًا وَعَصْرًا وَبَکَارَۃً وَثِیَابَۃً، یعنی مہر المثل پانیوالی عورت کے لئے باپ کے خاندان کے جن اوصاف میں مثلیت اور اسی جیسا ہونا معتبر ہے وہ یہ ہیں، سِنًّا یعنی عمر ایک جیسی ہو اور عمر میں قریب عمر بھی ایک جیسی سمجھی جاتی ہے مثلاً بیس۲۰ سالی والی لڑکی اور پچیس سال والی لڑکی یہ دونوں جوان عمر سمجھے جاتے میں برابر ہیں، عورت کی عمر کا معیار، عورت کی عمر کے چند حال ہیں، (الف) صغیرہ ہونا (ب) مراہقہ ہونا یعنی قریب البلوغ ہونا یہ دونوں صورتیں قبل البلوغ کی ہیں (ج) بالغہ ہونا اس میں دور جوانی

۱؎ ہدایہ جلد ۲ کتاب النکاح

شامل ہے، مختلف زمان ومکان کے اعتبار سے عرفاً جو شباب کا زمانہ ہے وہ سن واحد ہے دو چار سال کا فرق بھی سن واحد اور ایک عمر کہلاتا ہے (د) کہولت کا زمانہ جو چالیس سال عمر کے بعد آتا ہے اس کا اعتبار جوان عورت سے نہیں کیا جائے گا کہولت والی عورت اپنی جیسی عورت کا معیار ہوگی (س) آئسہ کا زمانہ اسکو فقہاء نے پچپن سال کی عمر سے قیاس فرمایا ہے ظاہر ہے کہ پچپن سال کی عورت کا مہر کسی جوان عورت کے مہر کے برابر نہیں ہو سکتا اس لئے آئسہ عورت آئسہ عورت کے لئے معیار مماثلت مہر کے سلسلے میں بن سکتی ہے، ماتن کا متن سناً ان تمام صورتوں کو شامل ہے اور ہر ہر عمر کے وصف کی عورت کو اپنے عمر کے مطابق معیار مماثلت بنانا چاہئے یعنی صغیرہ صغیرہ کے لئے مراہقہ مراہقہ کیلئے بالغہ بالغہ کے لئے کہولت والی کہولت والی کے لئے اور آئسہ آئسہ ... کیلئے معیار مہر بنانا ہوگا، قولہ جمالاً، جمال تناسب اعضاء اور خوبصورتی بدن کا بھی مہر المثل میں اعتبار کیا جائے گا، جمال وہ ملکہ اور صفت اور وصف ہے جو انسان کو پرکشش اور حسن سے آراستہ کر دیتا ہے جس انسان کے اعضاء مناسب اور باعث کشش ہوں وہ صاحب جمال ہے اور مہر المثل کی مماثلت اور مثال میں اس وصف مرغوب کا بھی اعتبار کیا جائے گا، قولہٗ وَمَالاً اور مہر المثل کے سلسلے میں مماثلت کے لئے مال کا اعتبار ہوگا، یہاں مال سے مراد وہ مقدار مال ہے جس کے پائے جانے میں زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے یعنی وہ عورت مستحق زکوٰۃ نہ ہو بلکہ صاحب نصاب زکوٰۃ گھرانے سے تعلق رکھتی ہو تو ایسی عورت کے لئے معیار مال ایسی ہی عورت ہوگی مالدار

عورت کے لئے فقیرہ اور مفلس عورت معیار نہ ہوگی قولہ عقلاً،
عقل کے معنی عربی زبان میں باندھنے اور روکنے آتے ہیں باب ضرب
عقل کی اصطلاحی تعریف القوۃ المدارکۃ الممیزۃ بین الحسن و
القبح یعنی عقل وہ ملکہ اور وصف اور قوت ہے جو ادراک
حاصل کرنے والی اور حسن و قبح اچھے اور برے میں تمیز کی صلاحیت دیتی
ہے یعنی انسان عقل کی روشنی میں دین و دنیا کی اچھائی اور برائی پہچان
لے وہی عقل سلیم ہے، عقل کی دوسری تعریف یہ ہے، الھیئۃ المحمودۃ
للانسان فی اطوارہ و اثارہ فیدخل فیہ العلم والادب
والتقوی والعفۃ وکمال الخلق ومقابلھا السفاھۃ،
یعنی عقل ایک امر محمود اور ملکہ فاضلہ اور اعلیٰ صلاحیت کا نام ہے جو
کسی مرد یا عورت کے طور طریقوں اور چال چلن اور زندگی میں پائی جائے
اس تعریف کے نتیجے میں بطور تفریع یہ اوصاف جمیلہ شامل ہیں، مطلقاً
علم دین اور علم دنیا، وہ علم و دنیا شامل ہوگا جو عقائد صحیحہ اور اعمال
صالحہ کے خلاف نہ ہو اور اس مفہوم میں ادب و تہذیب، تمدن و
تقوی پرہیزگاری، عفت اور پاکدامنی اور اخلاق عالیہ، امانت و
دیانت، ایثار و سخاوت وغیرہ صفات فاضلہ کو یہ مفہوم شامل ہے
قولہ ودیناً اور اوصاف مماثلت میں دین و مذہب کا بھی
اعتبار ہوگا دیناً پر تنوین تنکیر اور تعمیم کے لئے ہے یہاں لفظ دین
عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ دونوں کو شامل ہے مقصد یہ ہے کہ
عقیدۂ اہل سنت کا اعتبار ضروری ہے اگر کوئی دوسری عورت غیر
مسلم یا کتابی یا یہودی یا عیسائی ہو یا کسی شدید گمراہ فرقہ سے تعلق رکھتی ہو

عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ ملکہ

تو دین مختلف ہونے کی بناء پر ایسی عورت کا اعتبار مہر مثل کے لئے نہیں کیا جائے گا قولہٗ وبلدٗا ، اور بہترین شہریت کا اعتبار ہوگا یہاں بلدًا کے کئی معنی مرادی ہیں (۲الف) مُمثّلُ گاؤں میں ہو اور ممثّل لہا عورت کسی بہترین تمدّن شہر میں ہو (ب) ممثّل لہا، کسی گاؤں اور بستی میں ہو اور ممثّل کسی بڑے شہر میں ہو (ج) ممثّل لہا بلدۃ صغیرہ میں ہو یعنی چھوٹے شہر میں ہو اور ممثّل بلدۃ کبیرہ اور بڑے متمدّن شہر میں ہو، جیسے جاپان کا ٹوکیو اور امریکہ کا نیو یارک، اور چائینا کا پیکنگ (شنگ ہائی) اور ہندوستان کے چار بڑے شہر، بمبئی، دہلی، کلکتہ، مدراس یہ بلدۃ کبیرہ اور بڑے شہر ہیں اور ان کے مقابلہ پر مادّی اور صنعتی اعتبار سے مظفر نگر اور سہارنپور وغیرہ بلدۃ صغیرہ اور چھوٹے شہر ہیں، ظاہر ہے کہ ان سے زیادہ بڑے اور چھوٹے شہروں میں مادّی معیاری زندگی، تمدّن اور رہن سہن اور مقدارِ مہر کا فرق عظیم ہو سکتا ہے اگر فرق عظیم اور معیاری فرق ہے تو پھر مماثلت نہ رہے گی اور اعتباری مماثلت بھی نہ ہو سکے گی، (د) ممثّل بلدۃ صغیرہ اور چھوٹے شہر میں ہو اور ممثّل لہا بلدۃ کبیرہ یعنی بڑے شہر میں ہو تو اس صورت میں بھی اعتباری مماثلت نہ ہو سکے گی، علّت اور بنیاد وہی ہے جو اوپر (ج) میں بیان کی گئی، چاروں مذکورہ صورتیں ایسی ہیں کہ یہاں شرطِ بلد پوری نہیں ہو رہی ہے اس لئے اعتباری مماثلت بھی نہ ہو سکے گی البتہ وہ صورتیں جس میں اعتبارِ بلد ہے وہ یہ ہیں (۱) ممثّل اور ممثّل لہا دونوں کسی گاؤں میں ہوں تو اعتباری مماثلت ہوگی، (۲) مُمثّلُ اور ممثّل لہا دونوں ایک جیسے شہری ماحول میں ہوں تو اعتباری مماثلت ہو سکے گی، (۳) ممثّل اور ممثّل لہا عورت بلدۃ کبیرہ میں ہو

جہاں کا رواج اور مقدار مہر مساوی یا قریب مساوی ہوں تو اعتباری مماثلت ہو سکے گی قولہٗ وعصراً یعنی دونوں عورتوں کا زمانہ ایک ہو یہ بھی شرط مماثلت ہے زمانہ کا فرق یعنی کم از کم دس سال[1] کا فرق معتبر ہوتا ہے یعنی ممثل اور ممثل لہا[2] کے درمیان اگر دس سال سے زائد فرق زمانہ ہے تو اعتباری مماثلت نہ ہو سکے گی یہ شرط سناً کے مفہوم سے بھی اقرب ہے قولہٗ وبکارۃً، باکرہ ہونا بھی شرط مماثلت ہے یعنی مہر المثل ثابت کرنے کے لئے یہ بھی شرط دیکھی جائے گی کہ ممثل اور ممثل لہا دونوں عورتیں باکرہ اور کنواری ہوں یعنی کسی سے مُطَلّقہ بَعْدَ الوطی یا معروفۃ الزنا نہ ہوں یا متکاثر الزنا نہ ہوں کیونکہ اتفاقی زنا یا تعنیس یعنی کثرت عمر یا کسی زخم یا۔ بیماری کی وجہ سے اگر صفت بکر یا کنوارپن زائل ہو گیا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک ایسی لڑکی حکماً باکرہ ہی ہے قولہٗ وثیابۃً ثیبہ وہ عورت ہے جس نے کسی مرد سے نکاح کے ذریعے جماع اور ہمبستری حاصل کی ہو یا نکاح کے بغیر پیشہ ور اور معروف زانیہ ہو، ممثل اگر ثیبہ ہے تو ممثل لہا بھی ثیبہ ہونی چاہئے اس قیاس پر مہر المثل ثابت ہوگا یعنی ثیبہ کو باکرہ پر یا باکرہ کو ثیبہ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اکثر عرف عام میں مقدار مہر مقرر کرتے وقت باکرہ اور ثیبہ کے درمیان فرق کیا جاتا ہے، فقہاء نے بھی اس عرفی فرق کا اعتبار مانا ہے، بہر حال یہ کل نو شرطیں ہیں ان شرائط کے پائے جانے کی صورت میں مہر مثل کی تعیین باپ کے خاندان والی۔ لڑکیوں سے کی جاسکتی ہے اور اگر کسی وجہ سے باپ کے خاندان میں اسکی ہم صفت لڑکیاں اس وقت موجود نہ ہوں تو پھر اسی معیار زندگی اور انھیں صفات کے معیار سے مماثلت کا اعتبار ہوگا،

---

[1] قرآن بھی دس سال کیلئے بولتے ہیں [2] ممثل مہر پانیوالی ممثل لہا جسکی مثال معیار مہر ہے۔ شاہد حسن قاسمی۔

صاحب کتاب فَاِنْ لَمْ تُوجَدْ مِنْهُمْ سے تا | باپ کے خاندان میں لڑکیاں نہ ہوں،

قِیْمَتُہُمْ اَبِیْہِمَا مہر المثل کے سلسلے میں سابقہ مسئلے سے متعلق چند صورتیں بیان فرمارہے ہیں کہ اگر بہن، پھوپھی یا چچا کی بیٹیاں وغیرہ باپ کے خاندان میں موجود نہ ہوں تو باپ کے خاندان کے معیار کے مطابق اجنبیوں کی لڑکیوں پر قیاس مماثلت کیا جائے گا یعنی کوئی اجنبی شخص ایسا ہے کہ جس کی لڑکیاں عمر اور جمال وغیرہ شرائط تسعہ پر پوری اترتی ہوں تو ان اجنبیوں کی لڑکیوں کے مہر المثل کی تعیین کرلی جائے گی قولہ لَا مہر اُمِّہَا سے ماتن وقایہ بتانا چاہتے ہیں کہ باپ کے خاندان میں لڑکیاں موجود نہ بھی ہوں تو بھی اسی معیار کے مطابق اجنبی لوگوں کے معیار پر مہر المثل کا اعتبار کیا جائے گا لیکن ماں اور خالہ کے مہر پر قیاس نہ ہوگا البتہ اِلَّا اِذَا کَانَتَا سے ایک استثنائی صورت کا بیان ہے یعنی ماں اور خالہ باپ کے خاندان ہی کی لڑکیاں ہیں مثلاً ماں یا ماں کے نہ ہونے کی صورت میں خالہ اس لڑکی کے باپ کے چچا کی بیٹیاں ہیں تو اس صورت میں ماں یا خالہ کے مہر المثل کا اعتبار ہوگا،

عبارت وَصَحَّ ضَمَانُ وَلِیِّہَا مَہْرَہَا وَلَوْ صَغِیْرَۃً وَتُطَالِبُ اَیًّا شَاءَتْ وَلَوْ اَدّٰی رَجَعَ عَلَی الزَّوْجِ اِنْ ضَمِنَ بِاَمْرِہٖ وَ اِلَّا فَلَا اِنَّمَا قَالَ وَلَوْ صَغِیْرَۃً لِاَنَّہَا اِذَا کَانَتْ صَغِیْرَۃً فَمُطَالِبُ الْمَہْرِ لَیْسَ اِلَّا وَلِیَّہَا فَیُوْہِمُ اَنَّہٗ لَا یَجُوْزُ الضَّمَانُ لِاَنَّہٗ بِاعْتِبَارِ الضَّمَانِ یَکُوْنُ مُطَالَبًا فَیَکُوْنُ الشَّخْصُ الْوَاحِدُ مُطَالِبًا وَمُطَالَبًا لٰکِنْ لَا اِعْتِبَارَ لِھٰذَا الْوَھْمِ لِاَنَّ حُقُوْقَ الْعَقْدِ ھُنَا رَاجِعَۃٌ اِلَی الْاَصِیْلِ

فَالْوَلِیُّ سَفِیْرٌ وَّمُعَبِّرٌ بِخِلَافِ الْبَیْعِ فَاِنَّہٗ اِذَا بَاعَ الْاَبُ مَالَ الصَّغِیْرِ لَا یَجُوْزُ اَنْ یَّضْمَنَ الثَّمَنَ لِاَنَّ الْحُقُوْقَ رَاجِعَۃٌ اِلَی الْعَاقِدِ۔ ترجمہ۔ اور درست ہے عورت کے ولی کا ضامن ہونا اس عورت کے مہر کے لئے اگرچہ وہ عورت صغیرہ اور نابالغہ بھی ہو (ولی کے ضامن ہونے کے بعد) عورت مطالبہ مہر کر سکتی ہے جس سے بھی چاہے اور ولی ضامن اگر مہر ادا کر دے تو وہ ولی رجوع اور مطالبہ کر سکتا ہے زوج سے بشرطیکہ ولی ضامن ہوا ہو شوہر کی اجازت سے اور اگر ایسا نہ ہو تو ولی ضامن زوج سے مطالبہ نہ کر سکیگا (متن وقایہ)

بلاشبہ ماتن نے فرمایا وَلَوْ صَغِیْرَۃً اگرچہ وہ نابالغہ بھی ہو یہ اس لئے فرمایا کہ وہ عورت جب نابالغہ صغیرہ ہوگی تو مہر کا مطالبہ کرنے والا صغیرہ کے ولی کے سوا کوئی اور نہ ہوگا، پس وہم ہو سکتا تھا کہ بے شک ولی کے لئے ضامن مہر بننا درست نہ ہو اس لئے کہ ولی ضامن ہونے کے اعتبار سے مُطَالِبْ اور مُطَالَبْ ہوگا، اسطرح ایک ہی آدمی مہر کا مطالبہ کرنے والا اور مہر کا مطالبہ کیا ہوا قرار دیا جائے گا لیکن یہ صورت جائز ہونے کی وجہ سے کوئی اعتبار نہیں ہے اس وہم کا کیونکہ عقد کے حقوق نکاح کے معاملہ میں اصیل کی طرف لوٹنے والے ہیں پس ولی نکاح پیغام پہنچانے والا اور سفیر محض ہے بخلاف بیع کے (بیع کا معاملہ مختلف ہے) اس لئے کہ جب کہ باپ بیع کرے، صغیر اور نابالغ کے مال کو تو درست نہیں ہے (باپ کیلئے) اس شئی کی قیمت کا ضامن ہونا اس لئے کہ حقوق بیع عاقد کی طرف لوٹنے والے ہوتے ہیں،

توضیح الوقایۃ | ماتنِ وقایہ نے مہر کے سلسلے میں ولی نکاح سے

ضامن مہر بننے کے سلسلے میں وضاحت فرمائی ہے صورت مسئلہ یہ
ہے کہ ہندہ کا ولی زید ہے، ہندہ نابالغہ ہے ہندہ کا نکاح بکر سے ہوا اور مقدار
مہر ایک ہزار روپیہ ہے تو مہر واجب کا مطالبہ ہندہ کے صغیرہ ہونے کی
صورت میں زید ولی ہونے کی صورت میں کرے گا اس طرح زید مطالب
المہر اور مہر کا مطالبہ کرنے والا ہے ایسی صورت میں زید بکر کے جانب
سے مہر ادا کرنے کا ضامن بن جائے تو یہ صورت بھی جائز ہے اگر بکر کی
طرف سے مقدار مہر مسمّیٰ واجب ادا کر دے تو اسکا حکم یہ ہے رَجَعَ عَلَى الزَّوْجِ
اِنْ ضَمِنَ بِاَمْرِہٖ یعنی زید ولی ہندہ نے ضامن ہونے کی حیثیت سے مہر کی
ادائیگی بکر کے جانب سے ہندہ کو ادا کر دی ہے اگر زید ضامن مہر
بکر کے کہنے سے ہوا ہے تو زید ولی بکر شوہر سے ایک ہزار روپیہ مہر
کا مطالبہ واپسی کر سکتا ہے، قولہ وَاِلَّا فَلَا سے صاحب وقایہ بتانا چاہتے
ہیں کہ اگر زید نے بکر کی جانب سے ہندہ کے مہر واجب کی ضمانت بکر کی
اجازت کے بغیر از خود کر لی ہے اور پھر زید نے حسب ضمانت مہر مسمّیٰ
ہندہ کو ادا بھی کر دیا ہے تو بھی زید بکر سے مقدار مہر کا مطالبہ واپسی
نہیں کر سکتا ہے قولہ وَاِلَّا فَلَا کی اصل عبارت یہ ہے ای وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ
کَذَالِكَ فَلَا یَرْجِعُ الْوَلِیُّ عَلَى الزَّوْجِ مفہوم یہی ہے کہ مکفول لہٗ اور مضمون لہٗ
جس کی ضمانت مہر کی گئی ہے اور ضمانت رقم بھی ادا کر دی گئی ہے
تو ضمانت مہر کرنے والا اسی صورت میں مکفول لہٗ سے مضمون بہ
یعنی مقدار ضمانت کا مطالبہ کر سکتا ہے بشرطیکہ اِنْ ضَمِنَ بِاَمْرِہٖ بنیادی
شرط یہی ہے کہ ضامن مکفول لہٗ کی اجازت سے ضامن مہر بنا ہو
اور اگر خود ضامن بن گیا ہو اور مہر ادا بھی کر دیا ہو تو بھی شوہر سے

مطالبہ مہر نہ کر سکے گا اور اگر مکفول لہٗ اور شوہر کی اجازت سے ولی نے ضمانت مہر کی ہے اور مہر ادا بھی کر دیا ہے تو بلاشبہ ولی ضامن شوہر سے مقدار مہر مضمون کا مطالبہ کر سکتا ہے، قولہٗ لو صغیرۃً، ماتن وقایہ نے صغیرہ اور نابالغہ کا تذکرہ خاص مقصد کے لئے فرمایا ہے اس لئے کہ اگر وہ لڑکی کبیرہ اور بالغہ ہو تو ولی کا ضامن مہر ہونا مطابق قیاس درست ہے کیونکہ بالغہ اپنے نکاح میں بااختیار ہے اور ولی ضامن ہو جائے تو اسمیں کوئی مضائقہ اور ممانعت نہیں ہے، البتہ صغیرہ کی صورت میں اشکال ہوتا ہے، ؕاشکال مسئلہ، یہ ہے کہ صغیرہ اور نابالغہ کا نکاح جسکا ذمہ دار ولی ہوتا ہے اور صغیرہ کا ولی نکاح شوہر سے مطالِب مہر (بصیغۂ اسم فاعل) اور مطالبہ مہر کرنے والا ہے اب اگر یہ ولی صغیرہ زوج کے لئے بھی ضامن مہر بن جائے تو ضامن ہونے کی حیثیت سے یہ ولی صغیرہ مطالَب (بصیغۂ اسم مفعول) اور مطالبہ کیا ہوا یعنی ایسا شخص ہے جس سے مطالبۂ مہر کیا جاتے گا اسطرح فرد واحد اور ایک ہی آدمی مہر مانگنے والا اور مطالِب ہو اور مطالَب ہو یعنی خود اپنے سے مہر مانگتا ہو تو ظاہر ہے ایک ہی شخص فاعل اور مفعول نہیں بن سکتا ایسے ہی مطالِب اور مطالَب یہاں صورت مسئلہ میں زید فرد واحد ہے جو ہندہ صغیرہ کی طرف سے مطالِب اور مانگنے والا ہے اور بکر شوہر کی طرف سے مطالَب اور مہر کا مطالبہ کیا ہوا ہے، جواب ؕاشکال، شارح وقایہؒ اس سوال کا جواب اس طرح دے رہے ہیں لاکن لا اعتبار لہٰذا الوہم الیٰ قولہٖ معبّر، شارح وقایہ فرمانا چاہتے ہیں کہ یہ اعتراض وہمی ہے حقیقی اشکال نہیں ہے کیونکہ نکاح دوسرے عقود

سے ممتاز ہے، نکاح اور بیع میں بنیادی فرق ہے، عقد نکاح کی خصوصیت کیوجہ سے اگرچہ نکاح ولی یا وکیل وغیرہ کے ذریعہ منعقد کیا جاتے تو بھی حقوقِ نکاح اصیل کی طرف لوٹتے ہیں (اصیل وہ مرد و عورت ہے جس کا نکاح ہو رہا ہے) اور حقوق نکاح میں ولی نکاح اور وکیل نکاح محض سفیر اور خبر رساں ہوتا ہے از روئے شرع اصل ذمہ دار زوجین اور میاں بیوی ہوتے ہیں اور خاص طور سے مہر کی ذمہ داری زوج پر ہوتی ہے اور نکاح کی ذمہ داری لڑکی کی قدرت میں ہے اسی لئے حکم شرع ہے کہ باپ دادا کے علاوہ اگر کوئی اور شخص جیسے بھائی یا چچا یا بھتیجہ وغیرہ نابالغہ کا نکاح کراتے تو بالغ ہونے پر یا نکاح کا علم ہونے پر بعد بلوغ عورت اپنا نکاح قاضی عدالت اور قاضی شرعی کے ذریعہ فسخ اور رد کرا سکتی ہے اس قانونِ فسخ سے یہ ثابت ہوا کہ نکاح کے معاملات میں اصیل کو حقوق حاصل ہیں، اس لئے ہندہ صغیرہ کا ولی نکاح زید ہندہ کے شوہر بکر کی جانب سے مہر کا ضامن بھی بن جائے تو اسمیں کوئی حرج نہیں ہے اور شخص واحد صغیرہ کی طرف سے مطالب اور مہر لینے والا اور بکر شوہر کی طرف سے مطالَب مہر طلب کیا ہوا ضامن ہو سکتا ہے اسمیں کوئی حرج نہیں، بیع اور نکاح میں بنیادی فرق

،، قولہٗ بخلاف البیع، شارحؒ وقایہ عقدِ نکاح اور عقدِ بیع میں بنیادی فرق اور امتیاز بیان کرنا چاہتے ہیں اوپر عبارت میں "راجعٌ الی الاصیلِ" فرمایا تھا یعنی حقوق نکاح اصیل کی طرف لوٹتے ہیں جن کا نکاح ہوا ہے لیکن عقدِ بیع میں معاملہ مختلف ہے، عقدِ بیع میں حقوقِ عقد عاقدین کی طرف لوٹتے ہیں یعنی وکیلِ بیع عاقد کی حیثیت سے خود

ذمہ دار ہیں اصیل یعنی اصل مالک براہ راست ذمہ دار نہیں ہوتا
مثلاً زید بکر کا ولی بیع ہے زید نے بکر کی ایک گائے بعوض ایک
ہزار روپے عمرو کے بدست بیچی اور عمرو خالد کا وکیل ہے تو اس
صورت مسئلہ میں بکر اور خالد مسئول نہیں ہے بلکہ وکیل بائع اور وکیل
مشتری زید اور عمرو ہی مسئول اور مبیع وثمن کے لین دین کرنے پر مجاز
و ذمہ دار ہیں اسی طریقہ پر نابالغ کا مال بیچنے والا ولی ضامن ثمن اور قیمت
مبیع کی ضمانت نہیں لے سکتا، صورت مسئلہ یہ ہے کہ راشد باپ ہے اس کا
نابالغ لڑکا یا لڑکی یوسف اور سعدیہ ہے ان نابالغوں کا کوئی سامان اگر
باپ فروخت کرتا ہے تو قیمت کا ضامن باپ نہیں ہو سکتا ہے بلکہ کوئی
دوسرا شخص ضامن ہونا چاہئے دلیل مسئلہ یہ ہے کہ لِاَنَّ الحقوقَ راجعةٌ
اِلَی العاقِدِ، کیونکہ حقوق بیع عاقد کی طرف لوٹتے ہیں اصیل کی طرف نہیں
لوٹتے برخلاف عقد نکاح کے، حقوق نکاح اصیل کی طرف لوٹتے ہیں عاقد
کی طرف نہیں، یہی بنیادی فرق ہے عقد نکاح اور عقد بیع کے درمیان
عبارت: وَلَهَا مَنْعُهُ مِن الوَطْیِ وَالسَّفَرِ بِهَا وَالنَّفَقَةُ لَوْ مَنَعَتْ اَی
لَهَا النَّفَقَةُ عَلٰی تَقْدِیرِ الْمَنْعِ وَلَوْ بَعْدَ وَطْیٍ اَوْ خَلْوَةٍ بِرِضَا
هَا اِحْتِرَازٌ عَنْ قَوْلِهِمَا فَاِنَّهُ اِذَا وَطِیَهَا اَوْ خَلَا بِهَا مَرَّةً
بِرِضَاهَا لَا یَبْقٰی لَهَا حَقُّ الْمَنْعِ لِاَنَّهَا سَلَّمَتْ اِلَیْهِ الْمَعْقُوْدَ
عَلَیْهِ فَلَا یَکُوْنُ لَهَا حَقُّ الْاِسْتِرْدَادِ وَلِاَبِی حَنِیْفَةَ اَنَّ
کُلَّ وَطْیَةٍ مَعْقُوْدٌ عَلَیْهَا فَتَسْلِیْمُ الْبَعْضِ لَا یُوْجِبُ تَسْلِیْمَ الْبَاقِی
قَبْلَ اَخْذِ مَا بُیِّنَ تَعْجِیْلُهُ کُلًّا اَوْ بَعْضًا الظَّرْفُ وَهُوَ
قَبْلُ مُتَعَلِّقٌ بِقَوْلِهٖ وَلَهَا مَنْعُهُ ثُمَّ عَطَفَ عَلٰی قَوْلِهٖ

مَا بُيِّنَ تعجيلہٗ قَوْلُهٗ اَوْ قَدْرِ مَا يُعَجَّلُ لِمِثْلِهَا مِنْ مِثْلِ مَهْرِهَا عُرْفًا غَيْرَ مُقَدَّرٍ بِالرُّبْعِ اَوِ الْخُمْسِ اِنْ لَمْ يُبَيَّنْ بِلَفْظِ الْمُخْتَصَرِ هٰذَا وَ الْمُعَجَّلُ وَالْمُؤَجَّلُ اِنْ بُيِّنَا فَذَاكَ وَ اِلَّا فَالْمُتَعَارَفُ۔ ترجمہ، اور عورت کو حق حاصل ہے (مہر کی وجہ سے) شوہر کو روک دینا ہمبستری سے اور اپنے کو سفر میں لے جانے سے اور شوہر کے ذمہ نفقہ واجب ہوگا اگرچہ عورت روک دے (شوہر کو وطی اور سفر سے) یعنی بیوی کو نفقہ حاصل رہے گا وطی اور سفر سے روکنے کی صورت میں بھی اگرچہ یہ روکنا وطی یا خلوت صحیحہ کے بعد بھی ہو عورت کی رضامندی کے ساتھ ہو رضامندی کی قید احترازی ہے صاحبینؒ کے قول سے اس لئے کہ ان کے نزدیک اگر شوہر وطی یا خلوت صحیحہ بیوی سے اس کی رضامندی کے ساتھ ایک مرتبہ بھی حاصل کر لے تو نزدِ صاحبین عورت کو آئندہ منع کرنے کا حق باقی نہیں رہتا کیونکہ اس عورت نے ابتداءً معقود علیہ یعنی خاص حصّہ بدن کو سپرد کر دیا ہے اس لئے اب اس عورت کو یہ اختیار اور اجازت وطی واپس لینے کا حق حاصل نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ ہر وطی معقود علیہ ہے اس لئے بعض کا سپرد کر دینا واجب نہیں کرتا باقی کو سپرد کرنے کے لئے یہ حکم (منع زوج) اس مہر کو لینے سے پہلے ہے جسکو معجّل طور پر ادا کرنا بیان کر دیا گیا ہو پورا مہر یا بعض مہر، اس عبارت میں ظرف وہ لفظ قبل ہے اور یہ ظرف متعلق ہے ماتن وقایہ کے قول وَلَهَا مَنْعُهٗ کے

پھر ماتنِ وقایہ نے عطف کیا اپنے قول سابق مَا بُیِّنَ تَعجِیلُہٗ پر اپنے اس قول کو واو قدرِ مَا یُعجَلُ یعنی عورت شوہر کو وطی سے روک سکتی ہے اس مقدار مہر کو لے نے سے پہلے جو مُعَجَّل طور پر عرفِ عام میں ادا کیا جاتا ہے اس جیسی عورت کے لئے اس کے۔ مہرِ مثل سے یہ ادائے گی مہر مُعَجَّل چوتھائی یا پانچواں وغیرہ حصّوں کے ساتھ مُعیّن نہیں ہے وہ... بشرطیکہ مقدار مہر مُعَجَّل بیان کی گئی ہو مختصر کے الفاظ اس موقع پر یہ ہیں اور مہر معجل اور مہر مؤجّل اگر بیان کر دیئے گئے پس اس بیان کا اعتبار ہوگا ورنہ اگر بیانِ مہر نہ ہو تو مہر متعارف اور عرفی مہر کا اعتبار ہوگا،

توضیح الوقایۃ

اصطلاحات الفقھیہ اَلنَّفَقَۃُ سے مراد ضروریات زندگی جیسے کپڑا روٹی و مکان، رہنے کا کمرہ وغیرہ

تَعجِیل، سے مراد فی الحال وقت ہے، المُعَجَّلُ، وہ مہر جو تعجیل اور طلب کے وقت فوری طور پر ادا کئے جائیں المؤجّل وہ مہر جن کی ادائے گی فوری طور پر ضروری نہ ہو، المتعارف، وہ مقدار مہر جس کی ادائے گی عرف عام معاشرہ اور عوامی زندگی میں متعیّن ہو، مقدار مہر اور تعجیل اور تاجیل تینوں امور میں عورت اور امرأۃِ منکوحہ کے ماحول اور عوامی زندگی کو معیار سمجھا جائے گا اور وہ المھر المتعارف ہے المتعارف، المھر کی صفت ہے اور المھر المتعارف بمنزلہ جنس کے ہے اور اس کی انواع المھر المعجّل اور المھر المؤجّل دونوں علی سبیل الانفراد ہیں، قولہ ولھا منعہ مِنَ الوطی والسفر بھا ماتنِ وقایہ اپنے متن کے ذریعہ مسلۃ المھر کی اہمیت اور تاکید کی وضاحت فرمانا چاہتے ہیں اور اپنے اس متن کے ذریعہ یہ اشارہ

کرنا چاہتے ہیں کہ مہر ایک دین واجب ہے اگر زید نے نکاح کے وقت ہندہ سے مہر معجل یعنی قبل الوطی مہر ادا کرنے کا وعدہ کر لیا تھا اور شوہر زید مہر معجل ادا نہ کرسکے تو بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ شوہر کو وطی اور ہمبستری سے روک دے اور شوہر اسکو سفر میں لے جانا چاہے یا باپ کے گھر سے رخصتی چاہے تو بیوی حق مہر کی وجہ سے ان سب چیزوں کو روکنے کا حق رکھتی ہے، قولہٗ وَالنَّفَقَةُ لَوْ مَنَعَتْ، یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے، اعتراض یہ ہے کہ جب عورت وطی اور سفر سے انکار کردے تو وہ عورت ناشزہ... اور نافرمان ہے اور آپ نے وَلَهَا مَنْعُهُ سے نشوز الخ کی اجازت دی ہے اور فقہاء کا یہ ضابطہ ہے کہ نشوز اور نافرمانی کی صورت میں بیوی کا نان و نفقہ ساقط اور ختم ہو جاتا ہے تو پھر اس صورت میں کیا حکم ہوگا، اس اعتراض کا جواب وَالنَّفَقَةُ لَوْ مَنَعَتْ سے دیا گیا ہے یعنی اس مخصوص صورت میں بیوی کا نفقہ بذمہ شوہر واجب ہی رہے گا وجوب نفقہ کی علت بیوی کا احتباس، شوہر کی پابندی اور اطاعت زوج ہے بشرطیکہ زوج مہر معجل یا مہر متعارف عند الطلب ادا کردے، کیونکہ اس مسئلہ میں شوہر کا قصور ہے شوہر نے مہر معجل یا متعارف مطلوبہ مہر عند الطلب ادا نہیں کیا ہے تو اس مخصوص صورت میں عورت کو منع من الوطی والسفر کی اجازت دی گئی ہے اور چونکہ عورت اپنے حق کا جائز مطالبہ کر رہی ہے اس لئے حقیقتِ نشوز نہیں پائی گئی اور نفقہ ساقط نہ ہو سکا بلکہ واجب علیٰ حالہ رہا، قولہٗ وَلَوْ بَعْدَ وَطْيٍ، یہ بھی ایک مسئلہ کی

---

[1] مہر کے لئے بیوی ہمبستری اور سفر سے روک سکتی ہے۔ [2] نشوز نافرمانی۔ شاہد حسن قاسمی

وضاحت ہے صورت مسئلہ یہ ہے کہ زید نے نکاح کے بعد ایک بار یا
چند بار ہندہ سے وطی کرلی یا خلوت صحیحہ حاصل کی اور یہ دونوں چیزیں
عورت کی رضامندی سے ہوئیں اور شوہر نے مہر معجل یا مہر متعارف تا
حال ادا نہیں کیا تو صورت مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ
بیوی کو مہر معجل نہ ملنے کی صورت میں وطی ہونے کے بعد بھی آئندہ وطی
سے روک سکتی ہے اس مسئلہ میں صاحبین یعنی امام ابویوسف اور
امام محمدؒ کا اختلاف ہے یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ جب بیوی
نے اپنی رضامندی سے ہمبستری یا خلوت صحیحہ کا موقع دیا اور
اپنے کو شوہر کے سامنے سپرد کر دیا تو گویا یہ سمجھا جائے گا کہ عملاً بیوی نے
اپنا حق منع مہر معجل یا مہر متعارف کا مطالبہ ترک کر دیا اس لئے اب بیوی
اس اجازت وطی کو واپس نہیں لے سکتی، صاحبین کی دلیل یہ بھی ہے
کہ معقود علیہ اور ملک بضعہ یعنی مخصوص حصۂ انتفاع اور شرمگاہ
شئی واحد ہے اس کو ایک بار کرانے کے بعد عورت واپسی کا حق
استعمال کرتے ہوئے اب مہر کی وجہ سے مرد کو نہیں روک سکتی،
امام ابوحنیفہؒ کی دلیل، ولابی حنیفۃؒ اَنَّ کُلَّ وَطْیَۃٍ
مَعْقُودٌ عَلَیْہَا، امام اعظم کی دلیل اس مسئلہ میں یہ ہے کہ ہر وطی اور
ہر مرتبہ ہمبستری کرانا الگ اور مستقل وجود رکھتی ہے اور ہر مرتبہ
کی وطی مستقلاً معقود علیہا[1] ہے اس لئے ایک مرتبہ اپنے کو سپرد کر دینا
باقی وقت میں سپرد کر دینے کو واجب نہیں کرتا، مفہوم یہ ہے کہ جس طرح
معاملات میں کسی کو ایک چیز دینے سے دوسری چیز دینا واجب نہیں
ایسے ہی اس صورت مسئلہ میں بیوی نے اگرچہ ایک بار ہمبستری

---

[1] یعنی ہر وطی پر مستقل معاملہ ہے، عند ابی حنیفہ، شاہد حسن قاسمی،

کے لئے سپرد کر دیا ہے لیکن ہر مرتبہ کی ہمبستری ایک مستقل عمل ہے اور عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنا مطلوبہ مہر معجّل یا مہر متعارف کی وجہ سے شوہر کو وطی یا سفر سے انکار کر دے، قولہٗ قبل اخذ ما بیّن تعجیلہٗ کلاً او بعضاً ولہا منعہٗ کی شرط ہے کہ مہر معجل لیکر منع نہیں کر سکتی

عورت کے اختیارِ خصوصی اور قانونِ اسلام عورت کو اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے جو خصوصی اختیارات مذہب اسلام نے دیئے ہیں ان کا تذکرہ صاحب کتاب نے ولہا منعہ من الوطی والسفر بہا سے آخری عبارت تک وضاحت کی ہے اور قولہ والسفر والخروج للحاجۃ سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عورت مہر معجّل یا مہر متعارف یا اپنے حقوقِ واجبہ کے لئے مخصوص حالات میں مرد کے مقابل اپنے حقوق کے لئے مرد پر دباؤ ڈال سکتی ہے تاکہ وہ تنبیہ پا کر عام حالات میں حقوق واجبہ ادا کر سکے، **مرد پر دباؤ ڈالنے کے پانچ طریقے،** (الف) مرد کو وطی اور ہمبستری سے روک دینا (ب) مرد کو اپنے ساتھ بیوی کو سفر میں لے جانے سے روک دینا (ج) بیوی کا شوہر کی اجازت کے بغیر کسی جائز سفر کے لئے جانا بشرطیکہ دوسرا محرم[1] بھائی وغیرہ کو ساتھ لے لے، (د) کسی جائز مجبور کن ضرورت کے لئے بقدر ضرورت گھر سے باہر نکلنا شرعی طریقہ حجاب کے ساتھ (ہ) والدین سے ضروری ملاقات کرنا لابعد ہٗ ہم کہنا چاہتے ہیں کہ مہر معجّل وصول کرنے کے بعد بلا اجازت شوہر یہ مذکورہ امور انجام دینا درست نہ ہوگا کیونکہ مقصد تنبیہ کرنا شوہر پر پورا ہو گیا اور شوہر کو یہ احساس دلا دیا گیا کہ عورت بھی ایک انسان ہے اور مذہب اسلام کے قانون میں بیوی کے کچھ خاص حقوق ہیں اور دیگر مذاہب عالم کی طرح عورت کو پراپرٹی اور ملکیت نہ سمجھے

---

[1] محرم وہ ہے جس سے شرعاً نکاح حرام ہے۔ شاہد حسن قاسمی

ولہامنعُہا میں مَنعُ مصدر ہے اور مصدر اپنے فعل جیسا عمل کرتے ہوئے ظرف کو بھی چاہتا ہے اور لفظ قبل عبارت کا ظرف واقع ہے، اس کا مظروف وَلَہا مَنعُہ ہے اور مقصد عبارت یہ ہے کہ بیوی شوہر سے مہر معجل فوری واجب مہر لینے تک ہی اسکو وطی وغیرہ سے روک سکتی ہے بعد میں نہیں۔

قولہٗ ۲ وقدرِ مَا یُعَجَّلُ لِمِثلِہَا، یہ عبارت ماقبل مسئلہ کی وضاحت اور تفصیل ہے اور اپنے مفہوم اور مقصد کے اعتبار سے ایک مختلف صورتِ مسئلہ سے تعلق رکھتی ہے اس عبارت میں صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ رشید اور رشیدہ کا نکاح ہوا اور مہر مسمّٰی میں مطلقاً تسمیہ اور تعیین کی گئی مثلاً دو ہزار روپیے مہر مسمّٰی مطلقاً طے ہوئے لیکن تعجیل[1] اور تاجیل[2] کا کوئی ذکر نہیں ہوا اسطرح مہر معجل یا مہر مؤجل کی کوئی وضاحت نہ ہوسکی تو اب کیا حکم ہوگا کیا بیوی اس صورت میں بھی شوہر کو وطی اور سفر سے روک سکتی ہے یا نہیں اس سوال کا جواب اس عبارت میں من مثلِ مَہرِھا عرفاً، سے دیا گیا ہے، یعنی جس جگہ رشیدہ کی شادی ہوئی ہے اس ماحول اور عرف عام میں اس معیار کے لوگوں میں کیا طریقہ رائج ہے، اگر عرف عام میں مہر معجل کی کوئی مقدار متعارف طور پر طے ہے یا معین ہے جس میں چوتھائی مہر یا خمسِ مہر یا نصف مہر کی کوئی قید نہیں ہے بلکہ جو بھی عرف اور متعارف طریقہ ہے اسی پر عمل کیا جائے گا اگر متعارف طریقہ یہ ہے کہ سارا مہر مؤجل اور ادھار ہے تو یقیناً بیوی شوہر کو وطی اور سفر میں لے جانے سے نہیں روک سکتی اور اگر عرف اور متعارف طریقہ یہ ہے کہ آدھا یا چوتھائی مہر بغیر تذکرہ کے بھی

---

[1] تعجیل فوری طور پر مہر دینا [2] تاجیل مہلت کے بعد مہر دینا۔ شاہد حسن قاسمی

معجل طور پر پیشگی دینا ہوتا ہے تو اسی عرف پر عمل کیا جائے گا اور بیوی کو حق منع حاصل ہوگا اور عورت اپنا مہر متعارف لینے سے پہلے پہلے شوہر کو وطی اور سفر میں لیجانے سے روک سکتی ہے، شارح وقایہ نے اسی مسئلہ کی مزید وضاحت کیلئے لفظ المختصر ہذا فرما کر مختصر فقہی کتاب کے حوالے سے ماتن رح کی مزید تاکید اور تائید پیش فرمائی ہے،

عبارت ، وَالسَّفَرُ وَالخُرُوجُ لِلْحَاجَةِ وَزِيَارَةِ أَهْلِهَا بِلَا إِذْنِهِ قَبْلَ قَبْضِهِ أَي وَلَهَا السَّفَرُ إِلَى آخِرِهِ قَبْلَ قَبْضِ الْمُعَجَّلِ لَا بَعْدَهُ وَلَا لَهَا الْمَنْعُ بِقَبْضِ الْكُلِّ فِي الْمُخْتَارِ أَيْ إِنْ لَمْ يُبَيِّنِ الْمُعَجَّلَ وَالْمُؤَجَّلَ لَا يَكُونُ لَهَا وِلَايَةُ مَنْعِ النَّفْسِ لِأَخْذِ كُلِّ الْمَهْرِ فَهٰذَا الْحُكْمُ قَدْ فُهِمَ مِمَّا تَقَدَّمَ فَإِنَّهُ إِذَا قَالَ أَوْ قَدْرَ مَا يُعَجَّلُ إِلَى قَوْلِهِ إِنْ لَمْ يُبَيِّنْ فَتَقْيِيدُ وِلَايَةِ الْمَنْعِ بِقَدْرِ الْمُعَجَّلِ يَدُلُّ بِطَرِيقِ الْمَفْهُومِ عَلَى أَنْ لَيْسَ لَهَا الْمَنْعُ لِقَبْضِ الزَّائِدِ عَلَى هٰذَا الْمُعَجَّلِ وَلَا خِلَافَ فِي أَنَّ التَّخْصِيصَ بِالذِّكْرِ فِي الرِّوَايَاتِ يَدُلُّ عَلَى نَفْيِ الْحُكْمِ عَمَّا عَدَاهُ لٰكِنْ أَرَادَ التَّصْرِيحَ بِهٰذَا لِيَدُلَّ عَلَى أَنَّهُ مُخْتَلَفٌ فِيهِ وَالْمُخْتَارُ هٰذَا فَإِنَّ الْمُتَأَخِّرِينَ اخْتَارُوا هٰذَا بِنَاءً عَلَى الْمُتَعَارَفِ وَإِنْ كَانَ أَصْلُ الْمَذْهَبِ أَنَّ لَهَا وِلَايَةَ الْمَنْعِ لِأَخْذِ كُلِّ الْمَهْرِ إِذَا لَمْ يُبَيِّنْ مِقْدَارَ مَهْرِ الْمُعَجَّلِ وَالْمُؤَجَّلِ لِأَنَّ الْمَهْرَ عِوَضُ الْبُضْعِ فَمَا

لَمْ تَقْبِضْ كُلَّ الْعِوَضِ لَا يَجِبُ عَلَيْهَا تَسْلِيمُ الْبُضْعِ وَلَا لَوْ أُجِّلَ كُلُّهُ فَإِنَّهُ لَوْ أُجِّلَ الْكُلُّ فَقَدْ سَقَطَ حَقُّهَا فَلَا يَكُونُ لَهَا مَنْعُ النَّفْسِ لِأَخْذِهِ وَلَهُ السَّفَرُ بِهَا بَعْدَ أَدَائِهِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ أَيْ بَعْدَ أَدَاءِ مَا بُيِّنَ تَعْجِيلُهُ أَوْ قَدْرِ مَا يُعَجَّلُ لِمِثْلِهَا فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَقِيلَ لَا وَبِهِ أَفْتَى الْفَقِيهُ أَبُو اللَّيْثِ وَلَهُ ذٰلِكَ فِيمَا دُونَ مُدَّتِهِ أَيْ لَهُ نَقْلُهَا فِيمَا دُونَ مُدَّةِ السَّفَرِ

ترجمہ۔ اور عورت کو حق حاصل ہے (اس مخصوص حالت میں) سفر کرنا اور نکلنا (جائز ہے) ضرورت کے لئے اور اپنے گھر والوں سے ملاقات کے لئے بلا اذن شوہر کے مہر معجّل یا مہر متعارف قبضے میں لینے سے پہلے یعنی اور جائز ہے اُس عورت کے لئے ضرورۃً سفر یا گھر سے نکلنا اور والدین سے ملاقات کرنا شوہر کے اجازت کے بغیر مہر معجّل کے وصول کرنے سے پہلے مہر معجّل وصول کرنے کے بعد بلا اِذنِ شوہر سفر وغیرہ کی اجازت نہیں ہے اور عورت کے لئے شوہر کو وطی وغیرہ سے روکنے کا حق حاصل نہیں ہے، کل مہر وصول کرنے کے لئے قول مختار اور راجح قول کے مُطابق یہ حکم ہے یعنی اگر مہر کی تفصیل معجّل اور مؤجّل بیان نہیں کی گئی (اور عرفِ مہر بھی نہیں ہے) تو حاصل نہیں ہے عورت کو اختیار اپنے نفس سے روکنا شوہر کو پورا مہر وصول کرنے کے لئے پس یہ حکم کل مہر کا اگرچہ سمجھا گیا ہے مقدم عبارت سے بھی اس لئے کہ ماتنؒ نے جبکہ (اپنے متن میں) کہا قولہ أو قدر ما یعجّل، یعنی

وہ مقدار جو معجّل طور پر مہر میں دی جاتی ہے الیٰ قولہٖ ان لم یُبیّن، یعنی اگر معجّل اور مؤجّل کی تفصیل نہ بیان کی گئی ہو (ماتن کے اس مذکورہ متن میں) پس قید لگانا منع نفس کے اختیار پر بمقدار معجّل یہ عبارت دلالت کرتی ہے بطریق مفہوم مخالف اس بات پر کہ عورت کو منع وطی کے لئے اختیار حاصل نہیں ہے زائد مہر اس مہر معجل سے زیادہ وصول کرنے کے لئے اور (بین الاحناف و الشافعیؒ) کوئی اختلاف نہیں ہے کہ تخصیص بالذکر یعنی کسی وصف یا شرط یا قید کے ذریعہ کسی حکم کو خاص کر لینا روایاتِ فقہیہ میں اور (کلام انسانی میں) دلالت کرتا ہے حکم کی نفی پر اس حکم کے ماسوائے لیکن ماتن وقایہؒ نے (لِیَقبِضَ الکُلَّ فی المختارِ) کہہ کر ارادہ کیا ہے صراحت وضاحت اور تاکید کا اس کلام مختار کے ذریعہ تاکہ دلالت ہو سکے اس بات پر کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور قول مختار یہ ہے (جس کو ماتنؒ نے بیان کیا) اس لئے کہ فقہاء متاخرین نے اختیار فرمایا ہے اس قولِ ماتن کو عرف کی بنیاد پر اور اگرچہ اصل مذہب متقدمین کا یہ ہے کہ عورت کو منع وطی اور شوہر کو روکنے کا اختیار حاصل ہے پورا مہر وصول کرنے کے لئے بشرطیکہ مقدار مہر معجّل اور مؤجّل کی تفصیل نہ بیان کی گئی ہو کیونکہ عورت کا مہر بضعہ اور مخصوص حصّہ کا عوض ہے پس جب تک کہ پورے عوض (مہر) پر عورت قبضہ نہ کر لے تو عورت پر واجب نہیں ہوتا، بضعہ اور اپنے کو سپرد کر دینا اور عورت کو منع وطی کا اختیار حاصل نہیں ہوتا ہے اور اگر پورا مہر مؤجّل ہو اور مہلت کے ساتھ ہو اس لئے کہ کیفیت یہ ہے کہ اگر پورا مہر

منتقل ہوگیا پس تحقیق عورت کا حق منع وطی ساقط اور ختم ہوگیا پس
عورت کو اختیار حاصل نہ رہے گا منع نفس اور وطی سے روکنے کے لئے
کل مہر لینے کی وجہ سے (اور مہر کا ضابطہ یہ بھی ہے) کہ شوہر کو سفر میں
بیوی کو لیجانے کا حق حاصل ہے ادائے مہر کے بعد ظاہر الرّوایہ میں یعنی اس
مقدار مہر کو ادا کرنے کے بعد جس کی تعجیل اور فوری ادائیگی بیان کر
دی گئی ہو یا اس قدر مہر ادا کر دیا گیا ہو جو عرفاً معجّل اور فوری
ادا ہوتا ہے اسی جیسی عورت کے لئے (یہ حکم ظاہر الرّوایہ میں ہے اور
غیر ظاہر الرّوایہ میں) یہ کہا گیا ہے کہ شوہر کو (بغیر رضامندی بیوی کے) حق سفر
وغیرہ حاصل نہیں ہے اور اسی قول پر فتویٰ دیا ہے فقیہ ابو اللّیث
نے اور (البتہ) شوہر کو یہ حق سفر حاصل ہوگا سفر شرعی سے کمتر مدّت
میں یعنی شوہر کو حق حاصل ہے کہ بیوی کو لے جانا مدت سفر سے کم مسافت میں

توضیح الوقایہ ماتن وقایہؒ اور شارح وقایہؒ نے ماقبل
عبارت وَلَهَا مَنْعُهُ مِنَ الْوَطْءِ وَالسَّفَرِ
بِهَا سے تفصیلی طور پر اوپر مضمون میں یہ وضاحت کی ہے کہ
عورت مہر معجل اور مہر متعارف وصول کرنے کے لئے شوہر پر دباؤ
ڈال سکتی ہے اور وطی ہمبستری اور خلوت وتنہائی، دواعی وطی اور
سفر میں جانا یا باپ کے گھر سے رخصتی کرنا ان امور سے عورت شوہر کو
روک سکتی ہے اس روکنے سے عورت کو ناشزہ اور فقہی طور پر
نافرمان نہ کہا جائے گا اب ماتنؒ وقایہ اور شارحؒ متن وشرح کے ذریعہ
اپنے قول والتنفس والخروج للحاجة فرما کر ماقبل مضمون کا ثمرہ
اور نتیجہ بیان فرمارہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مہر معجّل وصول کرنے سے

لے سفر شرعی سوا ستتر کلو میٹر ہے مسافت جسمیں قصر نماز اور روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ شاہد حسن قاسمی۔

پہلے تک بیوی کو یہ حق حاصل رہے گا کہ وہ اجازت شوہر کے بغیر والدین سے ملاقات کے لئے چلی جائے یا کسی جائز ضرورت کے لئے سفر ضروری یا گھر سے باہر جاسکتی ہے، یہ بات اس لئے کہی گئی کہ اسلامی قانون کے مطابق عقد نکاح کے بعد مرد و عورت کے درمیان تناؤ وکشیدگی سے پاک ماحول رہنا چاہئے اور اس مقصد کے حصول کیلئے ضروری ہے کہ بیوی اور شوہر کے بیچ اچھے تعلقات اور باہمی اجازت کا ماحول بنا رہے۔ قولہ ولا لہا المنع لقبض الکل فی المختار اس عبارت کے ذریعہ صاحب کتاب بتانا چاہتے ہیں کہ اگر مہر معجل اور فوری ادا تے گی والا نہ ہو بلکہ مؤجل ہو جس میں مہلت دی گئی ہو یا مطلقاً مہر ہے اور معجل و مؤجل یا متعارف کی کوئی تفصیل نہیں ہے تو متاخرین فقہاء کے ضابطہ کے مطابق کل مہر وصول کرنے کے لئے عورت منع وطی نہیں کرسکتی، شارح وقایہ کہتے ہیں کہ فھذا الحکم قد فہم یعنی اوپر کی عبارت اَوْ قَدْرٌ تَا یُعَجَّلُ سے اگرچہ یہ مسئلہ بطور مفہوم مخالف سمجھا جا رہا تھا لیکن ماتن وقایہ نے مزید تاکید اور وضاحت کے لئے اسی مسئلہ کو بیان کر دیا ہے، مفہوم مخالف یہ نکلتا تھا کہ عورت کو منع وطی کرنے کا حق مہر معجل کی شرط پر ہے اور معجل نہ ہو تو منع کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا صورت مسئلہ یہ ہے کہ بکر نے رشیدہ سے پانچ ہزار روپیہ مہر پر بغیر کسی قید و شرط کے نکاح کیا یعنی مہر معجل، فوری ادائے گی والا مہر شرعی اور مہر مؤجل مہلت والا مہر کی کوئی وضاحت نہ تھی تو اس قید و شرط کے نہ ہونے کی وجہ سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ مطلقاً مہر واجب ہے جو زندگی میں کبھی بھی ادا کیا

جاسکتا ہے اس لئے عورت کو منع وطی اور سفر سے انکار کرنے کے لئے
کوئی قانونی وجہ نہیں ہے، قولہٗ لاخلاف فی ان التخصیص
بالذکر فی الروایات یدل علی نفی الحکم عما عداہ،
یہ ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ اس سے پہلے
امام ابو حنیفہؒ کا مسلک گذر گیا ہے، من فتیاتکم المؤمنات، مومنہ باندیوں
سے نکاح جائز ہے تو امام شافعی رحمہ اللہ نے بطور مفہوم مخالف غیر مومنہ سے
جس میں کتابیہ باندی بھی شامل ہے نکاح کو ممنوع قرار دیا ہے لیکن
امام ابو حنیفہؒ نے مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں فرمایا ہے اور المؤمنات کی
قید کو اتفاقی مان کر کتابیہ باندی سے نکاح درست قرار دیا ہے تو
پھر یہاں ماتن وقایہ کی عبارت میں مفہوم مخالف کا اعتبار کیوں کیا
جا رہا ہے، جواب اعتراض، یہ ہے کہ جس کو لاخلاف سے شارح
وقایہ نے پیش کیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ تخصیص بالذکر یعنی کسی حکم میں
شرط یا وصف یا قید کے تذکرہ سے اس کے ماسوا کی نفی کا اعتبار کلام
انسانی اور روایات فقہیہ میں معتبر ہے۔ جیسے زید شوہر اپنی بیوی
ہندہ سے یوں کہے ان دخلت الدار فانت طالق اگر تو گھر میں
داخل ہوئی تو تجھ پر طلاق ہے اس کا مخالف یہ نکلتا ہے ان لم تدخل
الدار فانت لست بطالق اگر تو گھر میں داخل نہ ہوئی تو تجھ پر
طلاق نہیں ہے اس انسانی کلام میں امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ
کے درمیان اتفاق ہے اور اسی اتفاق کی بناء پر شارح وقایہ نے
فرمایا فھذا الحکم قد فھم مما تقدم یعنی یہ علم کہ عورت کو مہر
مطلق میں منع وطی کا حق حاصل نہیں ہے یہ ماقبل عبارت گذشتہ

۱؎ قدر ما یُعجّل سے بطور مفہوم مخالف سمجھا گیا ہے اور فقہی روایات اور انسانی کلام میں مفہوم مخالف کا اعتبار کرنے پر اتفاق ہے، امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ و فقہاء کے نزدیک لیکن قرآنی آیات میں مفہوم مخالف کا اعتبار امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نہیں ہے البتہ امام شافعی کے نزدیک قرآنی آیات میں بھی مفہوم مخالف کا اعتبار ہے جیسا کہ مِنْ فَتَیَاتِکُمُ الْمُؤْمِنَاتِ کی مثال پہلے گذر چکی ہے،

قولہ وَ اِنْ کَانَ ۲؎ اَصْلُ الْمَذْھَبِ، شارح وقایہ اس عبارت کے ذریعہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر کسی عورت کے مہر میں مہر معجّل یا مہر متعارف کی شرط و قید نہیں ہے تو اصل مذہب متقدمین فقہاء کرام کا یہ ہے کہ عورت اپنا مہر وصول کرنے کے لئے مرد کو وطی اور سفر وغیرہ سے روک سکتی ہے، متقدمین کی دلیل یہ ہے کہ لِاَنَّ الْمَھْرَ عِوَضُ الْبُضْعِ حضرات متقدمین فرماتے ہیں کہ نکاح دیگر معاملات کی طرح ایک معاملہ ہے اور نکاح میں عوض و معاوضہ کا رشتہ ہے عورت کا مہر معاوضہ اور حق ہے، بُضعہ اور اپنے کو سپرد کر دینے کا معاملات میں قانونی ضابطہ یہ ہے کہ جب تک پورا عوض ادا نہ کیا جائے تو مطلوبہ شئی حاصل کرنے کا حق نہیں ہے ایسے ہی یہاں مذکورہ مسئلہ میں قانون شرع یہ ہے کہ جب تک عورت اپنا عوض مہر وصول نہ کرلے تو عورت کے لئے تسلیمُ البُضعِ اور اپنے کو سپرد کر دینا واجب نہیں

قولہ ولا لو اُجّلَ کلّہٗ، پورا مہر مؤجل (فوری واجب الادا) طے نہ کرنے کی صورت میں ظاہر الروایت کے مطابق مہر کی وجہ سے شوہر کے حقوقِ زوجیت کو بیوی انکار نہیں کر سکتی اور شوہر کو وطی و سفر کا حق حاصل رہیگا وقیل لا اسکی اصل عبارت یہ ہے لا یُسافرُ بھا بلا رضاھا ولھا اَنْ تمنعَ یعنی مہر مؤجل کی صورت میں بھی عورت کو حقِ منع ہے اور شوہر مرضی کے بغیر بیوی کو بعید دوسرے علاقے میں نہیں لیجا سکتا، اور مفتی سمرقند نصر بن محمد ابو اللیث کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

عبارت وَاِنِ اختَلَفَا فِي المَهرِ فَفِي اَصلِهٖ يَجِبُ مَهرُ المِثلِ اِجمَاعًا اَي اِنِ اختَلَفَا فَقَالَ اَحَدُهُمَا لَم يُسَمَّ مَهرٌ وَقَالَ الاٰخَرُ قَد سُمِّيَ فَاِن اَقَامَ البَيِّنَةَ لَا شَكَّ فِي قَبُولِهَا وَاِن لَم يُقِم فَعِندَهُمَا يُحَلَّفُ فَاِن نَكَلَ ثَبَتَ دَعوَى التَّسمِيَةِ وَاِن حَلَفَ يَجِبُ مَهرُ المِثلِ وَاَمَّا عِندَ اَبِي حَنِيفَةَ يَنبَغِي اَن لَا يُحَلَّفَ لِاَنَّهٗ لَا يُحَلَّفُ فِي النِّكَاحِ عِندَهٗ فَيَجِبُ مَهرُ المِثلِ وَفِي قَدرِهٖ حَالَ قِيَامِ النِّكَاحِ القَولُ لِمَن شَهِدَ لَهٗ مَهرُ المِثلِ مَعَ يَمِينِهٖ اَي اِن كَانَ مَهرُ المِثلِ مُسَاوِيًا لِمَا يَدَّعِيهِ الزَّوجُ اَو اَقَلَّ مِنهُ فَالقَولُ لَهٗ مَعَ اليَمِينِ وَاِن كَانَ مُسَاوِيًا لِمَا تَدَّعِيهِ المَرأَةُ وَاَكثَرَ مِنهُ فَالقَولُ لَهَا مَعَ اليَمِينِ"

ترجمہ اور اگر اختلاف زوجین ہو اصل وجود مہر میں تو مہر المثل واجب ہوگا بالاتفاق یعنی اگر میاں بیوی کے درمیان مہر مقرر ہونے میں اختلاف ہوا اور ان میں سے کوئی ایک کہے کہ مہر مقرر نہیں ہوا ہے اور دوسرا کہے کہ مہر مقرر ہوگیا ہے پس اگر کہنے والا بینہ اور شہادت قائم کرلے تو کوئی شک نہیں ہے شہادت کے قبول کرنے میں اور اگر کہنے والا شہادت قائم نہ کرسکے تو صاحبین کے نزدیک (مدعیٰ علیہ) سے حلف لیا جائے گا پس اگر وہ حلف سے انکار کردے تو دوسرے (شخص مدعی) کا دعویٰ مہر مقرر ہونے پر ثابت ہوجائیگا اور اگر مدعیٰ علیہ حلف کرلے تو مہر المثل واجب ہوگا اور بہرحال امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مناسب یہ ہے کہ (اس معاملہ میں) حلف نہ دلایا جائے کیوں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک (متعلقات) نکاح کے سلسلے میں حلف نہیں دلایا جاتا ہے لیکن اس سلسلے میں مہر مثل ہی واجب ہوگا اور اگر اختلاف ہو مہر میں نکاح قائم ہونے کی حالت میں تو معتبر قول زوجین میں سے اس کا ہوگا جس کے قول کے مطابق اور قریب مہر المثل ... ہو اس سے قسم لینے کے ساتھ یعنی اگر مہر المثل برابر ہو اس مقدار مہر کے جس کا دعویٰ شوہر کر رہا ہے یا اس دعوے سے (کچھ) کم ہو تو

اس صورت میں شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور اگر مہر المثل برابر ہو اس مقدار مہر کے جس کا دعویٰ شوہر کر رہا ہے یا اس مہر سے زیادہ مہر مثل ہو تو اس صورت میں بیوی کا قول معتبر ہوگا قسم کے ساتھ ۔،

توضیح الوقایہ "اختلافِ مہر کی تفصیلاتُ " ماتن اور شارحِ وقایہ تفصیلاتِ وجوبِ مہر کے بعد اختلاف فی المہر کی متعدد صورتیں بیان کررہے ہیں، اختلاف فی المہر کی دو صورتیں ہیں "

صورتِ اولیٰ اس کو ماتنِ وقایہ نے ففی اصلہٖ سے تعبیر فرمایا ہے یعنی مہر کے اصل وجود پر اختلاف ہے مثلاً زید یہ کہے کہ مہر مقرر نہیں ہوا ہے اور ہندہ کہے کہ مہر مقرر ہوچکا ہے اس کا عکس بھی ہوسکتا ہے کہ مثلاً شوہر کہے کہ مہر مسمیٰ اور متعین ہے اور بیوی کہے کہ مہر مسمیٰ اور معین نہیں ہے مختلف حالات اور مفادات کے اعتبار سے اصل وجود مہر میں زوجین اختلاف کرسکتے ہیں۔ اختلاف مہر کی صورتِ اولیٰ کا حکم یہ ہے کہ یجب مہر المثل اجماعًا یعنی متفق بین الاحناف عورت کو مہر مثل ملے گا ماتنِ وقایہ کا قول واجماعًا یہ قول راجح کے اعتبار سے کہا گیا ہے اور طرفین (ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ) کا یہ مسلک ہے، مذکورہ اور اس مسئلہ میں امام ابو یوسفؒ کا اختلاف ہے امام ابو یوسف کے نزدیک شوہر کا قول معتبر ہوگا "

قولہ، فَاِنْ اَقَامَ البینۃ یہاں اَقَامَ کا فاعل مدعی ہے تسمیۃ المہر اور تعیین مہر کا دعویٰ کرنے والا اگر بینہ اور شہادتِ شرعی قائم کردے تو وہ بینہ بلاشبہ قبول کیا جائے گا اور اگر مدعی بینہ قائم نہ کرسکے تو صاحبینؒ کے نزدیک منکرِ تسمیۃ سے حلف لیا جائے گا اگر مدعیٰ علیہ حلف سے انکار کردے تو دوسرے فریق مدعی کا دعویٰ تسمیہ اور تعیینِ مہر کا دعویٰ ثابت ہوجائیگا اور اگر مدعیٰ علیہ یعنی منکرِ تسمیہ حلف کرلے تو مہر مثل ثابت ہوجائے گا

پیشی مقدمات اور ضابطۂ شرعی

مذہب اسلام ایک جامع اور کامل مذہب ہے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عدالتی نظام کے سلسلہ میں پیشی مقدمات کے لئے یہ طریق کار اور قانونی ضابطہ ارشاد فرمایا ہے، اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ یعنی مدعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنا مدعا ثابت کرنے کے لئے بینہ اور شہادت، قانونی و شرعی ضوابط کے طریقہ سے پیش کرے اور مدعیٰ علیہ اگر منکر ہے پس کیونکہ وہ تمام حالات میں مدعی کے دعویٰ کا انکار کررہا ہے تو اس کے انکار کی علت اور وجہ سے عمومی حالات مدعیٰ علیہ کے ذمہ قسم کھانا اور حلف کرنا ہے اس فرمانِ رسول علیہ السلام کی روشنی میں مقدمات کی کاروائی سے پہلے یہ جاننا اور طے کرنا ضروری ہے کہ ارکانِ مقدمہ میں مدعی کون ہے اور مدعیٰ علیہ کون ہے کیوں کہ ابتداءً ایسی اشتباہی کیفیت بعض مقدمات میں پیش آتی ہے کہ دونوں فریق من وجہ مدعی اور مدعیٰ علیہ دونوں حیثیت کے محسوس ہوتے ہیں خاص طور پر زوجین اور میاں بیوی کے مقدمات میں یہ حیثیت زیادہ نمایاں معلوم ہوتی ہے اس لئے قاضی اور اسلامی جج وعدلیہ کے لئے یہ بنیادی عنصر ہے کہ عرضی سن کر یہ تعین کرلے کہ ان فریقین میں مدعی کون ہے اور مدعا علیہ کون ہے، دنیاوی عدالتوں میں جو پہلے پہونچ جائے وہ مدعی اور بعد والا مدعیٰ علیہ کہلاتا ہے لیکن اسلامی نظام اس سلسلے میں گہری نظر اور زیادہ حقیقت پسندی سے کام لیتا ہے اسلامی عدالتی نظام میں ضوابط و شرائط موجود ہیں،، جو انصاف کیلئے ضامن ہیں

اختلاف فی المہر کی صورتیں

اختلافِ مہر کی بنیادی طور پر دو صورتیں (۱) اصل تسمیہ مہر پر اختلاف ہو جس کی تفسیر نفی اصلہ کے بیان میں گذر چکی ہے ،،

اختلافِ مہر کی دوسری صورت

یہ کہ مقدارِ مہر میں میاں بیوی کے درمیان اختلاف ہو مثلاً بیوی کہے کہ میرے مہر کے تین ہزار روپیے ہیں اور شوہر کہے کہ تمہارا مہر دو ہزار روپیے فقہی اصطلاح کے مطابق اگر اختلاف فی قدر المہر یعنی مقدار اور تعداد میں اختلاف ہو تو ماتنِ وقایہ نے اس دوسری صورت کو بقولہٖ وَفِی قَدْرِہٖ حَالَ قِیَامِ النِّکَاحِ سے بیان کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ مقدارِ مہر کے اختلاف کی صورت میں مہر المثل سے مساوات یا قرب کو معیار مانا جائے گا، یعنی صورتِ مسئلہ یہ بنے گی کہ زید شوہر مقدارِ مہر دو ہزار بتلا رہا ہے اور مہر المثل بھی دو ہزار یا دو ہزار سے کم ہے یعنی اٹھارہ سو ہے اور مہر المثل کے قریب اور دو ہزار مہر المثل کے مساوی اور برابر ہے تو ان دونوں صورتوں کا حکم شارحِ وقایہ کے قول کے مطابق یہ ہے "فَالْقَوْلُ لَہٗ بِیَمِیْنِہٖ" یعنی شوہر کا قول یمین کے ساتھ معتبر ہو جائے گا اس مسئلہ کا دوسرا جز بیوی سے متعلق ہے جس کو شارحِ وقایہ نے وَاِنْ کَانَ مُسَاوِیًا لَہٗ سے بیان کیا ہے یعنی ہندہ بیوی ہے اور ہندہ کا دعویٰ مہر تین ہزار روپیہ ہے اور اتفاق سے مہر المثل تین ہزار روپیہ ہے یا کچھ زیادہ یا کم ہے مثلاً بتیس سو روپیہ ہے تو اس کا حکم فَالْقَوْلُ لَہَا مَعَ الْیَمِیْنِ اس صورت میں عورت کا قول حلف کے ساتھ معتبر ہوگا "

شارحِ وقایہ کی عبارت وَاِنْ کَانَ مُسَاوِیًا لَہٗ میں کَانَ فعل ناقص کا اسم مَہْرُ الْمِثْلِ ہے لَہٗ میں ہٗ ضمیر غائب کا مرجع زوج ہے " اصل عبارت یہ ہے وَاِنْ کَانَ مَہْرُ الْمِثْلِ مُسَاوِیًا لِقَوْلِ الزَّوْجِ فالقول لہا مع الیمین اگر مہر المثل شوہر کے دعویٰ کے قریب ہو تو عورت کا قول اور دعویٰ مع الحلف معتبر ہوگا "

عبارت | وَاَیٌّ اَقَامَ بَیِّنَۃً قُبِلَتْ شَہِدَ مَہْرُ الْمِثْلِ لَہٗ اَوْ لَہَا، فِیْ ذَالِکَ لِاَنَّ الْمَرْأَۃَ تَدَّعِی الزِّیَادَۃَ فَاِنْ اَقَامَتْ بَیِّنَۃً

قُبِلَتْ وَاِنْ اَقَامَ الزَّوْجُ وَحْدَهٗ تُقْبَلُ اَيْضًا لِاَنَّ الْبَيِّنَةَ تُقْبَلُ لِدَفْعِ الْيَمِيْنِ كَمَا اِذَا اَقَامَ الْمُوْدَعُ بَيِّنَةً عَلٰى رَدِّ الْوَدِيْعَةِ اِلَى الْمَالِكِ تُقْبَلُ

ترجمہ اور فریقین میں سے جو کوئی بھی شہادت پیش کردے تو درست شہادت قبول کی جائے گی، مہر المثل مرد کے قول کے موافق ہو یا عورت کے اور یہ حکم اس لئے ہے کہ عورت دعویٰ کرتی ہے زیادتیٔ مہر کا پس اگر عورت نے اس پر شہادت قائم کردی تو شہادت قبول کی جائے گی اور اگر شوہر نے شہادت قائم کی تو اس کی شہادت بھی قبول کی جائے گی کیوں کہ بینہ اور شہادت قبول کئے جاتے ہیں حلف کو ہٹانے کے لئے جیسا کہ (اس صورتِ مسئلہ میں ہے) جبکہ مودع (جس کے پاس امانت رکھی جائے) شہادت قائم کردے امانت کے لوٹانے پر مالک کی طرف تو یہ شہادت قبول کی جاتی ہے ''

توضیح الوقایہ '' ایک فقہی سوال '' ماتنِ وقایہ نے ایٌّ اَقَامَ بَيِّنَةً لکھکر عمومی قانون اور ضابطہ البینة علی المدعی والیمین علٰی مَنْ اَنْکَرَ سے بظاہر انحراف وانکار کیا ہے کیوں کہ ایٌّ کے معنیٰ ہیں کہ مدعی اور مدعیٰ علیہ میاں بیوی میں سے جو کوئی بھی بینہ اور شہادتِ شرعی قائم کردے تو اس کا بینہ اور شہادت قبول ہوگا، ماتن کے متن ایٌّ اَقَامَ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بینہ کا حق از روئے فرمانِ نبوی مدعی کو حاصل ہے، مدعیٰ علیہ کے لئے انکارِ دعویٰ پر حلف ہوتا ہے بینہ اور شہادت کا حق مدعیٰ علیہ کو نہیں ہے، (اس اعتراض کا جواب) شارحِ وقایہ نے اپنے قول لِاَنَّ الْمَرْأَةَ تَدَّعِی الزِّيَادَةَ سے الیٰ قولہٖ تُقْبَلُ لِدَفْعِ الْيَمِيْنِ تک دیا ہے اور اعتراض کے جواب میں بنیادی نکتہ یہ ہے کہ مذکورہ صورتِ مسئلہ میں زوجین شوہر اور بیوی دونوں کے ساتھ دونوں حیثیت موجود ہیں یعنی بیوی اصلاً مدعی ہے کیوں کہ وہ مثبت زیادتیٔ مہر ہے اور عورت من وجہ مدعیٰ علیہا بھی ہے

کیوں کہ شوہر کا دعویٰ مہر اس مدعی سے مختلف مقدار موجود ہے ایسے ہی زوج اگرچہ اصلاً مدعیٰ علیہ ہے لیکن من وجہٍ مدعی بھی ہے اس لئے صورت مسئلہ میں مرد و عورت دونوں کے بینہ اور شہادت کا اعتبار کیا جائے گا عورت کا بینہ اور شہادت اس لئے معتبر ہے کہ عورت دعویٰ کر رہی ہے زیادتی مہر کا اس طرح عورت کی شہادت حسب ضابطہ قبول کی جائے گی "

قولہٗ وَاِنْ اَقَامَ الزَّوْجُ اور شوہر نے شہادت پیش کر دی مگر عورت شہادت نہ پیش کر سکی تو شوہر کا بینہ اور شہادت بھی قبول کیا جائے گا دلیلِ مسئلہ یہ ہے کہ "لِاَنَّ الْبَیِّنَۃَ تُقْبَلُ لِدَفْعِ الْیَمِیْنِ یعنی بعض مخصوص حالات میں جب کہ مدعیٰ علیہ بھی من وجہٍ مثبت ہو جیساکہ یہاں صورت مسئلہ ہے کہ شوہر ایک مختلف مقدار مہر کا مثبت اور دعویدار بھی ہے جو بیوی کے دعویٰ سے مختلف ہے اس لئے من وجہٍ مدعی اور اصلاً مدعیٰ علیہ کے باوجود یمین اور حلف کی جگہ پر شوہر کا بینہ اور شہادت قبول کیا جائے گا کیوں کہ بینہ اور شہادت دفع یمین اور حلف کو ہٹانے کے لئے قبول کئے جاتے ہیں بشرطیکہ مخصوص حالات ہوں جیساکہ اس صورتِ مسئلہ میں زوج من وجہٍ مثبت اور مدعی بھی ہے اس لئے زوج کا بینہ معتبر ہے

(فقہی مثالُ) شارحِ وقایہ نے اذا اقام المُودَعُ بَیِّنَۃً" سے ایک قانونی نظیر اور مثال پیش کرنا چاہتے ہیں اس مثال کا تعلق اوپر مذکورہ مسئلہ وَاِنْ اَقَامَ الزَّوْجُ وحدہٗ تُقْبَلُ سے ہے صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ زید مودِعُ (بکسر الدال امانت رکھنے والا) اور خالد مودَع (امینِ امانت ہے) تو اس مثال میں زید مدعی اور خالد مدعیٰ علیہ ہے لیکن خالد مودَع مدعیٰ علیہ ہونے کے باوجود اگر بینہ اور شہادت اس بات کے لئے پیش کر دے کہ اس نے امانت مالک کی جانب لوٹا دی ہے تو مدعیٰ علیہ کی یہ شہادت شرعاً قبول کی جاتی ہے"

وَاِنْ اَقَامَا بَيِّنَتَهَا اَنْ شَهِدَ لَهُ وَبَيِّنَتُهٗ اِنْ شَهِدَ

عبارت لَهَا لِاَنَّ الْبَيِّنَاتِ شُرِعَتْ لِاِثْبَاتِ مَا هُوَ خِلَافُ الظَّاهِرِ وَالْيَمِيْنَ شُرِعَتْ لِاَبْقَاءِ الْاَصْلِ عَلٰى اَصْلِهٖ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ وَالْاَصْلُ فِي النِّكَاحِ اَنْ يَكُوْنَ بِمَهْرِ الْمِثْلِ فَالَّذِيْ يَدَّعِيْ خِلَافَ ذَالِكَ فَبَيِّنَتُهٗ اَقْوٰى "

ترجمہ اور اگر (مذکورہ اختلاف کی صورت میں) شوہر اور بیوی دونوں بینہ اور شہادت قائم کرلیں تو بیوی کا بینہ اور شہادت معتبر ہو جائیگا اگر مہر المثل شوہر کے قول کے موافق ہو اور (بصورتِ دیگر) شوہر کے بینہ اور شہادت کا اعتبار ہو جائیگا اگر مہر المثل بیوی کے قول کے موافق ہو کیونکہ بینہ اور شہادت (قانوناً) مشروع ہیں ثابت کرنے کے لئے اس چیز کو جو ظاہر اور معلوم نہ ہو، اور قسم مشروع ہے اصل کو اپنے اصل مقام پر باقی رکھنے کے لئے (جیساکہ) حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بینہ اور شہادت پیش کرنا مدعی کے ذمہ واجب ہے اور قسم اس شخص پر ہے جو (مدعی کے دعوی کا) انکار کردے اور اصل ضابطہ نکاح میں یہ ہے کہ مہر المثل مقرر ہو پس (زوجین میں سے) جو کوئی بھی اس اصل یعنی مہر المثل کے خلاف دعوی کر رہا ہے تو (قانون کی نگاہ میں) اس کا بینہ اور شہادت زیادہ مقبول ہے "

توضیح الوقایہ ماتن اور شارحِ وقایہ ماقبل مذکور مسئلہ اختلاف المہر مقدارِ مہر کے اعتبار سے مسئلہ کی تفصیلات بیان فرمارہے ہیں اور یہ تفصیلات حال قیام النکاح اور زوجین کے درمیان نکاح برقرار رکھنے کی صورت میں موضوعِ گفتگو ہے، یہاں صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ زید اور ہندہ شوہر اور بیوی ہیں اور ان دونوں کے درمیان مقدارِ مہر میں اختلاف ہے مثلاً زید مقدار مہر دو ہزار روپیے تبلاتا ہے

اور ہندہ مقدارِ مہر تین ہزار روپیہ بتلارہی ہے اور دونوں میاں بیوی نے اپنے اپنے دعوے پر شہادت اور گواہی بھی پیش کردی تو اس صورت میں فیصلہ کرنا اور عدلیہ کو یہ طے کرنا کہ کس کی شہادت قابلِ قبول ہو یہ ایک دشوار کام ہے، فقہاء نے اس مشکل کا حل حدیثِ نبوی کی روشنی میں یہ پیش فرمایا کہ میاں، بیوی کے متضاد اور ایک دوسرے کے برخلاف دعووں کو مہر المثل سے موافقت اور قربت کے معیار پر حل کیا جائے اور زوجین میں سے کسی ایک کی شہادت اس معیار پر کھی جائے گی کہ مہر المثل کس کے دعوے کے قریب اور موافق ہے، اور مہر المثل جس کے دعوے کے موافق ہوگا اس کے خلاف فیصلہ دیا جائے گا، مثلاً مہر المثل دو ہزار ہے اور شوہر کا دعویٰ مقدارِ مہر بھی دو ہزار ہے تو اگرچہ شوہر نے اس پر شہادت بھی پیش کردی تو اس صورت میں شوہر کا دعویٰ اور شہادت رد کردی جائے گی اور شوہر کے مخالف بیوی کا دعویٰ جو تین ہزار ہے اگر بیوی شہادت بھی پیش کردے تو بیوی کے قول کو معتبر مانا جائے گا "

دلیل مسئلہ یہ ہے کہ "لِاَنَّ الْبَيِّنَاتِ شُرِعَتْ لِاِثْبَاتِ مَا هُوَ خِلَافُ الظَّاهِرِ"، مفہوم یہ ہے کہ اس سلسلہ میں چند فقہی ضوابط پر عمل کیا گیا ہے "

فقہی ضابطہ[1] بینہ اور شہادت خلافِ ظاہر اور غیر ثابت احکام ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں "

فقہی ضابطہ[2] "والیمین شُرِعَتْ لِاِبْقَاءِ الْاَصْلِ عَلٰی اَصْلِہٖ" قسم اور حلف اصل شئی کو اس کے اصل پر باقی رکھنے کے لئے مشروع اور وضع کئے گئے ہیں "

فقہی ضابطہ اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ
مدعی کے ذمہ شہادت ہے اور منکرِ دعویٰ یعنی
مدعیٰ علیہ کے ذمہ عام حالات میں حلف اور قسم واجب ہے ان ضوابط
کی روشنی میں ضابطہ مذکورہ نمبر ا کے مطابق مہر المثل ایک ظاہر اور
معین و ثابت شی ہے اور بینہ خلافِ ظاہر کے لئے ہوتا ہے اس لئے
مہر المثل سے موافق بینہ اور شہادت غیر ضروری اور ساقط ہوگا اور
جو شہادت مہر المثل کے موافق نہ ہو وہ خلافِ ظاہر اور خلافِ مہر المثل
ہونے کی بنا پر قابلِ قبول شہادت ہوگی اور یہاں پر کسی بھی فریق
کے لئے قسم اور حلف کی حاجت نہ ہوگی کیوں کہ قسم اصل کو باقی رکھنے
کے لئے ہے اور اشیاء کائنات میں اصل عدم ہے اور وجود امر
عارض ہے اور یہاں در پیش مسئلہ میں اصل اور عدم سے بحث
نہیں ہو رہی ہے بلکہ شوہر اور بیوی دونوں اپنے اپنے دعویٰ
مقدارِ مہر پر شہادت اثبات وجود پیش کر رہے ہیں گویا اس طرح زوجین
میں سے ہر ایک من وجہ مدعی اور من وجہ مدعیٰ علیہ بھی ہے اسلئے
زوجین کے بینہ اور شہادت میں سے جس کی شہادت اصل مقدار
مہر المثل کے مخالف ہے اس کے بینہ اور شہادت کو معتبر مانا گیا ہے
جیسا کہ شارحِ وقایہ مزید وضاحت فرما رہے ہیں وَالْاَصْلُ فِی النِّکَاحِ
اَنْ یَّکُوْنَ مَھْرُ الْمِثْلِ فرماتے ہیں کہ نکاح کے سلسلہ میں اصل اور بنیادی
چیز یہی ہے کہ نکاح کی مقدارِ مہر مہر المثل کے مطابق ہو پس جو آدمی اس
کے خلاف دعویٰ کرتا ہے تو گویا وہ خلافِ اصل اور خلافِ ظاہر چیز کو
ثابت کرنے کے لئے دعویٰ کر رہا ہے اور خاص طور پر جبکہ خلافِ ظاہر دعویٰ
کرنے والا معتبر شہادت بھی پیش کر دے اس شخص کی شہادت اور بینہ
دوسرے شخص کی شہادت اور بینہ کے مقابلہ پر زیادہ قوی معتبر اور قابلِ قبول ہو

عبارت وَإِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا تَحَالَفَا أَيْ إِنْ كَانَ مَهْرُ الْمِثْلِ بَيْنَ مَا يَدَّعِيهِ الزَّوْجُ وَالْمَرْأَةُ وَلَا بَيِّنَةَ لِأَحَدِهِمَا تَحَالَفَا فَإِنْ حَلَفَا أَوْ أَقَامَا قَضَى بِهِ أَيْ بِمَهْرِ الْمِثْلِ فَإِنْ حَلَفَا قَضَى بِمَهْرِ الْمِثْلِ وَكَذَا إِنْ أَقَامَ كُلٌّ مِنْهُمَا الْبَيِّنَةَ وَإِنْ أَقَامَ أَحَدُهُمَا فَقَطْ تُقْبَلُ بَيِّنَتُهُ وَلَمْ يَذْكُرْ هٰذَا الْقِسْمَ لِظُهُورِهِ وَهٰذَا الَّذِي ذَكَرْنَاهُ هُوَ فِي حَالِ قِيَامِ النِّكَاحِ فَأَرَادَ أَنْ يُبَيِّنَ الْاِخْتِلَافَ بَعْدَ وُقُوعِ الطَّلَاقِ فَقَالَ وَفِي الطَّلَاقِ قَبْلَ الْوَطْءِ حُكْمُ مُتْعَةِ الْمِثْلِ أَيْ إِنْ كَانَ مُتْعَةُ الْمِثْلِ مُسَاوِيَةً لِنِصْفِ مَا يَدَّعِيهِ الزَّوْجُ أَوْ أَقَلَّ مِنْهُ فَالْقَوْلُ لَهُ وَإِنْ كَانَتْ مُسَاوِيَةً لِنِصْفِ مَا تَدَّعِيهِ الْمَرْأَةُ أَوْ أَكْثَرَ مِنْهُ فَالْقَوْلُ لَهَا"

ترجمہ اور اگر مہر مثل شوہر اور بیوی کے دعووں کے درمیان مقدار ہو تو زوجین حلف کریں گے یعنی اگر مہر مثل اس مقدار کے درمیان ہو جس مقدار کا دعوی شوہر اور بیوی کر رہے ہیں اور دونوں میں سے کسی ایک کے پاس بینہ اور شہادت نہیں ہے (تو اس صورت میں) شوہر اور بیوی دونوں حلف کریں گے پس اگر شوہر اور بیوی دونوں ہی حلف کریں یا دونوں شہادت قائم کر دیں تو فیصلہ مہر مثل پر کیا جائیگا یعنی اگر دونوں حلف کریں گے تو حکم قاضی مقدار مہر مثل کے مطابق ہوگا اور ایسے ہی (مہر مثل پر فیصلہ کیا جائے گا) اگر زوجین میں سے ہر ایک شہادت قائم کریں۔ اور اگر زوجین میں سے صرف ایک فرد شہادت قائم کر سکے تو اس کا بینہ اور شہادت قبول کی جائے گی اور ماتن وقایہ نے اس قسم کو متن میں بیان نہیں فرمایا اس کے ظاہر اور واضح ہونے کی وجہ سے، اور یہ مذکورہ صورت جس کو ہم نے اوپر بیان کیا وہ قیام نکاح کی صورت میں (مراد) ہے (اس کے بعد) ماتن وقایہ نے ارادہ فرمایا اختلافِ مقدار مہر بیان کرنے کا، طلاق

واقع ہو جانے کے بعد پس ماتن نے فرمایا اور طلاق قبل الوطی اور (قبل الخلوت) کی صورت میں (اگر اختلاف مقدار مہر پر ہو) تو فیصلہ کیا جائے گا متعہ مثلی پر یعنی اگر متعہ مثلی مقدار یا قیمت میں برابر ہے شوہر کے دعویٰ کی نصف رقم سے یا نصف سے کم ہے تو شوہر کا قول معتبر ہے اور اگر متعہ مثلی مقدار یا قیمت میں برابر ہو جس کا دعویٰ عورت کر رہی ہے یا نصف سے زاید ہو تو (اس صورت) میں زوجہ کا قول معتبر ہو گا "

توضیح الوقایہ ماتنِ وقایہ نے وَفِی قَدْرِہٖ حَالَ قِیَامِ النِّکَاحِ سے مقدار مہر کا اختلاف بین الزوجین بصورتِ قیامِ نکاح کو بالتفصیل اوپر کی عبارت میں بیان فرمایا ہے اور اوپر کی عبارت میں زوجین کی شہادت کو مہر المثل سے مطابقت اور عدمِ مطابقت پر معلق فرمایا اب اسی مسئلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے ماتنِ وقایہ فرمارہے ہیں وَاِنْ کَانَ بینھما تحالفا اس کی اصل عبارت یہ ہے وَاِنْ کَانَ مَهْرُ الْمِثْلِ ثَابِتًا بَیْنَھُمَا تَحَالَفَا یعنی مقدار مہر مثل شوہر اور بیوی کے دعووں کے درمیان ہو تو اس صورت میں دونوں سے حلف لیا جائے گا، حلف کے تین حال ہیں (الف) دونوں حلف کریں (ب) دونوں حلف نہ کریں (ج) ایک حلف کرے اور ایک حلف نہ کرے، پہلی صورت میں حکم یہ ہے، فَاِنْ حَلَفَا قُضِیَ مَهْرُ الْمِثْلِ یعنی شوہر اور بیوی دونوں اپنے اپنے دعویٰ مقدار مہر پر اگر حلف اور قسم کریں تو مہر المثل کا فیصلہ کیا جائے گا دلیل یہ ہے، اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا یعنی شوہر اور بیوی کے حلف کرنے کی وجہ سے دونوں کے دعویٰ مقدار مہر میں تعارض و تناقض پیش آگیا اس لئے دونوں کا دعویٰ خارج کر کے خاندانی روایتی مہر یعنی مہر المثل پر فیصلہ کیا جائے گا ایسے ہی ثانی صورت کا حکم ہے زوجین میں سے اگر دونوں انکار حلف کرتے ہیں تو مہر المثل پر فیصلہ کیا جائے گا البتہ تیسری صورت میں جو حلف سے انکار کریگا

اس کا دعویٰ باطل اور جو حلف کرے گا اس کا دعویٰ مقدارِ مہر ثابت ہو جائیگا

قولہٗ ،، اَوْ اَقَامَا یعنی شوہر اور بیوی دونوں اپنے اپنے دعویٰ مقدار پر شہادت قائم کریں تو تعارض و تناقض کی بنا پر دونوں کے دعوے ساقط ہو جائیں گے اور مہر المثل پر فیصلہ کیا جائے گا "

قولہٗ ،، وَاِنْ اَقَامَ اَحَدُهُمَا فَقَطْ ،، یعنی زوجین میں سے کسی ایک نے اپنے دعویٰ مقدارِ مہر شہادت اور گواہی قائم کرلی اور دوسرا فریق شہادت قائم کرنے سے قاصر رہا تو شہادت والے کے حق میں مقدارِ مہر کا فیصلہ کیا جائے گا شرط یہ ہے کہ مہر المثل اس دعوے کے موافق اور مطابق نہ ہو اگر مہر المثل دعوے کے موافق ہو گا تو مخالف فریق کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا جس کی تفصیل اوپر گذر چکی "

قولہٗ ، وفی الطَّلَاقِ قَبْلَ الْوَطْیِ ،، ماتنِ وقایہ اس عبارت کے ذریعہ بتانا چاہتے ہیں کہ ماقبل عبارت میں مذکور تفصیلات اختلاف مقدار کے سلسلے میں جو توضیحات کی گئی ہیں ان کا تعلق شوہر اور بیوی کے درمیان نکاح باقی رکھنے کی صورت میں ہے اور اگر کسی وجہ سے نکاح قائم نہ رہ سکے اور طلاق بین الزوجین واقع ہو جائے تو اس صورت میں حکم مسئلہ بدل جائے گا "

اختلافِ مَهْر بعدَ الطلاق اس صورت کو صاحب کتاب نے حُكِّمَ مُتْعَةُ الْمِثْلِ یعنی متعۃ المثل کو حکم بنا کر فیصلہ کیا جائے گا ، مُتْعَةُ الْمِثْل سے مراد یہ ہے کہ متعہ کے تین کپڑے بیوی کو دیئے جائیں گے اور ان تین کپڑوں کا معیار مثلیت پر ہو گا یعنی بیوی کے ہم مثل خاندانی لڑکیوں کے معیار پر تین کپڑے بیوی کو دیئے جائینگے

شرطِ مسئلہ شارحِ وقایہ فرماتے ہیں اِیْ اِنْ کَانَ مُتْعَةُ الْمِثْلِ مُسَاوِیَةً لِنِصْفِ مَا یَدَّعِیْهِ الزَّوْجُ الخ

اس عبارت کی روشنی میں مسئلہ کی دو صورتیں ہیں (الف) متعۃ المثل یعنی شوہر کا دعویٰ مقدارِ مہر سے نصف کے برابر ہو یا نصف سے بھی کم ہو تو اس صورت میں قانونِ شرع یہ ہے فَالقَولُ لَهٗ یعنی مقدار مہر کے سلسلہ میں شوہر کا قول معتبر ہوگا یعنی اگر شوہر مقدارِ مہر ایک ہزار روپیہ بتلا رہا ہے تو وہی ایک ہزار کی مقدارِ مہر معتبر ہوگی اور بیوی کا قول رد کر دیا جائے گا "

(ب) یہ ہے کہ مُتعۃ المثل عورت کا دعویٰ مقدار مہر سے نصف ہو یا اس نصف سے زاید ہو تو اس صورت میں حکمِ شرع یہ ہے فَالقَولُ لَهَا یعنی اس صورت میں عورت کا قول مقدارِ مہر کے سلسلے میں معتبر ہوگا مثلاً بیوی مقدارِ مہر دو ہزار روپیہ بتلاتی ہے تو اس صورت میں بیوی کا قول معتبر ہوگا اور شوہر کا قول رد کر دیا جائے گا "

اختلافِ مہر اور طلاق بعد الوطی

اگر میاں اور بیوی کے درمیان مقدارِ مہر پر اختلاف ہو اور طلاق بعد الوطی ہو گئی ہو تو اس صورت میں مہر المثل کو معیار قرار دیا جائے گا مہر المثل جس کے قول سے قریب تر ہوگا اسی کا قول راجح اور معتبر مانا جائے گا اور مزید تفصیلات ماقبل عبارت وفی قدرہ کے ذیل میں گذر چکی "

عبارت

وَاِیٌّ اَقَامَ بَیِّنَةً قُبِلَتْ وَاِنْ اَقَامَا بَیِّنَتَهَا اَوْلٰی اِنْ شَهِدَتْ لَهٗ وَبَیِّنَتُهٗ اِنْ شَهِدَتْ لَهَا وَاِنْ کَانَتْ بَیْنَهُمَا تَحَالَفَا فَاِنْ حَلَفَا تَجِبُ مُتْعَةُ الْمِثْلِ وَمَوْتُ اَحَدِهِمَا کَحَیَاتِهِمَا فِی الْحُکْمِ وَبَعْدَ مَوْتِهِمَا فِی الْقَدْرِ الْقَوْلُ لِوَرَثَتِهٖ وَفِی اَصْلِهٖ لَمْ یُقْضَ بِشَیْءٍ وَقَالَا قُضِیَ بِمَهْرِ الْمِثْلِ وَبِهٖ یُفْتٰی "

ترجمہ اور زوجین میں سے جو کوئی بھی شہادت قائم کردے تو شہادت قبول کی جائے گی اور اگر دونوں شہادت قائم کرلیں تو بیوی کی شہادت زیادہ معتبر ہوگی اگرچہ متعۃ المثل شوہر کے دعوے کے قریب یا موافق ہو اور شوہر کی شہادت اور بینہ معتبر ہوگا اگر متعۃ المثل زوجہ کے دعوی کے موافق ہو اور اگر متعۃ المثل زوجین کے دعوؤں کے درمیان ہو (تو اس صورت میں) دونوں حلف کریں گے پس اگر وہ دونوں حلف کرلیں تو متعۃ المثل واجب ہوگا اور زوجین میں سے کسی ایک کا مرجانا ان دونوں کی حیات کی طرح ہے اور میاں بیوی دونوں کے مرجانے کے بعد (اگر اختلاف مہر ہو) تو مقدارِ مہر کے اختلاف کی صورت میں قول معتبر شوہر کے وارثین کا ہوگا اور اصل مہر اختلاف کی صورت میں (عند ابی حنیفہؒ) کسی چیز کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ مہر المثل کا فیصلہ دیا جائے گا اور یہی قول مفتی بہ ہے "

توضیح الوقایہ اس عبارت کا تعلق ماقبل کی عبارت سے متعلق ہے اوپر کی عبارت میں دفی الطلاق قبل الوطی کے ذریعہ ایک مخصوص مسئلہ مہر بیان کیا گیا تھا اب ای اقام بینۃ کے ذریعہ ماتن وقایہ فرماتے ہیں کہ اگر زوجین کے درمیان مقدارِ مہر پر اختلاف ہو اور اس اختلاف کا ظرف اور وقت طلاق قبل الوطی ہو یعنی ہمبستری سے پہلے زید نے ہندہ کو طلاق دیدی اور مقدارِ مہر اختلاف ہے زید کہتا ہے کہ مقدارِ مہر ایک ہزار ہے اور ہندہ کہتی ہے کہ مقدارِ مہر دو ہزار تو اس صورتِ مسئلہ میں صاحبِ کتاب فرمارہے ہیں کہ حکمِ شرع یہ ہے کہ ای اقام بینۃ قبلت کہ شوہر اور بیوی میں سے جو کوئی بھی اصالۃً یا وکالۃً اپنے دعویٰ پر بینہ اور شہادتِ شرعی پیش کردے تو یہ بینہ قبول کیا جائے گا خواہ مرد پیش کرے یا عورت کوئی امتیاز نہیں کیا جائے گا

اس مسئلے کی دوسری صورت یہ ہیکہ وَاِنْ اَقَامَ الخ یعنی مذکورہ بالا صورت مسئلہ کے مطابق طلاق قبل الوطی ہو اور مقدارِ مہر پر اختلاف ہو اور شوہر و بیوی دونوں اپنے اپنے متضاد دعوؤں پر بینہ اور شہادت قائم کریں اس صورت میں قانونِ شرع یہ ہے فَبَیِّنَتُهَا اَوْلٰی اِنْ شَهِدَتْ لَهُ یعنی اگر بیوی کا بینہ مہر المثل کے مطابق یا قریب ہو تو بیوی کی شہادت اور بینہ معتبر ہو جائے گا اور اگر یہ صورت ہو و بینته ان شهدت لها یعنی متعہ مثل عورت کے دعویٰ کے موافق ہو تو مرد کی شہادت معتبر ہوگی اور عورت کی شہادت رد کردی جائے گی دلیلِ مسئلہ ما قبل میں گذر چکی ہے بقول شارح الوقایہ "

لِاَنَّ الْبَیِّنَاتِ شُرِعَتْ لِاِثْبَاتِ مَا هُوَ خِلَافُ الظَّاهِرِ "

یعنی بینہ اور شہادت قانونی طور پر خلافِ ظاہر اور نامعلوم شی کو ثابت کرنے کے لئے مشروع اور وضع کیے گئے ہیں اور یہاں صورتِ مسئلہ میں متعۃ المثل کو معیار اور شی معلوم و ظاہر شی مانا گیا ہے کیونکہ متعہ مثلی متعارف اور معاشرتی طور پر معلوم شی ہے اس کے لئے کسی بینہ کی ضرورت نہیں ہے اس لئے جو بینہ متعہ مثلی کے موافق ہوگا وہ غیر ضروری اور تحصیلِ حاصل کے مرادف ہوگا اس لئے صاحب کتاب نے فیصلہ فرمایا کہ شوہر اور بیوی کے بیّنہ اور شہادت میں جو بینہ متعہ مثلی کے مخالف ہوگا اس کو معتبر مان لیا جائے اور جو بینہ متعہ مثلی کے موافق ہو اس کو غیر ضروری اور غیر معتبر مان کر رد کر دیا جائیگا ماتن کی عبارت میں ان شهدت فعل کا فاعلِ مقدر متعۃ المثل ہے اس مسئلے کی تیسری صورت یہ ہے ان کانت بینهما تحالفا یعنی اگر متعۃ المثل زوجین کے دعوؤں کے درمیان ہو تو اسی صورت میں شوہر اور بیوی حلف کریں گے مطالبۂ حلف کے بعد دو صورتیں ہیں یا تو دونوں حلف کریں گے تو اس صورت میں متعۃ المثل واجب ہوگا اور دوسری صورت یہ ہے کہ

زوجین میں سے کوئی ایک انکارِ حلف کر دے تو اس صورت میں دوسرے
فریق کے دعوے سے نصف رقم پر فیصلہ ہو گا اور اس طرح جو شخص حلف کرلیگا
اس کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا اگرچہ حلف مدعیٰ علیہ کے ذمہ ہوتا ہے لیکن
اس صورتِ مسئلہ میں فریقین میں سے ہر ایک من وجہ مدعی اور من وجہ مدعٰی علیہ
ہے اس لئے حلف کے ذریعہ دعویٰ ثابت کیا گیا ہے"

ماتنِ وقایہ عبارت "وموت

اِختلافُ المھرِ بعدَ موتِ اَحَدِ منَ الزَّوجَینِ

اَحَدِھِمَا" سے اختلاف
فی المھر کی ایک مخصوص صورت بیان کر رہے ہیں صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ
زید اور ہندہ میاں بیوی ہیں اور ان میں سے کوئی ایک مر گیا ہے مر دیا عورت
تو ایک کے زندہ رہنے کی صورت میں اختلافِ مہر پیدا ہو جائے تو اس
مسئلے کے سلسلہ میں قانونِ شرع کا حکم یہ ہے کہ "وموت احدھما کحیاتھما
(فی الحکم) یعنی جو تفصیلات میاں بیوی کے اختلافِ مہر کے سلسلہ میں ماقبل
عبارت میں گذر چکی ہیں اور ماقبل عبارت کا تعلق زوجین کی حالتِ حیات ہی
سے ہے زوجین میں سے کسی ایک کا مر جانا بھی وہی حکمِ شرع رکھتا ہے جو زوجین
کی حالتِ حیات میں ہے یعنی انہیں تفصیلات کا اعتبار کیا جائے گا جو تفصیلات
ماقبل عبارت میں گذر چکی ہیں"

اور اختلافِ مہر کی مزید چھ صورتیں ہیں (۱) اختلاف اصل وجود مہر میں ہو
اور یہ اختلاف حالتِ نکاح میں ہو (۲) اختلاف اصل مہر میں ہو اور طلاق
قبل الوطی کی صورت میں اختلاف ہوا ہو (۳) اختلاف حالتِ نکاح میں
باعتبار مقدار مہر ہوا ہو (۴) اختلاف بعد الطلاق قبل الوطی مقدارِ مہر کے اعتبار
سے ہو پانچویں صورت یہ بھی ہے کہ اختلاف اصل مہر میں ہو اور بعد الوطی ہوا ہو
چھٹی صورت یہ ہے کہ اختلاف مقدارِ مہر میں اور بعد الوطی اختلاف ہوا ہو ان چھ
صورتوں کی جو تفصیلات اور احکامات ماقبل عبارات میں گذر چکے ہیں، رہی

حکم شرع اس صورت میں بھی رہے گا جب کہ زوجین میں سے کسی ایک کی موت واقع ہوگئی ہو اور ایک زندہ ہو، دوسری صورت یہ ہے کہ زوجین دونو مرجائیں اور پھر اختلافِ مہر بین الوارثین ہو جائے ماتن وقایہ نے وبعد موتھما سے اس مسئلے کو بیان فرمایا ہے تفصیل یہ ہے "

اِخْتِلَافُ المَهْرِ بَعْدَ مَوْتِ الزَّوْجَیْنِ صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ زید اور ہندہ دونوں میاں بیوی مرگئے اور انکے مرنے کے بعد پسماندگان اور وارثین کے درمیان مقدارِ مہر پر اختلاف ہو مثلاً شوہر کے وارثین کہتے ہیں کہ مقدارِ مہر پانچ ہزار ہے اور بیوی کے وارثین اور اہل خاندان یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ مقدارِ مہر چھ ہزار یا زائد ہے بشرطیکہ کسی بھی فریق کے پاس بینہ اور قانونی شہادت شرعی نہ ہو تو اس صورت میں حکمِ مسئلہ یہ ہوگا، **القولُ لورثتہٖ** یعنی شوہر کے وارثین کا قول معتبر مان لیا جائے گا "

اور اس مسئلہ کی دوسری صورت بھی ہے جس کو ماتن وقایہ نے **وفی اَصْلِہٖ** سے بیان کیا ہے اس عبارت کا مقصد یہ ہے کہ زوجین کے مرنے کے بعد ان کے وارثین کے درمیان اصل وجود مہر یا تسمیہ وتعیین مہر پر اختلاف ہو مثلاً شوہر کے رشتہ دار یہ کہیں کہ زوجہ کا کوئی بھی مہر متعین نہیں تھا اور لڑکی والے کہیں کہ مہر مسمیٰ وثابت ہے اور دونوں فریق کے پاس شہادتِ شرعی نہ ہو تو امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ **لم یُقْضَ بِشَیْءٍ** یعنی کسی بھی فریق کے حق میں کسی بھی چیز کا فیصلہ نہیں دیا جائے گا، بلکہ دونوں فریق کے دعوے تعارض کی بنا پر ساقط ہو جائیں گے،

مسلکِ ابوحنیفہؒ کے سلسلے میں کچھ اور بھی تفصیلات ہیں ان تفصیلات کو قاضی خان نے شرح الجامع الصغیر میں اس طرح بیان کیا ہے **فلو کانَ العَھْدُ قَرِیْبًا قُضِیَ بِمَھْرِ المِثْلِ** یعنی اگر زوجین کی موت کا زمانہ نزدیک کا ہو

تو مذکورہ مسئلہ میں مہر المثل پر فیصلہ کر دیا جائے گا البتہ زمانہ بعید اور پرانی بات ہو جائے تو شہادت کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں دیا جائے گا حضرات صاحبین کا مسلک یہ ہے کہ بہر صورت مہر المثل پر فیصلہ دیا جائے گا اور یہی قول مفتی بہ ہے "

عبارت وَإِنْ بَعَثَ إِلَيْهَا شَيْئًا فَقَالَتْ هُوَ هَدِيَّةٌ وَقَالَ هُوَ مَهْرٌ فَالْقَوْلُ لَهُ إِلَّا فِيمَا هُيِّئَ لِلْأَكْلِ كَالْخُبْزِ بِخِلَافِ الْحِنْطَةِ

ترجمہ اور شوہر نے بیوی کے پاس کوئی چیز بھیجی اور بیوی نے کہا کہ وہ بھیجی ہوئی چیز ہدیہ اور تحفہ ہے اور شوہر نے کہا کہ وہ مہر ہے تو اس صورت میں شوہر کا قول معتبر ہوگا مگر وہ چیزیں مستثنیٰ ہیں جو کھانے کے لئے ہوتی ہیں جیسے روٹی وغیرہ برخلاف گیہوں کے (کہ گیہوں مستثنیٰ نہیں ہے "

، بیوی کے لئے تحفہ اور مہر کا فرق ،

توضیح الوقایہ مصنف عبارتِ مذکورہ کے ذریعہ بیوی کے لئے تحفہ اور مہر کا فرق بیان کرنا چاہتے ہیں، اس سلسلے میں قانونِ شرع یہ ہے "

ضابطہ ۱ بیوی کو کوئی بھی چیز استعمالی یا غیر استعمالی دیتے وقت شوہر اس سامان کو تحفہ اور ہدیہ کہکر دے تو بہر صورت وہ ہدیہ اور تحفہ ہی ہے، دلیلِ مسئلہ یہ ہے لِأَنَّ الْمَرْءَ يُؤْخَذُ عَلَى إِقْرَارِهِ، کیونکہ ہر انسان اپنے قول و اقرار پر پابند ہوتا ہے، اس لئے شوہر نے جو سامان تحفہ کہکر دیا ہے وہ تحفہ ہی رہے گا اور شو. کے قول بدلنے سے وہ مہر میں شمار نہ ہوگا بشرطیکہ شہادتِ شرعی؛ در عرفِ عام موجود ہو "

ضابطہ ۲ شوہر نے بیوی کو کچھ سامان اور چیزیں دیں اور شوہر نے اس سامان کو نہ ہدیہ بتلایا نہ مہر، اور وہ سامان نان ونفقہ واجبہ اور روزمرہ استعمال سے متعلق نہیں ہے جیسے گیہوں کی بوری اور کپڑوں کے تھان بڑی مقدار میں دے دیئے ہوں اس سامان کو اگر شوہر مہر کہے تو حکم شرعی

یہی ہے کہ فالقول لہٗ یعنی شوہر کا یہ قول کہ یہ سامان مہر ہے معتبر ہوگا اور بیوی کا یہ دعویٰ کہ سامانِ تحفہ ہے غیر معتبر ہوگا "

ضابطہ ۳ شوہر نے بیوی کو ایسے سامان اور اشیاء دیں جن کا تعلق نفقہ واجبہ اور حاجات اصلیہ سے ہے، نفقہ کی تعبیر قانونِ شرع میں یہ ہے کہ (الف) مناسب طریقے پر کھانا پینا (ب) مناسب اور درمیانی درجے کا استعمالی کپڑا (ج) اور رہنے کے لئے مناسب مکان یا مکان کا کرایہ اور روزمرہ زندگی کی ضروری اشیاء نفقہ کے مفہوم میں شامل ہیں اور شوہر کے ذمہ واجب ہے ایسی اشیاء کا حکم ماتنِ وقایہ نے فرمایا الا فیما ھیئ للاکل کالخبز الخ یعنی وہ چیزیں جو کھانے پینے کے لئے ہیں اور یا استعمالی اشیاء ہیں وہ سب ہدیہ اور تحفہ ہی کہلائیں گی " اور ان اشیاء کے بارے میں بیوی کا قول معتبر ہوگا عرفِ عام اور عرفِ شرع کی بناء پر "

ضابطہ ۴ ہدیہ اور تحفہ اور مہر کی تعیین کے سلسلے میں متعارف طریقوں، عرفِ عام، عرفِ شرع و احکامِ شرع معتبر ہونگے جو چیزیں اس خطے اور زمان و مکان میں عرفاً تحفہ ہوتی ہیں وہ تحفہ سمجھی جائیں گی اور جو چیزیں عرفاً مہر معجل اور موجل سمجھی جاتی ہیں عرف کی بناء پر ان کو مہر ہی سمجھا جائے گا، عُرف " معاشرے اور سوسائٹی کا وہ جائز طرزِ عمل ہے جو کسی علاقہ میں مخصوص طور پر پایا جائے "

عبارت فَاِنْ نَکَحَ ذِمِّیٌّ ذِمِّیَّۃً اَوْ حَرْبِیٌّ حَرْبِیَّۃً ثَمَّہٗ اَیْ فِیْ دَارِ الْحَرْبِ بِمَیْتَۃٍ اَوْ بِلَا مَھْرٍ وَذَا جَائِزٌ عِنْدَھُمْ اَیْ ذَا الْحَالُ اَنَّ النِّکَاحَ بِلَا مَھْرٍ یَجُوْزُ عِنْدَھُمْ فَلَا یَجِبُ شَیْئٌ وَاِنَّمَا قَالَ ھٰذَا لِاَنَّہٗ اِنْ لَّمْ یَجُزْ ھٰذَا فِیْ دِیْنِھِمْ اَوْ یَجِبُ الْمَھْرُ عِنْدَھُمْ لَا یَکُوْنُ حُکْمُ الْمَسْئَلَۃِ عَدَمَ وُجُوْبِ الْمَھْرِ

فَوُطِئَتْ اَوْ طُلِّقَتْ قَبْلَهٗ اَوْ مَاتَ فَلَا مَهْرَ لَهَا ؎ ،،

ترجمہ پس اگر نکاح کیا کسی ذمی کافر نے ذمیہ کافرہ سے یا کسی حربی کافر نے حربیہ کافرہ سے وہاں دار الحرب میں بعوض مردار جانور کے یا بغیر مہر کے اور ایسا کرنا درست بھی ہو کفار کے نزدیک یعنی حال یہ ہو اس قسم کا نکاح بلا مہر درست ہو ان کفار کے نزدیک تو کوئی چیز بھی مہر میں واجب نہ ہوگی اور بیشک ماتن نے یہ فرمایا اس لئے کہ بیشک اگر جائز نہ ہو ایسا کرنا ان کے دین میں (یا ایسی صورت مسئلہ میں) واجب ہوتا ہو مہر ان کے نزدیک تو حکم مسئلہ نہیں ہوگا مہر واجب نہ ہونے کے لئے (پس اس نکاح کے بعد) اس عورت سے وطی کی گئی یا طلاق دے دی گئی قبل الوطی یا (اس کا) شوہر مرگیا تو (ایسی) عورت کے لئے مہر نہیں ہے ؎ ،،

توضیح الوقایۃ ماتن اور شارح وقایہ اس عبارت کے ذریعہ دار الاسلام میں رہنے والے غیر مسلموں کے طریقۂ نکاح میں عدم مداخلت اور ان کے عائلی قوانین و پرسنل لا میں دخل اندازی نہ کرنے کا حکم اور صورت مسئلہ بیان کر رہے ہیں ؎ ،،

غیر مسلم اور ان کا پرسنل لا لفظ ذِمِّیٌّ اور ذمیۃٌ نکرہ غیر موصوفہ ہیں اس تنکیر سے اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ہر غیر مسلم کے لئے یہی ضابطہ ہے خواہ کتابی ہو یا غیر کتابی، عیسائی ہو یا یہودی یا مشرک سب کا حکم برابر ہے " ذِمّی ،، وہ غیر مسلم کہلاتا ہے جو دار الاسلام میں قیام کرلے یا وہیں کا رہنے والا ہو اور اسلامی جزیہ و قوانین کو قبول کرلیا ہو " مُسْتَامِنُ ،، وہ غیر مسلم جو پاسپورٹ اور ویزا جیسی اجازت کے ذریعہ دار الاسلام آیا ہے اس کا بھی یہی حکم ہے ایسے ہی حربی وہ غیر مسلم ہے جو دار الحرب کا باشندہ اور رہنے والا ہے ؎ ،،

دَارُالحَرْب وہ ملک کہلاتا ہے جس سے مسلمانوں کا کوئی معاہدۂ امن نہ ہو اور دار الاسلام کے مسلمان ان سے حقیقۃً یا حکماً حالتِ جنگ سمجھتے ہوں وہ دارالحرب ہے، اس طرح ذمی، مستامن اور حربی تینوں قسم کے غیرمسلم مرد وعورت اپنے پرسنل لار، رسوم، رواج اور طریقۂ نکاح میں آزاد ہیں

مذہبی آزادی اور اسلام

قرآن پاک اور پیغمبر اسلام علیہ السلام نے بنی آدم اور تمام انسانوں کو مذہبی آزادی بخشی ہے، ارشادِ قرآنی ہے لَاۤ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (دین میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے) اس کلی ضابطہ سے تمام غیرمسلم بالعموم مستفید اور فیض حاصل کرتے ہیں آج سے چودہ سو برس پہلے پیغمبر اسلام کی زبان فیض ترجمان سے قرآن عظیم نے یہ اعلان عظیم بھی فرمایا تھا، لکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ "۔ تمہارے لئے تمہارا طریقۂ دین اور میرے لئے میرا طریقۂ دین ہے یعنی مذہب اسلام کے دلائل، محاسن وفضائل، دلائلِ آفاقی و دلائل انفسی کے ذریعہ دنیا والوں کے سامنے اچھی طرح روشن کر دیئے گئے اور اسکے بعد غیرمسلموں کے لئے دو راستے متعین کر دیئے گئے "

پہلا طریقہ دینِ اسلام قبول کرلینا جو لوگ دینِ حق کو قبول کر لیتے ہیں ان کو مکمل برابر کے حقوق حاصل ہیں غریب وامیر، غنی وفقیر، حبشی و رومی کا کوئی فرق نہیں ہے

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ غیرمسلم لوگ مسلمانوں کے ساتھ معاہدۂ امن اور ذمہ داری قبول کریں اور ایک مقررہ جزیہ اور سالانہ محصول ادا کرتے رہیں ایسے لوگوں کو ذمی مرد یا ذمیہ عورت کہا جاتا ہے ان کے بارے میں ارشاد نبی علیہ السلام ہے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے "

اسلامی ملک میں اقلیتوں کے حقوق

کسی بھی ملک کی اقلیت اور (مینورٹی) اس ملک کا اثاثہ اور قابل توجہ جماعت ہوتی ہے ہادئ عالم رحمت للعالمین صلعم نے اقلیتوں کے لئے عظیم حقوقِ انسانی

عطا فرمائے ہیں، اقلیت کو اسلامی اصطلاح میں ذمی کہا جاتا ہے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ذمی غیر مسلموں کے بارے میں ارشاد فرمایا دِمَاءُهُم كَدِمَاءِنَا وَأَمْوَالُهُم كَأَمْوَالِنَا یعنی غیر مسلموں کے خون کا تحفظ ہمارے خون اور جان و مال کے برابر قابلِ حفاظت ہے۔ اور غیر مسلموں کے جان و مال جائداد اور زراعت، کاروبار اور تجارت مسلمانوں کے جان و مال کی طرح محفوظ رکھے جائیں، اور نتیجۃً غیر مسلموں کو کسی نوع کا گزند اور تکالیف نہ پہونچائی جائیں اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کو مار دے تو اس مسلمان کو اسلامی قانون کے مطابق قصاصًا پھانسی دی جائے گی اس طرح غیر مسلموں کے جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے مسلمانوں کو پابند کر دیا گیا ہے ایسے ہی غیر مسلموں کے طریقۂ نکاح کے بارے میں شارح وقایہ فرماتے ہیں،

وَالْحَالُ اَنَّ النِّكَاحَ بِلَا مَهْرٍ الخ یعنی غیر مسلم اپنے طریقۂ نکاح میں آزاد ہیں مسلمانوں کے طریقۂ نکاح یا طریقۂ مہر کے لئے وہ پابند نہیں ہیں البتہ اگر غیر مسلموں کے مذہب میں مہر ضروری ہے اور یہ لوگ نکاح بلا مہر کریں یا میتہ کو مہر بنائیں تو پھر ان کے مذہب کے مطابق مہر واجب کیا جائے گا اور اگر یہ لوگ بعد میں مسلمان ہو جائیں تو مہر المثل یعنی ان کی خاندانی روایات کے معیار پر مہر کا فیصلہ کیا جائے گا،،

اس مسئلے کی مزید وضاحت ماتنِ وقایہ فَوُطِئَتْ اَوْ طُلِّقَتْ قَبْلَهُ سے فرمارہے ہیں اور کہنا چاہتے ہیں کہ غیر مسلم عورت کا نکاح اگر بلا مہر یا بالمیتہ ان کے مذہب میں جائز ہو اور ذمیہ سے ہمبستری بھی ہو گئی ہو یا طلاق قبل الوطی ہو یا شوہر مر گیا ہو تو غیر مسلموں کے ضابطے کے مطابق اس عورت کے لئے کوئی مہر واجب نہیں ہوگا، اور اگر یہی صورتِ مسئلہ کسی مسلمان مرد نے مسلمان عورت سے اختیار کی ہو یعنی نکاح بلا مہر یا نکاح بعوض المیتہ کوئی مسلمان طے کرلے تو مسلمان

کے لئے حکم مسئلہ بدل جائے گا اور اسلامی پرسنل لا کے مطابق مہر المثل واجب ہوگا جو خاندانی روایات کے اعتبار سے دیا جاتا ہے "

عبارت وَإِنْ نَكَحَهَا بِخَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ عَيْنٍ ثُمَّ أَسْلَمَا أَوْ أَسْلَمَ أَحَدُهُمَا فَلَهَا ذَالِكَ وَفِي غَيْرِ عَيْنٍ قِيمَةُ الْخَمْرِ فِيهَا وَمَهْرُ الْمِثْلِ فِي الْخِنْزِيرِ لِأَنَّ الْخَمْرَ عِنْدَهُمْ مِثْلِيٌّ كَالْخَلِّ عِنْدَنَا وَلَا يَحِلُّ أَخْذُهَا فَإِيجَابُ الْقِيمَةِ يَكُونُ إِعْرَاضًا عَنِ الْخَمْرِ وَأَمَّا الْخِنْزِيرُ فَمِنْ ذَوَاتِ الْقِيَمِ عِنْدَهُمْ كَالشَّاةِ عِنْدَنَا فَإِيجَابُ الْقِيمَةِ لَا يَكُونُ إِعْرَاضًا عَنْهُ فَيَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ إِعْرَاضًا عَنِ الْخِنْزِيرِ "

ترجمہ اور اگر نکاح کیا ذمی یا حربی غیر مسلم نے ذمیہ غیر مسلم عورت سے بعوض مہر مقدار شراب معین یا بعین خنزیر، اور پھر وہ دونوں اسلام لے آئے یا ان دونوں میں سے کوئی ایک اسلام لے آیا تو ذمیہ عورت کیلئے وہی چیز مقررہ مہر ہے اور غیر معین خنزیر اور غیر معین شراب کی قیمت واجب ہے شراب مہر ہونیکی صورت میں اور مہر المثل واجب ہے (غیر معین) خنزیر کی صورت میں کیوں کہ شراب عند الکفار شئی مثلی ہے جیساکہ سرکہ مسلمانوں کے نزدیک شئی مثلی ہے اور حلال نہیں ہے مسلمان ہونے کے بعد شراب کا لینا اس لئے قیمت واجب کرنا اعراض ہو جائے گا شراب سے اور بہر حال خنزیر پس وہ ذوات القیم میں سے ہے عند الکفار جیساکہ بکری (ذوات القیم میں سے ہے) ہمارے نزدیک اور قیمت کو واجب کرنا (بصورت مہر خنزیر) اعراض نہ ہوگا خنزیر سے اس لئے مہر المثل واجب ہوتا ہے خنزیر سے اعراض کرنے کے لئے "

" نو مسلم اور حالت کفر کا مہر "

توضیح الوقایۃ اس عبارت کے ذریعہ مہر کی ایک مخصوص صورت بیان فرمائے ہیں، صورت مسئلہ یہ ہے کہ کسی مرد و عورت نے حالت کفر میں نکاح کیا تھا اور پھر وہ دونوں مسلمان ہو گئے یا ان میں سے کوئی ایک مسلمان ہو گیا اور اتفاقاً بیوی

کا مہر شراب کی کوئی خاص مقدار معین یا معین خنزیر کو قرار دیا گیا تو اس کا
حکم یہ ہے فلھا ذالك (ای المذکور فی المھر) یعنی اس عورت کے لئے
وہی معین شراب اور وہی معین خنزیر مہر ہوگا اب اس عورت کا کام ہے
کہ وہ اسلام لانے کے بعد ان حرام چیزوں کو ضائع کر دے کیوں کہ شرعًا یہ
چیزیں مال متقوم[1] محترم نہیں ہیں، اس مسئلے کی دوسری صورت یہ ہے
وَفِی غَیْرِ عَیْنٍ یعنی شراب یا خنزیر معین نہ ہوں بلکہ مطلقًا بغیر تعین شراب
اور خنزیر کو مہر بنا لیا گیا ہو تو اس صورت میں حکم یہ ہے فقیمة الخمر فیھا
یعنی شوہر شراب کی جگہ پر شراب کی قیمت دیگا اور غیر معین خنزیر کے عوض
مہر المثل واجب ہوگا "

دَلیل مَسئلہ یہ ہے لِاَنَّ الْخَمْرَ مِثْلِیٌّ یعنی شراب شئی مثلی ہے
مثلی اس چیز کو کہتے ہیں جس کا مثل اور اس
جیسی چیز ممکن اور موجود ہو جیسے کیلی اور وزنی اشیاء یعنی وہ چیزیں جو ناپی
اور تولی جاتی ہیں جیسے گیہوں یا چاول وغیرہ اور دودھ اور شربت اور شراب
وغیرہ یہ ناپنے کی چیزیں ہیں اور یہ سب مثلی اشیاء کہلاتی ہیں "

ضابطہ فقہی یہ ہے کہ شئی مثلی کی قیمت کا حکم عین شئی کا حکم نہیں ہوتا
کیوں کہ ایک شئی کے دو مثل نہیں ہوا کرتے ہیں کیونکہ
مثلی کا مثل اور ہم نوع موجود ہوتا ہے اس لئے مثلی شئی کی قیمت اس شئی کا
عین حقیقی نہیں ہے اس لئے شراب کی قیمت بطور مہر دی جا سکتی ہے
جب کہ شراب مہر میں طے ہو گئی ہو تو یہی حکم مذکور نافذ ہوگا "

واما الخنزیر فمن ذوات القیم " اور بہر حال خنزیر ذوات القیم
میں سے ہے اور ذوات القیم کے لئے یہ ضابطہ ہے کہ ذوات القیم کی
قیمت عین شئی کے حکم میں ہے اس طرح خنزیر یا کسی بھی حرام جانور کی
قیمت لینے کا حکم اسی جانور کو لینے کے حکم میں ہے جو قطعی حرام ہے "

---

[1] یعنی مال حرام متقوم ہے اپنی ذات کے اعتبار سے، شاہد حسن قاسمی "

ذوات القیم کے معنیٰ یہ ہیں کہ جتنے حیوانات اور جانور ہیں اگرچہ حلال جانور ہوں یا حرام وہ سب ذوات القیم ہیں جیسے خنزیر کفار کے لئے ذوات القیم ہے اور بکری، گائے، بیل، بجنیس مسلم اور غیر مسلم کے نزدیک یہ جانور ذوات القیم ہیں یعنی ان جانوروں میں برابری قیمت کے اعتبار سے ہوتی ہے اور یہ اللہ کا قانون ہے کہ کوئی بھی حیوان اور جانور اپنے بدن اور بناوٹ کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے اگر ہم ایک ہی عمر کی دو بکری پر غور کریں گے تو ان کے اندرونی نظام اور نشو ونما اور بدنی کیفیت میں قدرتی طور پر فرق ہوگا اس لئے یہ جانور ذوات القیم کہلاتے ہیں بخلاف گیہوں اور چنے وغیرہ کے کہ وہ ایک دوسرے کے مثل اور قریب ہوتے ہیں اور حیوانات وجانور ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اور ان کی قیمت کا حکم عین جانور کے حکم میں ہے اس لئے قانونِ شرع ہے کہ خنزیر کی قیمت بھی مہر میں نہ لی جائے بلکہ مہر المثل پر فیصلہ کیا جائے

مسلکِ فقہاءِ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر شراب وخنزیر دونوں ایک ساتھ مہر ہوں تو تابع بنا کر دونوں کی قیمت دی جائے گی "، امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ شراب وخنزیر دونوں حرام ہیں اس لئے جس طرح شراب کی قیمت مہر دی جا سکتی ہے ایسے ہی خنزیر کی قیمت بھی مہر میں دی جا سکتی ہے "

مسلکِ امام اعظم یہی ہے جس کو متنِ وقایہ میں مصنف نے بیان فرمایا ہے کہ کیلی اور مثلی شی ہونے کی وجہ سے خمر اور شراب کی قیمت واجب ہوگی لیکن بصورتِ خنزیر، خنزیر نہ دیا جائے گا بلکہ مہر المثل بصورتِ وطی دیا جائیگا

بَابُ نِکَاحِ الرَّقِیْقِ وَالْکَافِرِ

نِکَاحُ الْقِنِّ وَالْمُکَاتَبِ وَالْمُدَبَّرِ وَالْاَمَۃِ وَاُمِّ الْوَلَدِ بِلَااِذْنِ السَّیِّدِ مَوْقُوْفٌ اِنْ اَجَازَ لَہٗ نَفَذَ وَاِنْ رَدَّ بَطَلَ فَاِنْ نَکَحُوْا بِالْاِذْنِ فَالْمَھْرُ عَلَیْھِمْ وَیُبَیْعُ الْقِنُّ فِیْہِ لَا الْاٰخَرَانِ اَیِ الْمُکَاتَبُ وَالْمُدَبَّرُ بَلْ یَسْعَیَانِ۔

ترجمہ

"حالتِ کفر اور حالتِ غلامی میں نکاح کا بیان"

غلام محض اور مکاتب اور مدبر اور باندی محض اور ام ولد کا نکاح بلا اجازتِ آقا موقوف رہتا ہے اگر مولیٰ غلام کو اجازت دیدے تو نکاح نافذ ہوجائے گا اور اگر مولیٰ رد کردے تو یہ نکاح باطل ہوجائیگا پس اگر یہ مذکورہ غلام نکاح کریں باجازتِ مولیٰ تو ادا رمہر انہی لوگوں کے ذمہ ہوگا اور بیچا جاسکے گا غلام محض کو مہر کے عوض میں نہ کہ دوسرے لوگوں کو یعنی مکاتب اور مدبر (نہیں بیچے جائیں گے) بلکہ یہ دونوں قسم کے لوگ سعی اور کما کر کسب کے ذریعہ مہر ادا کریں گے "

تشریح اللغات

الرقیق غلام لغۃً رَقَّ باب نصر سے صیغہ صفت ہے پتلا مال ہونیوالا، چونکہ غلام کے اختیارات حالتِ غلامی میں بمقابلہ حُر اور آزاد شخص کے کمزور اور پتلے ہوتے ہیں اس مناسبتِ لغوی سے غلام کو رقیق کہا جاتا ہے، الرقیق کا الف لام جنس کے لئے ہے ہر قسم کے غلام اس مفہوم میں داخل ہیں "

الکافِرُ باب نصر سے اسم فاعل ہے ناشکری کرنے والا اس میں الف لام عہد خارجی کے لئے ہے یہاں پر مخصوص وہ کافر مرد و عورت مراد ہیں جنھوں نے

حالتِ کفر میں نکاح کیا اور نکاح کے بعد اسلام قبول کرلیا ماتنِ وقایہؒ نے ایسے مخصوص غیر مسلموں کے مسائل ضرورتاً بیان فرمائے ہیں اور آگے ذکر ہونیوالی عبارت فَاِنْ اَسْلَمَ الْمُتَزَوِّجَانِ الخ سے مخصوص غیر مسلموں کے درپیش مسائلِ نکاح کی تفصیلات بیان فرمائی ہیں "

القِنّ مطلقاً غلام کے لئے بولتے ہیں ایسا غلام جس کی بیع وشراء شرعاً جائز ہے یعنی قن وہ غلام ہے جو مکاتب اور مدبر نہ ہو "

المکاتَب باب مفاعلۃ سے اسم مفعول کا صیغہ بمعنی کتابت کیا گیا، لکھا گیا، اصطلاحاً مکاتب وہ غلام ہے جس کا آقا اس سے بدلِ کتابت اور معاوضۂ آزادی کے بدلے آزاد کرنے کا معاملہ کرے جب تک بدلِ کتابت کا معاملہ باقی ہے تو ایسے غلام کی بیع اور عقدِ نکاح موقوف ہے "

المُدَبَّر باب تفعیل سے اسم مفعول ہے، اصطلاحاً وہ غلام جس کے لئے آقا نے تدبیرِ حریت اور اپنے مرنے کے بعد آزادی کا وعدہ کیا ہو مدبّر کہلاتا ہے اور ایسی باندی مدبّرہ کہلاتی ہے غلامِ مدبّر آقا کے مرنے کے بعد ثلث اور تہائی مال سے آزاد ہوجاتا ہے مثلاً بکر آقا ہے اس کا غلام زید غلام مدبر ہے بکر کا ترکہ بعد وفات تین ہزار روپیہ ہے تو یہ غلام مدبر صرف ایک ہزار روپیہ قیمت لیکر بحق مدبّر آزاد ہوجائے گا اور اگر غلام مدبّر کی قیمت ڈیڑھ ہزار روپیہ ہے تو یہ غلام مدبر آزادی کامل کے لئے پانچ سو روپیہ محنت اور کسب کے ذریعہ کماکر یا کہیں سے بھی لیکر وارثین کو ادا کرے گا اور آزادی پالے گا "

اَمَۃ بمعنی باندی محض ام الولد لغوی معنیٰ بچے کی ماں شرعاً باندی سے وطی اور ہم بستری بغیر نکاح بھی جائز ہے باندی سے ہم بستری کے دو حال ہیں ۱ باندی سے بچہ پیدا ہو اور آقا اس بچے کا اقرارِ نسب نہ کرے تو وہ باندی امتِ محضہ رہے گی ۲ آقا باندی سے پیدا ہونیوالے

بچے کا اقرار نسب کرے اور ھٰذا الولد منی یہ پیدا ہونے والا بچہ میرا ہے کہدے تو ایسی باندی ام الولد کہلاتی ہے ام الولد میں من وجہ حریت اور آزادی کی صلاحیت آجاتی ہے اسی لئے ام الولد کی بیع شرعاً نہیں ہوسکتی بلکہ آقا کے مرنے کے بعد ام الولد ثلث اور تہائی مال سے آزاد ہوجائے گی اور اگر ثلث مال سے زائد قیمت ہے تو مدبر کی طرح پیسہ کماکر وارثین کو دے گی اور آزادی حاصل کرے گی "

احکام الفقہیۃ صاحب کتاب نے فرمایا بلا اذن السید موقوف یعنی مذکورہ بالا غلام اور باندی کا نکاح آقا کی اجازت پر موقوف رہتا ہے اگر کسی غلام یا باندی نے بغیر اجازتِ مولیٰ نکاح کرلیا تو اس کے دو حال ہیں (۱) آقا اجازت دیدے تو نکاح نافذ ہوجائے گا (۲) آقا اجازت نہ دے تو نکاح باطل ہوجائے گا "

قولہ فان نکح بالاذن الخ اگر غلام آقا کی اجازت سے نکاح کرے تو بیوی کا مہر غلام پر واجب ہوگا آقا پر کوئی ذمہ داری نہ ہوگی کیوں کہ مہر کا سبب نکاح اور کمالِ مہر کا سبب استمتاع اور جسمانی نفع اٹھانا ہے اور ان سب چیزوں کا تعلق صرف غلام شوہر سے ہے آقا سے نہیں ہے اس لئے مہر کا وجوب بھی شوہر غلام پر ہی رہے گا "

قولہ، وَبِیعَ القِنُّ فِیہِ، ہٗ ضمیر غائب کا مرجع المہر ہے یہ عبارت ایک سوالِ مقدر کا جواب ہے یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قانونی اعتبار سے غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا غلام کی ہر چیز کا مالک اس کا آقا ہوتا ہے تو پھر غلام اپنی بیوی کا مہر کیسے اور کہاں سے ادا کرے گا اس سوال کا جواب صاحبِ وقایہ نے یہ دیا ہے کہ وَبِیعَ القِنُّ یعنی بیوی کے مہر کی وجہ سے بیوی کے مطالبۂ مہر پر غلام محض کو بیچا جاسکتا ہے اور غلام کی قیمت اس کی بیوی کو دیدی جائے گی البتہ مکاتب اور مدبر کی بیع ممنوع ہونے کی وجہ سے

ان دونوں کو نہیں بیچا جائے گا بل یَسْعَیَانِ بلکہ مکاتب و مدبّر سعی اور محنت سے کما کر مہر ادا کریں گے ''

عبارت وَقَوْلُهُ طَلِّقْهَا رَجْعِيَّةً إِجَازَةٌ لَا طَلِّقْهَا أَوْ فَارِقْهَا أَيْ إِذَا تَزَوَّجَ عَبْدٌ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوْلَاهُ فَقَالَ الْمَوْلَى طَلِّقْهَا رَجْعِيَّةً فَهُوَ إِجَازَةٌ لِأَنَّ الطَّلَاقَ الرَّجْعِيَّ يَقْتَضِي سَبْقَ النِّكَاحِ بِخِلَافِ طَلِّقْهَا إِذْ يُمْكِنُ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ تَرْكَهَا وَهٰذَا الْمَعْنَى أَلْيَقُ بِالْعَبْدِ الْمُتَمَرِّدِ، وَأَمَّا فَارِقْهَا فَهُوَ أَظْهَرُ فِي هٰذَا الْمَعْنَى

ترجمہ اور آقا کا اپنے غلام سے کہنا کہ اپنی زوجہ کو طلاقِ رجعی دیدے یہ اجازتِ نکاح ہے اور آقا کا یہ کہنا کہ زوجہ کو طلاق دیدے یا زوجہ کو جدا کردے (یہ) اجازتِ نکاح نہیں ہے یعنی اگر کسی غلام نے اپنا نکاح کر لیا اپنے مولیٰ کی اجازت کے بغیر اس کے بعد آقا نے (غلام سے) کہا کہ اپنی زوجہ کو طلاقِ رجعی دیدے پس یہ قول اجازت ہے کیونکہ طلاق رجعی چاہتی ہے پہلے وجودِ نکاح کو بخلاف اس سے یہ کہنے کے کہ بیوی کو آزاد کر دے اس لئے کہ ممکن ہے کہ مراد زوجہ کو چھوڑنا ہو اور یہ معنی مرادی اس کلام میں زیادہ لائق اور مناسب قرینہ ہیں نافرمان غلام کے لئے اور بہرحال آقا کا قول فارقها زوجہ کو جدا کر دے پس یہ کلام زیادہ ظاہر ہے اس معنی یعنی چھوڑنے کے معنی میں ''

توضیح الوقایہ ماتن اور شارحِ وقایہ اس عبارت کے ذریعہ مذکورہ بالا مسئلہ کی وضاحت اور تفصیل بیان فرما رہے ہیں اور یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ غلام اپنا نکاح کرنا چاہے تو آقا سے اجازت لینا ضروری ہے اور اگر غلام نے بغیر اجازتِ مولیٰ نکاح کر لیا ہو تو بھی اجازتِ مولیٰ ضروری ہے ''

اجازتِ مولیٰ کے دو طریقے ہیں (۱) مولیٰ صراحۃً صاف لفظوں میں اسکو اجازتِ نکاح دیدے مثلاً مولیٰ یوں کہے رَضِیْتُ وَأَجَزْتُ النِّکَاحَ ''

یعنی مولیٰ یوں کہے کہ میں بخوشی راضی ہو کر اجازتِ نکاح دیر ہا ہوں تو یہ بھی اجازت معتبر ہے (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ مولیٰ دلالۃً اجازتِ نکاح دیدے اس کی مثال یہ ہے طَلِّقْهَا رَجْعِيَّةً یعنی مولیٰ غلام سے یہ کہے کہ اس بیوی کو طلاقِ رجعی دیدے یہ کلام بھی دلالۃً اجازتِ نکاح ہے دلیلِ مسئلہ یہ ہے کہ طلاقِ رجعی نکاحِ سابق کو چاہتی ہے تو مولیٰ اس کلام کے ذریعہ نکاحِ سابق کو ثابت مان رہا ہے حالانکہ یہ نکاح بغیر اجازتِ نکاح کیا گیا تھا اور ضابطۂ طلاق یہ بھی ہے کہ طلاق اجنبیہ پر واقع نہیں ہوتی بلکہ منکوحہ پر طلاق پڑتی ہے تو اس کلام میں رجعیۃ کی قید یہ بتلا رہی ہے کہ مولیٰ نے غلام کا نکاحِ سابق کو تسلیم کرلیا ہے حالانکہ نکاح مولیٰ کی اجازت کے بغیر ہی غلام نے کیا تھا لیکن مولیٰ کی جانب سے طَلِّقْهَا رَجْعِيَّةً کہنا اور طلاقِ رجعی کا حکم دینا اجازتِ نکاح کے مرادف سمجھا جائیگا اور ضابطۂ فقہی یہ بھی ہے کہ اجازتِ نکاح کے بعد طلاق دینے کا حق صرف شوہر کو ہے شوہر غلام ہو تب بھی یہی حکم ہے اس لئے غلام شوہر بھی طلاق دینے کا پابند نہیں ہے اور اس طرح یہ نکاح درست ہو جائے گا "

قَوْلُہٗ لَا طَلِّقْهَا أَوْ فَارِقْهَا یعنی بغیر اجازتِ مولیٰ نکاح کی صورت میں آقا کی جانب سے غلام کو طَلِّقْهَا (یعنی چھوڑ دے) کا حکم دینا اور یہ کہنا کہ زوجہ کو طلاق دیدے یہ کلام اجازتِ مولیٰ نہیں ہے "

دلیلِ مسئلہ یہ ہے کہ طَلِّقْ بمعنی اُتْرُکْ کے بھی مستعمل ہوتا ہے اور طَلِّقْ بمعنی طلاقِ شرعی کے بھی استعمال ہوتا ہے مخاطب کے اعتبار سے معنیٰ متعین کئے جائیں گے مولیٰ کا مخاطب عبدِ متمرد سرکش و نافرمان غلام ہے اور سرکش ہونے کی علامت یہی ہے کہ اس نے بغیر اجازتِ مولیٰ نکاح کرلیا ہے جبکہ وہ قانوناً اجازتِ مولیٰ کا پابند تھا تو اس صورت میں طَلِّقْهَا کے معنیٰ اُتْرُکْهَا کے ہیں یعنی بیوی کو چھوڑ دینے کے معنیٰ زیادہ مناسب ہوں گے یہ قرینۂ محل ہے

باعتبار مخاطب، پس چھوڑ دینے کے معنیٰ کے لئے یہ مرجح موجود ہے بخلاف طَلِّقْهَا رجعيةً کے کیوں کہ طلاق رجعی سے نکاح ختم نہیں ہوتا بلکہ عورت حلال رہتی ہے رجعیۃً کے قرینہ سے یہ کلام اجازتِ نکاح ہے اور جہاں رجعیۃً کی قید نہیں ہے وہاں زوجہ کو چھوڑ دینے کے معنیٰ مراد ہیں ایسے ہی اَوْفَارِقْهَا بیوی کو جدا کر دے یہ لفظ بھی عدم اجازت اور چھوڑ دینے کے معنیٰ میں ظاہر اور روشن ہے "

عبارت — وَاِذْنُهٗ لِعَبْدِهٖ بِالنِّكَاحِ يَعُمُّ جَائِزَهٗ وَفَاسِدَهٗ فَيُبَاعُ الْعَبْدُ لِمَهْرِ مَنْ نَكَحَهَا فَاسِدًا بَعْدَ اِذْنِهٖ فَوَطِئَهَا وَاِنْ لَمْ يَطَاْهُ الْعَبْدُ فِي النِّكَاحِ الْفَاسِدِ لَا يَجِبُ الْمَهْرُ وَلَوْ نَكَحَهَا ثَانِيًا اَوْ اُخْرٰى بَعْدَهَا صَحِيْحًا وُقِفَ عَلَى الْاِجَازَةِ اِيْ لَوْ نَكَحَهَا نِكَاحًا ثَانِيًا صَحِيْحًا اَوْ نَكَحَ امْرَاَةً اُخْرٰى بَعْدَ تِلْكَ الْمَرْاَةِ نِكَاحًا صَحِيْحًا ، تَوَقَّفَ عَلَى الْاِجَازَةِ لِاَنَّ الْاِجَازَةَ قَدِ انْتَهَتْ بِذٰلِكَ النِّكَاحِ الْفَاسِدِ

ترجمہ — اور مولیٰ کا اجازت دینا اپنے غلام کو نکاح کے لئے (یہ اجازت) شامل ہے غلام کے نکاح صحیح اور غلام کے نکاح فاسد دونوں کے لئے اسی لئے غلام کی بیع کی جا سکے گی مہر کی وجہ جس غلام نے نکاح فاسد کیا ہو اپنی بیوی سے اجازتِ مولیٰ کے بعد اور زوجہ سے وطی بھی کر لی ہو اور اگر غلام نے نکاح فاسد میں وطی نہیں کی تو مہر واجب نہ ہوگا اور اگر غلام نکاح کرے اس عورت سے دوبارہ یا کسی دوسری عورت سے اس پہلی عورت کے بعد نکاحِ صحیح کرے تو یہ نکاح موقوف رہے گا اجازتِ مولیٰ پر یعنی اگر غلام نے نکاح کیا اس عورت سے نکاحِ ثانی صحیح ہونے کے اعتبار سے یا غلام نے دوسری عورت سے نکاح کیا اس سابقہ عورت کے بعد نکاحِ صحیح کیا تو یہ نکاح ثانی موقوف رہے گا اجازتِ مولیٰ پر اس لئے کہ اجازتِ سابقہ پوری ہو چکی اس پہلے نکاحِ فاسد کے ذریعہ "

توضیح الوقایہ ماتن اور شارحِ وقایہ اس عبارت کے ذریعہ اوپر بیان کئے ہوئے ضابطۂ فقہی برائے نکاحِ غلام اجازتِ مولیٰ کی ضرورت اور اس کا حکم بوضاحت بیان فرمارہے ہیں اور فرماتے ہیں ،

واذنہ لعبدہ الخ صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ زید آقا ہے اور اس کا غلام کوئی شخص ہے زید سے اس کے غلام نے حسب ضابطۂ نکاح اجازت حاصل کی اور غلام نے اجازتِ مولیٰ کے بعد ہندہ سے نکاح بھی کرلیا لیکن اتفاق سے غلام کا نکاحِ شرعی قوانینِ نکاح کے اعتبار سے باطل یا فاسد قرار دیا گیا تو فقہی قانون یہ ہے کہ جو اجازت مولیٰ نے اپنے غلام کو برائے نکاح عطا کی تھی وہ اجازتِ نکاحِ فاسد یا باطل دونوں صورتوں میں پوری ہوگئی ہے اب غلام کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ نکاح فاسد کو ختم کردے ، نکاحِ فاسد کے دو حال ہیں (۱) قبل الوطی نکاحِ فاسد کو فسخ کیا گیا اس کا حکم لایجب المہر ہے یعنی کسی قسم کا مہر واجب نہیں ہے (۲) بعد الوطی اور ہمبستری کے بعد نکاح فاسد فسخ کیا گیا تو اس صورت میں قانونِ شرع یہ ہے کہ عورت کا مہر واجب ہوگا اور مہر کی ذمہ داری شوہر غلام پر ہوگی اس لئے بیوی کو مہر دلوانے کا طریقہ یہ ہوگا فیباع العبد لمہر من نکحہ فاسداً یعنی اجازتِ مولیٰ کے بعد غلام نے جس عورت سے نکاح فاسد کیا اور وطی بھی کی تو ادائیگی مہر کے لئے غلام کو بیچ دیا جائے گا اور وہ قیمت بطور مہر کے بیوی کو دیدی جائے گی ، اس مسئلے کی ایک دوسری صورت یہ ہے **وَلَوْ نَکَحَ ثَانِیًا اَوْ اُخْرٰی بَعْدَھَا** یعنی جس غلام نے نکاح فاسد کیا پھر اس فاسد کو فسخ کرکے وہ غلام نکاح صحیح کرنا چاہے تو یہ نکاح جدید اجازت پر موقوف ہوگا سابقہ اجازتِ نکاح اب ختم ہوگئی ہے ایسے ہی اگر غلام کسی دوسری عورت سے نکاح صحیح کرنا چاہے تو یہ نکاح بھی موقوف علی اجازۃ المولیٰ ہوگا ، دلیلِ مسئلہ یہ ہے **لان الاجازۃ قد انتہت** یعنی پہلی اجازت اس نکاح فاسد پر ختم ہوچکی ہے اس لئے

نکاح ثانی صحیح یا کسی اور دوسری عورت سے جدید نکاح کے لئے جدید اجازت مولیٰ کی ضرورت ہے ،،

عبارات وَلَوْ تَزَوَّجَ عَبْدًا مَدْيُوْنًا مَأذُوْنًا لَهُ صَحَّ وَسَاوَتْ غُرَمَاءَهُ فِي مَهْرِ مِثْلِهَا أَيْ سَاوَتِ الْمَرْأَةُ غُرَمَاءَهُ فِي مِقْدَارِ مَهْرِ الْمِثْلِ أَيْ إِنْ بِيْعَ الْعَبْدُ يُقْسَمُ ثَمَنُهُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَالْغُرَمَاءِ بِالْحِصَّةِ فَتَأْخُذُ بِحِصَّةِ ثَمَنِهَا إِنْ كَانَ الْمَهْرُ أَقَلَّ مِنْ مَهْرِ الْمِثْلِ أَوْ مُسَاوِيًا أَمَّا إِذَا كَانَ زَائِدًا فَلَا تَأْخُذُ بِحِصَّةِ مَا زَادَ بَلْ يُؤَخَّرُ حَقُّهَا إِلَى اسْتِيْفَاءِ الْغُرَمَاءِ دُيُوْنَهُمْ

ترجمہ اور اگر نکاح کیا عبد مدیون ماذون لہ نے تو یہ نکاح درست ہے اور اس غلام کے قرض خواہ کے برابر بیوی رہے گی اپنے مہر مثل کی مقدار میں یعنی زوجہ قرض خواہوں کے برابر رہے گی مہر المثل کے مقدار تک اگر غلام بیچ دیا گیا تو غلام کی قیمت تقسیم کی جائے گی عورت اور قرض خواہوں کے درمیان حصہ کے اعتبار سے پس عورت لے لیگی اپنے مہر کے حصے کو اگر مہر مسمیٰ کم ہو مہر المثل سے یا مہر مثل کے برابر ہو، بہر حال جبکہ مہر مسمیٰ مہر المثل سے زائد ہو تو عورت نہیں لے گی مقدار زائد کے حصے کو بلکہ عورت کا حقِ باقی مؤخر کیا جاوے گا یہاں تک کہ قرض خواہ پورا پورا وصول کرلیں اپنے قرضوں کو ،،

توضیح الوقایہ، لغاتِ الفقہیہ، عَبْدِ مَاذُوْن، وہ غلام جس کو مولیٰ نے عمومی معاملات کے لئے اجازت دیدی ہے، مَدْیُوْن مقروض، غُرَمَاء کا واحد غریم، صاحبِ حق اور مالکِ قرض مراد ہے ویسے تو غریم اضداد میں سے ہے مالکِ قرض اور مقروض دونوں کے لئے حسب قرینۂ کلام استعمال ہوتا ہے ،، استیفاء اپنا حق پورا اور کامل لے لینا ،،

ماتن اور شارح وقایہ اس عبارت کے ذریعے غلام کے نکاح کے سلسلے میں ایک مخصوص صورتِ مسئلہ بیان فرما رہے ہیں ،،

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ، عبد بمعنی غلام مدیون مقروض، ماذون وہ غلام جس کو آقا نے کاروبار کی اجازت دے رکھی ہے عبد ماذون کے ذمہ جو قرض ہوتا ہے اس قرض کا ذمہ دار بھی وہ غلام خود ہے یہ عبد ماذون ایک حد تک بااختیار ہوجاتا ہے اس لئے یہ غلام اپنا نکاح بھی کر سکتا ہے اس کو الگ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے بشرطیکہ عبد ماذون اِعْمَلْ بِرَأْيِكْ اپنی رائے سے کام کرتا رہے اس جیسی عمومی اجازت غلام کو حاصل ہو تو ایسا عبد ماذون مجازِ نکاح ہے اس صورتِ مسئلہ میں عبد ماذون پر دو قسم کے حقوق واجب ہو رہے ہیں (۱) عبد ماذون مدیون اور مقروض بھی ہے (۲) عبد ماذون نے نکاح بھی کیا ہے تو اس کے ذمہ زوجہ کا مطالبۂ مہر بھی ہے اور ان دونوں مطالبوں کا ذمہ دار خود عبد ماذون ہے اور عبد ماذون کے پاس صرف اپنی جان اور اپنی ذات ہے جس کو بیچ کر وہ دونوں قسم کے مطالبے پورا کر سکتا ہے، شرعی ضابطے کے مطابق بیوی اور قرض خواہ دونوں اپنا حق مانگنے میں برابر کے شریک ہیں، اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حق کیسے لیں تو ایک طریقہ یہ ہے کہ غلام کی آزادی کا انتظار کریں جو امر موہوم ہے" دوسرا طریقہ یہ ہے کہ حسب معمول غلام کو بیچ دیا جائے اور غلام کی قیمت بیوی اور قرض خواہوں میں تقسیم کر دی جائے"

غلام کی قیمت اور مہر

اس مسئلہ کا حکم صاحبِ وقایہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے وَسَاوَتْ غُرَمَاءَهُ فِيْ مَهْرِ مِثْلِهَا، یعنی بیوی مہر مثل کی مقدار تک غرماء کے ساتھ شریک ہو کر بقدر حصہ مہر لے سکتی ہے، صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ زید عبد ماذون ہے اور ہندہ اس کی بیوی ہے اور زید کے ذمہ رشید اور بشیر کا قرض بھی ہے، اب سوال یہ ہے کہ حقِ مہر اور حقِ قرض کیسے ادا کیا جائے جب کہ ہندہ کا مہر مسمّٰی اور معین ہے تو کیا مہر مسمّٰی کا اعتبار ہوگا یا مہر المثل کا، مصنف نے فرمایا کہ عارضِ شرعی غرماء کی وجہ سے

غلام کے مخصوص حالات کی بناء پر فی الحال غلام کو بیچ کر قرض خواہوں اور بیوی کو مہر المثل کے اعتبار سے حصۂ مال دیا جائے گا بشرطیکہ مہر مسمیٰ زائد ہو مہر المثل سے لیکن اگر مہر مسمیٰ مہر المثل سے کم ہو یا برابر ہو تو مہر مسمیٰ کا اعتبار کیا جائے گا لیکن مہر مسمیٰ زائد ہونے کی صورت میں مہر المثل کے بقدر ادائیگی کی جائے گی "باقی مقدار کے لئے یہ حکم ہے بل یُؤَخَّرُ حَقُّهَا اِلٰی اِسْتِیْفَاءِ الْغُرَمَاءِ دُیُوْنَهُمْ یعنی مہر مسمیٰ کا باقی حصہ مؤخر رکھا جائے گا غرماء اور دوسرے قرض خواہوں کے قرض وصول ہونے تک اور جب سب کا قرضہ اتر جائے گا تو مہر المثل اور مہر مسمیٰ کا درمیانی فرق ادا کیا جائے گا مثلاً مہر مسمیٰ تین ہزار روپیہ تھا اور مہر المثل دو ہزار تھا تو یہ ایک ہزار کا فرق بعد میں ادا کیا جائے گا "

عبارت وَمَنْ زَوَّجَ اَمَتَهٗ تَخْدُمُهٗ وَيَطَاُهَا الزَّوْجُ اِنْ ظَفِرَ بِهَا وَلَا تَجِبُ التَّبْوِيَةُ لٰكِنْ لَا نَفَقَةَ وَلَا سُكْنٰى اِلَّا بِهَا اَيْ لَا يَجِبُ عَلَى الزَّوْجِ نَفَقَتُهَا وَسُكْنَاهَا اِلَّا بِالتَّبْوِيَةِ وَهِيَ اَنْ يُّخَلِّيَ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗ اَيْ بَيْنَ الْاَمَةِ وَالزَّوْجِ فِيْ مَنْزِلِهٖ وَلَا يَسْتَخْدِمُهَا اَيِ الْمَوْلٰى فَاِنْ بَوَّاَهَا ثُمَّ رَجَعَ صَحَّ اَيِ الرُّجُوْعُ وَسَقَطَتْ اَيِ النَّفَقَةُ عَنِ الزَّوْجِ بِرُجُوْعِ الْمَوْلٰى عَنِ التَّبْوِيَةِ وَلَوْ خَدَمَتْهُ بِلَا اِسْتِخْدَامِهٖ لَا اَيْ اِنْ خَدَمَتِ الْمَوْلٰى بِلَا اِسْتِخْدَامِهٖ مَعَ وُجُوْدِ التَّبْوِيَةِ لَا تَسْقُطُ النَّفَقَةُ عَنِ الزَّوْجِ وَالتَّبْوِيَةُ مَصْدَرُ بَوَّاْتُهٗ مَنْزِلًا وَبَوَّاْتُ لَهٗ اِذَا هَيَّاْتَ لَهٗ مَنْزِلًا وَالْمَوْلٰى وَاِنْ لَمْ يُهَيِّئِ الْمَنْزِلَ فَالتَّبْوِيَةُ تُسْنَدُ اِلَيْهِ بِاعْتِبَارِ اَنَّهٗ يُمَكِّنُ الزَّوْجَ مِنْ ذَالِكَ وَلَهٗ اِنْكَاحُ عَبْدِهٖ وَاَمَتِهٖ مُكْرَهًا اَيْ يُزَوِّجُ كُلَّ وَاحِدٍ بِلَا رِضَاهُ "

ترجمہ اور جو کوئی مولیٰ اپنی باندی کا نکاح کروائے تو باندی مولیٰ کی خدمت کرتی رہے گی اور شوہر (اس) منکوحہ باندی سے وطی کرے گا

عیب کامیاب ہوجائے باندی پر اور تبویہ یعنی ٹھکانا دینا مولیٰ پر واجب نہیں ہے اور نفقہ اور سکنیٰ شوہر پر واجب نہیں ہے مگر تبویہ کی وجہ سے یعنی شوہر پر منکوحہ باندی کا نفقہ اور سکنیٰ تبویہ کے بغیر واجب نہیں ہے اور تبویہ کے معنی یہ ہیں کہ مولیٰ تنہائی کا موقع دیدے بیوی اور شوہر کے بیچ یعنی باندی اور شوہر کے درمیان مولیٰ اپنے مکان میں تنہائی دیدے (اور تبویہ کی صورت میں) آقا اس باندی سے خدمت نہ لے سکے گا پس اگر مولیٰ نے باندی کو تبویہ اور ٹھکانے کا موقع دیدیا اور اس اجازت کو واپس لے لیا تو رجوع کرنا بھی درست ہے اور (اس صورت میں) نفقہ زوجہ ساقط ہوجائے گا شوہر کے اوپر سے بوجہ مولیٰ کے رجوع کر لینے تبویہ سے اور اگر باندی مولیٰ کی خدمت کرے بغیر طلب خدمت مولیٰ کی جانب سے تو نفقہ زوج سے ساقط نہ ہوگا یعنی اگر مولیٰ کی خدمت کی، مولیٰ کی جانب سے طلب خدمت کے بغیر تبویہ کے باوجود باندی نے تو اس صورت میں زوج کے اوپر سے نفقہ معاف نہ ہوگا اور تبویۃ مصدر ہے اس کا استعمال بوّأتہ منزلا میں نے اس کو مکان کا ٹھکانا دیا، اور میں نے اس کے لئے ٹھکانا بنایا اسوقت بولتے ہیں جبکہ تم کسی شخص کے لئے مکان دو، اور مولیٰ اگرچہ حقیقۃً مکان اور منزل تیار نہیں کرتا لیکن مجازاً تبویہ کی نسبت کی جاتی ہے مولیٰ کی طرف اس اعتبار سے کہ وہ مولیٰ اور آقا قدرت اور موقع دیتا ہے شوہر کو اس تنہائی کے لئے اور آقا کو اختیار حاصل ہے اپنے غلام اور باندی کے نکاح کرانے کا بالاجبار یعنی آقا نکاح کرا سکتا ہے اپنی ہر ایک باندی اور غلام کا ان کی اجازت اور رضامندی کے بغیر۔"

توضیح الوقایہ صاحب کتاب باندی کے نکاح اور اس کے ثمرات ونتائج سے متعلق قوانین شرعیہ کی وضاحت فرمارہے ہیں، اور فرماتے ہیں وَمَنْ زَوَّجَ اَمَتَہٗ الخ اگر کسی آقا نے اپنی باندی کا

نکاح کسی شخص سے منعقد کر دیا تو نکاح ہونے کے بعد یہ باندی اپنے آقا کی خدمت کرتی رہے گی اور آقا کے کاموں میں مشغولیت رکھ سکتی ہے باندی کا شوہر باندی کو نہیں روک سکتا اور شوہر کے لئے صرف یہ حق ہوگا کہ جب شوہر کو موقع اور فرصت حاصل ہو تو اس منکوحہ باندی سے قربت اور ہمبستری کا موقع حاصل کرلے مولیٰ کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ تبویہ اور مستقل طور پر زوجین میں ملاقات اور قربت کا انتظام کرے "

تبویہ کی تعریف یہ ہے کہ وَهِيَ أَنْ يُخَلِّيَ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ وَلَا يَسْتَخْدِمُهَا یعنی تبویہ کے معنیٰ مرادی یہ ہیں کہ مولیٰ خَلْوَت بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ اور شوہر و بیوی کو یکجا کرنے کے لئے کسی منزل اور مکان میں تنہائی کا موقع دے اور مولیٰ اس باندی سے خدمت طلب نہ کرے "

تبویہ کے حقیقی معنیٰ مکان اور ٹھکانا بنا کر دینا ہے لیکن یہاں پر معنیٰ مجازی مراد ہیں بِاِعْتِبَارِ اَنَّهُ يُمَكِّنُ الزَّوْجُ مِنْ ذٰلِكَ، تبویہ کے معنیٰ مجازی اس اعتبار سے ہیں کہ مولیٰ شوہر کو اسکی باندی بیوی سے قربت کا موقع دیدے "

تبوِیہ اور عَدَمِ تبویہ کا فَرق

پہلی صورت تبویہ اور ٹھکانا نہ دینا اس کے لئے قانونِ شرع یہ ہے کہ لٰكِنْ لَا نَفَقَةَ وَلَا سُكْنٰى اِلَّا بِهَا یعنی تبویہ اور ٹھکانا نہ دینے کی صورت میں باندی کا نفقہ اور سکنیٰ اور کل اخراجاتِ واجبہ بذمۂ مولیٰ رہیں گے عدمِ تبویہ کی وجہ سے شوہر پر نفقہ واجب نہ ہوگا "

دوسری صورتِ تبویہ اور ٹھکانا دیدینا اس صورت میں نفقۂ واجبہ اور بیوی کے مختلف اخراجات بذمۂ زوج ہوں گے اجازتِ تبویہ کے بعد رجوع اور اجازت واپس لینا بھی درست ہے اور رجوع کے بعد حکم شرعی یہ ہے کہ وَسَقَطَتْ اَيِ النَّفَقَةُ عَنِ الزَّوْجِ بِرُجُوْعِ الْمَوْلٰى عَنِ التَّبْوِيَةِ

یعنی شوہر اور بیوی کے لئے اجازتِ تبویہ دیکر اگر مولیٰ اجازت واپس لیلے تو نتیجۃً شوہر کے اوپر سے باندی بیوی کا نفقہ ساقط ہو جائے گا کیوں کہ مولیٰ نے اجازتِ تبویہ واپس لے لیا ہے اور اگر وہ منکوحہ باندی اجازتِ تبویہ پانے کے بعد بغیر طلب خدمت اپنے آقا کے کام کاج میں مشغول رہ کر خدمت انجام دے تو بیوی کا نفقۂ واجبہ زوج کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا ،،

ماتنِ وقایہ غلام اور باندی کے نکاح کے سلسلے میں فرماتے ہیں

وَلَہٗ اِنْکَاحُ عَبْدِہٖ وَاَمَتِہٖ مُکْرِھًا یعنی آقا کو بولایتِ اجبار اپنے غلام اور باندی کا نکاح کرانا درست ہے ،

مُکْرِھًا اسم فاعل ہے بابِ افعال اکراہ اور نارضامندی سے کام انجام دینے والا شخص ، یہ مولیٰ کی صفت ہوگی ، مولیٰ ذوالحال اور مُکْرِھًا حال واقع ہے دوسری قرارت مُکْرَھًا ہے صیغہ اسم مفعول بمعنی اکراہ اور زبردستی کیا گیا اس قرارت کی صورت میں مُکْرَھًا عبد کی صفت اور حال واقع ہو رہا ہے اور مقصدِ کلام یہ ہے کہ مولیٰ اور غلام کا آقا باندی اور غلام دونوں کا نکاح ان سے لی گئی رضامندی کے بغیر انجام دے سکتا ہے کیوں کہ غلام کے حقوق مولیٰ کی طرف منتقل ہو گئے اس لئے مولیٰ اکراہ اور بغیر اجازت خود نکاح کرا سکتا ہے رضامندی لینا بہتر ہو سکتا ہے لیکن واجب نہیں ہے ،،

عبارت وَلِحُرَّۃٍ قَتَلَتْ نَفْسَھَا قَبْلَ الْوَطْیِ اَلْمَھْرُ کُلُّہٗ لَا لِمَوْلیٰ اَمَۃٍ قَتَلَھَا قَبْلَہٗ اِیْ قَبْلَ الْوَطْیِ لِاَنَّہٗ عَجَّلَ بِالْقَتْلِ اَخْذَ الْمَھْرِ نُجُوْزِیْ بِالْحِرْمَانِ اَمَّا فِی الصُّوْرَۃِ الْاُوْلیٰ فَالْقَاتِلَۃُ نَفْسَھَا لَا تَاْخُذُ شَیْئًا تَکْمُلُ الْمَھْرُ بِالْمَوْتِ وَاِنَّمَا قَالَ قَبْلَ الْوَطْیِ لِاَنَّ بَعْدَ الْوَطْیِ اَلْمَھْرُ وَاجِبٌ فِی الصُّوْرَتَیْنِ ،،

ترجمہ:۔ اور اس حرہ عورت کیلئے جس نے اپنے آپ کو قتل کر لیا وطی سے پہلے پورا مہر واجب ہے اور مہر واجب نہیں ہے ایسی منکوحۃ الغیر باندی کے آقا کیلئے کہ اس کو قتل کر دیا ہو مولانے زوج کی ہمبستری سے پہلے کیونکہ اس صورت میں کیفیت یہ ہیکہ مولانے قتل کے ذریعہ عجلت اور جلدی کی مہر لینے کے لئے اس لئے مولا کو محروم مہر ہونے کی سزادی جائے گی بہر حال پہلی صورت (حُرَّۃ کے مسئلہ میں) فرق یہ ہے کہ اپنے آپکو قتل کرنے والی آزاد عورت (قتل کے ذریعہ) کچھ مال نہیں لے رہی ہے اس لئے مہر کامل ثابت ہو جائیگا موت کی وجہ سے اور بے شک ماتن وقایہؒ نے قبل الوطی کی قید بیان فرمائی اس لئے کہ وطی کے بعد پورا مہر واجب ہو جاتا ہے دونوں صورت میں۔

توضیح الوقایہ: خودکشی اور مہر

مصنف اس عبارت کے ذریعہ خودکشی کے نتیجے میں مسائل مہر کی قانونی حیثیت بیان فرما رہے ہیں اس عبارت کے سلسلے میں کچھ قوانین شرعی اور ضوابط فقہیہ کو سمجھنا ضروری ہے۔

ضابطہ ۱: وطی اور ہمبستری کی صورت میں بہر صورت منکوحہ عورت کا مہر واجب ہے نکاح صحیح ہو یا نکاح فاسد ہو بہر صورت عملِ وطی موجب اور مُثبِت مہر ہے۔

ضابطہ ۲: مَنْ عَجَّلَ بِالشَّيْءِ قَبْلَ اَوَانِہٖ جُوْزِيَ بِحِرْمَانِہٖ یعنی جو شخص کسی چیز کے وقتِ معین اور مستحق سے پہلے غیر قانونی طور پر اس شئی کے حاصل کرنے میں اپنے عمل سے عُجلت اور جلد بازی ظاہر کرے تو ایسے عُجلت پسند کو اس حاصل ہونے والے حقِ شئی سے محروم تصور کیا جائیگا۔

مثالِ ضابطۂ مذکورہ یہ ہے "لا لمولیٰ اَمَۃٍ قتلھا قبلَ الوطی" یعنی ہندہ باندی کے مولیٰ زید نے اس باندی کا نکاح عمرو سے کر دیا اور عمرو نے ابھی

وطی اور ہمبستری بھی نہیں کی تھی کہ زید مولیٰ نے ہندہ باندی کو قتل کر دیا۔ تو حکمِ شرع یہ ہے کہ اس مولیٰ کو اس باندی کا مہر نکاح نہیں ملے گا اگرچہ عمومی ضابطہ یہی ہے کہ موت کی صورت میں بیوی کو پورا مہر ملتا ہے اور باندی بھی بیوی ہے وہ مہر کی مستحق ہے اور باندی کے لئے ضابطہ یہ ہیکہ باندی کے مہر کا مالک اس کا آقا ہوتا ہے تو قیاس کے مطابق آقا کو مہر ملنا چاہیئے تھا کیوں کہ موت مکمّلِ مہر ہے لیکن آقا کو مہر نہ ملے گا "

ضابطۂ مذکورہ نمبر ۲ کے مطابق دلیلِ مسئلہ یہی ہے لِاَنَّہٗ عَجَّلَ بِالْقَتْلِ اَخْذَ الْمَهْرِ فَجُوْزِیَ بِالْحِرْمَانِ ۔ کیوں کہ آقا نے باندی کو قتل کر کے غیر قانونی طور پر موت واقع کرنے کی وجہ سے باندی کا مہر وصول کرنے کے لئے ناجائز عجلت اور جلدی کی ہے اس لئے آقا کو باندی کے مہر سے محروم رہنے کی سزا دی جائے گی ، ایک دوسری صورت وَلِحُرَّةٍ قَتَلَتْ نَفْسَهَا سے بیان کی گئی ہے کہ اگر حرہ نے خودکشی کی ہے قبل الوطی ، تو قانونِ شرع یہ ہے اَلْمَهْرُ كُلُّهٗ پورا مہر حرہ اور آزاد عورت کے وارثین کو ملے گا کیوں کہ خودکشی کے نتیجے میں مرنے والی آزاد عورت کوئی مال نہیں لے رہی ہے کیونکہ وہ مرچکی ہے اس لئے آزاد عورت کا حکم یہ ہے فَكَمُلَ الْمَهْرُ بِالْمَوْتِ اس موت کی وجہ سے مہر کامل بذمہ شوہر واجب ہوگا ، وَاِنَّمَا قَالَ قَبْلَ الْوَطْیِ ، ماتنِ وقایہ نے قبل الوطی کی قید بیان فرمائی کیوں کہ بَعْدَ الْوَطْیِ ضابطۂ اول کے مطابق پورا مہر واجب ہوتا ہے تمام مذکورہ صورتوں میں خواہ حرہ کا مسئلہ ہو یا باندی کا وطی اور ہمبستری بہرحال کامل مہر واجب کرتی ہے "

عبارت | وَزَوْجُ الْاَمَةِ يَعْزِلُ بِاِذْنِ سَيِّدِهَا لِاَنَّ الْعَزْلَ مَنْعٌ عَنْ حُدُوْثِ الْوَلَدِ وَهُوَ مِلْكُ مَوْلَاهَا "

ترجمہ | اور باندی کا شوہر عزل کر سکتا ہے باندی کے آقا کی اجازت سے اس لئے کہ عزل کی صورت میں بچے کی پیدائش کو روکنا ہے

حالانکہ وہ بچے اس باندی کے مولیٰ کی ملکیت ہوتے ہیں "

توضیح الوقایہ عزل کے معنیٰ جماع اور ہمبستری کے وقت مادۂ منویہ کو شرمگاہ سے باہر خارج کرنا تاکہ حمل نہ ٹھہر جائے تو مصنف فرماتے ہیں کہ باندی کا شوہر اگر عزل کرنا چاہے یا کسی اور طریقے سے بچے کا حمل روکنا چاہے تو شوہر اس کام کا مختارِ کل نہیں ہے بلکہ شوہر کو باندی کے آقا سے اجازت لینا ضروری ہے، دلیلِ مسئلہ یہ ضابطہ ہے وھو ملکُ مولاہ یعنی آقا اپنی باندی کا نکاح کسی دوسرے آدمی سے کردے تو اس باندی سے پیدا ہونے والے بچے آقا کی ملکیت ہوں گے اس لئے عزل کے لئے اجازت مولیٰ ضروری ہے "

عبارت وَخُیِّرَتْ اَمَۃٌ اَوْ مُکَاتَبَۃٌ عُتِقَتْ تَحْتَ حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ فَاِنْ کَانَتْ تَحْتَ الْعَبْدِ فَلَھَا الْخِیَارُ اِتِّفَاقًا دَفْعًا لِلْعَارِ وَھُوَ اَنْ تَکُوْنَ الْحُرَّۃُ فِرَاشًا لِلْعَبْدِ وَاِنْ کَانَتْ تَحْتَ الْحُرِّ فَفِیْہِ خِلَافُ الشَّافِعِیِّ وَھٰذَا اِبْتِنَاءٌ عَلٰی مَسْئَلَۃِ اِعْتِبَارِ الطَّلَاقِ فَاِنَّہٗ عِنْدَنَا بِالنِّسَاءِ فَلَھَا الْخِیَارُ مَنْعًا لِزِیَادَۃِ الْمِلْکِ عَلَیْھَا وَعِنْدَہٗ بِالرِّجَالِ فَلَمْ تُوْجَدْ عِلَّۃُ الْفَسْخِ وَھُوَ الْعَارُ اَوْ زِیَادَۃُ الْمِلْکِ اَمَۃٌ نُکِحَتْ بِلَا اِذْنٍ نُعْتِقَتْ نَفَذَ وَلَمْ تُخَیَّرْ لِاَنَّھَا قَدْ رَضِیَتْ وَمَا سُمِّیَ لِلسَّیِّدِ وَاِنْ زَادَ عَلٰی مَھْرِ مِثْلِھَا لَوْ وُطِئَتْ نُعْتِقَتْ وَاِنْ عُتِقَتْ اَوَّلًا فَلَھَا "

ترجمہ اور منکوحہ باندی کو اختیارِ فسخ دیا جائے گا اور مکاتبہ باندی کو بھی اختیار ہوگا جو آزاد ہوئی ہو غلام یا آزاد مرد کے نکاح میں رہتے ہوئے پس اگر وہ باندی غلام کے زیرِ نکاح ہے تو اس باندی کو خیارِ فسخ حاصل ہے متفق علیہ بین الائمہ، (معاشرتی) شرم و عار کو دور کرنے کے لئے اور عار یہ ہے کہ ایک آزاد شدہ عورت غلام مرد کے نکاح میں رہے اور اگر وہ باندی آزاد مرد کے زیرِ نکاح ہو تو آزاد شخص کے معاملہ میں امام شافعیؒ

کا اختلاف ہے اور یہ اختلاف اعتبارِ طلاق کے مسئلہ پر مبنی اور قائم ہے
اس لئے کہ کیفیت یہ ہے کہ اعتبارِ طلاق ہمارے نزدیک بالنساء اور عورت
سے ہے پس عورت کو (اس صورتِ مذکورہ میں) خیارِ فسخ حاصل ہوگا
ملکیت طلاق کی زیادتی اپنے اوپر روکنے کے لئے اور امام شافعی کے نزدیک
اعتبارِ طلاق بالرجال اور مرد کے اعتبار سے ہے (امام شافعی کے نزدیک
آزاد شوہر کی صورت میں) علتِ فسخ یعنی عار اور باعثِ شرم ہونا نہیں پایا
گیا اور ملکیتِ طلاق کی زیادتی بھی نہیں پائی گئی (مسئلہ ثانیہ) کسی باندی
نے اجازتِ مولیٰ کے بغیر اپنا نکاح کرلیا اور پھر وہ آزاد کر دی گئی (تو آزادی
کے بعد) یہ نکاح نافذ ہوجائے گا اور (اس صورت میں) عورت کو اختیارِ
فسخ نہیں دیا جائے گا کیوں کہ وہ عورت (اس نکاح پر) خود ہی راضی
ہوئی ہے (اور اس صورت میں) جو مہر متعین کیا گیا وہ آقا کے لئے ہے
اگرچہ وہ مہر زیادہ ہو مہر مثل سے بشرطیکہ اس عورت سے وطی کی گئی ہو
اور وطی کے بعد وہ آزاد ہوئی ہو اور اگر وہ وطی سے پہلے آزاد کی گئی ہو
تو (اس صورت میں) اسی عورت کے لئے مہر ثابت ہے (مولی کیلئے نہیں ہے)

توضیح الوقایہ ماتن اور شارح وقایہ اس عبارت کے ذریعہ باندی
کے نکاح سے متعلق ایک مخصوص مسئلہ بیان فرمارہے
ہیں صورتِ مسئلہ سے پہلے لغاتِ فقہیہ ملاحظہ فرمائیں ،،

لغات الفقہیہ خُیِّرَتْ باب تفعیل سے مصدر تخییر ہے اختیار دینا
یہاں پر خیارِ عتق مراد ہے۔ یعنی کسی کی منکوحہ باندی
کو آزادی ملنے کے بعد دورِ غلامی کے نکاح کے سلسلے میں اختیارِ فسخ یعنی
نکاح کو توڑنے یا باقی رکھنے کا اختیار شرعی مراد ہے ،، اَمَۃٌ باندی مراد ہے
جو کسی کے نکاح میں ہو، مکاتبۃ منکوحۃ الغیر مکاتبہ باندی مراد ہے یعنی آقا
نے کسی باندی کا نکاح کرایا اور بدل کتابت کے عوض آزادی کا وعدہ کرلیا ہو

فرقِ مسلک یہ ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک آزاد شوہر بہر صورت تین طلاق
کا مالک ہے اور طلاق کا آخری عدد تین ہے آزاد کے لئے یہی آخری مقدار
تین ہے اس لئے حالتِ باندی سے آزاد ہونیکے بعد ملکیتِ طلاق میں
کوئی اضافہ نہیں ہوا اور علتِ عار بھی نہیں پائی گئی اس لئے امام شافعیؒ
کے مسئلۂ مذکورہ باندی سے آزاد شدہ عورت کا شوہر آزاد مرد ہونے کی
صورت میں بیوی کو خیارِ فسخ اور نکاح توڑنے کا اختیار حاصل نہ ہوگا،
مسلکِ امام شافعیؒ کے برعکس، امام اعظمؒ کا مسلک یہ ہے کہ بیوی کو حقِ فسخ
نکاح حاصل ہے کیوں کہ اعتبارِ طلاق بالنساء ہونے کی بناء پر ملکیتِ طلاق
کی..... زیادتی شوہر کو حاصل ہو رہی ہے اُس وقت ہندہ باندی تھی
اُس وقت بھی ہندہ کا شوہر آزاد مرد ہوتے ہوئے صرف دو طلاق کا مالک تھا
اور اب شوہر کو مزید ایک طلاق کا حق مل رہا ہے اور ملکیتِ طلاق کا اضافہ
ہندہ پر ہو رہا ہے اس لئے قانونی طور پر ہندہ کو اختیارِ فسخ نکاح حاصل ہونا
امر ضروری ہے "

اَمَۃٌ نَکَحَتْ بِلَا اِذْنٍ الخ ایک ضمنی مسئلہ ہے، صورتِ مسئلہ یہ ہیکہ
اجازتِ مولیٰ کے بغیر کوئی باندی خود نکاح کرلے اور نکاح کے بعد اس کو آزادی
مل جائے تو یہ نکاح نافذ ہے اور عورت کو خیارِ فسخ حاصل نہیں ہے،
لانھا قَدْ رَضِیَتْ الخ کیوں کہ اس نکاح پر وہ خود راضی ہوئی ہے اور
اس نکاح میں مولیٰ کی جانب سے کوئی اجبار نہیں ہوا ہے وَمَا سَمّٰی لِلسَّیِّدِ
اور مہرِ مقررہ آقا کو ملے گا اگرچہ مہر مسمیٰ کی مقدار مہر مثل سے زائد ہو اور اگر
مہر مسمیٰ اور معین نہ ہو تو حسب ضابطہ مہر مثل مولیٰ کو ملے گا کو وُطِئَتْ اگر وطی ہوگئی ہو
وَاِنْ اُعْتِقَتْ اَوَّلًا اور اگر آزادی پہلے مل گئی اور وطی وہمبستری آزادی کے
بعد ہوئی تو مہر کامل عورت کا حق ہے "، شاہد حسن قاسمی سید منزل دیوبند "

العار شرم، عار وہ انفعالی کیفیت ہے جو کسی چیز کی نسبت کو ادنیٰ و حقیر جان کر حاصل ہوتی ہے، فراش لفظی معنیٰ بستر اور یہاں فراش سے مراد بیوی کا مخصوص رشتہ ہے الفسخ نکاح توڑ دینا۔ قانونِ شرع کے ذریعہ حاصل شدہ قوت اور اختیار خصوصی قیدِ نکاح بیوی سے اٹھالینا"

صورتِ مسئلہ یہ ہیکہ ہندہ ایک باندی ہے اس کے آقا نے کسی غلام سے اس کا نکاح کر دیا نکاح کے بعد ہندہ مکمل طور پر آزاد ہوگئی یا مُعتقۃُ البعض[1] کی حیثیت سے ہندہ کا نصف یا ربع حصہ آزاد کیا گیا ایسی صورت میں تمام فقہاء متفق ہیں کہ ہندہ باندی کو آزادی ملنے کے بعد مکمل اختیار فسخ نکاح حاصل ہے کہ ہندہ دورِ غلامی کا نکاح باجبارِ المولیٰ باقی رکھے یا توڑنے کا اعلان کر دے دَفعًا لِلعَارِ معاشرتی عار اور شرم دور کرنیکے لئے اجازت دی گئی ہے کیوں کہ آزاد شدہ عورت کے لئے کسی غلام کی بیوی بننا باعثِ شرم محسوس ہوتا ہے "

وَاِنْ کَانَتْ تَحْتَ الْحُرِّ فَفِیہِ خِلافُ الشَّافِعیؒ" اور اگر غلامی سے آزاد شدہ عورت آزاد شخص کے نکاح میں ہو تو امام شافعیؒ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک اگر شوہر آزاد ہے تو اس کے نکاح میں عار اور شرم نہ ہونے کی بناء پر عورت کو اختیارِ فسخ حاصل نہیں ہے اختلاف کی بنیاد اس ضابطہ پر ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک اعتبارِ طلاق بالرجال اور مرد کے اعتبار سے ہے مثلاً شوہر اگر آزاد مرد ہے تو تین طلاق کا مالک ہے اگر غلام ہے تو دو طلاق کا مالک ہے اگرچہ غلام کی بیوی کوئی آزاد عورت بھی ہو "

اور اس مسئلہ میں احناف کا مسلک یہ ہے کہ اِعْتِبَارُ الطَّلاقِ عِنْدَنَا بِالنِّسَاءِ یعنی تعدادِ طلاق کا اعتبار احناف کے نزدیک عورت کے اعتبار سے ہے یعنی آزاد عورت کا شوہر غلام ہو یا آزاد تین طلاق کا مالک ہوگا ایسے ہی باندی کا شوہر آزاد ہو یا غلام باندی کی نسبت سے وہ دو[2] طلاق کا مالک ہوگا،

[1] جس کا بعض حصہ آزاد ہوگیا ہو جیسے نصف یعنی آدھا یا ربع یعنی چوتھائی حصہ وغیرہ۔ شاہد حسن قاسمی۔

عبارت وَمَنْ وَطِئَ اَمَةَ اِبْنِهٖ اَوْ بِنْتِهٖ فَوَلَدَتْ فَادَّعَاهُ ثَبَتَ نَسَبُهٗ وَهِيَ اُمُّ وَلَدِهٖ وَوَجَبَ عَلَى الْاَبِ قِيْمَتُهَا فَاِنَّ قَوْلَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ اَوْجَبَ وِلَايَةَ تَمَلُّكِ الْاَبِ مَالَ الْاِبْنِ عِنْدَ الْحَاجَةِ فَقَبْلَ الْوَطْيِ تَصِيْرُ مِلْكًا لَّهٗ لِئَلَّا يَكُوْنَ الْوَطْيُ حَرَامًا فَيَجِبُ قِيْمَتُهَا عَلَى الْاَبِ لَا مَهْرُهَا لِاَنَّهٗ وَطِئَ مَمْلُوْكَتَهٗ وَلَا قِيْمَةُ وَلَدِهَا لِاَنَّهٗ وُلِدَ فِيْ مِلْكِ الْاَبِ وَالْجَدُّ كَالْاَبِ بَعْدَ مَوْتِهٖ بِنِيَّتِهٖ اِيْ بَعْدَ مَوْتِ الْاَبِ فِي الْحُكْمِ الْمَذْكُوْرِ لَا قَبْلَهٗ اِيْ لَا قَبْلَ مَوْتِ الْاَبِ وَاِنْ نَكَحَهَا صَحَّ اِيْ اِنْ نَكَحَ الْاَبُ اَمَةَ الْاِبْنِ صَحَّ وَلَمْ تَصِرْ اُمَّ وَلَدِهٖ وَيَجِبُ مَهْرُهَا لَا قِيْمَتُهَا وَوَلَدُهَا حُرٌّ بِقَرَابَتِهٖ اِيْ بِقَرَابَةِ الْاِبْنِ فَاِنَّ الْاَمَةَ مِلْكُ الْاِبْنِ فَيَتْبَعُهَا الْوَلَدُ فَيَعْتِقُ عَلٰى اَخِيْهِ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ عَتَقَ عَلَيْهِ

ترجمہ اور جس شخص نے وطی اور ہمبستری کر لی اپنے بیٹے یا بیٹی کی باندی سے اور وطی کے بعد اس باندی نے بچہ جنا اور بچہ پیدا ہونے کے بعد وطی کرنے والے نے اس بچہ کا دعویٰ کر دیا تو اس بچہ کا نسب اس مدعی سے ثابت ہو جائے گا اور وہ باندی اس وطی کرنے والے کی ام ولد بن جائے گی اور باپ (واطی) کے ذمہ اس باندی کی قیمت واجب ہو گی اس لئے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لئے ہے اس قولِ نبی علیہ السلام نے ثابت کر دیا حق ولایت (بصورت) باپ کی ملکیت حاصل ہونا بیٹے کے مال پر وقت ضرورت ہے اسی لئے (باپ کے) وطی کرنے سے پہلے (بیٹے کی یہ باندی) حکماً باپ کی ملکیت بن جائے گی تاکہ وطی حرام نہ ہو اور اس باندی کی قیمت باپ پر واجب ہو گی نہ کہ اس کا مہر کیوں کہ باپ نے وطی کی ہے اپنی مملوکہ حکمی میں اور نہ واجب ہو گی اس عورت کے بچہ کی قیمت اس لئے کہ وہ بچہ پیدا ہوا ہے باپ کی

ملکیت میں اور دادا باپ کی طرح ہے باپ کے مرنے کے بعد اسی حکم میں یعنی باپ کے مرنے کے بعد حکم مذکور میں (دادا باپ کی طرح ہے) لیکن باپ کی موت سے پہلے یہ حکم نہیں ہے اور اگر باپ نکاح کرے اس باندی سے تو نکاح بھی درست ہے یعنی اگر باپ نکاح کرے اپنے بیٹے کی باندی سے تو یہ نکاح درست ہے اور یہ باندی باپ کی ام ولد نہ بنے گی اور (باپ کو) اس باندی کا مہر واجب ہوگا نہ کہ اس کی قیمت اور اس باندی کا بچہ آزاد ہوگا بیٹے کی قرابت کی وجہ سے اس لئے کہ بیشک باندی (اصلاً) بیٹے کی ملکیت ہے پس بچہ اس باندی کے تابع ہوگا اس لئے یہ بچہ آزاد ہوجائے گا اپنے بھائی (مالک امۃ) کی جانب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے جو مالک ہوگیا اپنے رشتہ دار ذی رحم محرم کا تو وہ مملوک اس مالک کی جانب سے آزاد ہوجائے گا "

توضیح الوقایۃ مصنف اس عبارت کے ذریعہ باپ اور بیٹے کے تعلق ملکیت کی روشنی میں ایک مسئلہ نکاح بیان فرمارہے ہیں صورت مسئلہ یہ ہیکہ زید کا بیٹا عمر ہے اور عمر کی باندی ہندہ ہے اتفاقاً باپ بیٹے کی باندی سے وطی اور ہمبستری کرلے تو عمومی قانون کی روشنی میں حقیقۃً یہ فعل حرام ہے کیوں کہ ضابطہ شرعی ہے کہ کسی کی مملوکہ باندی سے وطی کرنا فعلاً حرام ہے لیکن یہاں پر باپ اور بیٹے کا مخصوص رشتہ بھی ہے اور اسی رشتے کے سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اَنْتَ وَمَالُکَ لِاَبِیْکَ پوری روایت اس طرح ہے " عن جابرؓ ان رجلاً قال یا رسول اللّٰہ اِنَّ لِیْ مَالاً وَوَلَدًا وَاِنَّ اَبِیْ یُرِیْدُ اَنْ یَّحْتَاجَ اِلَیَّ قَالَ النبی علیہ السَّلَامُ اَنْتَ وَمَالُکَ لِاَبِیْکَ (رواہ ابن ماجہ) یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ بیشک میرے پاس مال اور اولاد ہے اور بیشک میرا باپ چاہتا ہے کہ مجھ سے اپنی حاجت پوری کرے

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کیلئے
ہے اس کے علاوہ کثیر روایات سے ثابت ہیکہ ارشاد نبی علیہ السلام کی روشنی
میں عند الحاجت اور ضرورت کے وقت باپ اپنے بیٹے کے مال کا مالک ہے
اور یہی حق ماں کو بھی پہونچتا ہے اور باپ نہ رہے تو دادا کو بھی یہی حق حاصل
ہے اس مسئلہ میں باندی سے وطی کرنا بھی ایک حاجت اور ضرورت ہے
اور باندی سے شرعاً نکاح کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ بذریعۂ ملکیت استمتاع
حلال ہے لیکن نکاح اور ملکیت کے علاوہ کسی اور طریقے سے باندی حلال
نہیں ہے یہاں صورتِ مسئلہ میں باپ کو حکماً عند الحاجت باندی کا مالک
تصور کیا گیا ہے لِاَنْ لَّا یَکُوْنَ الْوَطْیُ حَرَامًا تاکہ باپ کا فعلِ وطی حرام نہو
اس لئے کہ ضابطہ یہی ہے کہ اگر کسی فعل کے حلال ثابت ہونیکے لئے کوئی دلیل
شرعی موجود ہے تو اکرام مسلم اور یہاں خاص طور پر اکرام الاب کی بنا پر اس
فعل وطی کو حلال سمجھا جائے گا اور باپ قیمت ادا کر کے اس باندی کا مالک
بن جائے گا وَاِنْ نَّکَحَهَا صَحَّ اگر باپ بیٹے کی باندی سے نکاح کرنا چاہے
تو نکاح بھی درست ہے نکاح کی صورت میں یہ حکم ہوگا یَجِبُ مَهْرُهَا
وَلَا قِیْمَتُهَا یعنی باندی کا مہر باپ پر واجب ہوگا قیمت واجب نہ ہوگی اور
یہ باندی نکاح کی صورت میں ام ولد بھی نہ بنے گی وَوَلَدُهَا حُرٌّ اور اس
باندی سے پیدا ہونیوالا بچہ آزاد انسان قرار دیا جائے گا کسی کا غلام نہ ہوگا
اور یہ آزادی علتِ قرابت کی وجہ سے حاصل ہے کیونکہ یہ بچہ باپ سے ہوا ہے
اور اس باندی کا مالک بھی باپ کا لڑکا ہے اس طرح باندی کا مالک اور بچہ
بھائی بھائی ہوئے اور بھائی بھائی کا غلام نہیں بن سکتا اس لئے باندی سے
پیدا ہونے والا یہ بچہ آزاد قرار دیا جائے گا کیونکہ دونوں کا باپ ایک ہی ہے۔
دلیلِ مسئلہ یہ ہے مَنْ مَلَكَ ذَارَحِمٍ مَحْرَمٍ عُتِقَ عَلَیْهِ جو شخص
کسی رشتہ دار ذو رحم محرم کا مالک ہو جائے تو مملوک شخص آزاد قرار دیا جائے گا

---

[۱] مقصد یہ ہیکہ ماں کا حق نفقہ وقت حاجت واجب ہے۔ شاہد حسن قاسمی۔

حدیث پاک میں مذکور ذو رحم محرم سے مراد مخصوص رشتہ دار ہیں اور یہ کلام رحم اور محرم دو الفاظ سے مرکب ہے رحم یعنی قرابت اور رشتہ داری یہ لفظ بطور جنس کے ہے اور اس کی فصل محرم ہے یعنی وہ رشتہ دار جن سے نکاح حرام ہے علی التابید اور ہمیشہ ہمیش کے لئے جیسے بہن بھائی وغیرہ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کی ملکیت نہیں ہو سکتے اگر کسی نے اپنے غلام بھائی کو خرید لیا تو خریدا ہوا غلام فوری طور پر آزاد ہو جائے گا، ذو رحم محرم ان دو قیودات کی بناء پر دوسرے رشتہ دار خارج ہو گئے مثلاً ابن العم چچا کا بیٹا وہ ذی رحم ہے مگر محرم نہیں ہے کیوں کہ چچا کی اولاد سے نکاح جائز ہے ایسے ہی بعض رشتے ایسے ہیں جو محرم ہیں مگر ذی رحم نہیں ہیں جیسے کسی کی ساس اجنبی خاندان کی ہو تو وہ محرم ہے ساس سے نکاح ہمیشہ ہمیشہ حرام ہے لیکن وہ ذی رحم اور رشتہ دار میں ساس کی حیثیت سے شامل نہیں ہے"

فرمانِ رسولؐ اور باپ دادا کے حقوق

مذکورہ بالا مسئلے کے ذیل میں باپ اور دادا کے حقوق کس قدر اہم اور ضروری بیان کئے گئے اور فرمان نبی علیہ السلام کی روشنی میں اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لئے ہے یہ حکم نبیؐ پوری امتِ مسلمہ کے لئے عام ہے اور باپ دادا کے ساتھ ساتھ ماں کی حق شناسی دوسری روایت میں مذکور ہے ماں باپ، دادا، دادی، اور نانا، نانی حاجت اور ضرورت کے وقت ان کی خدمت اور مدد شرعاً واجب ہے ایسے ہی بہن بھائی اور رشتہ دار ددھیال اور ننھیال میراث اور رشتہ کی ترتیب سے ان کے حقوق واجب ہیں بلکہ استحساناً حسن سلوک کے لئے سسرال اور تمام رشتہ دار بلکہ پوری انسانی برادری انسانی حقوق رکھتی ہے انسان کے زیر کفالت اور نگرانی میں کام کرنے والے افراد، دفتری ماتحت بھی جائز حسن سلوک کے محتاج ہیں اور اس پر اجر بھی ہے ایسے ہی شریعت نے

پالتو جانور اور تمام حیوانات کے حقوق رکھے ہیں ایک اچھے اور مخلص مسلمان کے لئے روشن اور مثالی زندگی یہی ہے کہ وہ ماں باپ اور خاندانی بزرگوں سے لیکر درجہ بدرجہ سب کے لئے جذبۂ خیر وایثار ومروت اور انسانیت کا بہتر کردار پیش کرے اس مقصد کے لئے زیادہ وسائل اور بڑی دولت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ انسانیت کا جذبہ زندہ وسلامت رہنا ہر نیک کام کی طرف قدم بڑھا سکتا ہے اور ہم اجر وثواب کے ساتھ عمدہ اور مثالی اچھے انسان بن سکتے ہیں اور اس دنیا میں فلاحی معاشرہ قائم کر سکتے ہیں "

عبارت وَفَسَدَ نِكَاحُ حُرَّةٍ قَالَتْ لِسَيِّدِ زَوْجِهَا أَعْتِقْهُ عَنِّي بِأَلْفٍ فَفَعَلَ إِي حُرَّةٌ تَحْتَ عَبْدٍ قَالَتْ لِسَيِّدِ زَوْجِهَا أَعْتِقْهُ عَنِّي بِأَلْفٍ فَفَعَلَ صَحَّ الْأَمْرُ وَيُعْتَقُ الزَّوْجُ عَلَى امْرَأَتِهِ وَيَفْسُدُ النِّكَاحُ خِلَافًا لِزُفَرَ فَإِنَّهُ لَا يُعْتَقُ عَلَى الْمَرْأَةِ عِنْدَهُ لِعَدَمِ الْمِلْكِ وَنَحْنُ نَقُولُ بِالْاِقْتِضَاءِ يَثْبُتُ الْمِلْكُ فَصَارَ كَأَنَّهَا قَالَتْ بِعْهُ مِنِّي بِكَذَا ثُمَّ أَعْتِقْهُ عَنِّي وَقَوْلُ الْمَوْلَى أَعْتَقْتُ صَارَ كَأَنَّهُ قَالَ بِعْتُهُ مِنْكِ ثُمَّ أَعْتَقْتُهُ عَنْكِ فَلَمَّا ثَبَتَ الْمِلْكُ اِقْتِضَاءً فَسَدَ النِّكَاحُ وَيَرِدُ عَلَيْهِ أَنَّ غَايَةَ مَا فِي الْبَابِ أَنَّهُ صَارَ كَقَوْلِهِ بِعْ عَبْدَكَ مِنِّي بِأَلْفٍ فَقَالَ الْآخَرُ بِعْتُ لَا يَنْعَقِدُ الْبَيْعُ لِأَنَّ الْوَاحِدَ لَا يَتَوَلَّى طَرَفَيِ الْبَيْعِ بِخِلَافِ النِّكَاحِ وَأَيْضًا الْمِلْكُ الَّذِي يَثْبُتُ بِطَرِيقِ الْاِقْتِضَاءِ مِلْكٌ ضَرُورِيٌّ يَثْبُتُ بِقَدْرِ الضَّرُورَةِ وَلَا ضَرُورَةَ فِي ثُبُوتِهِ فِي حَقِّ النِّكَاحِ حَتَّى يَفْسُدَ النِّكَاحُ وَالْجَوَابُ عَنِ الْأَوَّلِ أَنَّ الْبَيْعَ الثَّابِتَ بِالْاِقْتِضَاءِ مُسْتَغْنٍ عَنِ الْقَبُولِ فَإِنَّهُ قَدْ عُرِفَ فِي أُصُولِ الْفِقْهِ أَنَّ الْمُقْتَضَى لَيْسَ كَالْمَلْفُوظِ بَلْ هُوَ أَمْرٌ ضَرُورِيٌّ فَيَسْقُطُ مِنَ الْأَرْكَانِ وَالشُّرُوطِ مَا يَحْتَمِلُ السُّقُوطَ وَعَنِ الثَّانِي أَنَّ الثَّابِتَ بِالْاِقْتِضَاءِ وَإِنْ كَانَ ضَرُورِيًّا يَثْبُتُ بِهِ لَوَازِمُهُ الَّتِي لَا يَحْتَمِلُ السُّقُوطَ كَمَا سَيَأْتِي فِي

مَسْئَلَةُ الْهِبَةِ اَنَّ الْهِبَةَ الْاِقْتِضَائِيَّةَ لَابُدَّ لَهَا مِنَ الْقَبْضِ، فَبُطْلَانُ مِلْكِ النِّكَاحِ مِنْ لَوَازِمِ ثُبُوْتِ مِلْكِ الْيَمِيْنِ بِحَيْثُ لَا يَنْفَكُّ عَنْهُ، وَالْوَلَاءُ لَهَا لِاَنَّهُ عِتْقٌ عَلَيْهَا وَيَقَعُ عَنْ كَفَّارَتِهَا لَوْ نَوَتْ بِهٖ اَيْ لَوْ نَوَتْ بِهٰذَا الْاِعْتَاقِ الْاِعْتَاقَ عَنِ الْكَفَّارَةِ يَقَعُ عَنِ الْكَفَّارَةِ وَاِنْ قَالَتْ ذٰلِكَ بِلَا بَدَلٍ لَمْ يَفْسُدْ وَالْوَلَاءُ لَهٗ اَيْ لِلسَّيِّدِ وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَكَذَا عِنْدَ مُحَمَّدٍ وَاَمَّا عِنْدَ اَبِيْ يُوْسُفَ فَهٰذَا وَالْاَوَّلُ سَوَاءٌ فَيَثْبُتُ الْمِلْكُ هٰهُنَا بِطَرِيْقِ الْهِبَةِ وَتَسْتَغْنِي الْهِبَةُ عَنِ الْقَبْضِ وَهُوَ شَرْطٌ كَمَا يَسْتَغْنِي الْبَيْعُ عَنِ الْقَبُوْلِ وَهُوَ رُكْنٌ فَنَقُوْلُ الْقَبُوْلُ رُكْنٌ يَحْتَمِلُ السُّقُوْطَ كَمَا فِي التَّعَاطِيْ اَمَّا الْقَبْضُ فَلَا يَحْتَمِلُ السُّقُوْطَ فِي الْهِبَةِ بِحَالٍ۔"

ترجمہ اور فاسد ہو جائے گا نکاح اس آزاد عورت کا کہ اس نے کہا اپنے شوہر کے آقا سے آزاد کر دیجئے (میرے شوہر کو) میری جانب سے ایک ہزار روپیے کے بدلے پس مولیٰ نے ایسا کر لیا یعنی آزاد عورت غلام کے زیر نکاح ہے اور اس عورت نے کہا اپنے شوہر کے آقا سے کہ آزاد کر دیجئے شوہر کو میری جانب سے ہزار روپیہ کے بدلے پس مولیٰ نے ایسا کر دیا تو یہ حکم درست ہے اور شوہر آزاد ہو جائے گا اپنی بیوی کی جانب سے اور نکاح فاسد ہو جائے گا امام زفرؒ کا اس مسئلے میں اختلاف ہے اس لئے کہ کیفیت یہ ہے کہ (امام زفرؒ کے نزدیک) شوہر عورت کی جانب سے آزاد نہیں ہو رہا ہے بیوی کی ملک نہ ہونے کی وجہ سے اور ہم جمہور احنافؒ یہ کہتے ہیں کہ اقتضاءِ کلام سے ملک زوجہ ثابت ہو جائے گی پس مسئلہ بن جائے گا جیسا کہ اگر بیوی (آقا سے) کہے بِعْهُ مِنِّيْ بِكَذَا بیع دیجئے میرے ہاتھ اس میرے شوہر کو اس مقدار مال ایک ہزار کے بدلے اور پھر میرے وکیل کی حیثیت سے اس میرے شوہر کو میری جانب سے آزاد کر دیجئے اور اس کے مولیٰ کا کہنا اَعْتَقْتُ

میں نے آزاد کر دیا شوہر کو ایسا ہو جائے گا جیسا کہ اگر مولیٰ کہے کہ بیچ دیا میں نے شوہر کو تیرے ہاتھ پھر آزاد کر دیا میں نے شوہر کو تیرے) تیری جانب سے پس جب کہ ملکیتِ نکاح ثابت ہو گئی (زوجہ کے حق میں) باعتبار اقتضاء الکلام کے تو نکاح فاسد ہو جائے گا اور اس کلام پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مقصد جو اس باب میں ہے، یہ ہے کہ زوجہ کا کلام (أَعْتِقْهُ عَنِّيْ بِأَلْفٍ) بن گیا ہے اس قولِ قائل کی طرح کہ بیچ دیجئے اپنے غلام کو میرے ہاتھ ہزار روپیے کے بدلے پس جواباً دوسرے شخص نے کہا بِعْتُ میں نے بیچ دیا تو بیع منعقد ہو گی کیوں کہ ایک شخص ذمہ دار نہیں بن سکتا بیع کے دونوں حصوں یعنی ایجاب وقبول کے لئے برخلاف نکاح کے اور نیز (دوسرا اعتراض یہ بھی ہے) کہ وہ ملک جو ثابت ہوتی ہے بطور اقتضاءِ کلام کے وہ ضرورۃً ملک ہے پس (جو ملک ضرورۃً ہوتی ہے) وہ ثابت ہوتی ہے بقدرِ ضرورت اور کوئی ضرورت نہیں ہے (یہاں پر) ملک کے ثابت ہونے میں نکاح کے حق میں تا کہ نکاح فاسد ہو جائے والجوابُ عن الاول) اعتراضِ اول کا جواب یہ ہیکہ وہ بیع جو ثابت ہونے والی ہو اقتضاء الکلام کے ذریعہ وہ مستغنی اور بے نیاز ہے قبول سے اس لئے کہ کیفیت حال یہ ہے کہ تحقیق پہچانی گئی ہے یہ بات اصول فقہ میں کہ مقتضاء اور اقتضاء الکلام ملفوظ کی طرح نہیں ہیں بلکہ وہ (امر ضروری ہے جو ضرورۃً ثابت ہوتا ہے) اس لئے ساقط ہو جائے گا ارکان وشرائط عقد میں سے جو ساقط ہونے کا احتمال اور گنجائش رکھتا ہے،

وعن الثانی اور دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہیکہ ثابت ہونے والا حکم اقتضاء الکلام کے ذریعہ اگرچہ ضرورت کے اعتبار سے ہے لیکن ثابت ہوتے ہیں اس کے ساتھ اسکے ایسے لوازم بھی جو ساقط ہونیکا احتمال نہیں رکھتے جیسا کہ عنقریب آرہا ہے مسئلہ ہبہ میں کہ اقتضاء الکلام کا ہبہ ضروری ہے اس ہبہ کے لئے موہوب لہ[1] کا قبضہ کرنا پس ملکِ نکاح کا باطل ہونا لوازمات میں سے ہے،

---

[1] موہوب لہٗ وہ شخص جسکو مال ہبہ اور بخشش کیا گیا ہے۔ شاہد حسن قاسمی

ملکِ یمین ثابت ہونے کے اس طریقے پر کہ بطلانِ نکاح جدا نہیں ہوسکتا
ثبوتِ ملکِ یمین سے اور شوہر کا ولاء اور ترکہ بیوی کے لئے ہے اس لئے کہ
شوہر آزاد ہوا بیوی کی جانب سے اور یہ اعتاقِ زوج واقع ہوسکتا ہے
بیوی کے کفارے سے بشرطیکہ بیوی نیت کرے (اس وقت) اعتاق کے
ذریعہ کفارہ کی یعنی اگر بیوی نے نیت کی اسی اعتاق کے ذریعہ نیتِ اعتاق
عن الکفارۃ کی ۔ اور کسی کفارے کی جانب سے آزاد کرنے کی تو شرعاً یہ آزادی
زوج کفارے کی جانب سے واقع ہوگی اور اگر حرہ عورت نے یہ کلام بغیر ایک
ہزار بدلے کے تذکرے کے کہا تو نکاح فاسد نہ ہوگا اور (اس صورت میں)
ولاء اور ترکہ آقا کے لئے ہوگا اور یہ مسلک امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور ایسے ہی
امام محمدؒ کے نزدیک بھی حکم ہے اور لیکن امام ابویوسفؒ کے نزدیک ، پس یہ صورت
بغیر بدل کی اور اول (ہزار کے بدلے کے ساتھ) دونوں کا حکم برابر ہے "
(امام ابویوسفؒ کے نزدیک) پس ملکیت ثابت ہوجائے گی یہاں پر بطور ہبہ کے
اور بے نیاز رہے گا ہبہ (اس مخصوص صورت میں) قبضہ کرنے سے حالانکہ قبضہ
شرطِ ہبہ ہے جیسا کہ بے نیاز رہتا ہے عقدِ بیع قبول سے حالانکہ وہ قبول
رکنِ بیع ہے پس ہم کہتے ہیں کہ قبول ایسا رکنِ بیع ہے جو ساقط ہونے کی
گنجائش رکھتا ہے جیسا کہ بیع التعاطی میں اور بہرحال قبضہ پس احتمال نہیں
رکھتا ساقط ہونے کا ہبہ میں کسی بھی حالت میں "

توضیح الوقایۃ | " زوجین ایکدوسرے کی ملکیت نہیں "

مصنف علیہ الرحمہ اس عبارت کے ذریعہ ایک خاص مسئلہ نکاح بیان فرمائے
ہیں مقصدِ عبارت یہ ہے کہ شوہر اور بیوی ایک دوسرے کی ملکیت یا شبہ بالملکیت
کے ساتھ میاں بیوی کی حیثیت سے نہیں رہ سکتے مثلاً شوہر آزاد شخص ہو اور
بیوی کسی دوسرے کی باندی ہو تو یہ نکاح اسی وقت باقی رہے گا جبتک کہ بیوی

کسی دوسرے کی باندی ہے اور اگر شوہر نے دوسرے آدمی سے اپنی باندی
بیوی کو خرید لیا تو نکاح ٹوٹ جائے گا، ایسے ہی مرد کسی کا غلام ہے اور
عورت آزاد ہے اس صورت میں بھی اگر کسی کی عورت اپنے غلام شوہر
کو خرید لے قصداً یا ضمناً تو میاں بیوی کا نکاح ختم ہو جائے گا،
۲۔ اور ضابطہ یہ بھی ہے کہ کوئی عورت کسی غلام لڑکے کو اپنے غلام کے
حیثیت سے اپنی ہمبستری کے لئے نہیں رکھ سکتی اور کسی بھی عورت کے لئے
کوئی مرد بغیر نکاح کے حلال نہیں ہے "

مطلوب مذکور کی صورت مسئلہ یہ ہے کہ ہندہ ایک آزاد عورت
ہے اور اس کا نکاح زید غلام سے ہوا ہے ہندہ نے اپنے غلام شوہر کے
آقا بکر سے کہا أَعْتِقْهُ عَنِّيْ بِأَلْفٍ آزاد کر دیجئے میرے شوہر کو میری جانب
سے ایک ہزار روپیے کے بدلے میں عورت کی اس درخواست پر مولیٰ نے
اس عورت کی طرف سے ہزار روپیے کے بدلے اس کو آزاد کر دیا تو حکم
شرع یہ ہے صَحَّ الْأَمْرُ وَيَفْسُخُ النِّكَاحُ یعنی شوہر آزاد ہو جائے گا اور کیونکہ
شوہر کی آزادی بیوی کی جانب سے ہزار روپیہ معاوضہ پر ہوئی ہے لیکن
اقتضاء الکلام سے ثبوتِ ملک ہونے کی بنا پر اس عورت کا نکاح اس
شوہر سے ٹوٹ جائیگا اس مسئلہ میں امام زفرؒ کا اختلاف ہے وہ فرماتے
ہیں کہ نکاح فاسد نہ ہو گا، ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ شوہر بیوی کی طرف
سے آزاد نہیں ہوا ہے کیونکہ بیوی مالک نہیں ہے بلکہ اس کے شوہر کا معتق
اور آزاد کرنے والا شخص غلام کا مولیٰ ہے اور گویا بیوی نے صرف درخواست
اور ترغیب کی ہے اور بیوی نے اپنے شوہر کو آزاد کرنے کے لئے یہ سب
کچھ کہا ہے اور مقصد ملک نہیں بلکہ بیوی صرف شوہر کی آزادی چاہتی ہے
اس لئے نکاح فاسد نہیں ہونا چاہیئے "

مسلک امام ابو حنیفہؒ اور ملکیت زوجین

وَنَحْنُ نَقُوْلُ بِالْاِقْتِضَاءِ یَثْبُتُ الْمِلْکُ

اور ہم جمہور احناف اس صورتِ مسئلہ میں کہتے ہیں کہ حرہ زوجہ کی ملکیت میں زوج غلام کا آجانا اقتضاء الکلام سے ثابت ہے، اقتضاء الکلام کے معنیٰ یہ ہیں کہ دَلَالَةُ اللَّفْظِ عَلٰی مَسْکُوْتٍ یَتَوَقَّفُ عَلَیْهِ صِدْقُ الْکَلَامِ اَوْ صِحَّةُ الْکَلَامِ، یعنی لفظ کا ایسے حکم ساکت پر دلالت کرنا کہ اس حکم پر کلام کا صادق یا کلام کا درست ہونا موقوف ہو۔

ضابطہ فقہی یہ ہے کہ اَلْعِتْقُ لَا یُمْکِنُ فِیْ مَا لَا یَمْلِکُهُ یعنی اپنے غیر مملوکہ غلام اور باندی کو آزاد کر دینا شرعاً معتبر نہیں ہے یہاں صورت مسئلہ میں آزاد عورت نے اَعْتِقْ عَنِّیْ بِاَلْفٍ کہا ہے اگر لفظ عنی اور الف ہزار کے بدلے کے بغیر صرف اعتقہ کہتی یعنی شوہر کو آزاد کر دے یا حرہ عورت آقا سے کہتی تو بیع ثابت نہ ہوتی اور حرہ کا نکاح بھی غلام شوہر سے نہ ٹوٹتا لیکن یہاں پر اقتضاء الکلام پہلے عقد بیع ثابت کر رہا ہے کہ غلام اولاً ایک ہزار روپیے کے بدلے اپنی بیوی کی ملکیت میں آجائے اور ملک حرہ میں آنیکے بعد وہ آقا بطور وکالت اس غلام کو آزادی دیدے فَصَارَ کَمَا لَوْ قَالَتْ بِعْهُ مِنِّیْ بِکَذَا ثُمَّ اَعْتِقْهُ عَنِّیْ، پس حرہ کے قول اَعْتِقْهُ عَنِّیْ کے معنیٰ اقتضاء الکلام کے ذریعہ حکماً یہ ہو جائیں گے جیساکہ حرہ عورت نے اپنے غلام شوہر کے آقا سے یوں کہا میرے ساتھ اس غلام شوہر کو بیچ دیجئے ایک ہزار روپیے کے بدلے اور پھر بطور وکیل اسکو میری جانب سے آزاد کر دیجئے اور مولیٰ کا یہ کہنا اَعْتَقْتُ اس کے معنیٰ ہیں بِعْتُ مِنْكِ ثُمَّ اَعْتَقْتُ عَنْكِ یعنی غلام شوہر کا مولیٰ حرہ بیوی سے یہ کہہ رہا ہے کہ میں نے اس غلام کو تیرے ہاتھ بیچ دیا اور پھر اس غلام کو آزاد کر دیا تیری جانب سے بطور وکیل، اس طرح اقتضاء کلام کے

سلہ عمدۃ الرعایہ سلہ عمدۃ الرعایہ، شاہد حسن قاسمی

ذریعہ ملکِ حرہ للزوج ثابت ہوگئی اور یہ ضابطۂ شرعی ہے کہ شوہر اور بیوی دونوں میں سے کوئی بھی غلام ہونے کے باوجود ایک دوسرے کی ملکیت میں بحالتِ نکاح نہیں رہ سکتے کیوں کہ نکاح اور ملکیت کے درمیان نسبتِ تباین اور تضاد ہے اس لئے حکمِ شرع کے مطابق فَسَدَ النِّكَاحُ کا حکم ہو کر نکاح فاسد ہو جائے گا "۔ اِعْتِرَاضِ اوّلُ "۔ وَيَرِدُ عَلَيْهِ، اس عبارت کے ذریعہ شارحِ وقایہ مسلکِ احناف پر ایک مدلل اعتراض پیش فرمارہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آپ نے مذکورہ مسئلہ میں اقتضاءُ الکلام کے ذریعہ بیع اور ملکیت کو ثابت کیا ہے یہ فیصلہ درست نہیں ہے، دلیل یہ ہے لِأَنَّ الْوَاحِدَ لَا يَتَوَلَّى طَرَفَيِ الْبَيْعِ، یعنی ایک شخص بیع کے دونوں حصوں، ایجاب وقبول کا ذمہ دار نہیں ہوسکتا ہے اور اوپر کی مثال میں غلام شوہر کا آقا، صرف ایک شخص ہے جس کے صرف کلام واحد سے بیع ثابت کی گئی ہے کیونکہ مولیٰ کے کلام میں صرف ایجاب پایا گیا اور دوسری جانب سے قبول نہیں پایا گیا اس لئے بیع منعقد نہیں ہوئی اور جبکہ بیع منعقد نہیں ہوئی تو زوجہ حرہ کو شوہر پر ملکِ بیع بھی ثابت نہیں ہوئی اس لئے نکاح نہ ٹوٹنا چاہیئے بخلافِ النکاح یعنی نکاح عقدِ بیع سے مختلف ہے نکاح میں کلامِ واحد اور شخصِ واحد ایجاب وقبول کرسکتا ہے "۔ لیکن بیع میں ایسا نہیں ہے بلکہ بیع میں ایجاب وقبول کرنے والے دو افراد ہونا چاہیئے۔ اور یہاں ایسا نہیں ہے "۔

اِعْتِرَاضِ ثَانِیُ "۔ مذکورہ بالا مسئلہ پر امام زفرؒ کی جانب سے جمہور احناف پر دوسرا اعتراض یہ ہے اَلْمِلْكُ الَّذِي يَثْبُتُ بِطَرِيقِ الْاِقْتِضَاءِ مِلْكٌ ضَرُورِيٌّ یعنی مذکورہ مسئلہ میں اقتضاء الکلام کے ذریعہ جو ملکیتِ حرہ للزوج حاصل ہوئی ہے وہ ملک ضرورۃ کے اعتبار سے ہے اور ضرورۃ بقدرِ ضرورت ہوتی ہے وَلَا ضَرُورَةَ فِي ثُبُوتِ فِي حَقِّ النِّكَاحِ اور یہاں مسئلہ میں زوجہ یا کسی اور کیلئے کوئی ضرورۃ نہیں ہے بلکیت ثابت ہونے میں فسادِ نکاح

کے حق میں اور بلا ضرورت نکاح کو کیوں فاسد قرار دیا جائے کیوں کہ حرہ زوجہ کا اُعْتِقْهُ عَنِّیْ کہنا اس کا مقصد شوہر کو معزز بنانا اور غلامی سے نجات دلانا ہے اور یہی ضرورۃ مطلوبہ زوجہ حرہ کے سامنے ہے اس لئے اس مسئلہ کو فسادِ نکاح تک متعدی نہ ہونا چاہیئے ،،

اَلْجَوَابُ عَنِ الْاَوَّلِ ،، شارحِ وقایہ مذکورہ بالا مسئلہ پر دونوں سوالات کے جوابات دالجوابُ عن الاوّل الخ سے بالترتیب بیان فرما رہے ہیں اور اس پہلے سوال کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ بیع میں ایجاب وقبول بطورِ عِبَارَتُ النص اگر چہ لازم اور ضروری ہے لیکن یہاں ثبوتِ بیع بطورِ تقاضا اقتضاء النص اور تقاضائے کلام کے اعتبار سے ثابت کیا جارہا ہے اور جو بیع اقتضاء النص سے ثابت ہوتی ہے اس میں صرف ایجاب کافی ہے اور قبول ضروری نہیں ہے اس لئے کلامِ زوجہ اُعْتِقْهُ عَنِّیْ بالف کے ذریعہ ایجاب پایا گیا اور اس ایجاب کے ذریعہ غلام شوہر حکماً بیوی کی ملکیت میں آکر آزاد ہوا ہے اس لئے فسادِ نکاح کا حکم کیا گیا ہے ، شارحِ وقایہ کی دلیلِ مسئلہ یہ ہے فَاِنَّهٗ قَدْ عُرِفَ فِیْ اُصُوْلِ الْفِقْهِ اَنَّ الْمُقْتَضٰی لَیْسَ کَالْمَلْفُوْظِ ، یعنی اصولِ فقہ کے اعتبار سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ کلامِ اقتضاء اور تقاضائے کلام کی حیثیت کلامِ ملفوظ کے برابر نہیں ہے کلامِ ملفوظ سے مراد کلامِ منصوص اور عبارت النص ہے یعنی ایسا کلام جو قصداً کسی مقصدِ بیع وغیرہ کے لئے ملفوظ اور بولا گیا ہو ،،

اَلْجَوَابُ عَنِ الثَّانِیْ ،، اَنَّ الثَّابِتَ بِالْاِقْتِضَاءِ الخ شارحِ وقایہ کے اس جواب کا مفہوم یہ ہے کہ اِقْتِضَاءُ الْکَلَامِ اگر چہ بقدرِ ضرورت معتبر ہوتا ہے اور یہاں صورتِ مسئلہ میں ضرورت اعتاقِ زوج ہے اور شوہر کی آزادی مقصود ہے اور اس کلام میں طلاق کی ضرورۃ بیوی کو مطلوب نہیں ہے لیکن یہاں ایک اور فقہی ضابطہ کام کر رہا ہے ، ضابطہ فقہی یہ ہے اَلشَّیْئُ اِذَا ثَبَتَ

ثَبَتَ بِلَوَازِمِهِ الَّتِي لَا يَحْتَمِلُ السُّقُوطَ یعنی جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو اپنے ان لوازم ضروریہ کے ساتھ ثابت ہوتی ہے جو ساقط ہونیکا احتمال نہیں رکھتے جیساکہ مسئلہ ہبہ میں یہی حکم ہے کہ اقتضاء الکلام سے ثابت شدہ ہبہ کے لئے بھی قبضہ شرط ہے اگر ہبہ اقتضائیہ پر قبضہ نہ کیا گیا تو ہبہ باطل ہو جاتا ہے فَبُطْلَانُ مِلْكِ النِّكَاحِ مِنْ لَوَازِمِ ثُبُوتِ مِلْكِ الْيَمِيْنِ بِحَيْثُ لَا يَنْفَكُّ عَنْهُ، شارح وقایہ کی یہ عبارت جواب ثانی کے لئے دلیلِ مسئلہ ہے یعنی زوجہ کا اپنے غلام شوہر کے آقا سے یہ کہنا اَعْتِقْهُ عَنِّي بِأَلْفٍ ہزار روپیے کے بدلے میرے شوہر کو آزادی دیدے اس قول کے نتیجہ میں تقاضاءِ کلام اور اقتضاء النص کے اعتبار سے حکماً زوجہ کی ملکیت میں شوہر داخل ہو کر آزاد ہو رہا ہے اس لئے نتیجۃً اس عقدِ نکاح کا باطل ہونا ملکِ یمین کے لوازمِ ضروریہ میں سے ہے اور اس طریقہ پر کہ اس کو جدا نہیں کیا جا سکتا ہے اس طرح یہ مسئلہ مدلل طور پر واضح اور روشن ہو جاتا ہے کہ اَعْتِقْهُ عَنِّي بِأَلْفٍ کے نتیجہ میں وقوعِ طلاق بین الزوجین درست اور معتبر ہے وَالْوَلَاءُ لَهَا اور نتیجۃً شوہر کا وَلاء اور ترکۂ میت اس مُطَلَّقَہ بیوی کے لئے ہوگا کیونکہ وہ بیوی مُعْتِقَہ اور آزادی دینے والی ہے اور غلام شوہر کی آزادی اس بیوی کی جانب سے ہوئی ہے اور دوسرا جوازِ حکم یہ بھی ہے وَيَقَعُ عَنْ كَفَّارَتِهَا یعنی بیوی کے ذمہ کوئی ایسا کفارہ لازم ہے جس میں غلام کو آزاد کیا جاتا ہے پس یہ عورت نیتِ کفّارہ کرلے تو یہ آزادیٔ غلام کفارۂ واجبہ کے سلسلے میں معتبر ہوگی اور کفارہ بھی ادا ہوجائیگا

مسئلہ کی دوسری صورت، وَإِنْ قَالَتْ ذٰلِكَ بِلَا بَدَلِ الْفٍ

اور اگر زوجہ نے یہ کلام بغیر عوضِ مالی کے کہا مثلاً زوجہ نے اَعْتِقْهُ عَنِّي بِلَا بَدَلِ الْفٍ کہا کہ میرے شوہر کو آزادی دیدو میری جانب سے تو اس صورت میں نکاح فاسد نہ ہوگا اور اس صورت میں وَلاء اور ترکہ آقا کو ملے گا "

یہ مسلکِ طرفین ہے لیکن امام ابو یوسف کا مسلک یہ ہے کہ فَهٰذَا وَالْاَوَّلُ سَوَاءٌ، یعنی یہ صورت بلا بَدَلِ اَلْفٍ اور اول صورت اَعْتِقْهُ عَنِّي بِاَلْفٍ دونوں کا حکم برابر ہے اور دونوں صورتوں میں طلاق بین الزوجین واقع ہوجائے گی، امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے یَثْبُتُ الْمِلْكُ هُنَا بِطَرِيْقِ الْهِبَةِ یعنی بغیر بدل الف شوہر کا بیوی کی ملکیت میں آنا بطورِ ہبہ ثابت ہوگا اور بتقضائے کلام یہ ہبہ اقتضائیہ اقتضاء النص سے ثابت ہونے کی بناء پر شرط قبضہ سے مستغنی اور بے نیاز رہے گا كَمَا يَسْتَغْنِي الْبَيْعُ عَنِ الْقَبُوْلِ جیساکہ بیع اقتضائیہ بتقاضائے کلام قبول سے مستغنی اور بے نیاز ہے حالانکہ قبول رکن عقد ہے اور شرط سے زیادہ اہم چیز ہے "کیونکہ رکن داخلِ ماہیت ہوتا ہے۔

طرفین کا جواب "منقول ہے شارحِ وقایہ نے جواب دیا ہے یعنی قبول ایسا رکن ہے جو ساقط ہونے کا احتمال رکھتا ہے كَمَا فِي التَّعَاطِيْ جیساکہ بیع التعاطی میں قبول رکن ہونے کے باوجود ساقط ہوجاتا ہے اور قبول کے بغیر بھی بیع التعاطی درست ہے۔ بیع التعاطی کے معنی یہ ہیں هُوَ الْبَيْعُ مِنْ غَيْرِ تَكَلُّمٍ مِنَ الْجَانِبَيْنِ اَوْ جَانِبٍ وَاحِدٍ بِاَنْ يُعْطِيَ الْمُشْتَرِيُّ الثَّمَنَ وَيَاْخُذَ مِنَ الْبَائِعِ الْمَبِيْعَ یعنی بغیر تکلم خاموشی کے ساتھ لین دین کریں اس طریقہ پر کہ خریدار قیمت آگے بڑھا دے اور بائع سے مبیع حاصل کرلے اس طرح مشتری صرف ایجاب کرتا ہے اور قیمت سامنے رکھ دیتا ہے اور بائع اظہارِ قبول کئے بغیر خاموشی کے ساتھ سامان اٹھاکر دیدیتا ہے یہ طریقِ بیع درست ہے اَمَّا الْقَبْضُ فَلَا يَحْتَمِلُ السُّقُوْطَ بِحَالٍ فِي الْهِبَةِ[1] لیکن ہبہ قبضہ کے بغیر کسی بھی صورت میں درست نہیں ہے اور کیوں کہ مذکورہ بالا صورت میں اَعْتِقْهُ عَنِّي بِلَا بَدَلٍ زوجہ نے کہا کہ میرے شوہر کو آزاد کردو تو یہاں ہبہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ بیوی کی جانب سے یہ ایک درخواست ہے اپنے شوہر کی آزادی کے لئے اس لئے عند الطرفین نکاح فاسد نہ ہوگا "۔

---

[1] اما القبض سے امام ابو یوسف کی دلیل کا جواب طرفین کی جانب سے دیا گیا ہے " شاہد حسن قاسمی۔

عبارت فَاِنْ اَسْلَمَ الْمُتَزَوِّجَانِ بِلَا شُهُوْدٍ اَوْ فِيْ عِدَّةِ كَافِرٍ مُعْتَقِدَيْنِ ذَالِكَ اُقِرَّا عَلَيْهِ وَاِنْ اَسْلَمَ الزَّوْجَانِ الْمُحَرَّمَانِ فُرِّقَ بَيْنَهُمَا وَالطِّفْلُ مُسْلِمٌ اِنْ كَانَ اَحَدُ اَبَوَيْهِ مُسْلِمًا اَوْ اَسْلَمَ اَحَدُهُمَا وَكِتَابِيٌّ اِنْ كَانَ بَيْنَ مَجُوْسِيٍّ وَكِتَابِيٍّ لِاَنَّ الطِّفْلَ يَتْبَعُ خَيْرَ الْاَبَوَيْنِ دِيْنًا »

ترجمہ » پس اگر اسلام لائیں ایسے میاں بیوی (جنھوں نے نکاح کیا ہو) شہادتِ شاہدین کے بغیر یا کسی کافر کی عدت میں معتدہ سے نکاح کیا ہو اور وہ دونوں میاں بیوی اس طریقِ نکاح پر اعتقادِ مذہبی رکھنے والے بھی ہوں تو ان دونوں میاں بیوی کو اس نکاح پر باقی رکھا جائیگا اور اگر اسلام لائیں ایسے میاں بیوی جو اصلاً ایک دوسرے کے لئے حرام ہوں تو ان دونوں کے بیچ تفریق کردی جائے گی اور بچہ مسلمان قرار دیا جائے گا اگر اس بچے کے ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہو یا (ترکِ کفر کے بعد) ماں باپ میں سے کوئی ایک اسلام لے آیا ہو اور بچہ اہل کتاب میں شمار ہوگا اگر وہ بچہ مجوسی اور اہل کتاب ماں باپ کے درمیان ہوا اسلئے کہ بچہ تابع ہوتا ہے اسکے ماں باپ میں سے جو بہتر ہو دین کے اعتبار سے »

توضیح الوقایہ » حالتِ کفر میں نکاح کا مسئلہ » قولہٗ اُقِرَّا علیہ حالتِ کفر میں نکاح کے دو حال ہیں ۱ کسی حلال عورت سے نکاح کیا بغیر گواہ یا غیر کی عدت میں تو یہ نکاح نزد امام ابوحنیفہ باقی رہیگا معتدۃ الغیر میں صاحبین کا اختلاف ہے دلیل امام ابوحنیفہؒ یہ ہے اِنَّ الْكُفَّارَ غَيْرُ مُخَاطَبِيْنَ بِالْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ الْفَرْعِيَّةِ حَالَةَ كُفْرِهِمْ حالت کفر میں کافر احکام کا مخاطب نہیں ہے اسلئے معتدۃ الغیر سے نکاح کافر باقی رہیگا بشرطیکہ انکے مذہب میں یہ درست ہو ۲ فُرِّقَ بَيْنَهُمَا۔ حالت کفر میں محرماتِ شرعیہ اور ممنوعہ عورت سے نکاح کرلیا جیسے سوتیلی ماں سوتیلی بہن وغیرہ سے یہ نکاح اسلام لانے کے بعد ختم کر دیا جائیگا۔ دوسرا مسئلہ وَالطِّفْلُ مُسْلِمٌ اسلام ایک عظیم نعمت ہے بچہ کا باپ یا ماں جو بھی مسلمان ہوجائے بچہ کی نسبت اسلام یا کسی آسمانی افضل دین کی طرف کی جائیگی۔ باعتبار خَيْرُ الْاَبَوَيْنِ دِيْنًا اول اسلام پھر اہل کتاب ہونا مشرک سے افضل ہیں

غیر مسلم بچہ اور قانونِ شرع "ماتنِ وقایہ نے فرمایا والطفل مسلم" اور ایسا بچہ مسلمان قرار دیا جائے گا جس کے ماں اور باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہو مثلاً باپ مسلمان ہے اور ماں اہل کتاب یعنی یہودی یا عیسائی ہو **صورتِ ثانیہ** "ماں اور باپ میں سے کوئی ایک اسلام قبول کرلے تو بھی یہ بچہ مسلمان قرار دیا جائے گا" **صورتِ ثالثہ** "وکتابی یعنی ماں اور باپ میں سے کوئی ایک مجوسی پارسی، آتش پرست اور مشرک ہو اور ایک کتابی یعنی یہودی یا عیسائی ہو تو اس صورت میں بچہ کو اہل کتاب میں سے شمار کیا جائے گا اس سلسلے میں ضابطہ فقہی یہ ہے لِاَنَّ الطِّفْلَ یَتْبَعُ خَیْرَ الْاَبَوَیْنِ دِیْناً یعنی ماں باپ میں سے جو فرد اپنے دین کے اعتبار سے بہتر ہو تو بچہ اس ذین کے تابع قرار دیا جائے گا اور ظاہر ہے کہ مشرک اور اہل کتاب میں اہل کتاب کا دین اعلیٰ اور بہتر ہے اس لئے بچہ کو اہل کتاب میں شمار کیا جائے گا یہی حکم دوسری مذکورہ بالا صورتوں میں جاری ہوگا"

عبارت "وفی اسلام زوج المجوسیۃ او امرأۃ الکافر ای سواء کان مجوسیا او کتابیا یعرض الاسلام علی الاٰخر فان اسلم فہی لہ والا فرق وھو ای التفریق طلاق بائن لوابی لا لو ابت لان الطلاق لا یکون من النساء ولا مھر ھنا ای فی ابائھا الا للموطوءۃ، اما فی صورۃ اباء الزوج فان کانت موطوءۃ فکل المھر وان لم تکن فنصفہ لان التفریق ھنا طلاق قبل الدخول ولو کان ذالک فی دارھم ای اسلام زوج المجوسیۃ او امرأۃ الکافر لم تبن حتی تحیض ثلثا قبل اسلام الاٰخر ولو اسلم زوج الکتابیۃ فھی لہ"

ترجمہ اور پارسی عورت کے شوہر یا مشرک مرد کی بیوی کے اسلام قبول کرنے کی صورت میں یعنی حکم برابر ہے کہ شوہر پارسی ہو یا اہل کتاب

میں سے ہو تو مذہب اسلام پیش کیا جائے گا دوسرے فرد کے سامنے
پس اگر شوہر اسلام قبول کرے تو یہ مومنہ بیوی اس شوہر کے لئے ہے
اور اگر ایسا نہ ہو تو تفریق بین الزوجین کی جائیگی اور وہ یعنی تفریق طلاق
بائن ہوگی اگر شوہر اسلام سے انکار کر دے نہ کہ اگر عورت انکار کرے
کیوں کہ شرعًا طلاق عورتوں کی جانب سے نہیں ہوتی اور مہر نہ ہوگا اس
صورت میں یعنی عورت کے انکارِ اسلام کی صورت میں مگر موطوءۃ کیلئے
(مہر ہے) بہرحال بصورتِ انکارِ زوج (یعنی قبول اسلام نہ کرنے) کا حکم
شرعًا یہ ہے کہ اگر وہ عورت موطوءۃ ہے تو پورا مہر ہے اور اگر موطوءۃ نہیں
ہے تو آدھا مہر واجب ہے کیوں کہ تفریق اس صورت میں طلاق قبل
الدخول اور ہمبستری سے پہلے طلاق ہوئی ہے اور اگر یہ مذکورہ واقعہ
دار الکفر میں ہو یعنی مجوسیہ کے شوہر کا مسلمان ہونا یا کافر کی بیوی کا مسلمان
ہونا ہوا ہو تو عورت کو طلاق بائن نہ ہوگی یہاں تک کہ تین حیض گذر جائے
دوسرے فرد کے اسلام لانے سے پہلے اور اگر مذہب اسلام قبول کرلے
کتابیہ کا شوہر تو وہ کتابی عورت اسی شوہر کے لئے ہے "

توضیح الوقایہ " نومسلم میاں بیوی کے نکاح کا مسئلہ "

ماتن اور شارح وقایہ فرماتے ہیں وَفِی اِسْلَامِ زَوْجِ الْمَجُوْسِیَّۃِ؛
یہاں الْمَجُوْسِیَّۃ سے مراد غیر کتابیہ مشرکہ عورت ہے کیوں کہ اہل کتاب عورت
کا نکاح مسلمان مرد سے جائز ہے اس لئے عیسائی یا یہودی عورت کا شوہر اگر
مسلمان ہو جائے اور اس کی بیوی یہودی یا عیسائی رہے تو شرعًا یہ نکاح
برقرار رہے گا البتہ اگر مشرک زوجین میں سے شوہر مسلمان ہو جائے اور بیوی
مشرکہ ہی رہے یا مشرکہ عورت مسلمان ہو جائے اور شوہر مشرک رہے یا یہودی
اور عیسائی مذہب پر شوہر رہے تو اس صورت میں یُعْرَضُ الْاِسْلَامُ عَلَی الْاٰخَرِ شوہر
کے سامنے اسلام پیش کیا جائے گا اگر شوہر اسلام قبول نہ کرے تو زوجین کے

درمیان تفریق اور جدائی کردی جائے گی بذریعۂ عدالتِ قاضی کے اور یہ تفریق عند الطرفین طلاق بائن کے درجہ میں ہوگی امام ابو یوسف کے نزدیک یہ تفریق طلاقِ بائن نہیں ہے بلکہ فسخ نکاح بشرطیکہ انکارِ اسلام زوج کی جانب سے ہو نتیجۂ اختلاف دو چیزوں میں ظاہر ہوگا (۱) طلاق بائن واقع ہونے کی صورت میں حسب ضابطۂ طرفین کے نزدیک ایام عدت میں مطلقہ عورت کو نان و نفقہ ملے گا اور امام ابو یوسف کے نزدیک فسخ نکاح کی وجہ سے ایامِ عدت کا نان و نفقہ زوجہ کو نہیں ملے گا (۲) اگر شوہر تفریق کے بعد اسلام قبول کرلے اور پھر اسی سابقہ بیوی سے نکاحِ جدید کرلے تو طرفین کے نزدیک شوہر کو حرہ عورت کے لئے صرف دو طلاق کا حقِ طلاق ہوگا یعنی دو طلاق کے بعد وہ حرہ عورت مغلظہ ہوجائے گی کیوں کہ سابقہ طلاق بائن گنتی میں برقرار رہتی ہے اور دو طلاق مل کر کل تین طلاق مغلظہ ہوجاتی ہیں اور حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک حرہ کا شوہر تین طلاق کا مالک ہوگا یعنی مکمل تین طلاق دینے پر عورت مغلظہ ہوگی عند الطرفین یہ عورت دو طلاق مزید دینے سے مغلظہ ہوجائے گی

عورت اور اختیار طلاق

قانونِ اسلام میں عمومی حالات کے اعتبار سے اختیار طلاق مردوں کے لئے مخصوص کیا گیا ہے تاکہ عورت اپنے مخصوص انفعالی مزاج سے متاثر ہوکر زوجیت کے مقدس رشتہ کو جلد بازی میں نہ توڑ دے البتہ اگر شوہر عورت کے حقوق واجبہ اور شرعی حقوق زوجیت سے انحراف اور بغاوت کرتا ہے تو قاضی اور اسلامی جج کو یہ عمومی اختیار حاصل ہے کہ وہ وقتِ ضرورت تسریح باحسان اور بیوی کو ظلم سے چھڑانے کا انتظام کرسکے اسی مسئلہ کی طرف ماتنِ وقایہ نے اشارہ فرمایا لَا لَو اَبَتْ اصل عبارت یہ ہے لَيْسَ التَّفْرِيْقُ طَلَاقًا بَائِنًا لَوْ اَبَتْ عَنِ الْاِسْلَامِ زَوْجَةُ الْمُسْلِمِ الَّذِىْ اَسْلَمَ بَعْدَ النِّكَاحِ، یعنی تفریق طلاق بائن نہیں ہے بلکہ فسخ نکاح ہے (مُتَّفَق بَیْنَ الائمۃ)

بشرطیکہ اس مسلم کی زوجہ اسلام سے انکار کردے جو حالتِ کفر میں نکاح کے بعد اب اسلام لے آیا ہے، وَلامَهْرَ هٰهُنا یعنی اگر شوہر کے اسلام لانے کے بعد اس کی بیوی اسلام قبول کرنے سے انکار کردے اور قاضی تفریق کرادے پس اگر یہ عورت غیر موطوءۃ ہے یعنی تفریق سے پہلے ہمبستری یا خلوتِ صحیحہ نہیں ہوئی ہو تو فسخ نکاح کی بناء پر اس عورت کو مہر آدھا بھی نہیں ملے گا کیوں کہ فقہی ضابطہ یہ ہے کلُّ فُرْقَةٍ مِنْ قِبَلِهَا قَبْلَ اَنْ یَتَأکَّدَ الْمَهْرُ بِالْوَطْیِ تُسْقِطُ الْمَهْرَ، یعنی ہر وہ تفریق جو عورت کی جانب سے ہو وطی کے ذریعہ مہر کو مؤکد اور ثابت کرنے سے پہلے پہلے یہ تفریق مہر کو ساقط اور ختم کردیتی ہے جیسے تقبیل ابن الزوج یا زنا، یا ابن الزوج وغیرہ سوتیلے بیٹے سے زنا یا شہوت کی حالت میں تقبیل اور بوسہ لینا یا شوہر کے مسلمان ہونیکے بعد بیوی کا اسلام سے انکار کردینا یہ سب صورتیں فرقت و تفریق من جانب زوجہ ہیں اور فسخ نکاح اور نکاح ٹوٹنے کا سبب ہیں پس ان صورتوں میں قبل الوطی عورت کو مہر نہیں ہے، اِلَّا الموطوءۃ، سوائے موطوءۃ عورت کے جس عورت سے ہمبستری اور خلوتِ صحیحہ ہوگئی ہے اس کو ہر صورت مہر مسمیٰ ملتا ہے، اَمَّا فِی صُوْرَتِ اِبَاءِ الزَّوْجِ اگر بیوی مسلمان ہوجائے اور شوہر قبول اسلام سے انکار کردے تو اس صورت میں مہر کا عمومی ضابطہ شرعی برقرار رہے گا یعنی اگر وہ مطلقہ عورت موطوءۃ ہے تو پورا مہر واجب ہے اگر غیر موطوءۃ ہے تو نصف المہر واجب ہے، دلیلِ مسئلہ یہ ہے کہ لِاَنَّ التَّفْرِیْقَ هٰهُنَا طَلَاقٌ قَبْلَ الدُّخُوْلِ یعنی اس صورتِ مسئلہ میں غیر موطوءۃ کی تفریق حکماً طلاق بائن قبل الدخول ہے یہ بھی یاد رکھیے کہ مذکورہ بالا تمام مسائل کا تعلق دار الاسلام سے ہے ،،

دار الحرب کا حکم مختلف ہے جس کو وَلَوْ کَانَ ذٰلِکَ فِیْ دَارِهِمْ سے بیان کیا جارہا ہے صورتِ مسئلہ یہ ہیکہ دار الکفر میں رہنے والے زوجین میں سے کوئی ایک اسلام لایا اور دوسرا فرد کفر پر برقرار رہا تو اس صورت میں قاضیٔ اسلام تفریق

بین الزوجین کی قدرت نہیں رکھتا اس لئے دار الکفر میں تفریق بین الزوجین کے سلسلہ میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے جس کو لم تبن حتی تحیض ثلثا قبل اسلام الاخر سے بیان کیا گیا ہے یعنی دوسرے فرد کے اسلام لانے سے پہلے پہلے تین حیض کامل گذرنے پر عورت بائنہ ہوگی اور اگر تین حیض سے پہلے دوسرا فرد اسلام لے آیا تو تفریق اور طلاق بائن واقع نہ ہوگی "

وَلَوْ اَسْلَمَ زَوْجُ الْكِتَابِيَّةِ اگر کتابیہ کا شوہر مسلمان ہو جائے تو اس کا حکم شرع یہ ہے فَهِيَ لَهُ یعنی وہ کتابیہ عورت اپنے مذہب پر رہتے ہوئے اس مسلمان زوج کے نکاح میں برقرار رہے گی بشرطیکہ کوئی عارض شرعی اور مرد کے لئے مرتد ہو جانے کا خطرہ اور گمان غالب نہ ہو، زَوْجُ الْكِتَابِيَّةِ میں تعمیم ہے کتابیہ کا شوہر قبل اسلام کتابی ہو یا پارسی یا مشرک ہو اور پھر اسلام لے آیا ہو تو حکم واحد ہے یہ کتابیہ مسلم زوج کے نکاح میں برقرار رہے گی کیوں کہ اصلاً کتابیہ عورت سے نکاح مسلم حلال ہے "

عبارت وَتَبِيْنُ بِتَبَايُنِ الدَّارَيْنِ لَا بِالسَّبْيِ فَلَوْ خَرَجَ اَحَدُهُمَا اِلَيْنَا مُسْلِمًا اَوْ اُخْرِجَ مَسْبِيًّا بَانَتْ، وَاِنْ سُبِيَا مَعًا لَا وَمَنْ هَاجَرَتْ اِلَيْنَا بَانَتْ بِلَا عِدَّةٍ اِلَّا الْحَامِلَ وَارْتِدَادُ كُلٍّ مِنْهُمَا فَسْخٌ عَاجِلٌ ثُمَّ لِلْمَوْطُوْءَةِ كُلُّ مَهْرِهَا وَلِغَيْرِهَا نِصْفُهُ لَوْ ارْتَدَّ وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ لَوْ ارْتَدَّتْ وَبَقِيَ النِّكَاحُ اِنْ ارْتَدَّا مَعًا ثُمَّ اَسْلَمَا مَعًا وَفَسَدَ اِنْ اَسْلَمَ اَحَدُهُمَا قَبْلَ الْاٰخَرِ "

ترجمہ اور عورت بائنہ طلاق والی ہو جاتی ہے دارین کے تباین اور دو ملک کے جدا ہونے کی وجہ سے نہ کہ قید کی وجہ سے پس اگر نکلے زوجین میں سے کوئی ایک ہماری طرف (دار الحرب) سے مسلمان ہو کر یا (دار الحرب) سے نکالا جائے قیدی بنا کر تو وہ عورت بائنہ طلاق والی ہو جائے گی اور اگر میاں بیوی دونوں قید کئے گئے ایک ساتھ تو طلاق بائن

نہ ہوگی اور جو عورت ہجرت کرے ہماری جانب تو وہ عورت بائنہ ہوجائیگی کسی عدت کے بغیر سوائے حاملہ عورت کے اور مرتد ہوجانا ہر ایک کا ان زوجین میں سے فسخِ عاجل اور فوری نکاح توڑنے والا ہے اور (اس صورت میں) موطوءۃ کے لئے پورا مہر ہے اور غیر موطوءۃ کے لئے مہر کا نصف ہے بشرطیکہ (صرف) مرد مرتد ہو اور شوہر کے ذمہ مہر کی کوئی چیز واجب نہیں ہے اگر بیوی مرتد ہوجائے اور نکاح باقی رہے گا اگر میاں بیوی ایک ساتھ مرتد ہوں اور پھر ایک ساتھ اسلام لے آئیں اور نکاح فاسد ہوجائے گا اگر اسلام لائیں زوجین میں سے کوئی ایک دوسرے سے پہلے "

توضیح الوقایہ

"دو ملک اور قید خانہ میں زوجین کا حکم؟"

مصنف وَتَبَایُنُ بِتَبَایُنِ الدَّارَیْنِ کے ذریعہ ایسے میاں بیوی کا مسئلہ بیان کر رہے ہیں جو دو مختلف متحارب[1] ملکوں میں الگ الگ رہتے ہیں اور ان کے درمیان کوئی شخصی اور ملکی رابطہ نہیں ہے اس صورت میں عورت پر طلاق بائن واقع ہوجائے گی لیکن اگر دونوں ملکوں میں سفارتی اور دوستانہ مراسم موجود ہیں تو طلاق بائن نہیں پڑے گی لَا بِالسَّبْیِ کا مطلب یہ ہے کہ لَاتَبِیْنُ الْمَرْأَۃُ بِمُجَرَّدِ السَّبْیِ وَالْقَیْدِ یعنی میاں بیوی میں سے کسی ایک کا قید خانہ میں مقید ہوجانا طلاق بائن کا سبب نہیں ہے جبکہ یہ واقعہ ایک ہی ملک میں ہو فَلَوْخَرَجَ اَحَدُھُمَا یہ فاء تفریع کے لئے ہے تباین دارین سے اس کا تعلق ہے اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک دار الحرب میں اسلام قبول کرکے دار الاسلام آگیا یا قیدی بنا کر دار الحرب سے لایا گیا تو بیوی پر طلاق بائن واقع ہوجائے گی کیوں کہ تباین دارین پایا گیا وَاِنْ سُبِیَا مَعًا لَا یعنی ای لَاتَبِیْنُ مِنَ السَّبْیِ اور اگر دونوں میاں بیوی ایک ساتھ قید ہوکر آئے ہوں دار الاسلام کی جانب تو بیوی پر طلاق بائن نہیں پڑے گی عند الاحناف البتہ امام شافعیؒ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے ان کے نزدیک تباینِ دارین سبب

---

[1] متحارب وہ ملک مراد ہیں جو حالت جنگ میں ہوں یا سفارتی تعلقات موجود نہ ہوں (شاہد حسن قاسمی)

طلاق نہیں ہے بلکہ میاں بیوی میں سے کسی ایک کا قید خانہ میں ہونا طلاق کا سبب ہے عند الشافعی وَمَنْ هَاجَرَتْ اِلَینا جو حربیہ عورت ترکِ وطن کے بعد دار الاسلام آجائے تو تباین دارین کی علت سے طلاق بائن بین الزوجین واقع ہوگی بلا کسی عدت کے کیوں کہ حربیہ عورت پر عدت واجب نہیں ہے جبکہ وہ دار الاسلام منتقل ہو جائے الا الحامل سوائے حاملہ عورت کے کہ اس پر وضعِ حمل تک عدت واجب ہے کیوں کہ حاملہ کا حمل ثابت النسب ہے اس لئے عدت واجب ہے "

مرتد میاں بیوی اور قانونِ شرع

وَاِرْتِدَادُ کُلٍّ مِنْهُمَا فَسْخٌ عَاجِلٌ مصنفؒ فرمانا چاہتے ہیں کہ میاں بیوی میں اگر کوئی ایک مرتد ہو جائے تو میاں بیوی کا مقدس رشتہ نکاح فسخ اور فوری طور پر ٹوٹ جاتا ہے، فسخ کے معنیٰ یہ ہیں کہ اس ٹوٹنے والے نکاح پر احکام طلاق مرتب نہ ہوں گے اور فسخ کے نتیجہ میں نفقۂ عدت بھی شوہر پر واجب نہ ہوگا عند الشیخین اور امام محمدؒ کے نزدیک ارتداد کے ذریعہ طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے اس لئے امام محمدؒ کے نزدیک ایامِ عدت کا نفقہ وغیرہ واجب ہوگا، عَاجِلٌ کے معنیٰ یہ ہیں کہ بغیر عدالتِ قاضی کے مرتد کا نکاح فوری طور پر خود بخود ختم ہو جاتا ہے ثُمَّ لِلْمَوْطُوْءَةِ سے تفصیلِ مہر کا بیان ہے یعنی مرتد کی بیوی یا خود مرتدہ بیوی کے دو حال ہیں (۱) موطوءۃ (۲) غیر موطوءۃ موطوءۃ کا حکم یہ ہے وَلِلْمَوْطُوْءَةِ کُلُّ مَهْرِهَا۔ یعنی موطوءۃ اور ہمبستری شدہ عورت کو اس کا پورا مہر ملے گا اور غیر موطوءۃ کے لئے آدھا مہر ہے لَوْ اِرْتَدَّ بشرطیکہ شوہر مرتد ہوا ہو اور اگر عورت مرتد ہوئی ہو تو اس کے لئے حکم مہر وَلَا شَیْئَ عَلَیْهِ ہے یعنی مرتدہ عورت کو کچھ نہ ملے گا نہ مہر اور نہ نفقۂ عدت کیونکہ غیر موطوءۃ پر کوئی عدت واجب نہیں ہے "

مرتد میاں بیوی اگر پھر ایمان لے آئیں ، وَبَقِیَ النِّکَاحُ اِنْ اِرْتَدَّا مَعًا

کے ذریعہ ماتنِ وقایہ فرمانا چاہتے ہیں کہ نکاح برقرار رہے گا اگر دونوں میاں بیوی ایک ساتھ مرتد ہوئے پھر دونوں ایک ساتھ اسلام لائے اور البتہ اگر یکے بعد دیگرے الگ الگ اسلام لائے تو سابقہ نکاح فاسد ہو جائیگا اور آئندہ کے لئے جدید نکاح اور جدید مہر ادا کرنا ہوگا جیسا کہ ماتنِ وقایہ" نے فرمایا وَفَسَدَ اِنْ اَسْلَمَ اَحَدُهُمَا قَبْلَ الْاٰخَرِ "

نیز مرتد ہوتے ہیں قادیانی اور دیگر فرقۂ باطلہ والے میاں بیوی کا بھی یہی حکم ہے، ضابطہ شرعی یہ ہیکہ جو شخص بھی دین کے کل یا جزء قطعی کا منکر ہو جائے وہ مرتد ہے اگرچہ بظاہر وہ لوگ دین کا کوئی کام بھی کرتے ہوں جیسے ظاہری نماز، روزہ کرتے ہوں مرتد ہونیکی وجہ سے تب بھی یہ لوگ حقیقۃً غیر مسلم ہیں جیسے قادیانی ختمِ نبوت کے منکر ہو کر کافر اور مرتد ہیں یہ لوگ نماز روزہ بھی کریں تو مسلمان نہیں ہیں کیوں کہ ان کے عقائد باطل ہیں اور عقائدِ باطلہ میں اعمالِ حسنہ اور نماز وغیرہ بھی معتبر نہیں ہیں اس لئے ایسے میاں بیوی کے نکاح کا حکم وہی ہے جس کی تفصیل مرتد میں بیان ہوئی ہے "

بَابُ الْقَسْمِ | يَجِبُ الْعَدْلُ فِيْهِ وَالْبِكْرُ وَالثَّيِّبُ وَالْجَدِيْدَةُ وَالْقَدِيْمَةُ وَالْمُسْلِمَةُ وَالْكِتَابِيَّةُ سَوَاءٌ وَلِلْاَمَةِ وَالْمُكَاتَبَةِ وَاُمِّ الْوَلَدِ وَالْمُدَبَّرَةِ نِصْفُ مَا لِلْحُرَّةِ وَلَا قَسْمَ فِي السَّفَرِ بَلْ يُسَافِرُ بِمَنْ شَاءَ وَالْقُرْعَةُ اَوْلٰى وَاِنْ تَرَكَتْ قَسْمَهَا لِضَرَّتِهَا صَحَّ وَاِنْ رَجَعَتْ جَازَ ترجمہ ۔ کئی بیویوں کے درمیان تقسیم اوقات کا بیان (ایک سے زائد بیویاں ہونے کی صورت میں) برابری رکھنا واجب ہے تقسیم اوقات وغیرہ میں اور اس (مسئلہ میں) کنواری اور غیر کنواری اور نئی عمر والی عورت اور پرانی عمر والی عورت اور مسلمان اور کتابیہ عورتیں سب

برابر ہیں اور باندی اور مکاتبہ باندی اور ام ولد اور مدبرہ کیلئے نصف
مقدار وقت ہے جو حرہ کیلئے ہے (یعنی حرہ کے وقت کا نصف ہے) اور تقسیم
واجب نہیں ہے سفر میں لے جانے کیلئے، شوہر سفر کر سکتا ہے جس عورت کیساتھ
چاہے اور قرعہ ڈالکر بیوی کا نکالنا زیادہ بہتر ہے اور اگر کوئی عورت اپنے
حصہ کو چھوڑ دے اپنے سوکن کیلئے تو درست ہے اور اگر (اپنا حصہ چھوڑنے
کی) اجازت واپس لے لے تو درست ہے (اجازت واپس لے لینا۔)

توضیح الوقایۃ۔ ایک سے زائد بیوی اور قانون شریعت

مذہب اسلام اور کثرت ازدواج یہ ایسا حساس اور نازک مسئلہ
بنتا جا رہا ہے کہ بعض طبقہ دانشور بھی اس مغربی نظریہ فاسد سے متاثر نظر آتے
ہیں جو لوگ صرف ایک عورت اور ایک بیوی اور ایک ہی نکاح کا نعرہ محض
فلاح معاشرہ یا سماجی۔ اصلاح کے نام سے پیش کرتے ہیں اور ایک سے زائد
بیوی (چار تک، جو قرآنی حکم ہے اسکو کہنہ فرسودہ اور قرون وسطی کا ظالمانہ نظام
بتلانے والے ایسے جدت پسندوں سے ایک سوال ہے کہ ایک عورت اور ایک نکاح
کے مدعی حضرات کو کسی مجلس اور مقام پر مجتمع کیا جائے اور ان سے بالحلف
خدائے واحد کے واسطے سے یہ دریافت کیا جائے کہ بلوغ سے آج تک ان
لوگوں نے ایک بیوی کے سوا کسی اور سے خواہش نفس پوری کی ہے یا نہیں؟
ان لوگوں سے یہ بھی سوال کیا جائے کہ خاص کر اٹھتی ہوئی نئی عمر اور تعلیمی دور
میں ان کا نفسانی تعلق کسی اور سے تو نہیں رہا ہے دور جدید کے مطابق کسی
بوائے فرینڈ یا گرل فرینڈ وغیرہ مختلف نفسانیت کے راستے سے یہ لوگ کیسے
گذرے ہیں اور تعلیم یا کالج کے دور کے بعد ذمہ دارانہ زندگی سروس
یا کسی عہدے یا ذمہ داری پر آنے کے بعد کسی پی۔ اے اور پرائیوٹ سکریٹری

یا کال گرلز، یا ماڈل گرلز، یا کسی اور انداز میں کوئی نفسانی جنسی تعلق تو نہیں رہا ہے؟
ایسے حقیقی سوالات کے بعد ہمیں یقینِ محکم ہے کہ اگر کسی جماعت یا افراد سے اس قسم کے حقیقی سوالات کیے جائیں گے تو صرف ایک بیوی کا نعرہ لگانے والے ان لوگوں کی جماعت سچائی کے ساتھ ہمارے ان سوالات کے جوابات سے قاصر رہے گی۔ الا ماشاء اللہ قلیل لوگ ہی نیک و صالح اور صاف ستھری زندگی کی قسم کھا سکیں گے۔ لیکن آج کے دور میں فیصلہ ہمیشہ اکثریت پر ہوتا ہے اس طرح بدیہی اور روشن۔ طریقہ سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ ایک عورت ایک نکاح کا نعرہ لگانے والے حضرات بالفاظ دیگر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ظاہر عنوان ایک عورت اور ایک نکاح کا رہنا چاہیے اور اس کے بعد کلب اور عیاشیوں کے مراکز میں راتیں گزاری جائیں اور وہ ایک بیوی تنہائی میں آدھی آدھی رات تک شوہر کی واپسی کا انتظار کرتی رہے۔ اس طرح وہ ایک بیوی اپنے حقِ زوجیت اور رفیق حیات سے عملاً محروم رہکر مایوس اور محروم زندگی گزارتی رہے وہ سب کچھ ان لوگوں کیلئے جائز اور درست معلوم ہوتا ہے لیکن پاکیزہ زندگی اور غلط راہ سے بچنے کے لیے گھریلو زندگی آباد کرنا اور ضرورت اور وسائل قدرت ہونے پر دوسرا نکاح کر لینا ماڈرن مغرب زدہ کو ظلم دکھائی دیتا ہے۔

مذہبِ اسلام اور انسانی فطرت کا احترام

قرآن کریم اس قادر مطلق کا کلام اور آخری پیغام حیات ہے جس نے دین اور دنیا کے لیے مکمل رہنمائی فرمائی ہے اور کائنات کو بتایا ہے کہ صَاحِبُ الْبَيْتِ اَدْرٰى بِمَا فِيْهِ کسی مکان کا مالک ہی اچھی طرح جانتا ہے جو اس مکان میں ہے۔ ایسے ہی خالق اکبر ہمارے نفسانی جسمانی تقاضے طلبِ نفس مرد عورت کے باہمی رشتے۔ مرد کی نفسانی قوت اور اس کی تکمیل کے لیے تعداد اور ضرورت ایک مرد صحیح، تندرستی کی حالت میں پوری زندگی صرف ایک ہی عورت پر اکتفا کر سکتا ہے یا نہیں۔

اِن تمام حقائق کا حقیقی علم صرف خداوند قدوس کو حاصل ہے۔ قرآنِ کریم ایک صالح سماج اور فلاحی معاشرہ اور رفاہی سوسائٹی کا داعی ہے اِس لیے حلال اور مناسب طریقے پر شروط بالشرائط طریقے مخصوص حالات میں ایک سے لے کر چار بیبیوں تک صرف اجازت دی ہے۔ ایسا کرنے کے لیے حکم نہیں دیا گیا ہے بلکہ مختلف انسانوں کے تحفظ کے لیے فطرتِ اولادِ آدم کے مختلف نفسیاتی اور نفسانی حالات کے اعتبار سے ارشاد قرآنی ہے۔

[1] فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ تم لوگ (وقت ضرورت) نکاح کر لیا کرو۔ عورتوں میں سے دو، تین یا چار تک اور ان ازواج اور بیبیوں کے لیے قانونی طور پر کچھ پابندیاں اور شرائط بھی ہیں جس کو شریعت نے باب النفقات اور دیگر باب القسم کے ذریعہ بیان کیا ہے۔

نکاح کے بعد مرد کی ذمہ داری

مرد کے ذمہ قانون شرع کے مطابق عورت کی بنیادی ضروریاتِ زندگی اپنے وسائل کے مطابق ادا کرنا واجب ہے، بنیادی ضروریات میں تین چیزیں خاص طور پر شامل ہیں۔ (۱) نان و نفقہ، یعنی مناسب غذا مہیا کرنا (۲) مناسب لباس اور بہتر کپڑے مہیا کرنا (۳) سُکنیٰ ہے یعنی رہنے کے لیے ایک مکان کا انتظام کرنا۔ اگر بڑی بلڈنگ ہے تو ایک پرائیویٹ روم اور مخصوص کمرہ صرف بیوی کے لیے خاص کر دینا قانون اسلام کے مطابق بیوی کے پرائیویٹ روم میں کوئی بھی شخص بیوی کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ اسلامی قانون کی تفصیلات اور قانون تشریحات میں اُن کا تذکرہ موجود ہے اور بطور دلیل یہ ارشاد قرآنی ہے "وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ[2]" اور شوہر کے ذمہ بیبیوں کا رزق اور ان کا مناسب لباس واجب ہے۔

---

[1] سورۃ النساء پ۴۔ [2] سورۃ البقرہ پ۲۔

حقوقِ خواتین اور قرآن کریم

عورتوں کے حقوق کا تحفظ قرآن کریم نے اس طرح ارشاد فرمایا اَسْکِنُوْا ھُنَّ مِنْ حَیْثُ سَکَنْتُمْ مِنْ وَّجْدِکُمْ وَلَا تُضَارُّوْھُنَّ لِتُضَیِّقُوْا عَلَیْھِنَّ (پ۲۸)

مفہوم یہ ہے کہ اپنی بیبیوں کیلیے مکان وغیرہ کا انتظام اپنے وسائل کے مطابق کرو عورتوں کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھاکر بیبیوں کو پریشانی اور نقصان میں نہ ڈالو، ایسا نہ ہو کہ تم لوگ ظلم کرتے ہوئے عورتوں کی زندگی تنگ و پریشان بنادو۔"

قرآن کریم کے اِس اعلانِ عام کے بعد جامع طور پر عورتوں کے بنیادی حقوق کے سلسلہ میں کامل تحفظ اور ضمانت حاصل ہو جاتی ہے۔ شریعتِ اسلام نے عورتوں کو اس قدر عظمت و اکرام بخشا ہے کہ خالقِ اکبر نے عورتوں کے بنیادی حقوق کو اسلامی دستور اور آئین کا جز بنادیا ہے۔ قانونِ قرآن ہے۔ لَا تُضَارَّ وَالِدَۃٌ بِوَلَدِھَا پ۲ (البقرہ)۔ ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے ضرر اور نقصان میں نہ ڈالا جائے۔ اس بنیادی قانون کے ذریعے عورتوں پر کیے جانے والے مظالم اور زیادتی اور بدسلوکی کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے اور عورتوں کو بہتر اور مناسب زندگی کا موقع دیا گیا ہے۔ اسلامی قانون میں یہ بھی گنجائش ہے کہ اگر ماں کسی وجہ سے اپنے بچے کو دودھ نہ پلانا چاہے تو شوہر زبردستی اس کیلیے بیوی کو مجبور نہیں کرسکتا، بلکہ بچے کو دودھ پلانے کے لیے کسی دوسری عورت، آیا، اور ملازمہ کا انتظام شوہر کو کرنا ہوگا اور اس کو تنخواہ دینا ہوگا۔ سماجی حقوق کے طور پر اسلامی قانون میں یہ صراحت بھی کی گئی ہے کہ وَعَلَیْہِ مُوْسِرًا نَفَقَۃُ خَادِمٍ وَاحِدٍ لَھَا فَقَطْ۔
یعنی مال دار شوہر کے ذمہ بیوی کا ہاتھ بٹانے کے لیے ایک خادم اور نوکر

لہ شرح وقایہ جلد ثانی باب النفقات

کا خرچہ بھی واجب ہے ۔ حضرت امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا یہی مسلک ہے البتہ نوکر سے پردہ کی رعایت بہرحال واجب رہے گی ۔

نیز حضرت امام ابو یوسفؒ نے حقوقِ نسواں کے سلسلہ میں اور زیادہ وسعت اختیار فرمائی ہے ۔ فرماتے ہیں ۔ وَاَمَّا عِنْدَ اَبِیْ یُوْسُفَ فَعَلَیْہِ نَفَقَۃُ خَادِمَیْنِ اَحَدُھُمَا لِمَصَالِحِ الدَّاخِلِ وَالْاٰخَرُ لِمَصَالِحِ خَارِجِ الْبَیْتِ ۔ مشہور مقنن اسلام قاضی ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر شوہر مالدار ہے اور حیثیت رکھتا ہے تو اس شوہر کے ذمے بیوی کی مدد کیلیے دو نوکر (سرونٹ) ملازم رکھنا شوہر کی ذمہ داری ہے ۔ ایک ملازم گھر میں کام کرے گا اور دوسرا گھر سے باہر مارکیٹ کے کام انجام دے گا ۔ یہ ایک معمولی جھلک ہے جو اسلامی قانون نے عورتوں کے لیے بخشی ہے ۔ مزید تفصیلات فقہ اسلامی کے سرسری مطالعہ سے روشن ہو جائیں گی اور یہ حقیقت سامنے آجائے گی کہ اسلام تمام مذاہب عالم اور سماجی تنظیموں کے مقابلے پر سب سے زیادہ مُنصِف اور حقوقِ نسواں کا مُمتاز اور واحد عَلَمْ بَرْدَار ہے ۔ اور عملی ، ہمدردی عورتوں کے استحصال کے بغیر حقیقی مذہب اسلام کی خصوصیت ہے ۔

انصاف نہ کرنے پر صرف ایک بیوی

ارشاد قرآنی ہے ۔ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَلَّا تَعُوْلُوْا[1]

مفہوم ۔ پس اے ایمان والو (ایک سے زائد شادی کرنے پر) اگر تم اس بات کا اندیشہ اور خوف رکھتے ہو کہ دوسری بیوی آنے کے بعد باہمی انصاف اور اور برابری قائم نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی عورت سے نکاح کر لیا کرو ۔ یہ قانونِ

---

[1] سورۃ النساء پ۴

شرع زیادہ مناسب اور زیادہ قریب ہے۔[۳،۴] اس مقصد کے کہ تم ایک طرف مائل ہو کر ظلم نہ کر سکو۔

اس ارشاد قرآنی کے ذریعہ کثرت ازواج اور ایک سے زائد بیوی کے مسئلے پر منشاء شریعت اور عورتوں کے درمیان عدل وانصاف کی اہمیت واضح طور پر روشن ہو جاتی ہے۔ اس طرح ایک سے زائد بیوی کی قانونی شرطیں پورا نہ ہونے کی صورت میں ایک ہی بیوی پر قناعت کرنا اور عورتوں کے بنیادی حقوق کا تحفظ اور ضمانت کو دستور قرآنی اور اسلامی پرسنل لا کا جز بنا دیا گیا ہے۔ اس لیے فقہاء نے نامناسب حالات میں نکاح کرنے کو نکاح الجور اور ممنوع نکاح قرار دیا ہے۔ جب کہ شوہر بیوی کی اہلیت نہ رکھتا ہو تو شرعاً اس مرد کو حق نکاح حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ نکاح واجب اور نکاح مسنون اپنی شرعی شرائط کے ساتھ مشروع ہے۔

بیوی پر ظلم اور اسلامی عدالت

شریعت اسلام سراپا عدل وانصاف کا مرقع اور مذہب اسلام فلاحی معاشرے کا داعی ہے۔ اسلامی عقد نکاح بھی فلاح معاشرے کا ضامن ہے عورت کو نکاح میں لانے کے بعد بھی عورت مکرم ومحترم اور باعزت انسان کی طرح جینے کے پورے حقوق کی مالک ہے۔ مذہب اسلام نے دیگر اقوام کے برخلاف عورتوں کو جائز حقیقی مساوات اور حقوق واجبہ کے ساتھ نکاح کے رشتہ بندھن میں ملایا ہے۔ کسی عورت کا نکاح ہونے کے بعد اگر کوئی مرد عورت کو بھیڑ بکری کی طرح باندھنا چاہتا ہے اور ظلم وزیادتی کرتا ہے اور عورت کے حقوق واجبہ نان ونفقہ، لباس واجبہ اور مکان وغیرہ کی بنیادی ضروریات زندگی فراہم نہیں کرتا ہے اور بیوی پر ظلم کرتا ہے۔ اسلامی عدالت اس معاملے کو عورت کی درخواست وتحریک پر سرکاری کیس سمجھتی ہے اور شوہر کو عدالت

---

۴ ظالمانہ نکاح۔ شاہد عصمت قاسمی۔

حاکم میں طلب کیا جاتا ہے۔ شوہر کو تنبیہ کی جاتی ہے۔ اور اگر شوہر مُتَعَنِّت اور بیوی کے شرعی حقوق ادا کرنے میں ناکام ہے تو اسلامی عدالت اسلامی قانون کی طاقت سے فسخ نکاح کا استعمال کرتی ہے اور عورت کو آزادی دلاکر پھر سے نئی زندگی کی شروعات کا موقع فراہم کرتی ہے۔ کمزور مجبور اور مظلوم عورتوں کے لیے اسلامی شرعی بینک بیت المال مدد کرتا ہے تاکہ عورت ایک خوشحال انسان کی طرح جائز اور پاکیزہ زندگی گزار سکے۔

بَابُ الْقَسَمِ

یہ باب بھی زوجین اور میاں بیوی کے درمیان عدل وانصاف قائم کرنے کے لیے اسلامی قانون کا ایک حصہ ہے اَلْقَسَمُ کے معنی تقسیم کرنے کے آتے ہیں یہاں مخصوص وہ تقسیم اوقات مراد ہے جو ایک سے زائد بیویوں کے درمیان توازن ومساوات قائم کرنا مرد پر واجب ہے۔ مصنف کتاب فرماتے ہیں یَجِبُ الْعَدْلُ فِيْهِ یعنی اگر کسی شخص کے نکاح میں ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے پاس شب گزاری اور رات گزارنے میں برابری رکھنا واجب ہے۔ وَالْبِكْرُ وَ الثَّيِّبُ اِلٰی آخرہ سے اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی مرد کا ایک نکاح باکرہ اور کنواری لڑکی سے ہوا ہے اور دوسرا نکاح ثَيِّبَہ اور پہلے سے مُطَلَّقَہ کے ساتھ ہوا ہے یا کوئی عورت الجدیدۃ اور نو عمر ہے اور دوسری بیوی القدیمہ پرانی عمر والی ہے۔ یا ایک بیوی مسلمان ہے، اور ایک بیوی کتابیہ یہودی یا عیسائی صحیح مذہب والی ہے۔ تو ان تمام عورتوں کے درمیان ازدواجی رشتہ اور میاں بیوی کے مخصوص تعلقات میں برابری ضروری ہے یعنی ایک رات یا ایک ہفتہ ایک عورت کے پاس اور دوسری رات یا دوسرا ہفتہ دوسری عورت کے پاس رات گزارنا مرد پر واجب ہے۔

مقصد شریعت یہ ہے کہ عموماً انسان کنواری اور نوعمر لڑکیوں سے

زیادہ دلچسپی رکھتا ہے اور پرانی عمر والی عورت کو نظر انداز کر دیتا ہے ایسا کرنا شرعاً ممنوع ہے اور حقوق زوجیت کے خلاف ہے۔

بیویوں سے انصاف اور فرمان رسول علیہ السلام :۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ کَانَتْ لَهُ اِمْرَأَتَانِ وَ مَالَ اِلٰی اَحَدِهِمَا جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَشِقُّهُ مَائِلٌ[۱]

مفہوم :۔ رسول اکرمؐ سے روایت ہے کہ جس شخص کے نکاح میں دو بیویاں ہوں اور وہ انصاف نہ کرتے ہوئے عملاً ایک بیوی کی طرف زیادہ مائل ہو جائے تو اسے اللہ کا یہ عذاب ہو گا کہ وہ روز قیامت میدان حشر میں اللہ کے سامنے اس طرح پیش ہو گا کہ اس کا آدھا حصہ اور دھڑ ایک طرف کو جھکا ہوا اور ٹیڑھا بنایا جائے گا۔ یہ عذاب صورۃً ہو گا تاکہ لوگوں کے سامنے اس کی رسوائی ہو سکے اور ظلم کا مزید بدلہ اور حق تلفی کی سزا الگ سے ملے گی۔

اپنی بیویوں سے انصاف نبی علیہ السلام

عن عائشة اَنَّ النَّبِیَّ کَانَ یَعْدِلُ فِی الْقَسْمِ بَیْنَ نِسَائِهِ وَکَانَ یَقُوْلُ هٰذَا قَسْمِیْ فِیْمَا اَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِیْ فِیْمَا لَا اَمْلِكُ[۲]۔

مفہوم :۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ نبی اکرمؐ برابر انصاف فرماتے تھے۔ قسم اور تقسیم حقوق میں اپنی ازواج اور بیویوں کے درمیان اور ممکنہ عدل و انصاف کے بعد بھی یہ ارشاد فرمایا کہ یا اللہ یہ میری تقسیم اور میرا انصاف میری قدرت کے مطابق ہے۔ پس میرے ملامت نہ فرمائیے اس میں جو میری قدرت اور ملک سے باہر ہے حضرت عائشہ

---

[۱] السنن الاربعہ وابن حبان والحاکم [۲] رواہ اصحاب السنن الاربعہ

صدیقہؓ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات ہونے کے ساتھ فقیہ الامت اور رسول اکرمؐ کی پوری زندگی سے باخبر ہیں۔ ان کا یہ ارشاد گرامی تمام انسانوں اور اہل ایمان کے لیے مشعل راہ ہے کہ وہ لوگ اگر شرعی شرائط پورا کرتے ہوئے ایک سے زائد بیوی سے نکاح شرعی کریں تو اپنی قدرت میں کوشش کے ساتھ بھرپور انصاف بین الازواج قائم کرتے ہوئے اسوہ رسول اکرمؐ اور طریقہ زندگی رحمت للعالمینؐ کے مطابق عمل کرتے رہیں۔

مذہب اسلام اور باندیوں کے حقوق

مذہب اسلام نے آزاد انسانوں کی طرح غلام اور باندیوں کے لیے حقوق کی تعیین اور ان کے ساتھ انصاف کی تاکید فرمائی ہے۔

باندی وہ عورت ہوتی ہے جو جہاد فی سبیل اللہ کے نتیجہ میں حاصل ہوتی تھیں۔ باندیوں کی صحیح پرورش تعلیم و تربیت اور بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ بھی مذہب اسلام نے ضروری قرار دیا ہے۔ باندی کا نان و نفقہ اس کے آقا کے ذمہ ہے۔ باندی سے نکاح کرنا حلال اور جائز ہے اگرچہ بغیر نکاح بھی باندی حلال ہے۔ ماتن وقایہ وَلِلْاَمَةِ وَالْمُكَاتَبَةِ الیٰ آخرہ کے ذریعہ باندیوں کے مسائل بصورتِ نکاح بیان فرما رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ قسم اور تقسیم اوقات میں اس بیوی کا بھی حق ہے جو محض باندی ہے۔ یا وہ مکاتبہ ہے۔ مُكَاتَبَة وہ باندی کہلاتی ہے کہ جس کا آقا بدلِ کتابت اور آزادی کا معاوضہ مال لے کر اسکو آزاد کرنے پر راضی ہو گیا ہو۔ ایسے ہی اُمُّ الْوَلَدِ وہ باندی کہلاتی ہے جس کا آقا باندی کے بچہ پیدا ہونے پر ثبوت نسب کا اقرار کرلے اور اس کو بیوی کی طرح رکھے۔ ایسے ہی باندی کی قسم اَلْمُدَبَّرَة ہے یعنی وہ باندی جس کا آقا یوں کہے اَنْتِ حُرَّةٌ بَعْدِیْ، تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے۔ مُدَبَّرَہ یا باندی آقا کے مرنے کے بعد آقا کے ثُلُثُ المال (تہائی مال) سے آزاد ہو جاتی ہے۔۔۔

بہر حال ان تمام باندیوں کا بھی ایک حق ہے ۳۷۷ جس کو ماتن وقایہ نے نِصۡفُ مَا لِلۡحُرَّۃِ سے بیان کیا ہے یعنی قسم اور تقسیم اوقات کے بارے میں ان تمام باندیوں کا حق حرہ اور آزاد بیوی سے نصف اور آدھا ہے۔ کیوں کہ مخصوص حالات کی بناء پر ضابطہ شرعی ہے اَلرِّقُّ مُنَصِّفٌ یعنی رقیت اور غلامی آزاد انسان کے مقابلے پر تنصیف اور نصف حق ثابت کرنے والی ہے :-

ایک سے زائد بیوی ہو تو سفر میں کس کو لے جائے:-

مصنف ماتن وقایہ فرماتے ہیں وَلَا قَسۡمَ فِی السَّفَرِ یعنی ایک شوہر کی کئی بیویاں ہیں۔ تو کسی بھی بیوی کو شوہر سفر میں لے جا سکتا ہے تقسیم واجب نہیں ہے البتہ دل شکنی اور اختلاف سے بچنے کے لیے شرعی طریقہ یہ بھی ہے وَالۡقُرۡعَۃُ اولی یعنی پرچی ڈال کر نام نکال لینا زیادہ بہتر ہے۔

قولہ: وَاِنۡ تَرَکَتۡ قِسۡمَھَا۔ اور اگر کوئی بیوی اپنی سوتن یعنی دوسری عورت کے لئے اپنا حصہ چھوڑ دے یعنی شوہر کو اجازت دیدے کہ وہ میرے حصہ کی رات میری سوتن کے پاس گزار لے تو یہ بھی درست ہے۔ وَاِنۡ رَجَعَتۡ ---- اور اگر کوئی عورت اپنی سوتن کے لیے اجازت دے کر پھر اجازت واپس لے لے تو یہ اجازت واپس لینا بھی درست ہے :-

تمت کتاب النکاح بحمد اللہ تعالیٰ وبفضلہ العظیم

یوم الجمعہ ۶ / رجب المرجب ۱۴۱۳ھ مطابق یکم

جنوری ۱۹۹۳ء طالب دعا :- المولف

شاہد حسن قاسمی سید منزل دیوبند

خادم الفقہ والقرآن الحکیم بدار العلوم دیوبند (یوپی) الہند

كتابُ الرِّضاع

رضاعت (اور بچے کو دودھ پلانے کا بیان)

يَثْبُتُ بِمَصَّةٍ فِي حَوْلَيْنِ وَنِصْفٍ لَا بَعْدَهُ اُمُوْمِيَّةُ الْمُرْضِعَةِ لِلرَّضِيْعِ وَ اُبُوَّةُ زَوْجِ مُرْضِعَةٍ لَبَنُهَا مِنْهُ لَهُ اِيْ لِلرَّضِيْعِ فَالْحَوْلَانِ وَنِصْفٌ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رح وَ اَمَّا عِنْدَ غَيْرِهٖ فَمُدَّتُهُ حَوْلَانِ وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ رح يَثْبُتُ بِخَمْسِ مَصَّاتٍ ۔

ترجمہ۔ ثابت ہو جاتا ہے ایک گھونٹ دودھ پینے سے ڈھائی سال کی عمر میں نہ کہ اُسکے بعد دودھ پلانے والی عورت کا ماں ہو جانا دودھ پینے والے بچے کے لیے، اور باپ ہو جانا مرضعہ کے شوہر کا جبکہ مرضعہ کا دودھ اسی شوہر کی وجہ سے ہو، اس کیلئے یعنی دودھ پینے والے بچے کے لیے پس ڈھائی سال کی مدّتِ رضاعت امام ابوحنیفہ رح کا قول ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ رح کے علاوہ دیگر اماموں کے نزدیک مدّتِ رضاعت دو سال ہے۔ اور امام شافعی رح کے نزدیک پانچ چسکاریوں سے رضاعت اور دودھ پینا ثابت ہوتا ہے۔

توضیح الوقایہ

صاحب کتاب نے مسائل نکاح اور متعلقات نکاح کی تفصیلات بیان کرنے کے بعد نتیجۂ نکاح اولاد اور بچوں کی ابتدائی زندگی رضاعت اور شیرخوارگی دودھ پینے کے احکام اور فقہی تفصیلات بیان فرمائی ہیں۔ خاص مدت رضاعت بچہ کی پیدائش سے دو سال یا ڈھائی سال یا تین سال تک مختلف فقہاء نے واضح فرمائی ہے۔

مصنف اس عظیم معیاری مسئلہ کی تفصیلات کتاب الرضاع سے بیان فرما رہے ہیں

ثبوتِ رضاعت اور قرآنِ کریم

رضاعت کے معنی چھوٹے بچے کو دودھ پلانا۔ قرآن حکیم نے اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ [1]۔

مفہوم:۔ اور مائیں (دیانۃً) اپنے بچوں کو دودھ پلائیں پورے دو سال تک یہ مدت اس کے لیے ہے جو مدتِ رضاعت کو پورا کرنا چاہے یعنی دو سال سے پہلے بھی بچہ کا دودھ چھڑایا جا سکتا ہے اور اگر ضرورت ہو تو بچے کو پورے دو سال مسلسل ماں کا دودھ پلایا جا سکتا ہے۔

ایک اور جگہ پر ارشاد قرآنی ہے وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا

(اور بچہ کا حمل اور دودھ چھڑانے کا مجموعی زمانہ تیس مہینہ یعنی ڈھائی سال ہے)۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ کم سے کم مدت حمل چھ ماہ اور پیدائش کے بعد دودھ پینے کا زمانہ چوبیس ماہ یعنی دو سال ہے۔

ثبوتِ رضاعت اور ارشادِ نبی علیہ السلام

[1]۔ يَحْرُمُ مِنَ

---

[1] سورۃ البقرہ [2] بخاری و مسلم شریف بحوالہ ہدایہ جلد ثانی کتاب الرضاع۔

اَلرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ [بخاری مسلم]

مفہوم :۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رضاعت کے رشتے سے ایسا تعلق حرمت قائم ہوجاتا ہے جیسا کہ نسب سے تعلق حرمت قائم ہوتا ہے۔ مثلاً نسبی ماں، بہن، بیٹی، دادی، نانی وغیرہ حرام ہیں۔ ایسے ہی رضاعت اور دودھ کے رشتے سے رضاعی ماں، بہن وغیرہ بھی حرام ہیں۔

یہ حدیث نبوی اگرچہ احکام رضاعت پر دلالت کرتی ہے لیکن اقتضاء النص کے اعتبار سے بتقاضائے کلام نبوی علیہ السلام رضاعت کا ثبوت بھی حاصل ہورہا ہے

ماتن وقایہ نے رضاعت کی تعریف تفصیلاً نہیں فرمائی بلکہ يَثْبُتُ بِمَصِّهٖ کہہ کر ثبوت وحکم رضاعت بیان فرمادیا ہے۔ تعریف رضاعت کا مرحلہ باقی ہے۔ البتہ صاحب کنز نے رضاعت کی تفصیلی فقہی تعریف بیان فرمائی ہے۔

رضاعت کی فقہی تعریف

الرَّضَاعُ هُوَ مَصُّ الرَّضِيْعِ مِنْ ثَدْيِ الْاٰدَمِيَّةِ فِيْ وَقْتٍ مَخْصُوْصٍ ثَلَاثِيْنَ شَهْرًا۔ (عند ابی حنیفۃ)

مفہوم :۔ رضاعت کے معنی اور فقہی تعریف یہ ہے کہ کسی بچے کا عورت کے پستان سے دودھ چوسنا۔ چوسنے کی مقدار کم ہو یا زیادہ، بشرطیکہ یہ دودھ پینے کا بچہ کا عمل مدت رضاعت یعنی پیدائش سے لے کر ڈھائی سال کی مدت کے اندر اندر ہو اگرچہ تین سال کی عمر کے اندر بھی رضاعت ثابت ہوجاتی ہے۔ (نزد امام ابی حنیفہ)

حکم رضاعت

وَحَرُمَ بِالرَّضَاعِ وَاِنْ قَلَّ فِيْ ثَلَاثِيْنَ شَهْرًا مَا حَرُمَ بِالنَّسَبِ۔

مفہوم :۔ یہ ہے کہ رضاعت اور بچہ کے دودھ پینے سے وہ رشتے حرام ہوجاتے ہیں جو نسب میں حرام ہیں۔ ڈھائی سال کے اندر اندر اگرچہ بچہ نے قلیل اور کم دودھ پیا ہو یا زیادہ دودھ پیا ہو دونوں کا حکم حرمت کے اعتبار سے برابر ہے۔

مقدارِ رضاعت اور مسلکِ فقہاء

حضرت امام شافعی، امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی بچہ کسی دودھ پلانے والی عورت کے پستان سے دو چار مرتبہ چسکاری لے لے تو حرمتِ رضاعت ثابت نہ ہوگی البتہ پانچ مرتبہ سیر ہو کر عورت کا دودھ پینے سے عند الشافعی و احمد حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رضہ اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ فِيْمَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ يُحَرِّمْنَ ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُوْمَاتٍ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلعم وَهِيَ فِيْمَا يُقْرَا مِنَ الْقُرْاٰنِ ۔ (رواہ مسلم)

حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ قرآن پاک میں جو حرمتِ رضاعت کا حکم نازل ہوا اس کا ثبوت حرمت دس مرتبہ بچے کے دودھ چوسنے سے ہوتا تھا اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہوا یا پانچ مرتبہ دودھ چوسنے سے حرمت رضاعت کا حکم ہونے لگا اور اسی حکم پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔

حضرت عائشہ رضہ سے ایک دوسری روایت یہ بھی ہے: اِنَّهَا قَالَتْ لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَالْمَصَّتَانِ وَفِيْ لَفْظٍ لَا يُحَرِّمُ الْاِمْلَاجَةُ وَالْاِمْلَاجَتَانِ (رواہ مسلم)

حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ ایک بار دو مرتبہ بچہ کا دودھ چوسنا حرمت رضاعت ثابت نہیں کرتا۔ امام شافعیؒ کی دلیل ان دونوں روایات میں پہلی روایت احناف کے مسلک کی نفی اور تردید کرتی ہے۔ اور دوسری روایت امام شافعی واحمد کے فقہی مسلک کو ثابت کرتی ہے۔

مسلک امام ابو حنیفہ

امام اعظم کا مسلک یہی ہے کہ مطلقاً رضاعت اور صرف ایک مرتبہ بھی کسی عورت کی چھاتی سے بچہ کا دودھ پی لینا

حرمت رضاعت اور دودھ کا رشتہ ثابت کرتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رہ کی دلیل ارشاد قرآنی ہے وَ اُمَّھٰتُکُمُ الّٰتِیْ اَرْضَعْنَکُمْ اور تمہاری وہ مائیں حرام ہیں جنھوں نے تمہیں دودھ پلایا [دودھ پینے کی عمر میں] دودھ پینے کی عمر سے مراد دو برس یا ڈھائی برس یا تین سال کا زمانہ ہے یہ تینوں اقوال احناف کے ہیں ان اقوال کی نسبت بالترتیب صاحبین، امام ابوحنیفہ رہ امام زفر رح کی جانب منقول ہے اس آیت کریمہ اَرْضَعْنَکُمْ ایک مطلق آیت ہے اس میں تعدد اور ایک سے زائد مرتبہ کی کوئی قید نہیں ہے اس آیت کریمہ کی روشنی میں مرۃً واحدۃً عمل ارضاع اور صرف ایک مرتبہ دودھ پلانے کا عمل فعل ارضاع کو ثابت کرتا ہے نتیجۃً اگر بچہ صرف ایک ہی مرتبہ کسی بھی عورت کے پستان سے دودھ پی لے تو وہ عورت اس کی رضاعی ماں ہے اور دودھ کی نسبت سے دودھ پلانے والی عورت کو ماں کا احترام وادب حاصل ہے یہ دودھ پلانے والی عورت مومنہ ہو یا کافرہ آزاد ہو یا باندی یا دایا شادی شدہ ہو یا کنواری لڑکی ہو اگر اتفاق سے کنواری لڑکی کے پستان میں دودھ اتر آیا اور کسی بچہ نے صرف ایک مرتبہ دودھ پی لیا تو ان کے درمیان رضاعی ماں بیٹے کا رشتہ قائم ہو جائے گا۔ اس طرح یہ آیت کریمہ مذکورہ بالا تعدد رضاعت دو یا پانچ مرتبہ کی نفی کرتی ہے جب کہ صرف ایک مرتبہ دودھ پینا بھی مدت رضاعت میں ثبوت حرمت رضاعت کے لیے کافی ہے۔

امام شافعی کی دلیل کا جواب

حضرت علامہ عینی شارح کنز امام شافعی رح کی دلیل اور بروایت عائشہ صدیقہ رض کے بارے میں فرماتے ہیں وَقَالَ ابْنُ بَطَّالٍ اَحَادِیْثُ عَائِشَۃَ مُضْطَرِبَۃٌ فَوَجَبَ

لہ پ ۴ سورۃ النساء ، ۲ہ عینی شرح کنز باب الرضاع۔

تَرْكُهَا وَالرُّجُوْعُ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ امام شافعی رح کی دلیل روایت عائشہ صدیقہ رض روایت اور سند کے اعتبار سے اس میں صفت اِضْطِرَاب ہے کیوں کہ راوی اس روایت کو کبھی ابن زید کی طرف نسبت کر رہا ہے کبھی حضرت عائشہ کی طرف اور کبھی اپنے والد کی طرف۔ اس قسم کے ابہام اور اضطراب میں استدلال بروایت کمزور اور ساقط ہو جاتا ہے اس لیے اس روایت عائشہ کو چھوڑ کر قرآن کریم پر توجہ کرنا واجب ہے جس میں مطلقاً رضاعت بغیر کسی قید کے سبب حرمت ہے اور یہی مسلک احناف سے مروی ہے جماعتِ صحابہ حضرت علی رض عبداللہ ابن عباس رض حضرت عبداللہ ابن مسعود رض حضرت عبداللہ ابن عمر رض اور جمہور تابعین کا بھی یہی فقہی مسلک ہے۔

امام نووی کا قول

قال النووی هو قولُ جمهور العلماء۔

فقہ شافعی کے ترجمان اور مجتہد فی المسلک امام نووی رح فرماتے ہیں کہ جو مسلک امام ابوحنیفہ کا ہے وہی جمہور علماء سلف کا راجح مسلک ہے۔

اجماع امت

قال الليث اَجْمَعَ المسلمون على اَنَّ كثيرَ الرَّضَاع وَقَلِيْلَهٗ يُحَرِّمُ فِي الْمَهْدِ كَمَا يُفْطِرُ الصَّائِمَ۔

فقیہہ اللیث فرماتے ہیں کہ مفتیٰ بہ قول کے مطابق اجماع المسلمین یہ ہی ہے کہ رضاعت اور بچپن کی مخصوص مدت میں مرۃً واحدۃً مطلقاً بچے کے دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، بچے کے دودھ پینے کی مقدار قلیل ہو خواہ کثیر کم ہو یا زیادہ بچہ ایک بار دودھ پیئے یا ایک سے زائد۔ بہر صورت حرمت رضاعت کے احکام ثابت ہوں گے جیسا کہ افطار صوم اور روزہ ٹوٹنے کے لیے قلیل ہو یا کثیر شئے کے استعمال سے بطلان صوم اور روزہ ٹوٹنے کا حکم ثابت ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی رضاعت میں ہے کہ قلیل یا کثیر کم یا زیادہ رضاعت اور دودھ پینے کا حکم حرمت شرعاً برابر ہے۔

مُدّتِ رَضاعت اور مَسلکِ فُقہاء

حرمت رضاعت کے لیے بنیادی سبب اور شرط یہ ہے کہ بچہ کسی عورت کا دودھ مخصوص زمانہ رضاعت میں استعمال کرے بچے کے دودھ پینے کا معتبر زمانہ اور وقت کتنا ہونا چاہیئے اس سلسلہ میں ائمہ مجتہدین اور فقہاء کے مختلف اقوال ہیں۔

اس سلسلہ میں ارشاد قرآنی یہ آیت کریمہ ہے،

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا[1]۔

مفہوم یہ ہے کہ بچے کے حمل اور دودھ چھڑانے کا مجموعی زمانہ تیس مہینے دڈھائی سال ہیں تقسیم اس طرح ہے کہ کم سے کم مدت حمل چھ ماہ ہے اور چوبیس مہینے یا دو سال دودھ پلانے کا زمانہ ہے اس آیت کریمہ کی روشنی میں امام ابو یوسف امام محمد اور ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالک امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ' ان سب حضرات کا اجتماعی مسلک یہ ہے کہ مدت رضاعت اور بچے کے دودھ پینے کا معتبر وقت صرف دو سال ہے اس لیے عام طور پر دودھ چھڑانے میں مدت دو سال کو اختیار کیا جانا بہتر اور مناسب ہے۔ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ مُدّتِ رَضاعت ڈھائی سال ہے۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ قرآن حکیم نے پورے دو سال تک بچے کے لیے دودھ پینے کا زمانہ مقرر کیا ہے اس طرح بچہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ دو سال کی مدت کے آخری دن تک دودھ استعمال کر سکتا ہے۔ دو سال پورے ہونے پر بچہ فوری طور پر دوسری غذا کی عادت نہیں بنا سکتا۔ اس لیے علتِ اعتیاد اور بچہ کو دوسری غذاؤں کی عادت کے لیے چھ ماہ کا مزید وقت دیا جائے گا یعنی عورت کا دودھ اور دوسری غذائیں ملی جلی صورت میں دی جائیں گی اور اس عمل کے لیے کم سے کم مدت بقدر مدت حمل چھ ماہ کافی ہو سکتے ہیں اس لیے امام ابوحنیفہ کے نزدیک مدت رضاعت ڈھائی

---

[1] سورۃ الاحقاف۔

سال ہیں۔

اس مسئلہ میں امام زفرؒ کا مسلک یہ ہے کہ مدت رضاعت تین سال ہے اور اس ایک سال کے اضافے کی علت اعتیاد ہے یعنی بچہ کو ماں کے دودھ سے جدا کرتے وقت دوسری غذاؤں کی عادت ڈالنے کے لیے ایک سال کافی ہو سکتا ہے لیکن مفتیٰ بہ قول امام محمد اور امام یوسف رح کا ہے کیوں کہ اس قول میں آیات قرآنیہ سے قریبی مطابقت پائی جاتی ہے۔ البتہ اگر کوئی بچہ کمزور ہو تو اس کے لیے مدت رضاعت ڈھائی سال تک مناسب ہے اور اگر وہ بچہ بہت زیادہ کمزور اور لاغر ہو، اور طبی اعتبار سے اس بچہ کو ماں کے دودھ کی زیادہ حاجت ہو اور دودھ چھڑانے سے فوری مضرتیں درپیش ہوں تو ایسے حالات میں امام زفرؒ کے قول کے مطابق مدت رضاعت تین سال کو قبول کر لیا جائے گا۔ اس طرح ائمہ احناف کے تینوں اقوال بچہ کے مختلف حالاتِ صحت و تندرستی کے اعتبار سے قابل عمل ہو سکتے ہیں۔

مدتِ رضاعت کے بعد عدمِ حرمت

مخصوص مدتِ رضاعت ختم ہو جانے کے بعد اگر کوئی بچہ کسی عورت کا دودھ استعمال کر لے تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ اگر کوئی بالغ مرد بھی کسی بھی طریقہ سے کسی عورت کا دودھ پی لے تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی اگرچہ اس مکروہ عمل پر گنہگار ہوگا کیوں کہ انسانی اعضاء اور اجزاء کا استعمال قطعاً حرام ہے اور عورت کا دودھ اس کا جز ہے اس لیے یہ عمل حرام ہے۔ اور علتِ جزئیت کی بناء پر عورت کا دودھ بطور غذا مدت رضاعت کے بعد ہر شخص کے لیے ممنوع درجہ رکھتا ہے البتہ اگر کسی نے مخصوص مدت رضاعت کے بعد کسی عورت کا دودھ پی لیا حُرمتِ رضاعت ثابت نہ ہوگی اس سلسلہ میں ارشاد نبی علیہ السلام ہے، لَا رِضَاعَ بَعْدَ فِصَالٍ وَلَا يُتْمَ بَعْدَ

احتلاء[۱] ۔

مفہوم: روایت کے مطابق ارشاد نبی علیہ السلام ہے کہ دودھ چھڑانے کے مخصوص زمانے کے بعد حرمتِ رضاعت کا اعتبار نہیں ہے اور بالغ ہونے کے بعد کوئی یتیم نہیں ہے۔

عبارت فَيَحْرُمُ مِنْهُ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ إِلَّا أُمَّ أُخْتِهِ وَأَخِيهِ فَإِنَّ أُمَّ الْأُخْتِ وَالْأَخِ مِنَ النَّسَبِ هِيَ الْأُمُّ أَوْ مَوْطُوْءَةُ الْأَبِ وَكُلٌّ مِنْهُمَا حَرَامٌ وَلَا كَذٰلِكَ مِنَ الرَّضَاعِ وَهِيَ شَامِلَةٌ لِثَلٰثِ صُوَرٍ اَلْأُمُّ رِضَاعًا لِلْأُخْتِ أَوِ الْأَخِ نَسَبًا أَوِ الْأُمُّ نَسَبًا لِلْأُخْتِ أَوِ الْأَخِ رِضَاعًا وَالْأُمُّ رِضَاعًا لِلْأُخْتِ أَوِ الْأَخِ رِضَاعًا فَإِنْ قِيلَ قَوْلُهُ إِلَّا أُمَّ أُخْتِهِ إِنْ أُرِيدَ بِالْأُمِّ الْأُمُّ رِضَاعًا وَبِالْأُخْتِ الْأُخْتُ رِضَاعًا لَا يَشْمَلُ مَا إِذَا كَانَتْ إِحْدَاهُمَا فَقَطْ بِطَرِيقِ الرَّضَاعِ وَإِنْ أُرِيدَ بِالْأُمِّ الْأُمُّ نَسَبًا وَبِالْأُخْتِ الْأُخْتُ رِضَاعًا أَوْ بِالْعَكْسِ لَا يَشْمَلُ الصُّوْرَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ قُلْنَا الْمُرَادُ مَا إِذَا كَانَتْ إِحْدَاهُمَا بِطَرِيقِ الرَّضَاعِ أَعَمُّ مِنْ أَنْ يَكُوْنَ إِحْدَاهُمَا فَقَطْ أَوْ كُلٌّ مِنْهُمَا وَأُخْتَ إِبْنِهِ لِأَنَّ أُخْتَ الْإِبْنِ مِنَ النَّسَبِ إِمَّا الْبِنْتُ وَإِمَّا الرَّبِيْبَةُ أَيَّتُهُمَا كَانَتْ وَقَدْ وُطِئَتْ أُمُّهَا وَلَا كَذٰلِكَ مِنَ الرَّضَاعِ وَجَدَّةَ إِبْنِهِ إِذْ جَدَّةُ الْإِبْنِ نَسَبًا إِمَّا أُمُّهُ أَوْ أُمُّ مَوْطُوْءَتِهِ وَلَا كَذٰلِكَ مِنَ الرَّضَاعِ وَأُمَّ عَمِّهِ وَعَمَّتِهِ وَأُمَّ خَالِهِ وَخَالَتِهِ ۔

---

[۱] رواہ ابوداؤد، بحوالہ عینی شرح کنز ص۱۴۲ جلد ثانی باب الرضاع ۔

ترجمہ پس رضاعت کے سبب سے حرام ہیں وہ رشتے جو نسب کی وجہ سے حرام ہیں مگر [رضاعت کے چند رشتے مندرجہ ذیل مستثنیٰ ہیں] اُمِّ اختہ او اخیہ، یعنی رضیع اور دودھ پینے والے بچے کے بھائی یا بہن کی ماں اسلئے کہ نسبی بھائی اور بہن کی ماں وہ حقیقی ماں ہے یا [سوتیلی ماں] باپ کی موطوءۃ اور منکوحہ ہوگی اور ان دونوں میں سے [نکاحا] ہر ایک حرام ہے اور یہ حرمت رضاعت میں نہیں ہے [اور متن میں مذکورہ] وہ مسئلہ شامل ہے۔ تین صورتوں کو اول صورت ماں رضاعی ہو نسبی بہن بھائیوں کی۔ اور [دوسری صورت] ماں نسبی رضاعی بہن بھائیوں کی اور [تیسری صورت] رضاعی ماں، رضاعی بہن بھائیوں کی۔ پس اگر [اس تشریح مذکورہ پر] یہ اعتراض کیا جائے کہ ماتن کے قول اِلَّا اُمَّ اُخْتِهٖ اَوْ اَخِيْهِ ... میں لفظ ام سے مراد رضاعی ماں لی جائے، اور لفظ اُخْت سے رضاعی بہن مراد لی جائے تو اس صورت میں [متن وقایہ] شامل اور جامع نہ ہوگا [اس صورت کو] جب کہ ماں اور بہن ان دونوں میں سے صرف ایک رضاعت کے اعتبار سے ہو اور اگر لفظ اُم سے مراد نسبی ماں لی جائے اور اخت سے مراد رضاعی بہن ہو یا اس کا عکس مراد ہو [یعنی نسبی بہن اور رضاعی ماں مراد ہو] تو متن شامل اور جامع نہ رہے گا۔ اخیر کی دونوں صورتوں کے لیے اس اعتراض کا جواب فتلنا ہے مذکور ہے] ہم جواباً یہ کہیں گے کہ یہاں مراد وہ صورت ہے جب کہ [اُم اور اخت یا اخ ماں بہن یا بھائی] ان میں سے صرف ایک رشتہ رضاعت کے اعتبار سے موجود ہو۔ قطع نظر اس بات کے کہ ماں اور بہن میں سے صرف ایک رضاعی رشتہ سے ہو یا ماں بہن دونوں میں رضاعی رشتہ ہو اور [ایسے ہی حرمت رضاعت سے مستثنیٰ ہیں] اختِ اِبْنِهٖ رضیع کے بیٹے کی بہن کیوں کہ نسبی بیٹے کی بہن یا تو اپنی بیٹی ہوگی یا ربیبہ ہوگی ان دونوں میں سے کوئی بھی ہو بشرطیکہ اس کی ماں سے جماع ہو گیا ہے [یہ صورت نسباً یقیناً حرام ہے] لیکن رضاعت کے اعتبار سے

یہ صورت حرام نہیں ہے۔

(وَجَدَّةَ اِبْنِهٖ) یعنی اپنے نسبی بیٹے کی دادی یا نانی (یہ صورت باعتبارِ نسب ممنوع ہے کیوں کہ) نسبًا یہ عورت یا تو اس شخص کی اپنی ماں ہوگی۔ یا اس کی بیوی کی ماں یعنی مرد کی ساس ہوگی (اور باعتبار نسب یہ رشتے قطعی حرام ہیں لیکن) رضاعت کے اعتبار سے یہ حرمت نہیں ہے اس لیے اس کے چچا اور پھوپھی کی ماں اور خالہ اور ماموں کی ماں رضاعت کے رشتے سے حرام نہیں ہیں جب کہ نسبًا یہ رشتے حرام ہیں۔

لُغَاتُ الْفِقْهِيَّه

رَضَاعٌ بکسر الراء وبفتح الراء باب سمع سے بچپن کی مخصوص مدت میں دودھ پینا موطورۃ الاب وہ عورت جو باپ کے نکاح میں ہمبستری شدہ ہے۔ رضیع بچے کے لیے یہ سوتیلی ماں کا رشتہ مراد ہے۔ اَلرَّبِیْبَۃُ: سوتیلے باپ کے زیر پرورش لڑکی جو بیوی کے پہلے شوہر سے ہو۔ سوتیلے باپ کے لیے یہ ربیبہ مثل نسبی اولاد کے حرام ہے۔

جدّۃ: دادی اور نانی یہاں دونوں رشتے مراد ہیں اِلَّا اُمَّ اُخْتِہٖ ہیں ہٖ ضمیر غائب کا مرجع رَضِیْع ہے اور لڑکا اور لڑکی رضیع کے مفہوم میں شامل ہیں۔ "اُمِّ موطوئتہ" اپنی منکوحہ ہمبستری کی ہوئی بیوی کی ماں جس کو عرف عام میں ساس اور خوشدامن کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ نسبًا یہ رشتہ حرام ہے لیکن رضاعت میں یہ حرمت نہیں ہے۔

عَمٌّ: چچا جمع اعمام وعمائم۔ عَمَّۃٌ: پھوپھی جمع عمات۔ اُمِّ خال، ماموں کی ماں یعنی نانی وخالتہٗ بمعنی وامِّ خالتہٖ، خالہ کی ماں بمعنی نانی، نسبًا یہ رشتے نکاح کے لیے حرام ہیں۔ لیکن رضاعت میں یہ حرمتِ نکاح نہیں ہے۔ البتہ یہ شرط ہے کہ مضاف یا مضاف الیہ میں سے کسی ایک کی طرف رضاعت کا رشتہ موجود ہو۔

توضیح الوقایہ

ماتن اور شارح وقایہ اپنے متن اور شرح کے ذریعہ مسائلِ رضاعت اور بچے کی مدت رضاعت میں کسی

عورت کا دودھ پینے سے حاصل ہونے والے ثمرات اور نتائج بیان فرما رہے ہیں ماتن وقایہ کا متن فَيَحْرُمُ مِنْهُ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ یہ عبارت بخاری و مسلم میں مذکور حدیث پاک کا مفہوم مطابقی ہے اس مسئلہ میں ارشاد نبی علیہ السلام ہے يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ[1] (یعنی رضاعت سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں فقہاء نے الا امّ اختہ سے الا امّ خالتہ وخالتہ آخر متن تک کچھ رشتوں کا استثنا منقطع بیان فرمایا ہے۔ یعنی الا امّ اختہ، واخیہ سے آخر کلام تک مستثنیٰ صورتیں اپنے ماقبل اصل حکم حرمت میں شامل نہیں ہے اسلیے استثنا منقطع مانکر شرعاً غیر معتبر عقلی استثنا ثابت ہو جانے کا اعتراض ختم ہو جاتا ہے۔

اس مسئلہ میں شارح وقایہ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے مسئلہ کی چار صورتیں بیان فرمائیں (الف) صورت اوّل یہ رشتے باعتبار نسب ہوں۔ یہ پہلی صورت متفق علیہ طور پر حرام ہے۔ اور نسبی رشتہ کے اعتبار سے ماں، بہن، بھائی، بیٹے کی سوتیلی بہن ربیبہ دادی، نانی، پھوپی، چچا، خالہ، ماموں حقیقی یا سوتیلے یہ نسبی رشتے باعتبار نسب نکاح کے لیے حرام ہیں، گویا کہ نسبی حیثیت یہاں موضوع بحث ہی نہیں ہے اس مسئلہ کی باقی تین صورتیں شامل متن رہ جاتی ہیں۔ جن کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

وہ تین صورت جو مراد ہیں

صورت اولیٰ، ماں، رضاعت اور دودھ پینے کے اعتبار سے ہو اور بہن بھائی نسب کے اعتبار سے ہوں تو اس صورت میں نسبی بھائی کے لیے بہن کی رضاعی ماں نکاحاً حلال ہے۔ ایسے ہی نسبی بہن کے لیے اپنے نسبی بھائی کی رضاعی ماں کا شوہر یعنی بھائی کا رضاعی باپ نکاحاً حلال ہے صورت مسئلہ، زید اور ہندہ نسبی بھائی بہن ہیں حقیقی یا سوتیلے ان دونوں نے الگ الگ دو مختلف عورتوں کا دودھ پیا ہے اور ظاہر ہے۔ نسبی بھائی کی رضاعی ماں اور

[1] اخرجہ الشیخان (بخاری ومسلم) بحوالہ شرح وقایہ جلد ثانی حاشیہ ص۵۵۔

نسبی بہن کی رضاعی ماں الگ الگ ہونے کی بنا، پر ایک دوسرے کے لیے کوئی بھی صورت حرمتِ نکاح کی نہیں ہے۔

۲۔ صورت ثانیہ بکر اور زینب رضاعی بہن بھائی ہیں لیکن ان دونوں کی نسبی ماں الگ الگ ہیں نسبی ماں مختلف ہونے کی بنا پر حرمت نکاح کا رشتہ ثابت نہیں ہوتا۔

۳۔ صورت ثالثہ، رضاعی بہن بھائی کی رضاعی ماں مثلاً عمر و رشیدہ نے ایک عورت خالدہ کا دودھ پیا، لیکن خالدہ کے پاس آنے سے پہلے اگر صرف رشیدہ نے کسی اور عورت ہندہ کا بھی دودھ پیا تھا۔ ظاہر ہے کہ ہندہ صرف دودھ پینے والے بچے رشیدہ کی رضاعی ماں ہوگی اگر رشیدہ نے ہندہ کا دودھ پیا تو ہندہ رشیدہ کے لیے رضاعی ماں ہے اور ہندہ کا شوہر بکر رشیدہ کا رضاعی باپ ہے اور خالدہ، رشیدہ اور عمر و دونوں کی رضاعی ماں ہے اور خالدہ کا شوہر خالد ان دونوں کا رضاعی باپ ہے۔

اس صورت مسئلہ میں ہندہ اور عمر و حقیقتاً اجنبی شخص کی طرح ہیں اور کوئی نسبت حرمت رضاعت کی موجود نہیں ہے اس لیے عمر و اپنی رضاعی بہن رشیدہ کی رضاعی ماں ہندہ یا ہندہ کی اولاد ہندہ کی بہن وغیرہ سے نکاح کر سکتا ہے۔

ایک علمی اعتراض

الا ام اختہ کا استثنا عدم جزئیت کی بنا پر عقلی طور پر کیا گیا ہے اور شریعت کے احکام فقہیہ کے سلسلہ میں عقلی استثنا اور محض رائے اور ظاہری عقل کو بنیادی دخل نہیں ہے بلکہ روایات سے مستنبط قیاس شرعی وقت ضرورت حجت اور دلیل تصور کیا جاتا ہے اور یہاں عقلی استثنا محسوس ہوتا ہے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ فَيَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ کی روایت حدیث کے بعد الا ام اختہ او اخیہ کا استثنا منقطع[1] ہے اور استثنا متصل مراد نہیں ہے۔ جیسے کوئی شخص کہے جَاءَنِي الْقَوْمُ اِلَّا الْفَرَس میرے پاس لوگ آئے، مگر سواری کا گھوڑا نہیں آیا۔ استثنا منقطع کی اس واضح مثال کے بعد یہ

---

[1] منقطع اپنے ماقبل میں داخل نہیں ہے اور متصل داخل ہوتا ہے۔

بات روشن ہو جاتی ہے کہ مذکورہ بالا حدیث رضاعت ذکر کرنے کے بعد الا ام اختہ سے آخر تک مستثنیٰ صورتیں مستثنیٰ منہ میں داخل ہی نہ تھیں۔ کیوں کہ رضاعت میں علت حرمت جزئیت ایک دوسرے کے جز ہونے سے ہے اور رضاعت میں یہ علت موجود ہے جیسا کہ بچہ کے دودھ پینے سے دودھ پلانے والی عورت اور اس کے شوہر کا جز بچہ کے بدن میں منتقل ہوتا ہے اس لیے علت جزئیت کی بنا پر جانبین کے لیے استمتاع اور نکاح حرام ہے اس سلسلہ میں فقہی ضابطہ یہ ہے الاستمتاع بالجزحرام یعنی اپنے جز یا اصل سے استمتاع جانبین کے لیے دائمی طور پر حرام ہے۔ اور ہر قسم کا نکاح یا جنسی رشتہ اس صورت میں ممنوع ہے۔

فقہی اعتراض

فَاِنْ قِيْلَ قَوْلُهٗ اِلَّا اُمَّ اُخْتِهٖ الیٰ آخرہ سے سائل یہ اعتراض کرتا ہے کہ ماتن کا متن اِلَّا اُمَّ اُخْتِهٖ وَاَخِيْهٖ شرح وقایہ میں مذکور تینوں صورتوں کو شامل نہیں ہے۔ کیوں کہ اس جملہ میں ام مضاف اخت مضاف الیہ ہے۔ سائل کہتا ہے کہ امّ مضاف اور اخت مضاف الیہ دونوں سے رضاعت کا تعلق اعتبار کیا جائے تو ایک وہ صورت خارج ہو جائے گی جس میں صرف ایک جانب رضاعت ہو یعنی امّ مضاف یا اخت مضاف الیہ میں سے کسی ایک میں رضاعت کا اعتبار ہو۔

اس اعتراض کا شق ثانی یہ ہے، وَاِنْ اُرِيْدَ بِالْاُمِّ الْاُمُّ نَسَبًا۔

اس شقِ ثانی کا مفہوم اعتراض یہ ہے کہ اگر امّ مضاف کو باعتبار نسب مان لیا جائے، اور اخت مضاف الیہ کو باعتبار رضاعت تسلیم کیا جائے یا اس کے برعکس تیسری صورت مسئلہ ہو یعنی ام رضاعی ہو اور اختِ نسبی ہو تو اس صورت میں دوسری اور تیسری صورت متن کے مفہوم سے خارج ہو جائے گی۔ اور ماتن وقایہ کی عبارت اِلَّا اُمَّ اُخْتِهٖ شارح وقایہ کی بیان کردہ صورت ثانیہ اور صورت ثالثہ کو جامع

اور شامل نہ رہ سکے گی۔

جواب اعتراض قلنا المراد اس عبارت کے ذریعہ شارح وقایہ نے مذکورہ بالا اعتراض کی تین شق کا واحد جواب دیا ہے اور جواباً فرمایا اِذَا کَانَتْ اِحْدٰھُمَا بِطَرِیْقِ الرَّضَاعِ یعنی ماتن وقایہ کے متن میں صرف ایک جانب رضاعت کا اعتبار ضروری ہے یعنی ام مضاف میں اعتبار رضاعت ہو، یا اخت یا اخ مضاف الیہ میں اعتبار رضاعت ہو۔ قطع نظر اس بات کے کہ اُمّ مضاف اور اخت مضاف الیہ کے دونوں طرف رضاعت ہے یا نہیں اور ظاہر ہے کہ ان تینوں صورتوں میں ایک طرف رضاعت ضرور موجود ہے اس لیے شارح وقایہ کی ذکر کی ہوئی تینوں صورتیں بنیادی طور پر ماتن وقایہ کے متن میں شامل ہیں۔ نتیجۃً مذکورہ بالا اعتراض پوری طرح حل ہوجاتا ہے۔

رضاعت میں حلال رشتے جیسا کہ اوپر ذکر ہوچکا ہے کہ رضاعت اور دودھ پینے کے رشتہ میں حرمت نکاح کا بنیادی سبب علتِ جزئیت ہے اس علت کی بنا پر نسب اور رضاعت میں فرق ہوگیا الا ام اختہ واخیہ ــــــــــــــــ سے لے کر وَ اَخْتَ اِبْنِ المَرْاَۃِ لَھَا رضاعاً تک ایسے رضاعی رشتوں کا بیان ہے جن میں حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہے اس لیے جانبین کے لیے ان سب صورتوں میں نکاح حلال ہے جانبین سے مراد جانب اوّل مرضعہ اور اور اس کا شوہر ہے اور اس کا پورا پریوار اور خاندانی محرمات ہیں اور جانب ثانی سے مراد رضیع یعنی دودھ پینے والا بچہ بصورت میاں بیوی مع اپنی اولاد کے مرضعہ اور اس کے متعلقین کے لیے نکاحًا حرام ہے یعنی جب بچہ نے کسی عورت کا دودھ پیا ہے دودھ پینے کے نتیجہ میں رشتہ رضاعت کی وجہ سے یہ دودھ پینے والا بچہ مع شریکِ

حیات یعنی لڑکے کی بیوی یا لڑکی کا شوہر اور ان کی اولاد یں مرضعہ دودھ پلانے والی عورت اور اس کے شوہر کے لیے اولاد کا درجہ رکھتے ہیں اس لیے ان کے درمیان نکاح حرام ہے۔ لیکن جانب رضیع میں یہ حرمت صرف رضیع [دودھ پینے والے بچے کیلئے] بصورت میاں بیوی اور ان کی اولاد تک محدود رہے گی اور رضیع کے بہن بھائی ماں باپ وغیرہ مرضعہ اور اس کے شوہر کے لیے نکاحاً حرام نہیں ہیں۔

حرمت رضاعت کی استثنائی صورتیں

صاحب کتاب نے اِلَّا اُختہ کے ذریعہ جو استثنائی صورتیں بیان کی ہیں اس میں تین تین صورتیں ہر مسئلہ کی نکلتی ہیں جس کی تشریح اوپر ہو چکی ہے کہ حرمت رضاعت سے استثناء کی بنیاد عدم جزئیت اور خون کا رشتہ نہ ہونے پر ہے۔

اس مسئلہ میں استثنائی صورتیں علامہ طحاوی نے ستر کے قریب بیان کی ہیں صاحب بحر نے اسّی اور صاحب نہر نے ایک سو آٹھ، اور درمختار نے ایک سو بیس، اور شیخ عابد مدنی نے دو سو سولہ تک استثنائی صورتیں بیان کی ہیں۔ لیکن طویل تفصیلات سے منتخب مندرجہ ذیل اہم اور معروف اکیس استثنائی صورتیں باعتبار صورت مسئلہ بیان کر رہے ہیں۔ ان کے ذریعہ استثناء کی بنیادی صورتیں واضح ہو سکیں گی۔

۱ صورت اولیٰ:۔ ماں[1] رضاعی ہو اور بہن نسبی۔ مثلاً عمر کی حقیقی بہن کو فاطمہ نے دودھ پلایا تو عمر کو فاطمہ کیسا تھ...... نکاح کرنا درست ہے۔

۲ صورت ثانی:۔ بہن رضاعی ہو اور ماں نسبی، جیسے بکر کی رضاعی بہن رشیدہ ہے تو بکر کے لیے رشیدہ کی نسبی ماں حلال ہے۔

۳ صورت ثالثہ:۔ دونوں رضاعی ہوں۔ مثلاً فاطمہ نے خالدہ اور زاہدہ دو عورتوں

---

[1] معدن الحقائق شرح کنز الدقائق

کا دودھ پیا ـــــــــ تو زید کے لیے فاطمہ کی رضاعی ماں زاہدہ حلال ہے۔

۴ صورت رابعہ۔ بہن رضاعی اور بیٹا نسبی۔ مثلاً بکر کا بھی بیٹا شاہد ہے اور اس کی رضاعی بہن فریدہ ہے یعنی شاہد اور فریدہ نے ایک اجنبی عورت کا دودھ پیا ہے تو بکر کے لیے فریدہ حلال ہے۔

۵ صورت خامسہ۔ بیٹا رضاعی ہو اور بہن نسبی، مثلاً خالدہ کا رضاعی بیٹا عرفان ہے اور عرفان کی نسبی بہن کلثوم ہے تو خالد کے لیے کلثوم حلال ہے۔

۶ صورت سادسہ۔ دونوں رضاعی ہوں بعض حضرات نے اکیس صورتیں مستثنیٰ کی ہیں چھ تو یہی جو اوپر مذکور ہیں اور پندرہ مزید یہ کل اس شعر میں مذکور ہیں۔

یفارق النسب الارضاع فی صور: کام نافلۃ اوجدۃ الولد
وام اخت واخت ابن وام اخ وام خال وعمۃ ابن اعتمد۔

خط کشیدہ الفاظ میں سے ہر ایک تین تین صورتوں کو شامل ہے۔ اوّل یہ کہ مضاف رضاعی ہو اور مضاف الیہ نسبی۔ دوم یہ کہ مضاف نسبی ہو اور مضاف الیہ رضاعی ہو سوم دونوں رضاعی ہوں پس یہ کل اکیس صورتیں ہوتی ہیں۔

۱۔ نسبی پوتے کی رضاعی ماں مثلاً زید کا بیٹا شاکر ہے اور شاکر کا بیٹا ذاکر ہے اور ذاکر کو ایک اجنبی عورت مثلاً حمیدہ نے دودھ پلایا ہے تو زید کو حمیدہ کے ساتھ نکاح کرنا حلال ہے۔

۲۔ رضاعی پوتے کی نسبی ماں مثلاً بیٹا بکر ہے اور زید کا بیٹا محمود ہے اور محمود کی زوجہ نے بکر کو دودھ پلایا ہے تو بکر زید کا رضاعی پوتا ہوا تو زید کو بکر کی نسبی ماں سے نکاح کرنا حلال ہے۔

۳۔ رضاعی پوتے کی رضاعی ماں مثلاً بکر کو زوجۂ محمود کے سوا رشیدہ نے دودھ پلایا تو زید کے لیے رشیدہ حلال ہے۔

۱۴۔ نسبی لڑکے کی رضاعی نانی مثلاً زید کے بیٹے عبداللہ کو حمیدہ نے دودھ پلایا تو حمیدہ کی ماں جو عبداللہ کی رضاعی نانی ہوئی زید کے لیے حلال ہے۔

۱۵۔ رضاعی بیٹے کی نسبی نانی مثلا زید کا رضاعی بیٹا ناصر ہے تو ناصر کی نسبی نانی زید کے لیے حلال ہے۔

۱۶۔ رضاعی بیٹے کی رضاعی نانی بھی زید کے لیے حلال ہے جس کی تخریج مثال ۱۵ کے بعد واضح ہے۔ بہن کی ماں اور بیٹے کی بہن کی بھی یہی تین تین صورتیں ہیں جنکا بیان مصنف کے قول الا ام اختہ واخت ابنہ کے ذیل میں مفصلا گزر چکا۔ بھائی کی ماں کی بھی اسی طرح تین تین صورتیں ہیں۔

۱۷۔ ماں رضاعی ہو اور بھائی نسبی

۱۸۔ ماں نسبی ہو اور بھائی رضاعی

۱۹۔ ماں بھی رضاعی اور بھائی بھی رضاعی ہو۔

ماموں کی ماں کی بھی یہی تین صورتیں ہیں۔

۱۱۰۔ ماموں نسبی ہو اور ماں رضاعی مثلاً عمرو کے نسبی ماموں جاوید کو ناصرہ اجنبیہ نے دودھ پلایا تو عمرو کے لیے ماموں کی مرضعہ ناصرہ حلال ہے۔

۱۱۱۔ ماموں رضاعی ہو اور ماں نسبی تو بکر کے لیے رضاعی ماموں کی نسبی ماں حلال ہے۔

۱۱۲۔ دونوں رضاعی ہوں تو بکر کے رضاعی ماموں کی رضاعی ماں بکر کے لئے حلال ہے ـــ بیٹے کی پھوپھی کی بھی تین صورتیں ہیں۔

۱۱۳۔ بیٹا نسبی ہو اور پھوپھی رضاعی مثلا شاہد کا حقیقی بیٹا زاہد ہے اس نے اجنبیہ عورت شاہدہ کا دودھ پیا جو خالد کی زوجہ ہے اور خالد کی بہن کریمہ ہے تو زید کے لیے کریمہ حلال ہے جو زید کی رضاعی پھوپھی ہے۔

۱۴۔ بیٹا رضاعی ہو اور پھوپھی نسبی مثلاً ہاشم عمر کا رضاعی بیٹا ہے تو ہاشم کی نسبی پھوپھی عمر کے لیے حلال ہے۔

۱۵۔ دونوں رضاعی ہوں مثلاً ہاشم نے زید کی بیوی کے سوا کسی اور اجنبیہ عورت حمیدہ کا دودھ پیا تو حمیدہ کے خاوند کی بہن زید کے لیے حلال و جائز ہے۔

ان مذکورہ متعدد صورتوں کے علاوہ بھی استثنائی صورتیں مروی ہیں جس کو مطولات میں دیکھا جا سکتا ہے۔

قولہٗ اُخْتَ اِبْنِہٖ ۔ یہاں بھی ماقبل کی طرح مسئلہ کی چار صورتیں ہیں۔ رضیع کے بیٹے کی بہن، یہ رشتہ نسبًا حرام ہے جب کہ دونوں طرف نسب ہو لیکن اگر ایک طرف رضاعت ہو تو یہ رشتہ ۔۔۔ نکاحًا حلال ہے شارح وقایہ نے اِلَّا اُمَّ اُخْتِہٖ کی شرح میں تین صورتیں بیان کی ہیں وہ تینوں صورتیں اُخْتَ اِبْنِہٖ میں بھی مراد ہیں اس کی اصل عبارت اِلَّا اُخْتَ اِبْنِہٖ ہے۔

قولہ وَجَدَّۃَ اِبْنِہٖ اصل عبارت الاجدۃ ابنہٖ یعنی رضیع کے بیٹے کی دادی یا نانی مرضعہ کے شوہر کے لیے حلال ہے بشرطیکہ نسبی رشتہ نہ ہو یہاں وہی تینوں صورتیں معتبر ہیں جو اِلَّا اُمَّ اُخْتِہٖ میں گذر چکی ہیں۔

قولہ وَاُمَّ عَمِّہٖ وَعَمَّتِہٖ اسکی بھی اصل عبارت اِلَّا اُمَّ عَمِّہٖ وَعَمَّتِہٖ ہے باعتبار استثنا سابق اور یہاں بھی تینوں صورتیں معتبر ہیں۔ مفہوم یہ ہے کہ رضیع کی پھوپھی یا رضیع کے چچا کی ماں مرضعہ کے شوہر اور متعلقین کے لیے نکاحًا حلال ہے بشرطیکہ ام مضاف اور عم عمۃ مضاف الیہ دونوں طرف نسب کا اعتبار اور نسبی رشتہ نہ ہو بلکہ دونوں طرف رضاعت ہو یا کم از کم ایک جانب رضاعت کا اعتبار کیا گیا ہو البتہ دونوں طرف نکاحًا نسب کی صورت ممنوع ہے۔

قولہ وَاُمَّ خَالِہٖ وَخَالَتِہٖ اس کی اصل عبارت یہ ہے اِلَّا اُمَّ خَالِہٖ وَ

خالتہ یہاں بھی وہ تینوں صورتیں معتبر ہیں جن کی تفسیر الاام اختہ واخیہ میں گزر چکی ہے مفہوم یہ ہے کہ رضیع کی خالہ یا ماموں کی ماں یعنی نانی مرضعہ کے شوہر اور متعلقین کے لیے نکاحاً حلال ہے اس طرح ماتن اور شرح وقایہ نے الاام اختہ سے وخالتہ تک ایسی حلال عورتوں کا تذکرہ فرمایا جن میں ایک طرف رضاعت کی نسبت موجود ہے اس لیے ان سے نکاح حلال ہے البتہ ان تمام صورتوں میں دونوں طرف نسب کا رشتہ ہر صورت نکاحاً حرام ہے:۔

الضوابط الفقہیہ فی مسالۃ الرضاعۃ

ضابطۂ اُولیٰ حرمت رضاعت صرف مدت رضاعت میں معتبر ہے اس کے بعد معتبر نہیں۔

۲۔ ضابطۂ ثانیہ:۔ رضاعت کے بعض رشتے نکاح کے لیے حلال ہیں جب کہ وہی رشتے نسب کے اعتبار سے حرام ہیں۔

۳۔ ضابطۂ ثالثہ:۔ ثبوتِ حرمتِ رضاعت کے لیے کسی عورت کے پستان سے مطلقاً دودھ پی لینا کافی ہے وہ عورت باکرہ ہو یا ثیبہ، مراہقہ ہو یا بالغہ منکوحہ ہو یا غیر منکوحہ اس کا شوہر زندہ ہو یا مر گیا ہو، وہ عورت مُطَلَّقَہ ہو یا زیرِ نکاح ہو وہ عورت آزاد ہو یا باندی، ان تمام صورتوں میں اگر کسی عورت کی چھاتی میں دودھ ہے اور وہ عورت کسی بچہ کی ماں بھی نہیں بلکہ اجنبیہ ہے یا رشتہ دار ہے اور بچہ لڑکا یا لڑکی اس عورت کی پستان سے مدت رضاعت کے اندر دودھ پی لے تو حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ مدت رضاعت کم سے کم دو سال، اوسطاً ڈھائی سال ہے اور آخری مدت تین سال تک ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

۴۔ ضابطۂ رابعہ:۔ جس عورت کی چھاتی سے دودھ پیا ہے تو دودھ پینے والے بچہ کے لیے شرعاً وہ عورت ماں ہے اور اس کا شوہر باپ کے درجہ میں ہے نتیجۃً یہ بچہ

اگر لڑکا ہے تو اس عورت کی ذات، اولاد اور تمام محرمات رشتہ اس لڑکے کے لیے نکاحاً حرام ہیں۔

اور اگر دودھ پینے والا بچہ لڑکی ہے تو مرضعہ دایہ کا شوہر اور اس کے لڑکے اور محرم رشتے اس لڑکی کے لیے نکاحاً حرام ہیں۔

ضابطہ خامسہ:۔ رضاعت کی علتِ حُرمت جُزئیت پر قائم ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ دودھ پینے کا عمل کسی غالب ملاوٹ کے بغیر ہو یعنی اگر کسی عورت کا تھوڑا سا دودھ سالن کے کسی بڑے برتن میں ڈال دیا گیا اور عورت کا دودھ مغلوب اور سالن غالب ہو گیا یا دودھ کو پکا لیا گیا۔ تو ان تمام صورتوں میں رضاعت اور دودھ پینے کا رشتہ ثابت نہ ہو سکے گا۔

عبارت اِعْلَمْ اَنَّ اُمَّ هٰؤُلَاءِ نَسَبًا اِمَّا مَوْطُوْءَةُ الْجَدِّ الصَّحِيْحِ اَوِ الْجَدِّ الْفَاسِدِ وَلَا كَذٰلِكَ مِنَ الرَّضَاعِ وَلَا تَشْمَلُ الصُّوَرَ الثَّلٰثَ فِيْ جَمِيْعِ مَا ذَكَرْنَا لِلرَّجُلِ اِيْ هٰذِهِ النِّسَاءِ الْمَذْكُوْرَةِ لَا تَحْرُمُ لِلرَّجُلِ اِذَا كَانَتْ مِنَ الرَّضَاعِ وَاَخَا ابْنِ الْمَرْاَةِ لَهَا رِضَاعًا اِيْ لَا يَحْرُمُ اَخُو ابْنِ الْمَرْاَةِ لَهَا اِذَا كَانَ مِنَ الرَّضَاعِ وَاعْلَمْ اَنَّ هٰذَا مُكَرَّرٌ لِاَنَّهُ ذَكَرَ اُمَّ الْاَخِ وَلَمَّا كَانَتِ الْمَرْاَةُ اُمَّ اَخِ الرَّجُلِ كَانَ الرَّجُلُ اَخَا ابْنِ تِلْكَ الْمَرْاَةِ وَعِبَارَةُ الْمُخْتَصَرِ كَانَتْ كَذٰلِكَ فَيَحْرُمُ مِنْهُ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ اِلَّا اُمَّ اَوْلَادِ اُصُوْلِهِ وَاُخْتَ اِبْنِهِ وَجَدَّتِهِ فَاَوْلَادُ الْاُصُوْلِ الْاَخُ وَالْاُخْتُ وَالْعَمُّ وَالْعَمَّةُ وَالْخَالُ وَالْخَالَةُ فَاُمُّ هٰؤُلَاءِ تَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ لَا مِنَ الرَّضَاعِ ثُمَّ غَيَّرْتُ الْعِبَارَتَ اِلٰى هٰذَا فَيَحْرُمَانِ مَعَ قَوْمِهِمَا عَلَيْهِ كَالنَّسَبِ وَفُرُوْعُهُ وَالزَّوْجَانِ

عَلَيهِمَا اِیْ تَحرُمُ الْمُرْضِعَةُ وَزَوْجُهَا عَلَی الرَّضِيعِ وَيَحْرُمُ نُوْمُهُمَا عَلَی الرَّضِيعِ كَمَا فِی النَّسَبِ وَتَحرُمُ فُرُوعُ الرَّضِيعِ عَلَی الْمُرْضِعَةِ وَزَوْجِهَا وَيَحرُمُ زَوجَا الرَّضِيعِ عَلَی الْمُرْضِعَةِ وَزَوْجِهَا اِیْ الرَّضِيعُ اِنْ كَانَ ذَكَرًا تَحرُمُ زَوْجَتُهُ عَلٰی زَوجِ الْمُرْضِعَةِ وَاِنْ كَانَ الرَّضِيعُ اُنْثٰی يَحرُمُ زَوْجُهَا عَلٰی مُرْضِعَتِهَا وَضَابِطَهُ مَافِی هٰذَا الْبَيْتِ الْفَارِسِی. بَيت از جَانبِ شِيرْدِه همه خوِيش شوند وَزجَانِب شِيرخواره زوجَانِ وَفُروع۔

ترجمہ یہ بات جان لیجئے کہ ان مذکورہ بالا افراد کی نسبی ماں یا تو دادا کی موطوءہ یا نانا کی موطوءۃ ہوں گی [اس لیے نسبًا] رشتے حرام ہیں] اور رضاعت میں ایسا حکم حرمت نہیں ہے اور نہ بھولئے تینوں صورت مسئلہ کو ان تمام رضاعی رشتوں کے بارے میں جن کی تفصیل ہم نے اوپر ذکر کی ہے [اوپر مذکورہ عورتیں رضاعت کے رشتہ سے حرام نہیں ہیں] مرد کے لیے یعنی یہ مذکورہ عورتیں حرام نہیں ہیں مرد کے لیے جب کہ وہ رضاعت کے اعتبار سے ہوں [ایسے ہی ان رضاعی رشتوں کے مرد اُن عورتوں کے لیے نکاحًا حرام نہیں ہیں] اور عورت کے رضاعی بیٹے کا بھائی یعنی حرام نہیں ہے عورت کے رضاعی بیٹے کا بھائی جب کہ رشتہ رضاعت کے اعتبار سے ہو۔ [شارح وقایہ ـــــ فرماتے ہیں واعلم] یہ بات جان لیجئے کہ ماتن وقایہ کا یہ اخا ابنہا المراۃ. لھا رضاعًا کہنا مکرر اور دوبارہ ہے کیوں کہ ماتن نے اوپر عبارت میں تذکرہ کیا ہے [رضاعی] بھائی کی ماں کا اور جب کہ وہ عورت اس مرد کے بھائی کی [رضاعی] ماں ہوگی [تو نتیجۃً] وہ مرد اس عورت کے رضاعی بیٹے کا بھائی ہوگا اور [اس موقع پر] مختصر کی عبارت اس طرح ہے پس حرام ہوجاتے ہیں رضاعت سے وہ رشتے جو نسب سے حرام ہوتے ہیں مگر حرمت سے مستثنیٰ ہیں اس [رضیع] کے اصول کی اولاد کی ماں اور اس

کے بیٹے کی بہن اور اس کی [رضاعی] دادی یا نانی، پس اصول کی اولاد [سے مراد] بھائی اور بہن اور چچا اور پھوپھی اور ماموں اور خالہ ہیں، پس ان مذکورہ رشتوں کی ماں نسب میں حرام ہے رشتہ رضاعت سے حرام نہیں ہے [شارح وقایہ مزید فرماتے ہیں] [ثُمَّ غَيَّرْتُ الْعِبَارَةَ] اور میں نے وضاحت مزید کے لیے] مختصر کی عبارت کو اس طرح بدلا پس [مرضعۃ اور اس کا شوہر] دونوں اپنی گھریلو قوم اور افراد کے ساتھ اس رضیع پر مثل حرمت نسب کے اور رضیع کی فروع و اولاد اور [رضیع اور اس کی بیوی] دونوں میاں بیوی مرضعۃ اور اس کے شوہر پر کیا حُرام ہیں یعنی مرضعہ حرام ہے اور اس کا شوہر بھی رضیع کے لیے [بعد البلوغ اور ان دونوں کے اہل قرابت حرام ہیں رضیع کے لیے جیسا کہ نسب میں یہ رشتے حرام ہیں اور نیز حرام ہے رضیع کی اولاد مرضعہ اور اس کے شوہر کے لیے اور حرام ہیں رضیع بصورت میاں بیوی کے مرضعہ اسکے شوہر کے لیے۔

[مقصد عبارت یہ ہے] کہ رضیع اگر لڑکا ہے تو اس کی بیوی حرام ہے مرضعۃ کے شوہر پر اور اگر رضیع لڑکی ہے تو اس کا شوہر حرام ہے مرضعہ کے لیے اور رضاعت کا فقہی ضابطہ وہ ہے جو اس فارسی شعر میں مذکور ہے ؎

[شیر خوار بچہ کے لیے] تمام قریبی رشتہ [باعتبارِ حرمت] اپنے اقارب کے مثل ہو جاتے ہیں۔ اور شیر خوار بچہ کی جانب سے صرف وہ دونوں میاں بیوی اور ان کی اولاد نکاحًا [مرضعہ دودھ پلانے والی عورت اور اس کے شوہر کیلئے حرام ہیں

توضیح الوقایہ

شارح وقایہ نے اس طویل عبارت میں دو مرتبہ لفظ اعلم کا استعمال کیا ہے اس کے لفظی معنی یہ ہیں کہ اس بات کو اچھی طرح جان لیجیے، یہ جملہ مصنفین توجہ طلب ہوتا ہے اور رفعِ ابہام اور وضاحت مقاصد کے لیے لایا کرتے ہیں۔ یہاں عبارت میں پہلا جملہ لفظ اِعْلَمْ کا مقصد عبارت

یہ ہے کہ شارح وقایہ ماقبل مذکور متن وقایہ اِلَّا اُمَّ اُخْتِہٖ الخ کے ذیل میں مذکورہ ممکنہ چار صورتیں مسئلہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں وہ چار صورتیں یہ ہیں۔

صورت ۱:۔ امِّ مضاف اور عم وعمہ مضاف الیہ دونوں باعتبارِ نسب ہوں اور ظاہر ہے کہ اس صورت علتِ جزئیت کے رشتہ سے نکاح قطعی حرام ہے اور یہ صورت یہاں غیر معتبر ہے اور اِلَّا کے استثناء کی حرمت سے اس کا تعلق مراد نہیں ہے۔

صورت ۲:۔ اُمِّ ـــــ مضاف اور عم وعمۃ [چچا اور پھوپھی] مضاف الیہ دونوں رضاعی اور دودھ کے رشتہ کے اعتبار سے ہوں۔ یہ صورت نسبًا حرمت نکاح سے استثناء میں داخل ہے۔ اور یہ رشتہ نکاحًا حلال ہے۔

صورت ۳:۔ ام مضاف... عم وعَمۃ مُضَاف اِلیہ میں سے اول نسبی اور ثانی رضاعی رشتہ ہو یہ صورت بھی حرمتِ نکاح سے استثناء میں داخل ہے اور نکاحًا حلال ہے۔

صورت ۴:۔ ام مضاف اور عم وعمۃ مضاف الیہ میں اول رضاعی اور ثانی نسبی رشتہ ہو، یہ صورت بھی اِلَّا کے استثناء حرمت سے متعلق ہے اور حرمت سے مستثنیٰ ہو کر فریقین ایک دوسرے کے لیے نکاحًا حلال ہیں۔

ان چاروں میں سے پہلی صورت مبحث سے خارج اور اِلَّا کے استثناء میں داخل نہیں ہے اور اس صورت میں جانبین مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان نسبی رشتہ ہونے کی بناء پر نکاح قطعی حرام ہے البتہ اخیر کی تینوں صورتیں حرمت رضاعت سے مستثنیٰ اور فریقین کے لیے نکاحًا حلال ہیں نیز ہم نے جو تفصیل ام عمۃ کے ذیل میں چار صورتیں بیان کی ہیں متنِ وقایہ اُمِّ خَالِہٖ وخَالَتِہٖ میں بھی معتبر ہیں نتیجۃً اُمِّ خَالِہٖ وَخَالَتِہٖ میں مضاف اور مضاف الیہ باعتبارِ نسب نکاحًا

حرام ہے اور باقی تین صورتیں حلال ہیں جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

لغات الفقہ | اُمِّ عم چچا کی ماں، اُمِّ عمۃ پھوپھی کی ماں حقیقی یا سوتیلی دادی، اس مفہوم میں شامل ہے۔ امِ خال، ماموں کی ماں۔ ام خالۃ خالہ کی ماں حقیقی یا سوتیلی نانی۔ اس مفہوم میں شامل ہے اس کے علاوہ ماتن وقایہ نے فرمایا۔

اس عبارت کا مقصد یہ ہے کہ ہندہ عورت کے نسبی بیٹے زید کا رضاعی بھائی بکر ہندہ کے لیے حرام نہیں ہے۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ ہندہ کا ایک اپنا نسبی بیٹا زید ہے۔ زید نے زینب کا دودھ پیا ہے اور بکر نے بھی زینب کا دودھ پیا ہے۔ اس طرح زید اور بکر دونوں رضاعی بھائی ہیں۔ زینب کے تعلق رضاعت سے اس طرح یہ دونوں رضاعی بیٹے ہوکر زینب کے لیے زید اور بکر دونوں نکاحاً حرام ہیں بلکہ زینب کے پورے خاندان جیسے زینب مرضعہ کا شوہر اور اس کی اولاد اور اصول پورا.... خاندان آئندہ نکاحاً حرام ہے دونوں رضیع شیر خوار زید اور بکر کے لیے نسبت رضاعت کی وجہ سے حرمت ہے لیکن ہندہ اور اس کی اولاد کے لیے بکر کسی بھی طرح نکاحاً حرام نہیں ہے اگرچہ صورتاً ہندہ کے نسبی بیٹے زید اور بکر رضاعی بھائی کہلاتے ہیں لیکن اس کا تعلق زینب کی ذات سے ہے ہندہ سے نہیں۔

۲۔ [ثانی وَاعلَم] شارحِ وقایہ نے دوسری مرتبہ لفظِ وَاعلَم کا قریبی استعمال فرمایا اور اس کا مقصد یہ ہے کہ ماتن وقایہ کا یہ کہنا اَخَا ابنِ المرأۃِ لَہَا رِضَاعًا مکرر اور غیر ضروری ہے اس دعوے کی دلیل یہ ہے لِاَنَّہٗ ذَکَرَ اُمَّ الاَخِ۔ مفہوم یہ ہے کہ ماتنِ وقایہ نے اوپر متن میں اِلاَّ اُمَّ اُختِہٖ واخیہ فرما کر رضاعی رشتہ کا استثناء، حرمت نکاح تفصیلاً فرما دیا ہے۔ اور اس جملہ میں اَخَا ابنِ المرأۃ کی صورت شامل ہے کیوں کہ اگر کوئی عورت

کسی مرد کے بھائی کی ماں ہے جیسا کہ اِلَّا اُمَّ اُخْتِہٖ وَ اَخِیْہِ میں مذکور ہے تو بدیہی طور پر نتیجۃً وہ شخص اس عورت کے بیٹے کا بھائی ہوگا اس لیے ماتن وقایہ کا یہ آخری جملہ غیر ضروری محسوس ہوتا ہے۔

عبارۃ المختصر یہاں سے ثُمَّ غَیَّرْتُ الْعِبَارَۃَ تک شارح وقایہ اپنے موضوع رضاعت سے حرمت نکاح اور بعض استثنائی صورتیں وضاحتِ مزید کے لیے المختصر کی عبارت پیش فرما رہے ہیں مختصر کی عبارت کا مقصد کلام یہ ہے کہ نسب اور رضاعت سے بطور عام خاص مطلق حرمت نکاح ثابت ہوتی ہے اور مطابق فرمان نبیء (صلی اللہ علیہ وسلم) حرمت رضاعت سے بعض صورتیں مستثنیٰ بھی ہیں۔

۱۔ اِلَّا اُمَّ اَوْلَادِ اُصُوْلِہٖ رضیع کے اصول کی اولاد کی ماں یہاں لفظ اصول میں اصل قریب اور اصل بعید دونوں شامل ہیں۔ اصل قریب سے مراد ماں باپ اور اصل بعید سے مراد دادا، دادی نانا اور نانی ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ رشتے نسباً نکاح کے لیے حرام ہیں لیکن رشتہ رضاعت میں یہ حرمت رضیع کے لیے نہیں ہے اور یہاں بھی تینوں صورتیں موجود ہیں۔

(الف) دونوں طرف رضاعت ہو۔

(ب) مضاف یعنی اُمّ میں رضاعت کا رشتہ ہو اور مضاف الیہ اَوْلَادُ اُصُوْلِہٖ میں نسب کا رشتہ ہو۔

(ج) اُمّ مضاف میں نسب کا رشتہ ہو اور مضاف الیہ اولاد اصول میں نسب کا رشتہ ہو یہ تینوں صورتیں حرمت نکاح سے خالی ہیں۔

۲۔ وَاُخْتَ اِبْنِہٖ اور رضیع کے بیٹے کی بہن بھی مرضعہ کے شوہر وغیرہ کے لیے نکاحاً حلال ہے اور حرمت سے مستثنیٰ ہے۔

فَالْاَوْلَادُ الْاُصُوْلُ عبارت کے ذریعہ شارح وقایہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اصل قریب کی اولاد بہن بھائی ہیں عینی یعنی ماں باپ شریک عَلَّاتِی یعنی صرف باپ شریک۔ اَخْیَافِی یعنی صرف ماں شریک یہ تینوں قسم کے رضاعی بہن بھائی استثنا، حرمت میں شریک ہیں ایسے ہی اصل بعید کی اولاد وَالْعَمُّ وَالْعَمَّۃُ چچا پھوپی ماموں اور خالہ اولاد اصول باعتبار اصل بعید میں شامل ہیں۔ پس ان سب رشتوں میں نسبی تعلق کے اعتبار سے بہرحال نکاح حرام ہے لیکن رضاعت میں ایسا نہیں ہے۔

شارح وقایہ کی وضاحت

ثُمَّ غَیَّرْتُ الْعِبَارَۃَ اِلٰی ھٰذَا۔ اس کلام کے ذریعہ شارح وقایہ فرمانا چاہتے ہیں ۔۔۔ کہ عبارت مختصر (جس کا تذکرہ قریب ہی میں ہوا ہے) وضاحت مقصد اور اثبات مطلب کے لیے ناکافی ہے کیوں کہ المختصر کی عبارت سے یہ صاف طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ مرضعہ دودھ پلانے والی عورت اور رضیع شیرخوار بچہ ان دونوں کے درمیان حدود حرمت کس حد تک ہیں اور کون کون رشتے مرضعہ کی جانب سے اور کون سے رشتے رضیع کی جانب سے حرمت نکاح کے لیے ممنوع ہو جاتے ہیں۔ اس وضاحت مقصد کے لیے شارح وقایہ نے فرمایا کہ

عبارت فَیَحْرُمَانِ مَعَ قَوْمِھِمَا عَلَیْہِ یعنی مرضعہ دودھ پلانے والی عورت اور اس کا شوہر یہ دونوں اپنی قوم اور متعلقین نسب کے ساتھ رضیع اور شیرخوار بچے کے لیے مثل نسب حرام ہیں عَلَیْہِ میں ہ ضمیر کا مرجع رضیع ہے اس کے بعد شارح وقایہ شیرخوار بچے رضیع کے بارے میں فرماتے ہیں وَ فُرُوْعُہٗ وَالزَّوْجَانِ عَلَیْہِمَا یعنی رضیع کی اولاد نیچے تک اور رضیع بحیثیت میاں بیوی، زوجین ہونے کی صورت میں نسبی اولاد کی طرح مرضعہ دودھ پلانے والی

عورت اور اس کے شوہر کے لیے بہرصورت حرام ہیں جیسا کہ نسب میں یہ رشتے حرام ہیں اس کے بعد شارح وقایہ حرف تفسیر ای تحرم المرضعۃ وزوجھا علی المرتضع سے البیت الفارسی تک اسی مذکورہ عبارت کی تشریح فرمارہے ہیں اور بتانا چاہتے ہیں کہ مرضعہ کا شوہر رضیع کے لیے نسبی باپ کی طرح حرام ہے اور یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ رضیع اسم جنس ہے بمعنی نوع فقہی، رضیع کی صنف مذکر اور مؤنث، لڑکا اور لڑکی دونوں مراد ہیں۔ رضیع اگر لڑکا ہے تو وہ مرضعہ اور اس کی اولاد اور اصول سے کسی بھی طرح نکاح نہیں کرسکتا، اور اگر رضیع لڑکی ہے تو اس کا نکاح مرضعہ کے شوہر اور اس کے بیٹوں اور اصول سے نہیں ہوسکتا۔

معیارِ حرمت شارح وقایہ کیوں کہ فارسی النسل ہیں اس لیے انہوں نے اپنے ماحول اور مخاطب اول کو رعایت کرتے ہوئے ایک فارسی شعر کے ذریعہ حرمت رضاعت کا فقہی معیار اس طرح بیان کیا ہے۔

از جانب شیردہ یعنی دودھ پلانے والی عورت کی جانب سے دودھ پینے والے بچے کے لیے دودھ پلانے والی عورت کے اولاد و اصول نسبی رشتہ کی طرح اہل قرابت ہو جاتے ہیں جس کا نتیجہ حرمت نکاح ہے اور رضیع دودھ پینے والے بچے کی جانب سے یہ بچہ شادی شدہ ہونے کے بعد زوجین اور میاں بیوی کی صورت میں مع اپنی اولاد کے مرضعۃ اور اس کے شوہر اور اس کی قوم یعنی مرضعہ کے اصول وفروع کے لیے مثلِ نسب حرام ہے۔

لغات الفقہیہ المختصر سے مراد المختصر القدوری فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہے قوم۔ لفظ قوم کے مختلف معنی ہیں فقہی اصطلاح میں یہاں مرادی معنی یہ ہیں۔ صاحب قواعد الفقہ فرماتے

ہیں القَوْمُ الجَمَاعَۃُ مِنَ الرِّجَالِ خَاصَّۃً وَقِیْلَ یَدْخُلُہُ النِّسَاءُ عَلٰی تَبْعِیَۃٍ سُمُّوْا بِذٰلِکَ لِقِیَامِہِمْ بِالْعَظَائِمِ وَالْمُہِمَّاتِ یُذَکَّرُ وَیُؤَنَّثُ وَقَوْمُ الرَّجُلِ اَقْرِبَائُہُ الَّذِیْنَ یَجْتَمِعُوْنَ مَعَہُ فِیْ جَدٍّ وَاحِدٍ[1]

مفہوم :۔ عبارت یہ ہے کہ قوم۔ کے معنی مردوں کی جماعت مخصوص طور پر اور بالتبع قوم میں عورتیں بھی داخل ہیں لفظ قوم مذکر و مؤنث مستعمل ہے اور قَوْمُ الرَّجُل کسی شخص کے قوم اور اس کے اقربا راہل رشتہ ہیں جو ایک دادا، دادی اور ماں باپ کے رشتہ میں مجتمع اور اکٹھے ہیں۔

اَلْمُرْضِعَۃ بمعنیٰ دودھ پلانے والی عورت باب افعال سے اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے اس میں الف لام معہود کے لیے ہے اور اس سے مراد زیادہ تر وہ مخصوص عورتیں ہیں جو ماں کے علاوہ دوسرے کے بچے کو دودھ پلانے کے لیے مخصوص ہوں، اس میں بطور اجرت یا بطور عرف شرعاً دودھ پلانے والی سب عورتیں شامل ہیں۔

الرَّضِیْع :۔ بروزن فعیل سمع سے صیغہ صفت ہے اور بمعنی اسم مفعول مرضوع مراد ہے بمعنی وہ بچہ لڑکا یا لڑکی جو کسی عورت کا مدت رضاعت میں دودھ پینے والا ہو۔ الرضیع میں الف لام معہود کے لیے ہے یہاں وہ بچے مراد ہیں جو ماں کے سوا کسی اور کا دودھ پینے والے ہیں فارسی میں رضیع کو شیر خوارہ اور مرضعہ کو شیردہ کہتے ہیں۔

الاصول :۔ اصل کی جمع ہے بمعنی جڑ۔ اور مراد ماں باپ دادا، دادی نانا، نانی ہیں۔ فروع، فرع کی جمع ہے بمعنی شاخ مراد اولاد، بیٹا، بیٹی، پوتا پوتی، نواسا، نواسی سب کے لیے یہ لفظ شامل ہے۔

---

[1] قواعد الفقہ ص ۴۳۰۔

عبارت وَتَحِلُّ اُخْتُ اَخِيْهِ رِضَاعًا كَمَا تَحِلُّ نَسَبًا كَاَخٍ مِنَ الْاَبِ لَهٗ اُخْتٌ مِنْ اُمِّهٖ تَحِلُّ لِاَخِيْهِ مِنْ اَبِيْهِ وَرَضِيْعَا ثَدْيٍ كَاَخٍ وَاُخْتٍ لَا شَارِبَا لَبَنِ شَاةٍ وَحُكْمُ خَلْطِ لَبَنِهَا بِمَاءٍ اَوْدَوَاءٍ اَوْلَبَنِ اُخْرٰى اَوْشَاةٍ بِالْغَلَبَةِ وَبِطَعَامٍ اَلْحِلُّ اَىْ حُكْمُ خَلْطِ لَبَنِهَا بِطَعَامٍ اَلْحِلُّ كَمَا فِىْ لَبَنِ رَجُلٍ اَىْ اِذَا نَزَلَ لِلرَّجُلِ لَبَنٌ فَشَرِبَهٗ صَبِىٌّ لَا يَتَعَلَّقُ بِهٖ حُرْمَةُ الرِّضَاعِ وَاحْتِقَانِ صَبِىٍّ بِلَبَنِهَا وَحَرَّمَ بِلَبَنِ الْبِكْرِ وَالْمَيِّتِ۔

ترجمہ :- اور نکاح حلال ہے اپنے رضاعی بھائی کی بہن سے جیسے نکاح حلال ہے نسب کے اعتبار سے مثلاً ایک باپ شریک بھائی (سوتیلا) اسکی سوتیلی بہن اسکی سوتیلی ماں سے ہو یا سوتیلی بہن نکاحاً حلال ہے اس کے سوتیلے باپ شریک (سوتیلے غیر حقیقی بھائی کے لئے) اور کسی ایک عورت کی پستان پر دودھ پینے والے دو بچے (یا دو سے زائد بھی) حقیقی بہن بھائی کی طرح (ایک دوسرے کیلئے نکاحاً اور ہر طرح حرام) ہیں (لیکن) کوئی ایک بکری (یا اور ایک جانور) کا دودھ پینے والے دونوں بچے بہن بھائی کی طرح حرام نہیں ہیں اور عورت کا دودھ پانی یا دوا یا کسی دوسری عورت یا کسی بکری وغیرہ کے دودھ میں ملا دینا (ان سب کا حکم) غلبہ پر موقوف ہے اور کسی عورت کا دودھ کھانے میں ملا دینا حلت کا حکم رکھتا ہے یعنی کسی عورت کے دودھ کو کسی کھانے کی چیز میں ملا دینے (کا حکم شرعی) حلال ہونا ہے۔ (یعنی حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہے)۔

جیساکہ حرمت (رضاعت ثابت) نہیں ہے مرد کے دودھ میں یعنی اگر (اتفاقاً) مرد کے (سینے میں) دودھ اتر آئے اور اس مرد کے دودھ کو کوئی چھوٹا بچہ پی لے تو حرمت رضاعت کا تعلق اس مرد اور بچہ کے درمیان قائم

نہ ہوگا اور کسی بچہ کے پچھلے حصہ میں عورت کا دودھ چڑھا دینے سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی اور (البتہ) حرمت رضاعت ثابت ہوجائیگی۔ کنواری لڑکی یا مردہ عورت کے دودھ پینے سے۔

توضیح الوقایہ ماتن اور شارح وقایہ اپنے متن اور شرح کے ذریعے رضاعت سے متعلق مختلف مسائل اور احکام بیان فرمارہے ہیں اس عبارت میں حرمت رضاعت سے متعلق چند مختلف مسائل ہیں مسئلہ اولیٰ یہ ہے وَتَحِلُّ اُخْتُ اَخِیْہِ رِضَاعًا۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ زید اور عمرو دونوں رضاعی بھائی ہیں زید کی بہن ہندہ اور عمرو کی بہن زینب ہیں تو ہندہ عمرو کیلئے اور زینب زید کے لئے نکاحاً حلال ہے۔ کیونکہ ان کے درمیان کوئی جزئیت کا رشتہ نہیں ہے اور رضاعت کا تعلق صرف زید اور عمرو تک محدود ہے۔

۲ مسئلہ ثانی کَمَا تَحِلُّ نَسَبًا۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ رشید نے پہلا نکاح رشیدہ سے کیا اور رشیدہ سے ایک لڑکا ناصر پیدا ہوا اس کے بعد رشید نے عقد ثانی خدیجہ سے کیا خدیجہ ایک بیوہ عورت ہے اس کا عقد اول خالد سے ہوچکا تھا اور خالد سے ایک لڑکی ہندہ نے جنم لیا تھا۔ اس کے بعد خدیجہ خالد کے نکاح سے علیحدہ ہوئی اور عدت کے بعد خدیجہ نے اپنا عقد ثانی رشید کے ساتھ منعقد کیا۔ تو اب ان دونوں کی سابقہ اولادیں لفظی طور پر ایک دوسرے کے لئے نسبی بہن بھائی ہیں لیکن حقیقۃً انکی اولادوں کے درمیان کوئی جزئیت کا رشتہ نہیں ہے اس لئے رشید کے بیٹے ناصر کا نکاح خدیجہ کی بیٹی ہندہ سے جائز ہے۔

۳ مسئلہ ثالثہ (ورضیعا ثدی) صورت مسئلہ یہ ہے کہ زید اور ہندہ دونوں نے رشیدہ کا دودھ پیا تو رشیدہ انکی رضاعی ماں ہے اور زید اور ہندہ ایک دوسرے کے لئے حقیقی بھائی بہن کی طرح نکاحاً حرام ہیں۔

کیونکہ رضاعت اور دودھ پینے سے جزئیت کا رشتہ زید اور ہندہ کے درمیان قائم ہو چکا ہے اور جزئیت بنیادی طور پر علتِ حرمت ہے جب دو بچے کسی ایک عورت کا دودھ پیتے ہیں تو اس عورت کا خون اور جسم کا حصّہ دودھ کی شکل میں منتقل ہو کر دونوں بچوں کے پیٹ میں پہنچتا ہے اور دونوں کے اندر دودھ پلانے والی ماں کا جزوِ واحد موجود ہے اور استمتاع بالجزء شرعًا و عقلاً حرام ہے اسی مسئلہ کے ساتھ ماتن وقایہ فرماتے ہیں کہ بکری یا گائے کسی ایک جانور کا دودھ اگر دو بچے پی رہے ہیں تو حرمت رضاعت، کا کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ رضاعت کی تعریف میں مِنْ ثَدْیِ المرأۃ کی قید ہے یعنی عورت کے پستان سے دودھ پینا حرمت رضاعت کیلئے بنیادی شرط ہے اور بکری وغیرہ جانوروں میں یہ صورت نہیں ہے اس لئے حرمت رضاعت بھی نہیں ہے۔

(مسئلہ رابعہ) عورت کا دودھ کسی دوسری چیز میں؟

فقہی احکام ماتن وقایہؒ نے اس مسئلہ کو وَحُکْم خَلْطِ لَبَنِهَا بِمَاءٍ الی الخ سے بیان کیا ہے اس مسئلہ کی چند صورتیں ہیں۔ ۱۔ کسی عورت کا دودھ پانی میں مل جانا ۲۔ کسی عورت کا دودھ دوا میں مل جانا۔ ۳۔ کسی عورت کا دودھ دوسری عورت کے دودھ میں مل جانا۔ ۴۔ کسی عورت کا دودھ بکری یا (بھینس وغیرہ) کے دودھ میں ملا دینا ان تمام مختلف صورتوں کا حکم شرع حرمت نکاح اور عدم حرمت نکاح کیلئے معیار بالغلبہ سے بیان کیا گیا ہے، یعنی اگر پانی غالب ہے اور کسی نے اسکو پی لیا تو حرمت نہ ہوگی اور اگر عورت کا دودھ غالب ہے تو حرمت نکاح قائم ہو جائیگی۔

ایسے ہی دوا غالب ہے تو حرمت رضاعت قائم نہ ہوگی اور اگر عورت کا دودھ

دوا پر غالب ہے تو حرمت رضاعت ثابت ہوگی۔ قولہ او لبن اخری سے صورت مسئلہ یہ ہوگی کہ ہندہ اور رشیدہ دو عورتوں کا دودھ کسی آلہ سے نکال کر گلاس میں رکھ دیا گیا ہو تو جس عورت کا دودھ غالب اور زیادہ ہوگا تو دودھ پینے والے بچہ کیلئے اسی عورت سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی۔ ایسے ہی بکری یا کسی جانور کا دودھ کسی عورت کے دودھ میں مل جانے کی صورت میں غلبہ اور زیادتی کا اعتبار ہوگا۔ یہاں صورت مسئلہ کے تین مراتب ہیں۔ دودھ مغلوب یا مساوی یا غالب ہو کسی عورت کا دودھ غالب ہونے کی صورت میں متفق علیہ رضاعت ثابت ہو جائے گی اور مخلوط صورت میں دودھ مغلوب ہے اور دوسری چیز غالب ہے تو متفق علیہ رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ البتہ تیسری صورت جہاں عورت کا دودھ اور پانی یا دوا برابر کی صورت میں ہوں تو وہاں احتیاط یہی ہے کہ حرمت رضاعت کو تسلیم کیا جائے۔ کیونکہ فقہی ضابطہ یہی ہے کہ جس مسئلہ میں حرام اور حلال حیثیت برابر کے درجے میں ہوں تو وہاں ترجیح جانب حرمت کو ہوتی ہے اس لئے مخلوط دودھ کے مساوی ہونے کی صورت میں حرمت رضاعت کو ترجیح حاصل ہوگی۔

کھانے میں عورت کا دودھ؟

کھانے میں عورت کا دودھ مل جائے اس صورت مسئلہ کو ماتن وقایہ نے و بطعام العل سے بیان کیا ہے طعام کے دو حال ہیں۔ مطبوخ پکا ہوا اور غیر مطبوخ بغیر پکا ہوا کھانا اگر دودھ پکا لیا گیا ہو تو متفق بین الاحناف رح کھانے میں پکا ہوا عورت کا دودھ کالمعدم ہو جاتا ہے اور کھانے کے ساتھ دودھ پکانے کے بعد حرمت رضاعت ثابت نہیں ہے یعنی اگر کوئی بچہ ایسا پکا ہوا کھانا کھائے جس میں اتفاقاً عورت کا دودھ بھی پکا ہوا شامل ہو۔

تو یہ عورت اس بچہ کی رضاعی ماں نہیں ہے اور حرمت رضاعت کا رشتہ بھی قائم نہیں ہوگا

عورت کا دودھ بغیر پکے ہوئے کھانے میں اگر کسی عورت کا دودھ کچے کھانے میں ملا ہوا ہے مثلاً چائے وغیرہ میں دودھ اتفاقاً مل گیا ہو یا ملا لیا گیا اور اس کو کسی بچے نے پی لیا تو صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اگر یہ دودھ غالب ہے تو حرمت رضاعت ثابت ہو جائیگی اور نزد امام اعظم اگر دودھ غیر محسوس ہو تو حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

مسلک فقہاء علامہ عینی شارح کنز فرماتے ہیں لو اختلط لبنُ المرءة بماءٍ او دواءٍ او لبنِ شاةٍ فقال الشافعی تثبتُ بہٖ حرمتُ الرّضاع سواءٌ کان غالباً او مغلوباً وبہٖ قال احمد۔

مفہوم عبارت یہ ہے کہ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک اگر کسی عورت کا دودھ پانی دوا یا بکری وغیرہ کے دودھ میں شامل کر لیا گیا ہو اگرچہ عورت کا دودھ مقدار میں ان چیزوں سے کم اور مغلوب بھی ہو تو بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی اور ایسے ہی اگر دو عورتوں کا دودھ ایک برتن میں ملا ہوا ہو تو حرمت رضاعت دونوں عورت سے ثابت ہو جائے گی عند محمد۔ اور امام اعظم کی ایک روایت امام محمد کے ساتھ ہے اور یہی امام زفر کا مسلک ہے کہ دونوں عورتوں سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے لے امام ابو حنیفہ کی روایت ثانی اس حکم کیخلاف بھی ہے۔

(ب) کنواری لڑکی اگرچہ عمومی طور پر شادی اور ہمبستری کے بعد عورت کا دودھ اترتا ہے لیکن اتفاقاً اگر کسی غیر شادی شدہ لڑکی کے پستان میں دودھ اتر آیا ہو۔ تو بچہ کے پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی اور اگر کوئی بچہ کنواری لڑکی کا دودھ ایک گھونٹ بھی پی لے گا تو یہ لڑکی اس بچہ کی رضاعی ماں ہے اور ان کے درمیان حرمت نکاح اور

حرمت رضاعت کے احکام ثابت ہونگے ۔

(ج) مُردہ عورت کا دودھ پینا کبھی کبھی مرنے کے فوراً بعد دودھ منجمد نہیں ہوتا اگر کسی بچے نے اتفاقاً ایسی عورت کا دودھ کسی صورت میں پی لیا تو علتِ جزئیت کی بنا پر احکام حرمت رضاعت ثابت ہونگے البتہ امام شافعیؒ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک مردہ عورت کا دودھ پینے سے بچہ پر احکام رضاعت ثابت نہ ہونگے ۔

مرد کا دودھ کبھی ایسا اتفاق ہوجائے ....کہ مرد کا سینہ بڑھ جائے اور بصورت پستان اس میں دودھ اُتر آئے اور اتفاقاً کوئی چھوٹا بچہ مرد کا دودھ پی لے تو اس صورت میں حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی کیونکہ رضاعت کی تعریف میں مِنْ ثَدْیِ الاٰدمِیَّۃِ کی قید مذکور ہے یعنی عورت کے پستان سے دودھ پینا مراد ہے اس لئے مرد کے دودھ سے رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ اس لئے شارح وقایہ نے فرمایا لَا یَتَعَلَّقُ بِہٖ حُرْمَتُ الرِّضَاعِ یعنی اس مرد اور اس بچے کے درمیان حرمتِ رضاعت کے احکام ثابت نہ ہونگے۔

(الف) چھوٹے بچہ کے پچھلے حصّہ میں عورت کا دودھ؟ اس مسئلہ کو مؤلف نے احتقانِ صَبِیّ سے بیان کیا ہے صورت مسئلہ یہ ہیکہ رشید یا رشیدہ کا ایک چھوٹا بچہ ہے اس کے دودھ پینے کے زمانہ میں ہندہ عورت کا دودھ نکالکر کسی آلہ یا انجکشن کے ذریعہ بچہ کے مقعد (و پچھلے حصّہ) میں چڑھا دیا گیا۔ تو امام اعظم کے نزدیک حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ یعنی ہندہ اس بچہ کی رضاعی ماں نہ کہلائیگی۔ البتہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک اس عمل سے حرمت رضاعت ثابت ہوجائیگی ۔ ایسے ہی اختلافِ فقہاء ہے اگر کسی عورت

کا دودھ بچہ کے کان کے سوراخ میں ٹپکا یا گیا۔ یا دماغ یا پیٹ کے گہرے زخم میں
یا بچہ کے جسم میں کسی عورت کا دودھ پہنچا یا گیا۔ تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک حرمت
رضاعت ثابت نہ ہوگی اور امام محمد کے نزدیک حرمتِ رضاعت ثابت ہو جائے گی
امام محمد کی دلیل یہ ہیکہ اس طریقہ سے بالغ آدمی کا روزہ فاسد ہو جاتا ہے اسلئے
حرمتِ رضاعت کا ثبوت بھی ہو جائیگا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہیکہ
ان طریقوں سے نشو ونما اور تغذیہ حاصل نہیں ہوتا ہے اور نیز جزئیت کا رشتہ
بھی قائم نہیں ہوتا ہے اس لئے حرمتِ رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

عبارت وَإِنْ أَرْضَعَتْ ضَرَّتَهَا رَضِيعَةً حَرُمَتَا أَيْ إِنْ أَرْضَعَتْ امْرَأَةٌ ضَرَّتَهَا حَالَ كَوْنِ الضَّرَّةِ رَضِيعَةً حَرُمَتَا عَلَى الزَّوْجِ وَلَا مَهْرَ لِلْكَبِيرَةِ إِنْ لَمْ تُوطَأْ وَلِلرَّضِيعَةِ نِصْفُهُ وَرَجَعَ بِهِ عَلَى الْمُرْضِعَةِ إِنْ قَصَدَتِ الْفَسَادَ وَإِلَّا فَلَا وَحُجَّتُهُ رَجُلَانِ أَوْ رَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ۔

ترجمہ:۔ اور اگر کسی عورت نے اپنا دودھ پلا دیا اپنی شیر خوار سوتن کو تو دونوں
حرام ہو گئیں۔ یعنی اگر کسی عورت نے اپنی سوتن کو دودھ پلا دیا اس حال میں کہ وہ
سوتن شیر خوار بچی ہے تو یہ دونوں شوہر کیلئے حرام ہیں۔ اور (اس صورت میں)
بالغہ بیوی کیلئے کوئی مہر نہیں ہے۔ اگر اس سے ہم بستری نہ کی گئی ہو۔ اور اس
شیر خوار بچی کیلئے آدھا مہر ہے اور شوہر آدھا مہر مرضعہ سے وصول کرے گا
اگر اس بالغہ دودھ پلانے والی عورت نے قصداً یہ فساد کیا ہو۔ ورنہ نہیں۔ اور
(اس مسئلہ میں) شہادت رضاعت کیلئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں کافی ہیں۔

توضیح الوقایۃ ماتن وقایہ نے اس عبارت کے ذریعہ حرمتِ
رضاعت کے ثمرات ونتائج سے متعلق ایک خاص

صورت رضاعت بیان کی ہے صورت مسئلہ یہ ہے زید کی دو بیویاں ہیں ایک بڑی
بیوی ہندہ بالغہ ہے اور دوسری بیوی رشیدۃ رضیعہ بہت چھوٹی بچی دودھ
پینے کی عمر میں ہے اس طرح ان دونوں میں ایک دوسرے کی سوتن کا رشتہ ہے
لیکن اگر ہندہ بالغہ بڑی عورت نے رشیدہ شیر خوار زید کی دوسری بیوی کو
قصداً اپنا دودھ پلا دیا تو ان دونوں کا نکاح زید سے ختم ہو جائیگا کیونکہ دودھ پلانے
کے نتیجہ میں ہندہ بالغۃ عورت رشیدہ کی رضاعی ماں ہو گئی ہے اور اب یہ دونوں
عورتیں ماں بیٹی کے درجہ میں ہیں اور ماں بیٹی کو ایک شخص کے نکاح میں جمع کرنا
نکاح کو باطل کر دیتا ہے اس لئے ماتن وقایۃ نے فرمایا حَرُمَتَا یعنی یہ دونوں
عورتیں زید (شوہر) کیلئے حرام ہو گئیں ہیں اس عمل کا دوسرا نتیجہ وہ حکم ہے جو
لَا مَهْرَ لِلْكَبِيْرَةِ سے بیان کیا گیا ہے یعنی اس موقعہ پر مذکورہ صورت مسئلہ میں
غیر موطوءۃ بالغۃ ہندہ کی تفریق اور علیحدگی بغیر مہر ہو گی اور سزاءً ہندہ بالغۃ
کو آدھا مہر بھی نہ ملے گا البتہ اگر ہندہ موطوءۃ اور ہمبستری شدہ ہے تو علت
وطی کی بنا پر ہندہ کو پورا مہر ملے گا اور صغیرہ رضیعۃ شیر خوار بچی کو تفریق قبل
الوطی کی وجہ سے نصف مہر ملے گا اور شوہر کو یہ حق حاصل ہو گا کہ شیر خوار
بچی کو دودھ پلانے والی ہندہ کے حالات اور ارادہ کو معلوم کرلے اگر
ہندہ کا قصداً فساد نکاح اور بدنیتی ثابت ہو جائے تو رضیعۃ شیر خوار بچی
کو دیا گیا آدھا مہر ہندہ بالغۃ سے بطور سزا وصول کرے اور اگر قصداً فساد
کی نیت نہ ہو بلکہ سہواً اور بھول ہو گئی ہو تو پھر زید ہندہ سے رشیدہ کے نصف
مہر کا مطالبہ نہ کرے گا البتہ نکاح دونوں عورتوں کا فاسد بہر صورت نہ ہوگا۔

مسلک فقہاء | اس مسئلہ میں امام شافعیؒ فرماتے ہیں يَرْجِعُ مُطْلَقًا تَعَمَّدَتْ ذَالِكَ أَوْ لَا لِأَنَّ فَسَادَ النِّكَاحِ بِإِرْضَاعِهَا[1]

---

[1] عینی شرح کنز کتاب النکاح

مفہوم عبارت یہ ہے کہ امام شافعی رح کے نزدیک ہندہ بالغہ نے اپنی سوتن رشیدہ کو فسادِ نکاح کرانے کی نیت سے دودھ پلایا یا محض اتفاقاً یا بھول سے اپنا دودھ پلا دیا بہرصورت دونوں کا نکاح فاسد ہوا۔ رَضِیْعَۃ بچی کا نصف مہر ہندہ کبیرہ سے وصول کیا جائیگا۔ دلیل شافعی رح یہ ہے کہ فسادِ نکاح کا بنیادی سبب اس بالغہ عورت کا دودھ پلانا ہے اس لئے رَضِیْعَۃ شیر خوار بچی کو دیا ہوا آدھا مہر اس بالغہ ہندہ پر ہی واجب ہے شوہر پر نہیں اور یہی مسلک ہے امام زفر رح امام احمد رح اور امام محمد رح کا ایک روایت میں یہ تینوں حضرات امام شافعی رح کے مسلک کے ساتھ ہیں البتہ امام مالک کا مسلک ان سب سے جداگانہ ہے وہ فرماتے ہیں لَا یَرْجِعُ مُطْلَقًا یعنی مذکورہ بالا صورتِ مسئلہ میں زید کی بالغہ بیوی نے زید کی دوسری بیوی شیر خوار بچی کو دودھ پلا دیا تو فسادِ نکاح تو متحقق ہوگا اور اس بچی کو آدھا مہر بھی ملے گا لیکن زید کسی بھی صورت یہ آدھا مہر مُرْضِعَۃ کبیرۃ اور بالغہ دودھ پلانے والی سے وصول نہ کرسکے گا۔ اگرچہ قصداً فسادِ نکاح کی نیت سے بالغہ نے اپنا دودھ پلایا ہو یا اتفاقاً دودھ پلانے کا واقعہ ہوگیا ہو" اس کے برعکس مسلک احناف مسلک شیخین زیادہ معتدل اور مناسب ہے جسمیں قصداً اور بلا قصد دودھ پلانے میں فرق کیا گیا ہے۔

وَضَاحتِ حُرْمَتْ اوپر مسئلہ میں زید کی بیوی ہندہ اور رشیدہ کی حرمت فی النکاح ماں بیٹی کی حرمت کی علت پر موقوف حرمت ہے اور حرمت کا بنیادی سبب جمع بین الام والبنت اور ماں بیٹی کو یکجا نکاح میں رکھنا ہے البتہ زید بعد میں انفرادی طور پر ہندہ مرضعہ سے نکاح جدید کرسکتا ہے البتہ رشیدہ سے نکاح مؤبّد اور ہمیشہ کیلئے حرام رہیگا۔

کیونکہ رضاعت کے رشتہ سے رشیدہ زید کی بیٹی بن گئی ہے اور رضاعی بیٹی شرعاً نسبی بیٹی کی طرح دائمی حرام ہے اسلئے رشیدہ اور زید کے درمیان ہمیشہ کیلئے نکاح حرام رہیگا۔

ثبوت رضاعت کیلئے نصاب شہادت | ماتن وقایہ نے فرمایا وَحُجَّتُہٗ رَجُلَانِ او رَجُلٌ وَامْرَأتَانِ ہٗ ضمیر غائب کا مرجع الرضاع ہے مقصد عبارت یہ ہے کہ ثبوت رضاعت کیلئے نصاب شہادت عند الاحناف صرف دو مرد کافی ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں اور یہ نصاب شہادت مالی معاملات کے نصاب شہادت کے مطابق اور ثبوت رضاعت کے لئے یہ مقدار شہادت کافی ہے۔

مسلک فقہاء | اس مسئلہ میں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ثبوت رضاعت کیلئے نصاب شہادت کے سلسلہ میں چار عورتوں کا گواہی دینا معتبر ہے اور حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں ثبوت رضاعت کیلئے بطور شہادت صرف دو عورتیں کافی ہیں اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں صرف مرضعۃ اور بچی کو دودھ پلانے والی عورت کا قول ہی کافی ہے۔

اس طرح فقہائے اُمّت نے مختلف دلائل شرعیہ کی روشنی میں احکام بالا وضاحت فرمائے ہیں جسمیں صرف عورت کی شہادت کو ہی معتبر مانا ہے۔

تَمَّتْ مَسَائِلُ کِتَابِ الرَّضَاعِ وَالنِّکَاحِ مِنْ تَوْضِیْحِ الْوِقَایَۃِ

اُردو شرح وقایہ (المجلد الثانی)

(المؤلف) **شَاهِد حسن قاسمی خَادِمُ الْفِقْهِ وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْم**

بدار العلوم دیوبند (یو۔ پی ہند)

اَلْجُمُعَۃُ الْمُبَارَکَۃ ۱۰ رَجَبُ الْمُرَجَّب ۱۴۱۳ھ مطابق ۹۳-۱۲-۲۴